محبت باری
از
عارف باللہ مولانا عثمان انصاری
نقشبندی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ
ملتزم الطبع والنشر:
مدیر المکتبۃ العلمیہ، ۱۵ شارع لیک۔ لاہور

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ ط

محبّتِ باری تعالیٰ

تصنیف

حضرت مولانا محمد عثمان انصاری نقشبندی جالندھری قدس اللہ سرہ العزیز

ترجمہ

محمد سلیمان کیلانی عفی عنہ (گوجرانوالہ)

المکتبۃ العلمیۃ - ۱۵ - لیک روڈ لاہور

(پاکستان ٹائمز پریس لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

عرضِ مترجم

زیر نظر کتاب کا مطالعہ کرنے سے قبل ضروری ہے کہ تصوّف کے متعلق چند ایک گذارشات سُن لی جائیں تاکہ وہ الجھنیں دور ہو جائیں جن کے پیدا ہونے کا احتمال ہے۔

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں انسانی تخلیق کا مقصد صرف یہ بیان فرمایا ہے کہ انسان صحیح معنی میں خدا تعالیٰ کی بندگی کرے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۝ (میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری "عبادت" کریں) خداوند عالم جل جلالہ نے "عبادت" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اب اس "عبادت" کا مفہوم سمجھ لینا چاہئے۔ عربی زبان میں "مَوْرٌ مُّعَبَّدٌ" اس راستہ کو کہتے ہیں جس کی خاک کثرت آمد و رفت کی وجہ سے پس کر سرمے کی طرح غبار بن چکی ہو۔ اس کے ذرات کا وجود تقسیم در تقسیم ہو کر تحلیل ہو چکا ہو۔ چنانچہ ایک عربی شاعر اپنی اونٹنی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

تُبَارِیْ عِتَاقًا نَاجِیَاتٍ وَّاَتْبَعَتْ ۔۔۔ وَظِیْفًا وَظِیْفًا فَوْقَ مَوْرٍ مُّعَبَّدٍ

(میری اونٹنی تیز رفتار اونٹنیوں کا مقابلہ کرتی ہے اور جب گرد اڑتے ہوئے راستہ پر چلتی ہے تو پے در پے اپنے پاؤں پھینکتی جاتی ہے)

تو معلوم ہوا کہ "عبادت" یہ ہے کہ آدمی کی اپنی کوئی خواہش، کوئی مرضی، کوئی آرزو باقی نہ رہ جائے اپنے آپ کو ہمہ تن ختم کر کے خدا تعالےٰ کے سپرد کر دے اور بزبان حال و قال کہے کہ اے خداوند! میری اپنی کوئی خواہش نہیں میری خواہش صرف وہ ہے جو تو چاہے۔ میرا اپنا کوئی عمل اور کوئی عقیدہ نہیں ہے۔ میرا عمل صرف وہ ہے جو تجھے پسند ہو۔ میرا عقیدہ وہ ہے جو تو بتائے۔ اسی کیفیت کو پیدا کرنے کے لیے تصوف

کا فن ایجاد کیا گیا ہے۔

سلف صالحین تصوف کی موجودہ اصطلاحات سے بالکل ناآشنا تھے۔ نہ تو ان میں "وجد" "حال" تھا نہ وہ موجودہ طریقہ سے "چلہ کشی" کے قائل تھے۔ نہ "صلوٰۃ معکوس" ہوتی تھی۔ نہ "نفی واثبات" کی ضربوں کا دستور تھا۔ نہ "لطائف ستہ" کی مشقیں ہوتی تھیں۔ اس کے باوجود وہ جس مقام پر پہنچے بعد میں آنے والے ان کی گرد کو بھی نہ پا سکے۔ اس کے وجوہ تو بہت ہیں۔ لیکن ان میں سے اہم وجوہ دو ہیں۔

(۱) پہلی یہ کہ وہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بڑے متشدد تھے۔ سنت سے ان کا لگاؤ اور شیفتگی اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ وہ اس کے مقابل کسی بڑی سے بڑی شخصیت کو بھی نظر انداز کر جاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب سوال کیا گیا کہ حج تمتع جائز ہے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ جائز ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت فرمائی ہے۔ دوبارہ سوال ہوا کہ آپ کے والد (حضرت عمر فاروق رضؓ) تو اس کو جائز نہیں سمجھتے تھے تو آپ نے فرمایا اَیُسْمَعُ قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمْ قَوْلُ اَبِیْ (کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی جائے گی یا میرے باپ کی؟)

انہی حضرت عبداللہ بن عمر کے بیٹے بلال نے جب یہ حدیث سنی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مستورات نماز باجماعت کے لیے مسجد میں چلی جایا کرتی تھیں اور آپ ان کو منع نہیں فرمایا کرتے تھے تو بلال نے کہا آج کی کیفیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مستورات کو مسجد میں آنے سے روک دینا چاہیئے تو حضرت عبداللہ رضؓ نے فرمایا کیا تو سرور کائنات کے طرز عمل کے مقابل اپنا طرز عمل بیان کرتا ہے؟ پھر آپ نے اپنے بیٹے کو بد دعا دی اور فرمایا لَا اُکَلِّمُکَ اَبَدًا (میں آئندہ تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔) چھ مہینے کے بعد بیٹے نے توبہ کی اور معافی مانگی تب جا کر ان سے گفتگو فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب مسجد میں کچھ لوگوں کو حلقہ باندھ کر ذکر کرتے دیکھا تو فرمایا ابھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن بھی میلا نہیں ہوا اور تم لوگوں نے بدعات شروع کر دیں۔ اس کے بعد ان کو اٹھا دیا۔

صحابہ کرام عبادات کے معاملہ ہی میں نہیں بلکہ ہر اس چیز سے والہانہ محبت رکھتے تھے جس کا

تعلق کسی نہ کسی طرح آنحضرت سے پیدا ہو جاتا۔ طارق بن شہاب اشجعی نے آنحضرت کو اس حال میں دیکھا کہ قمیص کے بٹن کھلے ہوئے تھے اس کے بعد طارق نے اپنی زندگی میں قمیص کے بٹن بند نہ کیے

حضرت عبد اللہ بن عمر کے سامنے ایک شاعر نے ان کے بیٹے بلال کی تعریف کرتے ہوئے کہدیا۔ ع بِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ خَيْرُ بِلَالٍ (عبد اللہ کا بیٹا بلال بہترین بلال ہے) تو آپ اس کو برداشت نہ کر سکے اور فرمایا وَاللّٰهِ كَذَبْتَ (خدا کی قسم تم نے جھوٹ کہا) اصل یہ ہے بِلَالُ رَسُوْلِ اللّٰهِ خَيْرُ بِلَالٍ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بلال بہترین بلال ہے) صحابہ کرام کی زندگی میں ایسی مثالیں سینکڑوں نہیں ہزاروں مل سکتی ہیں۔ صحابہ کرام کا اصل سرمایہ یہی سنت کی پیروی اور اس سے والہانہ محبت ہے۔ اور اسی چیز نے ان کو بام ترقی پر پہنچایا۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کا زمانہ عہد رسالت سے بہت قریب تھا۔ روشنی اتنی تیز موجود تھی کہ کسی بیرونی سامان کی ضرورت نہ تھی۔ دن کی روشنی میں چراغ یا بتی کا سامان اکٹھا کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ رات کے وقت تھوڑی بہت روشنی حاصل کرنے کے لیے ہزار سامان کی ضرورت ہے گویا یوں سمجھئے کہ سورج کی روشنی آفتاب غروب ہونے کے بعد آہستہ آہستہ مدھم ہوتی چلی گئی۔ پوری دنیا پر اندھیرا مسلط ہو گیا تو ضرورت محسوس ہوئی کہ کچھ روشنی حاصل کرنے کے لیے اسباب فراہم کیے جائیں۔ سو اس کے لیے تصوف کے "موجودہ لوازمات" کو اکٹھا کیا گیا۔

مسلمان کو اپنے اندر ایک صالح انسان پیدا کرنے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک شریعت ٹھہری کہ جس کی روشنی میں آدمی اپنا راستہ متعین کر سکے۔ یہ روشنی جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں موجود تھی بالکل ویسی ہی آج بھی موجود ہے اور قیامت تک باقی رہے گی۔ اس میں کوئی فرق نہیں آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تَرَكْتُ فِيْكُمْ مِلَّةً بَيْضَاءَ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا۔

اور دوسری چیز ایک صالح معاشرہ ہے کہ جس میں انسان کی صلاحیتیں پروان چڑھ سکیں۔ نیک اعمال کے لیے ترغیب و تحریص پیدا ہو۔ اس میں ہر آن کمی ہوتی رہی ہے اور بتدریج کمی ہوتی جائے گی۔ آج جو صلاحیت میں انحطاط رونما ہے وہ اسی دوسری چیز کی کمی کے باعث ہے نہ کہ پہلی وجہ سے۔ کیونکہ کتاب و سنت آج بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔

تصوف کی اصطلاحات اور ذکر و فکر کے مختلف طریقے جو ایجاد کیے گئے ہیں کلیتہً بے اصل نہیں ہیں۔ حدیث میں آیا ہے اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ (بہترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے) اس سے نفی و اثبات کے ذکر کا ثبوت ملتا ہے۔ غار حرا میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے "تحنث" سے خلوت نشینی ثابت ہوتی ہے۔ گو یہ قبل از نبوت کا فعل ہے جو شریعت میں ضروری نہیں ہے۔ تاہم اس کے جواز کا ثبوت بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ شریعت کے مطابق ہو۔ رہبانیت نہ ہو۔ علائق دنیوی کو ہمیشہ کے لیے منقطع نہ کیا جائے اور وقتی انقطاع میں بھی حقوق العباد خصوصاً بیوی بچوں کے فرائض سے غفلت نہ ہو۔ حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مراقبہ کا ثبوت ملتا ہے۔ موسٰی علیہ السلام کو چالیس راتوں کے لیے طور پر بلایا گیا تھا۔ یہاں سے صوفیا نے چلہ کشی کا جواز ثابت کیا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ میرا بندہ نفلی عبادت سے میرا قرب حاصل کرتا جاتا ہے۔ بالآخر اس کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ وہ خدا تعالے کے پاؤں سے چلتا ہے خدا تعالیٰ کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے کانوں سے سنتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے ہاتھوں سے پکڑتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی زبان سے بولتا ہے۔ اس کیفیت کو صوفیا نے فنا اور بقا کے نام سے تعبیر کیا ہے۔

اسی کیفیت میں بعض صوفیا کی زبان سے چند ایسے کلمات ادا ہوئے جو شریعت کے لحاظ سے صاف کفر ہیں۔ مثلاً کسی نے کہہ دیا سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ (میں پاک ہوں میری شان بڑی بلند ہے) کبھی لِوَائِیْ اَرْفَعُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ (میرا جھنڈا محمدؐ کے جھنڈے سے بلند ہے) کسی نے کہا ؎

دمبدم روح القدس اندر معینے مے دمد | من نمی دانم ولاکن عیسٰئ ثانی شدم

کسی کے منہ سے نکل گیا ؎

پنجہ در پنجۂ خدا دارم | من چہ پروائے مصطفٰے دارم

کسی نے صدا بلند کی ؎

اللہ اللہ گفتہ اللہ مے شود | ایں سخن حق ہست واللہ مے شود

بیتواں موسٰی کلیم اللہ شدن | از ریاضت مے تواں اللہ شدن

کسی نے کہا مَا فِی الثَّوْبِ اِلَّا اللہُ (اس لباس میں اللہ ہی ہے) کسی نے کہا ؎

فیض روح القدس ار باز مدد فرمائد   دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے لوہے کو بھٹی میں ڈال کر سرخ کر دیا جائے تو وقتی طور پر اس کی رنگت بھی آگ جیسی ہو جاتی ہے۔ اس کے خواص بھی آگ سے ملتے جلتے ہیں اور وہ بزبان حال کہتا ہے "من انگر سوزانم" (میں ایک جلا دینے والا انگارا ہوں) لیکن جب اس بھٹی سے نکل کر ٹھنڈا ہو جائے گا تو پھر وہی لوہا ہے جو پہلے تھا۔ اسی طرح صوفیا بھی جذب و فنا کے مقام میں ایسے کلمات کہہ جاتے ہیں۔ لیکن وہ حقیقت نہیں ہوتی نہ ہی وہ اپنے ہوش و حواس میں ایسی بات منہ سے نکالتے ہیں۔ اگر "صحو" کی حالت میں کوئی ایسا کلمہ بولے تو وہ صاف کافر ہے۔

اس کو صوفیاء کی اصطلاح میں "شطحیات" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ علماء شریعت تو درکنار خود صوفیا بھی ایسے اقوال کو نہ اچھا سمجھتے ہیں نہ حجت تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ انکو غلط کہتے ہیں، کفر جانتے ہیں زیادہ سے زیادہ ایسے لوگوں کو وہ معذور سمجھتے ہیں اور مرفوع القلم سمجھتے ہوئے انکو قابل مواخذہ نہیں گردانتے کیونکہ وہ اس وقت صحو کی حالت میں نہیں ہوتے بلکہ "سُکر" کی حالت میں ہوتے ہیں۔ تو شطحیات باتفاق علماء شریعت و علمائے تصوف حجت نہیں ہیں۔

جیسا کہ دستور ہے کہ ہر چیز میں آہستہ آہستہ افراط و تفریط کی وجہ سے رد و بدل ہوتا جاتا ہے اور بالآخر اس کی ہیئت ترکیبی اتنی غلط ہو جاتی ہے کہ اس میں سے صحیح و غلط کا امتیاز مشکل ہو جاتا ہے بلکہ بسا اوقات اس میں "غلط" کی آمیزش اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ وہ پوری کی پوری چیز پھینک دینے کے قابل ہو جاتی ہے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے ایک اولوالعزم پیغمبر تھے ان کی تعلیم حقانی تعلیم تھی۔ لیکن بعد میں آکر اس میں "تثلیث" اور "کفارہ" کے عقیدے پیدا ہو گئے اور "رہبانیت" نے جنم لیا۔ "صلیب" پرستی شروع ہو گئی۔ "کنوارہ" رہنے کو نیکی سمجھا گیا۔ رہبان و راہبات زناکاری و فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے۔ بے عملی بڑھ کر بد عملی کی شکل اختیار کر گئی۔ اسی طرح گوتم بدھ ایک مصلح قوم تھا۔ اس کی تعلیم بھی آہستہ آہستہ بدلتی گئی۔ بالآخر اس کے پیروؤں نے — جو بھکشو کہلاتے تھے — بدھ مت میں زنا اور بدکاری کو شامل کر لیا۔ حد یہ ہوئی کہ یہ برائی برائی نہ رہ گئی بلکہ نیکی اور عبادت سمجھی جانے لگی۔

اسی طرح تصوف کے فن میں بھی افراط تفریط ہوتی چلی گئی جس سے بعض غلط باتیں "معرفت" و

"حقیقت" کا جزو قرار پا گئیں آہستہ آہستہ اس آمیزش نے ایسی شکل اختیار کر لی کہ صحیح و غلط کا امتیاز مشکل ہو گیا۔ ساتویں صدی ہجری کے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت کے تصوف کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا تھا ؎

بدریا در منافع بے شمار است　　　وگر خواہی سلامت بر کنار است

متصوفین آہستہ آہستہ شریعت اور علم شریعت سے بے نیاز رہنے لگے۔ اور اسی تصوف کو منتہائے مقصود قرار دینے لگے۔ کشف و کرامات کی بنا پر فتوے دیئے جانے لگے۔ یہ خوابوں کی دنیا کے بادشاہ شریعت کو بے وقعت دیکھنے لگے۔ دین کی تعبیریں ایسی ہونے لگیں جو کفر و اسلام کا ملغوبہ تھیں۔ چنانچہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

خیالات نادان خلوت نشیں　　　بہم بر کند عاقبت کفر و دیں

مقام غور ہے کہ اگر ساتویں صدی ہجری میں یہ کیفیت تھی تو اس پر اور بھی سات صدیاں گذر جانے پر اب کیا کیفیت ہو گی؟ "تا بایں جا چہ رسد"؟ آج اس تصوف میں بیشمار "بدعات" شامل ہو چکی ہیں "وحدۃ الوجود" کے مسئلہ نے کتنی ہی شکلیں اختیار کی ہیں "حلول و اتحاد" "تشبیہ و تجسیم" کے مختلف روپ دیکھنے میں آتے رہے۔ "تصور شیخ" نے ایک مستقل مسئلہ کی حیثیت اختیار کر لی۔ تصوف کے متعلق سب سے بڑی مصیبت یہ رہی ہے کہ صوفیا کسی حال میں بھی تنقید کی اجازت نہیں دیتے۔ "پیر طریقت" جو کچھ بھی کہے وہ "حق و صواب" ٹھہرے۔ اس مرض میں اصاغر ہی نہیں بلکہ اکابر تک مبتلا ہیں۔ چنانچہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید　　　کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

پیران طریقت سب سے پہلے مرید کے کان میں یہ آواز ڈالتے ہیں کہ پیر کا ادب ہر حال میں لازم ہے۔ پیر کی کسی بات پر اعتراض نہ کیا جائے ورنہ فیض حاصل نہیں ہو گا۔ چنانچہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب　　　بے ادب محروم ماند از فضل رب

یہ صحیح ہے کہ اپنے شیخ کا ادب و احترام ہونا چاہیئے لیکن اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ کے تحت اگر شیخ سے کوئی خلاف شریعت حرکت سرزد ہو تو نہ اس کی اتباع ہے اور نہ اس پر سکوت مستحسن ہے بحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔ خدا کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت

نہیں ہے) اور پھر آپ نے منکر پر خاموشی اختیار کرنے والے کو "شَیطَانٌ اَخْرَس" (گونگا شیطان) کا لقب عطا فرمایا ہے۔ سب سے مقدم خدا تعالےٰ کا ادب ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے اور اس کے حکم کے خلاف کسی کے قول و فعل کی پرواہ نہ کی جائے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کی نافرمانی نہ ہو اور دین کی کوئی ایسی تعبیر نہ کی جائے جو قرآن و حدیث کے برخلاف ہو۔ اس کے بعد شیخ کا ادب ہے اور وہ یہ ہے کہ مستحسن امور میں اس کی پیروی کی جائے۔ اگر اس کا کوئی حکم خلاف شریعت ہو تو اس کو چھوڑ دیا جائے۔ یہ تو نہ ہونا چاہیئے کہ شیخ کے ادب میں خدا اور رسول کی بے ادبی کا ارتکاب کیا جائے۔

آج کل صوفیا میں سے اکثر طبقہ وحدۃ الوجود کا قائل ہے۔ حالانکہ موجودہ "وحدۃ الوجود" کا شیخ محی الدین ابن عربی سے پہلے نام و نشان تک نہیں ملتا۔ ان کے بعض اشارات نے جو کہ "فتوحات مکیہ" اور "فصوص الحکم" میں کیے گئے تھے اس مسئلہ کو جنم دیدیا۔ صوفیاء محققین کے نزدیک بھی "فتوحات مکیہ" اور "فصوص الحکم" وغیرہ کتابوں کا مطالعہ خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا تھا کہ "فتوحات مدنیہ کے بعد ہمیں "فتوحات مکیہ" کی ضرورت نہیں ہے اور نص کے بعد فص (فصوص الحکم) کی حاجت نہیں ہے"۔

شیخ ابن عربی کے یہ اشارات بعض مکاشفات پر مبنی تھے — جو کہ فی نفسہ کوئی حجت نہیں ہاں اگر کوئی مکاشفہ یا الہام شریعت کے مطابق ہو تو اسے تسلیم کیا جا سکتا ہے ورنہ نہیں —

پھر ان اشارات پر "گلکاریاں" شروع ہوئیں۔ مولانا روم، شیخ فرید الدین عطار اور مولانا جامی وغیرہ نے ان کی کچھ تعبیریں پیش کیں اور ان کو "مغز قرآن" سے تعبیر کیا۔ حالانکہ خود ان کے اپنے وقت کے بعض صوفیا بھی اس کو غلط سمجھتے تھے۔

خداوند تعالیٰ کی صفات و شیون کے متعلق مذاہب عالم میں بہت سا اختلاف پایا جاتا ہے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار   کہ پیدا نہ شد تختۂ بر کنار

ہندو مذہب خدا تعالیٰ کی صفات کے متعلق "تجسّد" کا قائل ہے۔ ان کے عقیدہ کے مطابق خداوند تعالیٰ کی بے شمار صفات ہیں اور خداوند تعالیٰ اپنی صفات کے اظہار کے لیے مختلف جسم اختیار

کرتا ہے۔ کبھی وہ چاند، سورج اور ستاروں کی شکل اختیار کرکے دنیا کو روشنی اور حرارت پہنچاتا ہے کبھی وہ اپنی چمک بادل کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔ کبھی پانی بن کر بقاء عالم کا سبب بنتا ہے۔ کبھی انسانوں کی شکل میں دنیا کی راہنمائی کرتا ہے۔ کبھی مہیب اور درندہ جانوروں کی صورت میں لوگوں کو ڈراتا ہے کبھی دلکش صورتوں اور خوشنما پرندوں کی شکل میں لوگوں کے دل لبھاتا ہے۔ غرض انکے نزدیک ہر چیز خدا کا "اوتار" ہے اور ہر وہ چیز جس میں ان کو کوئی عجوبہ نظر آیا وہ سمجھتے ہیں کہ خدا نے اس میں اتر کر اپنی کسی صفت کا اظہار کیا ہے۔

مسلمانوں میں سے صوفیاء کے گروہ کے بعض لوگوں نے اس کو "وحدۃ شہود" سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن اس کی صورت ہندو عقیدہ سے مختلف ہے۔ انھوں نے اشیاء عالم کو خدا تعالےٰ کی صفات کا ظل قرار دیا ہے۔ چنانچہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں اس ظل کی بحث کو کئی مقامات پر بہ تفصیل بیان فرمایا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں اس ذات باری کی طرف راہنمائی کرتی ہیں نہ یہ خود خدا ہیں نہ خدا کی صفات ہیں۔ نہ خداوند تعالیٰ ان میں حلول کرتے ہیں نہ یہ چیزیں خداوند عالم اور اس کی صفات سے اتحاد رکھتی ہیں۔ اسی مضمون کو ایک شاعر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے ؎

وَفِی کُلِّ شَیْءٍ لَہٗ اٰیَۃٌ   تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

وحدۃ الوجود کی ایک تعبیر وہ ہے جسے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم مسلک صوفیا نے اختیار کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ گو ظاہری طور پر دنیا میں بیشمار چیزیں نظر آتی ہیں لیکن چونکہ یہ سب فانی ہیں اس لیے حقیقت میں ان کا کوئی وجود نہیں ہے وجود صرف ایک ہے اور وہ ہے خداوند تعالیٰ کا وجود۔ اس کے علاوہ جب انکی عارضی ہستی پر خداوند تعالیٰ کی تجلیات پڑتی ہیں تو یہ تمام اشیاء اسی طرح نابود ہو جاتی ہیں جس طرح کہ سورج کی موجودگی میں بیشمار ستاروں کا وجود معدوم نظر آتا ہے۔ چنانچہ وہ اس مضمون کو اس طرح بیان کرتے ہیں ؎

رہ عقل جز پیچ بر پیچ نیست   بر عارفاں جز خدا ہیچ نیست

تواں گفتن ایں با حقائق شناس   ولی خوردہ گیرند اہل قیاس

کہ پس آسمان و زمیں چیستند   بنی آدم و دام و دد کیستند

پسندیدہ پرسیدی اے ہوشمند بگویم گر آید جوابت پسند
کہ ہامون و دریا و کوہ و فلک پری، آدمی زاد دیو و ملک
ہمہ ہرچہ ہستند ازاں کمتر اند کہ با ہستیش نام ہستی برند
عظیم ست پیش تو دریا بہ موج بلند ست گردون گرداں بہ اوج
ولی اہل صورت کجا پے برند کہ ارباب معنی بہ ملکے در اند
کہ گر آفتاب است یک ذرہ نیست وگر ہفت دریاست یک قطرہ نیست
چوں سلطان عزت علم بر کشد جہاں سر بجیب عدم در کشد

اس کے بعد آجکل جو مسئلہ وحدۃ الوجود کی انتہا نظر آرہی ہے اس کے کفر ہونے میں تو کوئی شک وشبہ ہی باقی نہیں رہ جاتا۔ کہ وہ خود ہی عابد ہے خود ہی معبود ہے۔ خود ہی ساجد ہے خود ہی مسجود ہے۔ کافر بھی وہی ہے مؤمن بھی وہی ہے۔ جنّتی بھی وہی ہے دوزخی بھی وہی ہے۔ نیکوکار بھی وہی ہے بدکار بھی وہی ہے وغیر ذلک من الخرافات۔

شیخ کے ادب کا درس دینے والے خداوند تعالیٰ کی یہ بے ادبی بھی ملاحظہ فرماتے جائیں۔ حالانکہ پہلے صوفیا بھی اس چیز کے قائل تھے کہ گو تخلیق کے لحاظ سے بھلائی اور برائی دونوں کو خدا تعالےٰ سے نسبت ہے۔ لیکن یہ طریق ادب کے خلاف ہے کہ برائی کی نسبت اس کی طرف کی جائے۔ چنانچہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گناہ اگرچہ نہ بود اختیار ما حافظ تو در طریق ادب کوش گیں گناہ من است

محدثین وفقہاء اور ائمہ اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ هُوَ بَائِنٌ عَنْ خَلْقِهٖ (وہ اپنی مخلوق سے بالکل جدا ہے) اور حقیقت بھی یہی ہے۔ مخلوق کمزور ہے۔ حادث ہے۔ فانی ہے۔ محل عوارضات ہے۔ خداوند تعالیٰ قادر ہیں۔ ازلی ہیں۔ ابدی ہیں۔ زندہ ہیں۔ قائم بالذات ہیں تغیرات سے بالاتر ہیں۔ اگر سب کچھ "وہی" ہے اور اس کے بغیر کوئی اور "چیز" حقیقتاً نہیں ہے تو پھر شریعت کا نظام بالکل معطل ہو کر رہ جاتا ہے۔

شیخ سعدی شیرازی نے اس کی جو توجیہ "پیش کی ہے وہ کسی حد تک قابل برداشت ہے لیکن اس کے بعد جو کچھ بھی ہے وہ ایک مؤمن کسی حال میں بھی برداشت نہیں کر سکتا اور یہ سب کچھ

جہالت کے کرشمے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ فرماتے ہیں: مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ الْهُمَاتَيْنِ فَقَدْ تَحَقَّقَ (جو عالم نہ ہو اور صوفی بن جائے وہ زندیق ہو جائے گا اور جو عالم ہو اور صوفی نہ بنے وہ فاسق ہے اور جس میں یہ دونوں چیزیں (علم اور تصوف) ہوں وہ حقیقت کو پہنچے گا)

صوفیا کی اصطلاح میں "ہمت" ایک ایسی قوت کا نام ہے جس سے جسم انسانی کے تمام قوی حرکت میں آجاتے ہیں۔ اور "ہمت" کا صَرف کرنا صِرف خدا تعالیٰ کے لیے ہے۔ کسی نبی کے لیے بھی جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ "صَرف ہمت" شیخ کی ذات میں آجائے اور "تصور شیخ" کو اس طرح پیش کیا جائے کہ اس کے بغیر کچھ حاصل ہی نہیں ہو سکتا اور اس کی مشق اس طرح کرائی جائے جیسے ہپناٹزم یا مسمریزم کی مشق کرائی جاتی ہے۔ مولانا روم تک تو مثنوی میں لکھ گئے ہیں ؂ او نبی وقت خویش ست اے پسر (اے بیٹا! شیخ اپنے وقت کا نبی ہے) یعنی جیسے نبی کی اتباع کے بغیر کچھ نہیں مل سکتا ویسے ہی پیر کی مخالفت سے بھی کچھ نہیں ملتا اور جیسے نبی کا انکار کفر ہے ویسے ہی صوفیاً کے نزدیک پیر کے انکار سے تصوف کا کفر لازم آتا ہے۔

اسی طرح آجکل صوفیا میں تصوّف کا ایک اہم جزو سماع بھی ہے شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کے سماع کو دیکھئے کہ وہ قرآن مجید کی آیتوں کے سماع کو سماع قرار دیتے ہیں۔ اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ سے سماع کو ثابت کرتے ہیں۔ آہستہ آہستہ اس "سماع" کو اشعار میں لایا گیا۔ صرف اتنی احتیاط رہی کہ اشعار خلاف شریعت نہ ہوں۔ پھر اس سماع کو علامت انسانیت سمجھا جانے لگا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں کی زبان سے نکلنے لگا کہ ؂

شتر را چو شور طرب در سر است　　اگر آدمی را نباشد خر است

خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اس "سماع" پر انکار فرمایا اور پھر بتدریج اس انکار میں ایسی شدت پیدا ہو گئی کہ اپنے شیخ خواجہ میر کلال پر بھی انکار کرنے لگے۔ بالآخر ایک روز جب شیخ کی خانقاہ میں قوال سماع کے "فریضہ" کو ادا کر رہے تھے اور خواجہ نقشبند کے پیر طریقت "سماع" فرما رہے تھے۔ تو آپ نے شہر کے علماء کی جماعت کو اکٹھا کیا اپنے شیخ سے علماء کی مدد سے وہ

مناظرہ کیا کہ بالآخر شیخ نے اس "سماع" سے توبہ کی۔ آج کل قبروں، مزاروں اور خانقاہوں میں جس طرح قوالی ہوتی ہے جس طرح اس میں "کفریات" کا علی الاعلان "سماع" ہوتا ہے۔ پھر وجد و حال ہوتے ہیں۔ تحسین و آفرین کے ڈونگرے برستے ہیں۔ اس کا حساب اللہ تعالےٰ ہی کریں گے۔ ع
ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا۔

ابتداءً اصل حیثیت شریعت اور علماء شریعت کی تھی۔ چنانچہ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "یہاں امام ابوحنیفہؒ و ابویوسفؒ کے اقوال درکار ہیں نہ کہ بایزید و جنید کے۔ ان کے لیئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ان پر گیر و دار نہ کریں"۔ لیکن آج یہ کیفیت ہے کہ علماء شریعت کو "علمائے ظاہر" کے خطاب سے نوازا جاتا ہے۔ ان کی توہین و تذلیل کی جاتی ہے ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ ان کو کیا خبر یہ کیا جانیں وغیرہ وغیرہ۔

آمدیم بر سر مطلب! قصہ مختصر آج تصوف میں "منکر" و "معروف" کی آمیزش ہو چکی ہے۔ طالب کو چاہئے کہ صوفیاء کی اچھی باتوں کو حاصل کرے اور غلط باتوں کو چھوڑ دے۔ اصل دین کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہے۔ اس کے بعد جو اقوال کتاب و سنت کے موافق ہوں یا کم از کم نص یا اشارۃ النص یا دلالۃ النص اور روح اسلام کے مخالف نہ ہوں ان کو قبول کر لیا جائے اور جو ان کے خلاف ہوں ان کو چھوڑ دیا جائے۔

محدثین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے احادیث کی جمع و تدوین اور نقد و جرح میں جو کوششیں فرمائی ہیں اس کی جزا اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرمائے انہوں نے دین کے حصول کو نہایت آسان بنا دیا ہے۔ پھر محدثین میں تین قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو حدیث کے جمع کرنے میں بھی امام ہیں اور رواۃ کی تنقید میں بھی امام ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو جمع احادیث میں تو امام ہیں لیکن تنقید کے میدان میں ان کو چنداں دسترس نہیں ہے۔ تیسرا گروہ وہ ہے جو جمع احادیث میں تو پیش پیش نہیں ہیں لیکن نقد و تبصرہ میں امام تسلیم کیئے گئے ہیں لِكُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ۔

لیکن صوفیاء رحمہم اللہ میں سے کوئی بھی جرح و تعدیل، نقد و تبصرۂ حدیث میں مرد میدان نہیں ہے۔ انتہائی عقیدت کے باوجود جب ہم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کی کتاب "غنیۃ الطالبین" کو دیکھتے ہیں تو اس میں بھی ضعیف روایات کافی دیکھنے میں آتی ہیں اور بعض موضوع

روایات بھی اس میں آگئی ہیں۔ حالانکہ آپ ظاہر و باطن کے امام تسلیم کیے گئے ہیں۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب و سنت سے والہانہ محبت اور شیفتگی کسے معلوم نہیں۔ سنت کے خلاف وہ کچھ سننا بھی برداشت نہیں کر سکتے لیکن اس کے باوجود مکتوب مجدد الف ثانی میں کئی ضعیف روایات آگئی ہیں۔ بلکہ بعض روایات تو ایسی ہیں جن سے محدثین کے کان تک ناآشنا ہیں۔

کچھ اسی طرح کی کیفیت زیر نظر کتاب کی بھی ہے۔ جہاں تک خدا تعالیٰ سے لو لگانے۔ خدا سے محبت رکھنے، اس کی فرمانبرداری کرنے اور تسلیم و رضا کا تعلق ہے یہ کتاب انتہائی مفید ہے لیکن جہاں تک روایات و احادیث کا تعلق ہے بہت کم صحیح احادیث اس میں پائی گئی ہیں اکثر احادیث جو اس میں درج کی گئی ہیں ضعیف ہیں اور ایک اچھی خاصی تعداد موضوع روایات کی بھی ہے۔

جس نسخہ سے یہ ترجمہ کیا گیا ہے وہ قلمی نسخہ تھا — جسے شیخ محمد نواز انبالوی نے ۱۲۸۲ھ ہجری ماہ جمادی الثانی میں حضرت سید قاسم علی کی مدد سے تحریر کیا تھا — کتاب کے اوراق نہایت بوسیدہ اور کرم خوردہ تھے۔ اکثر مقامات پر کاغذ چھن گیا تھا۔ جگہ جگہ اوراق میں سوراخ تھے۔ جن کی لپیٹ میں دو دو تین تین سطریں آگئی تھیں۔ لہٰذا مضمون کے سیاق سباق کو مدنظر رکھ کر ترجمہ کیا گیا ہے۔ خدا کرے کہ ترجمہ مصنف کے مضمون کا ترجمان ہو۔ اگر اس سلسلہ میں کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہو تو میں بارگاہ خداوندی میں معذرت پیش کرتا ہوں۔ حتی الامکان ترجمہ کرنے میں صحت کا خیال رکھا گیا ہے۔

قلمی نسخہ کی عربی عبارات میں بہت غلطیاں تھیں۔ غالباً شیخ عثمان مصنف کتاب سے نقل کروانے والے عربی زبان سے ناواقف تھے۔ اپنی ہمت کے مطابق ان عبارات کو درست کر دیا گیا ہے۔ ان کے فارسی ترجمہ کے مطابق عربی الفاظ درج کر دیے گئے ہیں — ہاں احادیث و آیات کی عبارات درست کر دی ہیں — میں قارئین کرام سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر کسی جگہ غلطی ملاحظہ فرمائیں تو اس سے مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور اس بے بضاعت کو مشکور فرمائیں۔ مجھے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا پورا پورا اعتراف ہے۔

مصنّف کتاب ایک نہایت صالح، متقی اور حقیقی صوفی ہیں۔ ان کے سوز و درد کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سوز و درد سے اس ہیچمدان اور تمام قارئین کو پورا پورا فائدہ عطا فرمائے۔ بعض بعض مقامات پر حواشی دیئے گئے ہیں۔ ان میں موضوع متعلقہ کے لیے صحیح احادیث پیش کی گئی ہیں اور مسئلہ مذکورہ کی تائید کی گئی ہے آیات کے حوالے درج کر دیئے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو آسانی رہے۔ حالانکہ اصل کتاب میں یہ چیز نہیں تھی۔

بعض مسائل جو آج کل کے تصوف میں خلاف سنت شامل ہو گئے ہیں ان کی نشان دہی کیلئے آخر کتاب میں ضمیمہ لگا دیا گیا ہے تاکہ طالب حق خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرَ پر عمل کر سکے۔ مصنف کتاب حضرت شیخ عثمان جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی ایک شیوخ سے استفادہ کیا جیسا کہ وہ اپنی کتاب کے ابتدا میں تصریح فرماتے ہیں۔ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری سے قادری طریقہ اخذ کیا۔ یہ آپ کی پہلی بیعت تھی۔ ان کے بعد آپ خواجہ محمد اسحق کی صحبت میں رہے اور ان سے نقشبندی طریق کی اجازت حاصل کی۔ ان کے بعد آپ حضرت خواجہ بیر ولی کی بابرکت صحبت میں رہے اور آخری دور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گذارا۔ خدا تعالیٰ ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں۔ آمین

حضرت خواجہ عثمان رحمۃ اللہ علیہ جالندھر کے رہنے والے تھے۔ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیدائش دسویں صدی ہجری کے آخر میں ہوئی اور انتقال گیارہویں صدی میں ہوا۔ اس سے زیادہ آپ کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

ناقل کتاب حضرت شیخ محمد نواز ابتدا میں اپنی سکونت قصبہ بھور میں رکھتے تھے۔ بعد ازاں موضع جھالسہ۔ علاقہ شاہ آباد ضلع انبالہ میں رہائش اختیار کر لی۔

سید قاسم علی المعروف سید سندھی قصبہ دورانہ ضلع انبالہ کے رہنے والے تھے۔

مترجم

احقر العباد محمد سلیمان گیلانی عفی عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

تمام تر تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کی پرورش کرنے والا ہے اور درود و سلام اللہ تعالیٰ کے رسول اور انکی تمام آل و اولاد پر نازل ہوں۔

وہ قادر مطلق خدا ہر عیب ونقص سے پاک ہے جس نے اپنی بے انتہا عنایتوں سے مُشتِ خاک کو جان عطا فرمائی اور وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ (بنی اسرائیل آیت۔ ۷۰) (ہم نے اولاد آدم کو بزرگی عطا فرمائی) کا تاج شاہی اس کے سر پر رکھا اور یُحِبُّھُمۡ وَیُحِبُّوۡنَہٗۤ (مائدہ ۵۔ ۵۴) (وہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اس سے محبت رکھتے ہیں) کی خلعت سے اس کو معزز کیا اور وَھُوَ مَعَکُمۡ (حدید ۴) (وہ تمہارے ساتھ ہے) کی دولت وصل سے اس کو نوازا اور وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝ (ذاریات۔ ۲۱) (تمہارے اپنے اندر بھی تو نشانیاں موجود ہیں کیا تم غور نہیں کرتے؟) اس کا ایک خاص اشارہ ہے اور نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ (ق۔ ۱۶) (ہم اس کی طرف شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) اس کا ایک خاص اعزاز ہے اور فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ (البقرہ۔ ۱۵۲) (تم مجھے یاد رکھو میں تم کو یاد رکھوں گا) اس کی آواز کا ایک یگانہ نواز نغمہ ہے اور اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ (مؤمن۔ ۶۰) (مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا) کی صدائے دلنواز ایک نعمت ہے کامل و مکمل۔ اور اللہ کی ازل سے لے کر ابد تک رحمتیں نازل ہوں اس ذات گرامی پر جو آدم کی اولاد ہی سے بلکہ دنیا جہان سے افضل ہے جن کا اسم گرامی محمد اور احمد ہے۔ جو کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوۡرِیۡ۔ (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا) کی ایک خوبصورت تجلی ہیں اور ان کی آل اور صحابہ کرام پر جن کی شان میں بِاَیِّھِمِ اقۡتَدَیۡتُمۡ اِھۡتَدَیۡتُمۡ (ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پا جاؤ گے) کی بشارت وارد ہے کہ ان میں سے ہر ایک بُعد سے نجات دلا کر خدا کے قرب کا وسیلہ ہے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اَمَّا بَعْدُ: جب اس جہان میں خدا تعالیٰ کا لطف اور بے انتہا فضل بندہ کو طلب کی توفیق بخشتا ہے اور اپنی محبت میں اس کو جذب کرتا ہے تو اس کے دل میں اپنی محبت اور دوستی ڈال دیتا ہے تاکہ بندہ اس کی غلامی اور ذکر کی طرف دوڑے اور ہدایت حاصل کرے اور جس کو وہ گمراہی میں چھوڑ دینا چاہے تو اس کو دنیا کی محبت میں مشغول و مصروف اور اسباب دنیوی کی فراہمی میں محجوب کر دیتا ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (البقرہ - ۲۶) (بہت لوگوں کو اس کے ساتھ گمراہ کرتا ہے اور بہت لوگوں کو اس کے ساتھ ہدایت[1] دیتا ہے) اس قرآن کی مثال مصر کے دریائے نیل کی سی ہے جو دوستوں (بنی اسرائیل) کے لیے پانی تھا اور محجوبین[2] کے لیے ایک مصیبت تھی ؎

نیل مصری خود بقبطی خون نمود — قوم موسیٰ را نہ خوں بود آب بود

؎ آنرا کہ تو رہبری کنی کس گم نہ کند — وانرا کہ تو گم کنی کسش رہبر نیست

[1] اس آیت پاک سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید ہی سے بعض لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں تو گویا قرآن مجید میں بھی گمراہی ہے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھ لینا چاہیئے۔ دودھ۔ گھی۔ انڈے۔ مچھلی اور مرغن غذائیں ایک تندرست، نوجوان اور محنتی آدمی کے لیئے۔ بہترین غذائیں ہیں۔ صالح الکیموس ہیں۔ بے حد مقوی اور صحت بخش غذائیں ہیں۔ اگر یہی غذائیں ایک بوڑھے۔ ناکارہ اور مریض کو دیدی جائیں تو بجائے فائدہ کے نقصان پہنچائیں گی۔ قوت ہاضمہ کو اور زیادہ کمزور کر دیں گی۔ بلکہ اگر پیچش کے مریض کو بھنا ہوا گوشت کھلا دیا جائے تو اس کے لیئے وہ موت کا پیغام ثابت ہوگا۔ تو اصل میں غذاؤں کا قصور نہ ہوا بلکہ قصور بیمار طبیعت کا ہے۔ لیکن کہا یہی جاتا ہے کہ بیمار کو فلاں چیز نے نقصان پہنچایا حالانکہ نقص اس چیز میں نہیں تھا۔ اسی طرح قرآن مجید ایک صالح اور طاقتور غذا ہے۔ روحانی بیمار اس کو ہضم نہیں کر سکتے بلکہ الٹا ان کو نقصان پہنچتا ہے۔ تندرست مزاج کو قرآن مجید فائدہ (ہدایت) دیتا ہے اور بیمار طبع آدمی کو قرآن مجید نقصان (گمراہی) میں مبتلا کرتا ہے۔ آیت مذکورہ کا آخری حصہ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ اسی طرف اشارہ کر رہا ہے ۱۲ (محمد سلیمان)

[2] فرعون مصر (رعمیس ثانی) کے پاس جب موسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام لیکر آئے تو فرعون نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ آپ نے معجزے بھی دکھائے لیکن فرعون کی سرکشی بڑھتی گئی۔ بالآخر چھوٹے چھوٹے عذاب آنے لگے جن کا مقصد فرعون کو تھوڑی بہت سزا دے کر متنبہ کرنا تھا انہیں عذابوں کے سلسلے میں ایک یہ عذاب بھی آیا کہ فرعون اور اس کی قوم کے لیے پانی خون بن گیا اور بنی اسرائیل کے لئے پانی ہی رہا (مترجم)

ـ؎ مصر کا دریا قبطیوں کے لیئے خون بن گیا اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لیے وہ پانی ہی رہا خون نہ بنا۔

ـ؎ جس کی تو راہنمائی کرے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے اور جس کو تو گمراہ کردے اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔

خدا تعالیٰ کی کمال مہربانی ہے کہ اس نے ایک مشت خاک کے سر پر اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (بقرہ۔ ۳۰) (میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں) کا تاج شرافت رکھا اور اس کی اولاد کے جسم پر اِنَّ اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ (میرے دوست میری قبا کے زیر سایہ ہیں) کا لباس مزین کیا اور دین کا سفر کرنے والوں کو مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا (جو میری طرف ایک بالشت قریب ہو میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں) کے قرب خاص سے مشرّف کیا۔ اپنے دوستوں کو اپنی محبّت کا پیالہ پلا کر ماسوی اللہ سے بے نیاز کر دیا۔ خصوصاً حضرت غوث الثقلین کو جو کہ سلوک کے راستہ کو طے کرنے اور دینی مراسم کو زندہ رکھنے اور یقینی شواہدات کی ایجاد میں انتہا کو پہنچ گئے "محی الدین" کا لقب حاصل کیا۔ دوسری طرف غلامی کی قید میں فنا ہو کر قدرت مطلق سے واصل ہو کر "عبد القادر" کہلائے۔

اور خواجۂ زمین و زماں، بلند قدر، دوربین، صاحب الدّولۃ والدّین خواجہ بہاؤالدّین کہ جن کے متبرک انفاس، روشن دلیلیں، بابرکت نگاہ، واضح بیان اور آپ کی توجہ شریف دلوں میں خدا تعالیٰ کا نقش باندھتی تھی ؎

خواجۂ کش جہاں غلام شدہ — او خود از بندگیش دارد عار

(ایسا آقا کہ جس کا سارا جہان غلام ہو گیا اور وہ اپنے آپ کو خدا کے غلاموں میں شمار کرنے کے قابل بھی نہیں سمجھتا تھا)

اور ارشاد پناہی، مظہر جلال ذو الجلال حضرت خواجہ شیخ جلال الدین تھانیسری —— جو کہ حضرت غوث الثقلین قدس اللہ سرہ العزیز کے (بالواسطہ) خلیفہ ہیں اور اس فقیر کی قادری سلسلہ میں پہلی ارادت انہی کی مبارک بیعت کے ذریعہ تھی اور خواجۂ نقشبند کے اشارہ (روحانی اور غوث الثقلین کی اجازت (روحانی) سے نقشبندی طریقہ خواجہ اسحاق کی خدمت سے حاصل کیا کہ جن کی صحبت سے

مخلصین کو حیات جاودانی اور وجود فانی کو بقاء ابدی حاصل ہوتی تھی۔ پھر اس کے بعد حضرت پیر دلی برگی کی ملازمت کا شرف حاصل ہوا تو انہوں نے کمال ولایت اور محض کرامت سے صرف تین دن اس فقیر کے حال پر توجہ فرمائی اور وہ کچھ مشاہدہ کرایا کہ جس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے زبان تقریر و خامۂ تحریر کو کئی سال بلکہ کئی صدیاں بھی ناکافی ہیں اور پھر باقی ساقی کے فیض یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت سے حاصل ہوا۔

ایک گدائے بلینوا۔ خادم الفقراء محمد عثمان ـــــ جو کہ مخلص بھائیوں کے دستر خوان کا ریزہ چین ہے بلکہ وفادار دوستوں کی مجلس کے جرعہ نوشوں کی خاک پا ہے اور وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاْسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ (زمین کو بھی شرفاء کے پیالہ سے حصہ ملتا ہے) کے مطابق استمداد کا کاسۂ گدائی ہاتھ میں لیے دروازوں پر دستک دیتا ہے اور مردان راہ کی پامردی سے دستگیری حاصل کرتا ہے اور اس عجیب و غریب دولت کی جستجو اور اس سعادت کی تلاش کے لیے تگ و دو کرتا رہتا ہے اس نے آنکھوں کو روشن کرنے والا میرے کا خالص سرمہ دارستگان تنگ و نام کے قدموں کی خاک میں پایا ہے۔ مصرعہ

بر وفق مقال و حسب حال است

شعر
دولت فقر خدایا بمن ارزانی دار
کیں کرامت سبب حشمت و تمکین منست

مناجات

اے خداوند! مجھے توفیق عطا فرما کہ اس گروہ کی پیروی کا راستہ طے کر سکوں اور ہمت عطا فرما کہ میں صرف تیری طرف توجہ رکھوں اور ایسا دل ارزانی فرما کہ اس میں تیرے سوا کوئی چیز نہ سما سکے اور تیرے سوا جو کچھ بھی ہے وہ میری نگاہ میں ایک جَو کی قیمت بھی نہ رکھے اور ایسی زبان عنایت کر جو کہ ہر وقت تیری تعریف اور تیرا شکریہ ادا کرے اور ایسا نفس بخش کہ کلمۂ طیبہ کے ساتھ تیری طرف دوڑے اور ایسی عبارت القا کر کہ محرمان راز اس کے ساتھ گفتگو کریں اور ایسی دعا سکھا کہ تیری درگاہ کے مقبول اس سے وسیلہ تلاش کریں اور مجھے فقر کی چاشنی هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ (شعرا ۔ ۷۹) (وہ مجھے کھانا کھلاتا ہے اور پانی پلاتا ہے) کے دستر خوان سے اس طرح چکھا دے کہ دونوں جہان کی لذتوں سے دل سیر ہو جائے اور فیض و کرم کے خانہ سے تجرد کا ایسا لباس پہنا

کہ دارین میں آبرو کا سبب بنے ۵

۱	در طلب در بدر ہمے رفتم	دم بدم یار یار مے جستم
۲	ناگہاں فتح باب در بکشاد	غیر او ہرچہ بود رفت از یاد
۳	چونکہ بیخود شدم ہمی گفتم	وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنتُم
۴	نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ شد بہ یقیں	ہست حَبْلُ الْوَرِيدِ بِلا شک بیں
۵	وَفِي اَنفُسِكُمْ در ہر دم	اَفَلَا تُبْصِرُونَ مے گفتم
۶	فَاذْكُرُونِي چوں در ضمیر آمد	اَذْكُرْكُمْ دمبدم یقین آمد
۷	فیض قدس رسید از درگاہ	كُلُّ شَيْءٍ فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ
۸	مژدہ ہر طرف شدہ ہاؤ ہو	وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ اِلَّا هُوَ
۹	دلم از شوق بسکہ شیدا شد	وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ گویا شد
۱۰	بیخود از نام او چناں شدہ ام	کو عیاں گشتہ من نہاں شدہ ام
۱۱	من نیم من نیم خدا حاضر	اوّلاً آخراً خدا حاضر
۱۲	نیست در ہر دو کون غیر از یار	لَيْسَ فِي الدَّارِ غَيْرُهٗ دَيَّارٌ
۱۳	باطنش غیب و ظاہرش پیدا	در ظہور و بطون خداست خدا
۱۴	ہست عثمان دوست دار نبی	دوستدار چہار یار نبی

۱ میں جستجو میں دربدر پھرتا تھا اور دمبدم دوست کی تلاش کرتا تھا

۲ ناگہاں قسمت نے دروازہ کھول دیا۔ دوست کے سوا جو کچھ بھی تھا ذہن سے اتر گیا۔

۳ جب میں بیخود ہوگیا تو یہی کہتا تھا۔ جہاں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔

۴ نحن اقرب الیہ کا یقین ہوگیا۔ حبل الورید بالکل ٹھیک ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

۵ وہ ہر وقت تمہاری جانوں میں ہے۔ میں کہتا تھا کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔

۶ جب دل میں فاذکرونی کا خیال آیا تو دمبدم اذکرکم کا یقین بڑھتا گیا۔

۷ درگاہ قدسی سے فیض پہنچ گیا۔ ہر چیز کی طرف خداوند تعالیٰ کی توجہ ہے۔

۸ اس خوشخبری کا ہر طرف غلغلہ بلند ہوگیا کہ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

۱ بقرہ ۱۴۶ - ۲ ق - ۱۶ - ۳ ذاریات ۲۱ - ۴ بقرہ ۱۵۲ - ۵ بقرہ ۱۱۵ -

۹ میرا دل شوق سے شیدا ہو گیا۔ وحدہ لا شریک لہ کہنے لگا۔

۱۰ میں اس کے نام سے ایسا بیخود ہوا ہوں کہ وہ تو ظاہر ہو گیا ہے اور میں گم ہو گیا ہوں۔

۱۱ خدا تو حاضر ہے اور میں نہیں ہوں اولاً و آخراً خدا حاضر ہے۔

۱۲ دونوں جہانوں میں دوست کے سوا کوئی نہیں ہے۔ گھر میں اس کے سوا بسنے والا کوئی بھی نہیں ہے

۱۳ اس کا باطن غیب ہے اور اس کا ظاہر آشکارا۔ پوشیدگی اور ظہور میں صرف خدا ہی ہے۔

۱۴ عثمان ہنی سے محبت رکھنے والا ہے اور آپ کے چاروں خلفاء سے بھی عقیدت رکھتا ہے۔

نکتہ بین اور عقلمند حضرات سے توقع ہے کہ اس کلام کو جو کہ دیوانگی کے جوش و خروش اور مجذوبوں کے وجد اور ذوق سے ظاہر ہو جاتی ہے (اگرچہ وہ عقل ذوفنون اور دانش راہنما کے حکم کے محاسبہ سے بالاتر ہے) مجھے معذور سمجھیں گے کیونکہ دیوانہ آدمی سے قلم اٹھا لیا جاتا ہے اور عشاق کی آواز اور دیوانوں کی نُعروں کو صاحب بشارت (نبی صلے اللہ علیہ وسلم) کے حکم سے معاف کر دیا گیا ہے۔

اب بندہ پر جو کہ ان حروف کے تحریر کرنے میں مشغول ہے۔ واجب و لازم ہے کہ اہل اللہ کی بعض باتوں کو ـــــ کہ جن کے سننے سے دل میں ایک طرح کی رقت اور جذب پیدا ہوتا ہے اور اصلی شوق اور وجد ظاہر ہوتا ہے ـــــ جمع کرے تاکہ دوستوں اور طالبوں کو فائدہ بلیغ حاصل ہو کیونکہ نیک لوگوں کے تذکرہ کے وقت رحمتِ خداوندی کا نزول ہوتا ہے۔ اب اے عاشق! اے عزیز! یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ جب تک تو اس راہ میں دیوانہ نہ بن جائے گا یگانہ نہیں بنے گا ؎

اے زر! اگر رنگ تو دارد صفا تا نہ سوزی ندہندت بہا

(اے زر! اگرچہ تو اپنے اصل میں صفائی رکھتی ہے۔ لیکن جب تک تو بھٹی میں نہیں پڑے گی۔ تیری کوئی قیمت نہیں ہے)

اے زخم خوردہ درویش! جب تک تو چار بھٹیوں میں نہیں پگھلایا جائے گا پختہ نہیں ہو گا۔ ان میں پہلی آگ تو فقر ہے، دوسری محبت، تیسری خدا تعالیٰ کی تقدیر کا شکوہ نہ کرنا یعنی اس کو بے چون و چرا تسلیم کر لینا اور چوتھی روزی کے فکر سے فارغ ہو جانا۔ یعنی اللہ تعالیٰ پر پوری طرح بھروسہ کرنا۔ اے درویش! جب تک تو ان چار دشوار گذار گھاٹیوں سے نہیں گذر جائے گا۔ تجھے عاشق کا لقب نہیں مل سکے گا۔

اس (کتاب) دلوں کے تحفے اور ارواح کے ہدیئے کی چار فصلیں ہیں اور ہر فصل کو چار ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے اور ہر باب کو آیات قرآنی اور احادیث نبوی اور اہل اللہ کے اقوال سے مزین کیا گیا ہے۔ تاکہ لائق دوست اور سچے عاشق اس سے پوری طرح فائدہ اٹھا سکیں اور دوسری چیزوں میں مشغول ہونے میں کوئی راحت محسوس نہ کریں۔ کیونکہ اللہ تعالے کے ساتھ مشغول ہونے میں کوئی وحشت نہیں ہے اور غیر اللہ کے شغل میں کوئی راحت نہیں۔ اس کتاب کا نام "محبت" ہے جو کہ معرفت کا ایک بحر ذخار ہے اور عاشق کے لیے کفایت کنندہ۔

اے زخم خوردہ درویش! یہ سمجھ لے کہ دونوں جہان کی بادشاہی کا تاج فقیر کے سر پر رکھا گیا ہے کیونکہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ فقر مخلوق کی صفت ہے اور غنا خالق کی اور حضرت رسالت پناہ (علیہ اکمل الصلوات والتحیات) نے اس بزرگی شان کے باوجود فقر کو اختیار کیا اور اس پر فخر کیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ "اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں مجھے وفات دے اور قیامت کے روز مجھے مسکینوں کی جماعت میں اٹھا"۔ اے میرے خدا مجھے فقر کی دولت نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین۔

فصل اوّل

اس فصل میں فقر، تسلیم، توکل اور ذکر کا بیان کیا گیا ہے۔ اس میں چار باب ہیں۔ باب اول میں فقر کا بیان ہے، دوسرے میں تسلیم و رضا کا، تیسرے میں توکل کا اور چوتھے میں ذکر کا۔

نوٹ:۔ توکل کا مطلب آج کل یہ سمجھا جاتا ہے کہ کچھ نہ کیا جائے۔ خدا رزق رساں ہے دے گا لیکن توکل یہ مفہوم قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ توکل کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی طرف سے بھرپور کوشش کرے لیکن بھروسہ صرف خدا تعالیٰ پر ہو جو مسبب الاسباب ہے۔ اپنی کوشش اور محنت پر بھروسہ نہ کرے کہ یہ صرف ایک سبب ہے اور اسباب میں اس وقت تک تاثیر پیدا نہیں ہوتی جب تک کہ خدا تعالیٰ کو منظور نہ ہو۔ تعجب کا مقام ہے کہ مولانا روم جیسے مفکر بھی اس میں غلطی کھا گئے چنانچہ فرماتے ہیں کہ :- نیں توکل کن ملرزاں پاؤ دست + رزق تو بر تو ز تو عاشق ترست + توکل کا صحیح مفہوم وہ ہے جو مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے بیان فرمایا۔ توکّل کے یہ معنی ہیں کہ خنجر تیز رکھ اپنا + پھر انجام اس کی تیزی کا مقدّر کے حوالے کر +

بابِ اوّل

(اس میں فقر کا بیان ہے)

اے زخم خوردہ درویش! ہوش کے کانوں سے سن جبکہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فقر پہ فخر فرمایا تو اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ[1] (جب فقر پورا ہوجائے تو اللہ باقی رہ جاتا ہے باقی تمام چیزیں ختم ہوجاتی ہیں) کی دولت آپ پر پوری ہوگئی اور ہم سب پر بھی لازم ہے کہ آپ کی پیروی کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اگر تم اللہ تعالےٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنالے گا"

۱ مقام سلطنت درویش دارد ‏ ‏ ‏ زصد سلطاں فراغت بیش دارد

۲ اگر درویش را رانند ازیں ملک ‏ ‏ ‏ دو صد ملک دگر در پیش دارد

۱ درویش بادشاہی کا مقام رکھتا ہے اور سینکڑوں بادشاہوں سے اس کو زیادہ فراغت ہے

۲ اگر درویش کو اس دنیا سے ہانک دیا جائے تو کوئی پرواہ نہیں اس کے سامنے سینکڑوں دوسرے ملک موجود ہیں۔

اے درویش! فقر ایک ایسی بادشاہی ہے کہ دنیا جہان کے بادشاہ اس ملک کے خوشہ چین ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ فقر اپنی دولت کا دروازہ کس کے لیے کھولے گا۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے ؎

اے بدرگاہ جلالت فقر سلطانی بود ‏ ‏ ‏ منصب شاہنشہی کمتر ز دربانی بود

روایت ہے کہ ایک آدمی نے حق سبحانہ و تعالیٰ سے فقر کی درخواست کی۔ اس کو فقر عطا کر دیا گیا۔ کیونکہ جو شخص کوئی چیز طلب کرے اور اس کے لیے کوشش بھی کرے تو اس کو وہ مل ہی جاتی ہے۔ آخر اس کی حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ مرد اور عورت اور ان کے تین بیٹے ایک ہی چادر میں باری باری نماز ادا کرتے۔ کچھ مدت اسی حالت میں گذر گئی۔ ایک دفعہ وہ آدمی اٹھا دو رکعت

[1] یہ صوفیاء کا ایک مقولہ ہے ۱۲

نماز ادا کی اور دعا کے لیے ہاتھ پھیلا دیئے اور انتہائی عاجزی سے روتے ہوئے درخواست کی کہ "اے خداوندا جبکہ تو نے مجھ کو فقر کی دولت عطا فرمائی ہے تو اب یہ دولت مجھ سے واپس نہ لے لینا"۔ وہ اسی طرح بار بار کہتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا۔ جب دعا سے فارغ ہوا تو اٹھا اور پانی نکالنے کے لیئے کنوئیں میں ڈول لٹکایا۔ وہ چاندی سے بھرا ہوا باہر آیا اس نے اس کو کنوئیں میں پھینک دیا اور آہ وزاری کرتے ہوئے کہا "اے میرے پیدا کرنے والے خدا! تو نے مجھ سے فقر کی دولت کیوں واپس لے لی؟" پھر اس نے دوبارہ پانی کے لیے کنوئیں میں ڈول لٹکایا تو وہ اشرفیوں سے بھرا ہوا واپس آیا اس نے ڈول کو پھر کنوئیں میں الٹ دیا اور گریہ زاری کرنے لگا۔ تیسری مرتبہ پھر ڈول کنوئیں میں لٹکایا تو وہ ہیرے اور جواہرات سے بھرا ہوا باہر آیا۔ پھر تو وہ اتنا غمگین ہوا کہ قریب تھا کہ اس کی روح جسم سے پرواز کر جائے۔ ہاتف غیبی نے اس کو آواز دی کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے تجھے اپنا مقبول بندہ بنا لیا ہے۔ اب تمام دنیا بھی اگر تیرا خزانہ ہو جائے اور تو اسے خرچ کرتا رہے تو تیرے فقر کی دولت کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا"۔

اے زخم خوردہ درویش! دونوں جہان میں فقر کی دولت طلب کر کیونکہ فقر ایک ایسی نعمت ہے کہ جہان کے دولت مند درویش کے دروازہ کے گداگر ہیں۔ اس مضمون کو حضرت شیخ سعدی شیرازی نے اس طرح ادا کیا ہے ؎

۱ آں را کہ جائے نیست جہاں جملہ جائے اوست	درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست
۲ بے خانماں کہ ہیچ ندارد بجز خدا	آنرا گدا مگوئی کہ سلطاں گدائے اوست
۳ آن کہ توانگری بود وراہل خواجگی	بیگانہ شد ہر کہ رسید آشنائے اوست
۴ مرد خدا بہ مشرق و مغرب غریب نیست	ہر جا کہ میرود ہمہ ملک خدائے اوست
۵ بگذار ہر چہ داری و بگذر کہ ہیچ نیست	ایں پنج روز عمر کہ مرگ از قفائے اوست
۶ عاشق کہ بر مشاہدہ دوست دست یافت	در ہر چہ بعد ازاں نگرد اژدہائے اوست
۷ ہر کس کہ کشتہ سر شمشیر عشق شد	گو غم مخور کہ ملک ابد خونبہائے اوست
۸ از دست دوست ہر چہ ستانی شکر بود	سعدی رضائے خود مطلب چوں رضائے اوست

۱ جس کی کوئی جگہ نہیں تمام جہان اس کی جگہ ہے۔ درویش کو جس جگہ بھی رات آجائے وہی اس

کی سزا ہے۔

۲ وہ بے خانماں جو خدا کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتا اس کو گدا مت کہو بادشاہ اس کے دروازے کے گداگر ہیں۔

۳ خواہ کوئی تونگر ہو یا خواجہ جو بھی اس کا آشنا ہوا وہ ہر چیز سے بیگانہ ہو گیا۔

۴ مردِ خدا مشرق و مغرب میں مسافر نہیں ہے۔ وہ جس جگہ بھی چلا گیا وہ اس کے خدا کا ملک ہے۔

۵ جو کچھ بھی تیرے پاس ہے اسے چھوڑ دے اور ان چیزوں سے گذر جا کہ یہ پنج روزہ عمر جس کے پیچھے موت لگی ہوئی ہے کوئی چیز نہیں ہے۔

۶ وہ عاشق جس نے دوست کا مشاہدہ کر لیا اس کے بعد وہ جس چیز کو بھی دیکھے گا وہ اس کے حق میں ایک زہریلا ناگ ہے۔

۷ جو آدمی عشق کی تلوار کی دھار سے قتل ہو گیا اسے کہو کہ غم نہ کھائے کیونکہ ملک ابد اس کا خونبہا ہے

۸ جو کچھ بھی دوست کے ہاتھ سے ملے وہ قند شیریں ہے۔ سعدی دوست کی رضا کے مقابلہ میں اپنی رضا کی خواہش نہ کر۔

اے درویش! فقر کا تاج صرف اس آدمی کے سر پر رکھا جاتا ہے جس کے دل میں خدا کے سوا کوئی آرزو باقی نہ رہے ؎

خلق الطفال اند جز مست خدا　　　نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

(مستِ خدا کے سوا تمام مخلوق بچوں جیسی ہے۔ جو آدمی ہوا و حرص سے آزاد ہو چکا ہے صرف وہی بالغ ہے)

بیان کرتے ہیں کہ ایک دن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا "اے خداوندا تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اتنا مال دیا کہ حساب اور شمار سے گذر گیا کہ ان کے مویشیوں اور بھیڑ بکری کے گلوں کی حفاظت کے لیے ستّر ہزار کتے گلے میں سونے کے پٹے ڈالے ہوئے ہمراہ جاتے تھے اور میرے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کو تو نے ایسی حکومت عطا فرمائی کہ نہ تو اس سے پہلے کسی کو ایسی حکومت نصیب ہوئی تھی اور نہ بعد میں ہو گی اور میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو تو نے عزیز مصر بنایا۔ آپ اسی طرح رب العزت کی نعمتوں کو شمار کرتے

گئے جو کہ ہر پیغمبر کو نصیب ہوئی تھیں اور پھر عرض کیا کہ "مجھ کو اور میری امّت کو آپ نے کیا عطا فرمایا ہے"؟

خداوند تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ میں نے تجھ کو اور تیری امت کو وہ کچھ عطا کیا ہے جو میں نے کسی پیغمبر اور کسی امّت کو نہیں عطا کیا۔ اس لیے کہ تو انبیاء کا بادشاہ ہے اور تیری امّت بہترین امّت ہے اور جبتک میری تقدیر میں تیری پیدائش کا فیصلہ نہ ہوا کوئی چیز بھی پیدا نہ کی گئی۔ اگر تو نہ ہوتا تو نہ یہ زمین و آسمان ہوتے اور نہ ربوبیت کا اظہار ہوتا اے میرے پیارے! میں نے دنیا وعقبیٰ کو تیرے لیے پیدا کیا۔ تجھ پر پیش کیا اور کہا کہ تجھ سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا اور نہ ہی کچھ مواخذہ ہو گا لیکن تو نے خود ہی کسی چیز کی طرف نگاہ نہ اٹھائی اور اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کہہ دیا اور میرے دیدار کے سوا کوئی چیز طلب نہ کی۔

اے زخم خوردہ درویش! فقر ایک لازوال بادشاہی ہے اور رب العالمین لم یزل ولایزال کی رضامندی کا سبب ہے، وصل ووصال کا وسیلہ ہے۔ یہ یقینی طور پر سمجھ لو کہ ابدی دولت اور سرمدی سعادت صرف اسی آدمی کی قسمت میں ہے جس نے اپنی توجہ کو دولت دنیا سے اٹھالیا اور فقر کی کٹھالی میں اپنے آپ کو پگھلا ڈالا اور رضائے مولا کے سوا کوئی آرزو اپنے دل میں نہ رکھی۔ اپنے آپ کو جلانا اور اس کے ساتھ موافقت کرنا اپنے آپ کو چھوڑنا اور دوست سے ملنا ہمیشہ سے عاشقوں کا دستور چلا آیا ہے۔ جان کی بازی لگانا اور دردسر خریدنا۔ علاج معالجہ سے امید منقطع کرنا اور جان دوست کے سپرد کر دینا اور پھر بھی اس کا احسان سمجھنا عاشقوں کا پرانا شیوہ ہے۔ اے درویش! فقر اور قناعت کے خزانہ اور نامرادی کے گوشہ اور نیازمندی کی مراد کو کبھی بھی ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور اپنے آپ کو مکمل طور پر جانگدازی کے سپرد کر دینا۔

اے درویش! عارف کا کمال سوز وگداز میں ہے۔ عاشق جتنا بیقرار ہو عشق اتنا ہی آبدار ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ "جس دن احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دل کا درد نہ ہو اور نیا عشق عطا نہ ہو خدا کرے اس دن میں برکت نہ ہو"۔ اے میری جان! جتنا فراق زیادہ ہو عشق اتنا ہی بیشمار ہوتا ہے اور جتنا عشق بیشمار ہو عاشق اتنا ہی بیقرار ہوتا ہے اور جتنا عاشق بیقرار ہو اتنا ہی معشوق اس کے قریب ہوتا ہے اور عاشق کا دل زخمی ہوتا ہے اور جتنا عاشق

کا دل زخمی ہو اتنا ہی عشق چمکتا ہے اس لیے کہ عاشق کا قرار بیقراری میں ہے اس کی راحت زخموں میں اور اس کا سکون بے سکونی میں۔

اے درویش! راہ سلوک کا سرچشمہ اختیاری فقر ہے۔ جب تو فقر میں مضبوط ہو جائیگا تو تمام مشکلیں تجھ پر آسان ہو جائیں گی۔ فقر کا کبھی گلہ نہ کرنا بلکہ اس نعمت کا زیادہ سے زیادہ شکریہ ادا کر یہ دولت ہر ایک کو عطا نہیں کی جاتی۔ اس کے لیے اخص الخواص دوستوں کا انتخاب کیا جاتا ہے اس کی قیمت وہی آدمی معلوم کر سکتا ہے جو زندہ دل ہو اور زندہ دل آدمی اس دنیا میں ہزاروں میں سے کوئی ایک آدھ ہوتا ہے۔ اگر دنیا کے دولتمندوں کو فقر کی قدر و قیمت معلوم ہو جائے تو اس کو حاصل کرنے کے لیے اپنا سب کچھ نثار کر دیں۔ خداوند تعالیٰ یہ عظیم دولت اور خوش بختی اپنی الوہیت کے صدقہ ہماری قسمت میں کرے۔ آمین

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تمہیں مدد اور رزق فقیر لوگوں (ضعفاء) کی طفیل ملتا ہے (بخاری)

آپ نے فرمایا میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا کہ اس میں داخل ہونے والے اکثر فقیر لوگ تھے اور دولتمند حساب و کتاب کی الجھنوں میں پڑے ہوئے تھے اور دوزخ پر گیا تو اس میں اکثر داخل ہونے والی عورتیں تھیں (صحیحین)

آپ نے فرمایا قیامت کے روز فقراء مہاجرین دولتمند (مہاجرین) سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آل محمدؐ نے آنحضور کی وفات تک دو دن متواتر جَو کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی (صحیحین)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کچھ لوگوں نے بھنے ہوئے گوشت کی دعوت دی تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ آپ نے ایک دن بھی تو جَو کی روٹی سیر ہو کر نہ کھائی (بخاری)

حضرت انس آنحضور کے پاس جَو کی روٹی اور باسی سالن لے کر گئے۔ ان دنوں آپ کی زرہ مدینہ

جیسے سیلاب نشیبی زمین کی طرف جاتا ہے (ترمذی)

حضرت ابو طلحہؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھوک کا شکوہ کیا اور پیٹ ننگے کر کے آپ کو دکھائے ہمارے پیٹوں پہ ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا آپ نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا آپ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ ہماری فاقہ کشی کا یہ حال تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو کھانے کے لیے صرف ایک ایک کھجور دیا کرتے تھے (ترمذی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جب یمن پہ گورنر بنا کر بھیجا تو فرمایا "عیش پرستی سے بچنا کیونکہ خدا کے بندے عیش پرست نہیں ہوتے (احمد)

حدیث شریف سے فقر اور فقراء کی فضیلت آپ نے معلوم کرلی۔ اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف چند ایک احادیث ذکر کی گئی ہیں ورنہ اس مضمون کی بے شمار حدیثیں موجود ہیں۔

فقر دو قسم کا ہے ایک فقر وہ ہے جسے قلت مال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مؤمن کے لیے یہ بھی ایک نعمت الٰہی ہے اور کافر کے لئے عذاب الٰہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خداوند تعالیٰ کی نگاہ میں بدترین انسان فقیر متکبر ہے۔

دوسرا فقر وہ ہے جسے فقیرانہ عادات و خصائل سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی تواضع انکساری فقر سے یہی چیز مطلوب ہے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ع درویش صفت باش کلاہ تتری دار (درویش کی عادات اپنے اندر پیدا کر اور سر پہ بے شک ہیٹ پہن)

دولت فی نفسہ بری چیز نہیں۔ بری وہ عادات ہیں جو عموماً دولت مندوں میں پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً زنا، شراب نوشی، فسق و فجور، غرور، تکبر، نخوت وغیرہ۔ اگر دولت فی نفسہ بری ہوتی تو انبیاءؑ اور صلحاء کو نہ دی جاتی۔ حالانکہ بیشمار انبیاء اور صلحاء دولتمند ہو گذرے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نعمت الٰہی کا استعمال کرنا کوئی برا کام نہیں بلکہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ اپنے بندے پہ اپنی نعمت کے اثر کو دیکھیں" اسی طرح دنیا کی مذمت میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اس سے مراد یہ دنیا نہیں بلکہ دنیا خدا تعالےٰ سے غافل ہونے کا نام ہے نہ کہ بال بچہ اور محنت مزدوری وغیرہ۔

(فقر کی فضیلت کو میں نے احادیث سے مزین کیا ہے۔ مترجم محمد سلیمان)

باب دُوم

(تسلیم و رضا کے بیان میں)

اے خستہ جان درویش! جب تو فقر میں محکم و مضبوط ہو گیا تو اب تیرے لیے تسلیم لازمی چیز ہے ؎

عاشق مست سر براہ نہاد   پیش چوگاں چو گوئے پائے فتاد

(مست عاشق نے اپنا سر راستہ پر رکھ دیا اور گیند کی طرح بلّے کے سامنے گر پڑا)

درویش کو چاہیئے کہ اگر مصیبتوں کے تیر اس کی طرف پھینکے جائیں تو اپنی جان کو سپر بنائے اور دم نہ مارے بلکہ نہایت خوش ہو، تاکہ خداوند تعالیٰ بھی اس سے خوش ہو جائیں۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ مثنوی

۱	اے دل بہوس بسر کارے نرسی	تا غم نخوری بہ غمگسارے نرسی
۲	تا شانہ صفت سر ننہی در تہ ارّہ	ہرگز بسر زلف نگارے نرسی
۳	تا خاک ترا کوزہ نسازند کلالاں	ہرگز بہ لب لعل نگارے نرسی
۴	تا ہمچوں حنا سودہ نہ گردی بہ تہ سنگ	ہرگز بکف پائے نگارے نرسی

۱ اے دل تو اپنی ہوس سے کوئی کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ جب تک تجھے غم نہ پہنچے گا تیرا کوئی غمگسار بھی نہ ہوگا۔

۲ جب تک تو کنگھی کی طرح اپنا سر آرے کے نیچے نہیں رکھے گا تب تک تو محبوب کی زلفوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔

۳ جب تک تیری مٹی کو کمہار پیالہ کی شکل نہ دیں گے تو کبھی لعل جیسے سُرخ لب معشوق کے ہونٹوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔

۴ جب تک تو مہندی کی طرح پتھر کے نیچے نہیں پسے گا کبھی بھی معشوق کے پاؤں کے تلووں تک نہ پہنچ سکے گا۔

اے زخم خوردہ درویش! جب تک محبوب کی مراد محبوب نہ ہو دوستی کا دعویٰ بلا دلیل ہے

ف چونکہ ہمہ از طرف محبوب است ہر چہ کہ دو کند ہمہ خوب است

(چونکہ یہ سب چیزیں محبوب کی طرف سے ہیں اس لیے جو کچھ اس نے کیا اور جو کچھ کرے گا سب ٹھیک ہے)

خدا کو پہچاننے والے ہمیشہ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں مقیم ہیں۔ ایک لمحہ بھی وہاں سے غائب نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ وہ جو کچھ بھی دیکھتے ہیں اُس کے سوا کچھ نہیں دیکھتے۔ ان کی نگاہ خداوند تعالیٰ کی نگاہ ہوتی ہے۔ ہر چند کہ وہ اپنے آپ کو عالم کثرت میں لانا چاہیں ایسا نہیں کر سکتے۔ ان کی توجہ حقیقی قبلہ کی طرف ہوتی ہے۔ وہ جب بھی جہان کے آئینہ میں نگاہ ڈالتے ہیں خدا کی ذات کے سوا انکو کچھ نظر نہیں آتا۔ وہی ایک سورج ہے جو تمام جہان میں چمک رہا ہے اور ہر ذرہ اسی سے نور اور روشنی حاصل کر رہا ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! جب تک تو تسلیم و رضا کے سمندر میں غوطہ نہ لگائے گا۔ تجھ کو معلوم نہ ہو سکے گا۔ یہ دولت قیل وقال سے میسّر نہیں آسکتی مگر یہ کہ حق تعالےٰ خود ہی راہنمائی فرمائیں جب تک تو رنج نہ اٹھائے گا خزانہ تک نہ پہنچ سکے گا اور جب تک تو ڈنگ نہ کھائے گا شہد نہ چکھ سکے گا۔ اے درویش! ہر وہ سختی جو تجھ کو پہنچے اس میں اپنا فائدہ سمجھ اور تسلیم کے دائرہ کے اندر رہ ؎

۱ ما بلا بر کسے قضا نہ کنیم تا کہ اورا ز اولیا نہ کنیم

۲ ایں بلا گوہر از خزانہ ماست ما بہ ہر کس گہر عطا نہ کنیم

۳ ف طریق عشقبازی بے بلا نیست زمانے بے بلا بودن روا نیست

۴ بلاکش تا لقائے دوست بینی کہ مرد بے بلا صاحب لقا نیست

۵ میان صد بلا خوش باش با او کہ ہر جا او بود ہرگز بلا نیست

۱ ہم اسی پر مصیبتوں کو مسلّط کرتے ہیں جس کو ہم اپنا دوست بنانا چاہتے ہیں۔

۲ یہ مصیبت ہمارے خزانہ کا ایک بے بہا گوہر ہے۔ ہم ہر آدمی کو گوہر عطا نہیں کیا کرتے۔

۳ عشق بازی کا طریقہ مصیبت کے بغیر نہیں ہے۔ ایک لمحہ بھی مصیبت کے بغیر گذارنا جائز نہیں ہے۔

۴ مصیبت برداشت کر تاکہ تجھے دوست کی ملاقات نصیب ہو کیونکہ مصیبت میں گرفتار نہ ہونیوالے کو کبھی ملاقات نصیب نہیں ہوتی۔

۵ دوست کے ساتھ سینکڑوں مصیبتوں میں بھی خوش رہ کیونکہ جہاں وہ ہو وہاں مصیبت نہیں ہے

اے درویش! جو کچھ تیری قسمت میں ہے اس پر ہمیشہ راضی رہ کیونکہ قسمت میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ یہ خدا تعالےٰ کی کتنی بڑی مہربانی ہے کہ اس کی رضا تیری رضا پر موقوف ہے اگر تو خداوند تعالیٰ سے راضی ہے تو وہ بھی تجھ سے خوش ہے ؎

۱ اے دل بہ قضائے خدا راضی باش   لے درغم مستقبل ولے ماضی باش

۲ قسمت چوں ترا یکے ست وده مے طلبی   دہ بتو کے دہند خود قاضی باش

۱ اے دل خدا کی تقدیر پر راضی رہ اور ماضی و مستقبل کے غم کو فراموش کر دے۔

۲ اگر تیری قسمت میں ایک چیز ہو اور تو دس چیزیں طلب کرے تو خود ہی فیصلہ کر کہ تجھے دس چیزیں کیونکر مل سکتی ہیں۔

اے درویش! فقر و فاقہ میں ثابت قدم اور صبر و شدائد کے برداشت کرنے میں مضبوط رہ اگر تو ہزار دفعہ بھی کوشش کرے تو بھی اپنی قسمت سے زیادہ حاصل نہ کر سکے گا۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے "کہ ہم نے ان کی روزی ان کے درمیان تقسیم کر دی ہے"۔ جب تو نے اس مقدمہ کو سمجھ لیا تو یقین رکھ اور بے غم ہو کر بیٹھ جا اور اپنے کاموں کو خدا تعالےٰ کے سپرد کر دے۔

تسلیم و رضا کے متعلق چند ایک احادیث

(از مترجم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے آپ نے فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئی ہیں بعض نبیوں کے ساتھ صرف ایک آدمی تھا کسی کے ساتھ دو کسی کے ساتھ ایک قبیلہ تھا۔ کسی کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی۔ میں نے خیال کیا شاید یہ میری امت ہو تو مجھ کو بتایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کی امت ہے۔ پھر مجھے کہا گیا ادھر دیکھو میں نے دیکھا تو بے شمار جماعتیں تھیں جنہوں نے آسمان کے کناروں کو

چھپار کھا تھا ۔ فرمایا گیا یہ آپ کی امت ہے ۔ ان میں سے ستر ہزار ایسے آدمی ہوں گے جو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے ۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اگر بیمار ہو جائیں تو علاج معالجہ نہیں کرتے ۔ نہ جھاڑ پھونک کے نزدیک جاتے ہیں ۔ نہ داغ لگواتے ہیں نہ فال وغیرہ لیتے ہیں ۔ بس اپنے رب پر توکل کرتے ہیں ۔ صبر اور شکر میں راضی برضا ہیں ۔ (صحیحین)

نوٹ :۔ یہ بڑے بلند مرتبہ لوگوں کا مقام ہے ۔ ہم جیسے کمزور ایمان لوگوں کے متعلق آنحضورؐ نے فرمایا "علاج کرالیا کرو ۔ علاج میری سنت ہے"۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ۔ اگر تم صحیح معنی میں اللہ تعالےٰ پر توکل کرو تو اللہ تعالےٰ تم کو پرندوں کی طرح روزی عطا فرمائیں کہ وہ صبح خالی پیٹ اٹھتے ہیں اور شام کو اپنے پیٹ بھر لیتے ہیں (ترمذی ۔ ابن ماجہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچے تو اس طرح کبھی نہ کہہ کہ اگر میں اس طرح کرتا تو یوں ہو جاتا ۔ بلکہ یوں کہا کرو کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے قسمت میں لکھا ہے وہی ہو گا ۔ یہ "اگر" کا لفظ شیطان کے عمل دخل کے لیے دروازہ کھول دیتا ہے (مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عمر سے فرمایا "اے عبد اللہ ! دنیا میں اس طرح زندگی گذار جیسے کوئی ناواقف آدمی کسی جگہ جا کر گذارہ کرتا ہے یا جیسے کوئی راہ چلتا مسافر اور اپنے آپ کو ہمیشہ مُردوں کی فہرست میں شمار کر (بخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں مصیبت کے ثواب کا علم ہو تو تم اللہ تعالےٰ سے دعا کرو کہ ہمیشہ تم پر مصیبت قائم رکھے (ابن ماجہ)

نوٹ :۔ احادیث کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی اسباب معیشت کو ترک کر دے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اپنی نگاہ اسباب پر نہ رکھے ۔ مسبب الاسباب پر رکھے ۔ ایک آدمی نے آنحضرت سے سوال کیا تھا کیا میں توکل کر کے اونٹ کو کھلا چھوڑ دوں ؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ توکل کر کے اس کا گھٹنا باندھ دے ۔ حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

رزق ہر چند بے گماں برسد ۔۔۔ لیک شرط است جستن از درہا
بے اجل گرچہ کس نہ خواہد مرد ۔۔۔ تو مرو در دہانِ اژدرہا !

باب سوم

(توکّل کے بیان میں)

۱ ؎ ہر کہ در بحر توکل غرق گشت ہمتش از ماسوی اللہ در گذشت

۲ گرچہ دارد ایں توکل رنجہا فہو حسبہٗ بخشد ازلی گنجہا

۱ جو آدمی توکل کے سمندر میں غرق ہو گیا۔ اس کی ہمت ماسوی اللہ سے گذر چکی۔

۲ اگرچہ اس توکل میں بہت سے دکھ ہیں لیکن خداوند تعالیٰ ان کو کفایت کرتے ہیں اور ازلی خزانے عطا فرماتے ہیں۔

اے درویش! درویشی دو چیزوں پر موقوف ہے۔ پہلی توکل اور دوسری تسلیم۔ تیرے لیے یہ دونوں دوست نہایت لازمی ہیں۔ ان کو ہر وقت اور ہر لمحہ تیرے پاس حاضر رہنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ تو کبھی ان سے غافل ہو جائے۔ اگر ایسا ہوا تو تو کبھی بھی دنیا کے غم و غصہ سے نجات نہ حاصل کر سکے گا۔

بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن حاتم اصم جہاد کے لیے جانے لگے تو اپنی بیوی سے کہا کہ "میں چار ماہ کے لیے جہاد پر جا رہا ہوں تجھے کتنا خرچ چاہیئے"؟۔ بیوی نے کہا "جتنے دن آپ مجھے زندہ رکھنا چاہتے ہیں اتنے دنوں کا خرچ دے جائیے"۔ حاتم نے کہا "تیری زندگی میرے ہاتھ میں نہیں ہے"۔ بیوی نے کہا "آپ یہ بھی سمجھ رکھیں کہ میری روزی بھی آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے"۔ حاتم جب جہاد پر چلے گئے تو ایک عورت نے ان کی بیوی سے دریافت کیا کہ "حاتم آپ کو کیا کچھ دے گئے ہیں"؟ کہنے لگیں کہ "حاتم تو خود روزی مانگنے والا تھا وہ چلا گیا ہے اور روزی دینے والا یہیں ہے"۔

اے درویش! اپنا دل مضبوط رکھ جو تیری قسمت میں ہے وہ تجھے ہر سبب پہنچ کر رہے گا۔ ؎

۱ غم روزی چہ میخوری شب و روز کہ سگ و گربہ را ہمیں کار ست

۲ کم خور د زاں عزیز گشت ہما — زاغ پُر خوار شد ازاں خوار ست

۱ شب و روز روزی کا غم کیا کھاتا ہے کہ یہ کام تو کتّے اور بلّیاں بھی کر سکتے ہیں۔

۲ ہما کم خور جانور ہے اسی لیے معزز ہے اور کوّا بسیار خور ہے اسی لیے ذلیل ہے۔

یحییٰ معاذ رازی کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں کو چھوڑ اور کسی قسم کا غم نہ کر اور اپنے دل کو میرے لیے خالی کر اور میرے ساتھ مشغول رہ کہ میں تیرا مالک ہوں۔ وہ پردہ جو میرے اور بندہ کے درمیان حائل ہے میں وہ پردہ اٹھا دیتا ہوں اور جب میں پردہ اٹھا دوں تو اس کا دل میری طرف دیکھنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور جب مجھ کو دیکھنے لگتا ہے تو میں اس کو اپنے قریب کر لیتا ہوں اور اس پر اپنی نوازشات کی بارش کرتا ہوں۔ جب وہ بیمار ہو جاتا ہے تو میں اس کی عیادت کرتا ہوں اگر وہ پیاسا ہوتا ہے تو میں اس کو پانی پلاتا ہوں اور اگر بھوکا ہوتا ہے تو میں اس کو سیر کرتا ہوں۔ جب میں اپنے بندہ کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہوں تو پھر اس کے نفس کو دنیا سے آزاد کر دیتا ہوں اور مجھ کو دیکھنے کے سوا اس کو کوئی چیز خوش نہیں کر سکتی۔

اے درویش! خدا تعالےٰ کے وعدہ سے اپنے دل کو مضبوط رکھ۔ روزی کا غم نہ کھا کہ جو کچھ قسمت میں ہے وہ کسی طرح بھی کم و بیش نہ ہوگا۔ اگر تو اپنی قسمت پر راضی نہ ہوگا تو دنیا کو تجھ پر مسلط کر دیا جائے گا۔ تو در بدر ٹھوکریں کھاتا پھرے گا اور جبتک تو اچھی طرح ذلیل و خوار نہ ہوگا تجھے کچھ نہ مل سکے گا اور ملیگا پھر بھی وہی جو تیری قسمت میں مقدر کر دیا گیا ہے۔ جب تو نے یہ مقدمہ معلوم کر لیا تو تجھے خدا تعالےٰ کی یاد میں مشغول ہو جانا چاہیئے کہ بہترین عبادت خدا تعالےٰ کا ذکر ہے۔

باب چہارم

(ذکر الٰہی کے بیان میں)

کہتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "اے رسولؐ خدا! مجھے رب العزت کی بارگاہ کا قریب ترین راستہ اور ایسا عمل بتلایئے جو بہترین ہو اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا آسان ترین راستہ ہو" ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ذکر الٰہی کو لازم کرلو" حضرت علی نے عرض کیا "اے رسول خدا کیا ذکر کی اتنی فضیلت ہے؟ اور پھر دوسری تمام مخلوق بھی تو ذکر الٰہی میں مشغول رہتی ہے" اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خاموش رہو۔ اس طرح مت کہو کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ دنیا میں کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا ہوگا" اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے علی! غور سے سن میں یہ کلمات تین بار کہتا ہوں اس کے بعد تو بھی ان کو تین بار کہہ تاکہ میں سن لوں" ۔

مشائخ طریقت اور ارباب حقیقت نے ذکر کے تلقین کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے ۔ اے درویش! ان باتوں کو سمجھ اور ہوش کر ؎

ہر آں کارے کہ بے استاد باشد یقیں دانی کہ بے بنیاد باشد

(جو کام بھی بغیر استاد کے کیا جائے گا یقینی طور پہ سمجھ لے کہ وہ بے بنیاد ہوگا۔)

وہ ذاکر جنہوں نے ذکر کی تلقین شیخ کامل سے حاصل کی ہے انہوں نے تھوڑی ہی مدت میں ذکر کے ثمرات اور فتوحات اتنے حاصل کیے ہیں کہ عبارت ان کی شرح سے عاجز ہے ؎

آنکہ بہ تبریز دید یک نظر از شمس دین طعنہ زند بر دہ سخرہ کند بر چلہ

(جس نے تبریز میں شمس دین کی ایک نگاہ دیکھ لی ہے وہ دہے پر طعنہ زنی اور چلہ کشی پہ تمسخر کرتا ہے ۔) (یعنی مولانا روم جن کو شمس الدین تبریزی کی ایک ہی توجہ کامیاب بنا گئی)

تجھے چاہئے کہ ذکر کی سند کسی کامل شیخ سے حاصل کرے اور ذکر کی فرصت کو غنیمت سمجھے ؎

۱ ہر یک دمے کہ میرود از عمر گوہر لیست | کاں را خراج ملک دو عالم بود بہا
۲ مپسند کیں خزانہ دہی رائیگان بباد | وانگہ روی بخاک تہی دست و بینوا

۱ زندگی کا ہر سانس جو ختم ہو رہا ہے ایک ایسا ہیرا ہے کہ جس کی قیمت دونوں جہان بھی ادا نہیں کر سکتے۔

۲ ایسے خزانے کو برباد کرنے پر راضی نہ ہو جا اس وقت کو یاد رکھ جب کہ تو خالی ہاتھ خاک میں چلا جائے گا۔

حق سبحانہ و تعالٰے فرماتے ہیں کہ میں نے دو نعمتیں بندہ کو کرامت کی ہیں اگر وہ ان سے مست اور طربناک نہ ہو تو وہ میرے رفیقوں میں سے نہیں ہو سکتا۔ ایک نعمت تو فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ[۱] کی ہے اور دوسری نعمت اُدْعُونِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ[۲] کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو مجھ کو یاد کرتا کہ میں بھی تجھ کو یاد رکھوں اور مجھ سے کوئی چیز مانگ تاکہ میں تجھ کو عنایت کروں۔ اے عزیز! ایک لمحہ اور ایک لحظہ بھی خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ رہ۔ کیونکہ خداوند تعالٰے کا ذکر کرنا دعا بھی ہے اور فکر الٰہی بھی۔ ذکر میں یہ دونوں نعمتیں حاصل ہوتی ہیں ؎

۱ ترا یک پند بس از ہر دو عالم | کہ بر ناید ز جانت جز خدا دم
۲ اگر تو پاس داری پاس انفاس | بسلطانی رسانندت ازیں پاس

۱ تجھ کو دونوں جہانوں سے ایک ہی نصیحت کافی ہے کہ خدا کی یاد کے سوا تیرا کوئی سانس باہر نہیں آنا چاہئے۔

۲ اگر تو اپنے انفاس کا پاس رکھے گا تو تجھے اس پاس انفاس کی برکت سے بشاہی کے مرتبہ پر پہنچا دیں گے۔

اے عزیز! چاہئے کہ تو اپنے ہر سانس کی ہوش رکھے اور نگاہیں اپنے پاؤں پر جمائے رکھ اور خلوت در انجمن اور سفر در وطن سے کسی حال میں بھی غافل نہ رہے ؎

عاقلی کفر لیست پنہاں اہل دیں را در وجود! | ایں چنیں کافر شدن را حاجت زنار نیست

(اہل دین کے لیے وجود میں عقلمندی پوشیدہ کفر ہے۔ ایسا کافر ہونے کے لیے زنار کی حاجت

[۱] بقرہ ۱۵۲ - [۲] سورہ مومن ۶۰

نہیں ہے۔

نقل ہے کہ اگر کوئی آدمی روٹی کا ایک ٹکڑا کسی فقیر کو دیتا ہے تو وہ لقمہ ستر فرشتوں کے ہاتھوں سے گذر کر فقیر تک پہنچتا ہے۔ اور یہ ستر فرشتے اس کے لیے دست بدعا ہو جاتے ہیں کہ اے خداوند اس خیرات کرنے والے کو معاف کر دے۔ کہتے ہیں کہ اگر دنیا کے تمام دریا گھی بن جائیں اور تمام پہاڑ کھانڈ ہو جائیں اور ساتوں زمینیں آٹا بن جائیں اور ان تمام کا حلوہ بنا کر فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیں تو اس سے یہ چیز بہت زیادہ ہے کہ ایک بار لا الٰہ الا اللہ کہا جائے۔ پھر اندازہ کرو کہ اس آدمی کی بدبختی کا کیا عالم ہے جو لا الٰہ الا اللہ کے ذکر سے محروم رہے۔ کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے ؎

۱	اے دوست بمن گریز خود را بلہ کن	گر شاہ جہاں نہ گر دی مارا گلہ کن
۲	رو گرد جہاں بگرد با آبلہ کن	گر ہمچو منی بیابی مارا یلہ کن
۳	یک صبح با خلاص بیا بر درِ ما	گر کام تو بر نیاید آنگہ گلہ کن

۱ اے دوست میری طرف دوڑ اور اپنے آپ کو چھوڑ دے۔ اگر تو دنیا کا بادشاہ نہ بن جائے تو گلہ کرنا

۲ جا آبلہ پائی کے ساتھ دنیا جہان کو چھان مار۔ اگر تو میرے جیسا کوئی تلاش کر لے تو مجھ کو چھوڑ دینا

۳ ایک صبح اخلاص کے ساتھ ہمارے دروازہ پر آ۔ اگر تیرا مقصود حاصل نہ ہو تو پھر گلہ کرنا۔

اے عزیز! اگر خداوند تعالیٰ کے انعامات بندہ پر بے نہایت ہیں تو بندہ کو بھی چاہیئے کہ خدا کی طلب میں اس کی کوشش بے نہایت ہو۔ چاہیئے کہ کوئی لمحہ اور کوئی لحظہ خدا تعالیٰ کی یاد سے خالی نہ رہے ؎

۱	تو خاصۂ ما باش کہ ما نیز ترا ئیم	در ہر دو جہاں مقصد و مقصود تو مائیم
۲	گر یک قدم از راہ طلب سوئے ما آئی	ما صد قدم از راہ کرم سوئے تو آئیم

۱ تو ہمارے لیے خاص ہو جا کہ ہم بھی تیرے لیے ہیں۔ دونوں جہانوں میں تیرا مقصود ہم ہی ہیں۔

۲ اگر تو ہماری طرف طلب کی راہ سے ایک قدم چل کر آئے گا تو ہم از راہ کرم تیری طرف سو قدم چل کر آئیں گے

اے درویش! یقینی طور پر سمجھ لے کہ تلاش کرنے والا ڈھونڈھ ہی لیتا ہے۔ کیونکہ مشہور ہے کہ جو شخص کسی چیز کو طلب کرے اور اس کے لیے کوشش بھی کرے تو وہ اس کو پا لیتا ہے۔

گر طالب مائی مطلب ہیچ مرادے　　　در یافتن ماست ترا جملہ مرادے

(اگر تو ہمارا طالب ہے تو کوئی اور مراد طلب نہ کر۔ ہمارا پالینا ہی تیری تمام مرادیں ہیں۔

اے درویش! زندگی کی نعمت کی قدر کو غنیمت سمجھ اور اپنے قیمتی وقت کو ضائع نہ کر ۔

زمانے خوش دلی دریاب دُریاب ۔۔۔ کہ دائم در صدف گوہر نباشد

(کسی وقت خوش دلی حاصل کر اور گوہر مقصود پا ۔۔۔ کہ ہمیشہ صدف میں گوہر نہیں پائے جاتے۔

اس حدیث کا راوی کہتا ہے کہ اگر امیر کو معلوم ہو جائے کہ ذکر آلہی میں کتنے فائدے کتنی خیر اور کتنی برکت ہے تو امیری کو چھوڑ دیتا اور ذکر آلہی میں مشغول ہو جاتا اور اگر سوداگر معلوم کر لیتے کہ ذکر خدا میں کتنے فائدے ہیں تو سوداگری چھوڑ دیتے۔ اگر ایک تسبیح کے ثواب کو تمام اہل زمین پر تقسیم کیا جائے تو ہر ایک کو اتنا حصہ ملے جو کہ تمام دنیا سے کئی گنا زیادہ ہو ۔

پس از سی سال ایں نکتہ محقق شد بخاقانی ۔۔۔ کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

تیس سال کے بعد خاقانی کو یہ نکتہ معلوم ہوا کہ خدا تعالے کے ساتھ ایک دم کی مجلس سلیمان علیہ السلام کی حکومت سے بہتر ہے۔

اگر تو ایسا کر سکے تو اپنے آپ کو اس لذت فانی سے آزاد کرالے۔ اگر تو ترک لذت کی لذت کو جان لیتا تو کبھی بھی لذت نفس کو لذت نہ کہتا۔ یقینی طور پر سمجھ لو کہ یہاں کے لذائذ کو نوش کرنا۔ زہریلا ڈنگ کھانے کے مترادف ہے۔ یہاں کا کمال عین زوال ہے۔ یہاں کی راحت عین جراحت ہے

نہ بندد دل بدنیا ہر کہ مرد ست ۔۔۔ کہ دنیا سربسر اندوہ و درد ست

(جو مرد ہے وہ تو کبھی دنیا میں اپنا دل نہیں لگاتا کیونکہ دنیا سربسر اندوہ و درد ہے)

تجھے چاہیئے کہ اس خاکدان سے کوئی نایاب ہیرا حاصل کرے اور وہ ہے ذکر خداوندی اور ذکر کی علامت خدا تعالے کی محبت ہے۔

راوی روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ "اے میرے رب! مجھے کوئی بہترین چیز ذکر کرنے کے لیے سکھلا تاکہ میں اس کے ساتھ تیرا ذکر کروں"۔ بارگاہ خداوندی سے خطاب ہوا کہ "اے موسیٰ! لا الہ الا اللہ کہو"۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا "اے مالک! لا الہ الا اللہ تو تیرے تمام بندے کہتے ہیں"۔ پھر حکم ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے لا الہ الا انت کہا۔ اور عرض کیا میں تو اپنے لیے کوئی خاص چیز طلب کرتا تھا۔ خدا تعالےٰ

نے فرمایا اگر ساتوں آسمان اور زمین ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور لا الٰہ الا اللہ کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یہ کلمہ ان سب سے بوجھل ہو جائے گا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اے میرے بندے! تو اخلاص سے مجھ کو ایک دم یاد کر تا کہ میں تجھ کو تمام جہان سے بے نیاز کر دوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ اگر ساری عمر میں ایک بار بھی کوئی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے گا تو دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو جائے گی"۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اکیلے (خداوند تعالیٰ) کا دروازہ کھٹکھٹاؤ تا کہ وہ تمام دروازے تم پر کھول دے۔ ایک شکار کے پیچھے چلو تا کہ تمام شکار تمہارے شکار ہو جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے والے کے لب بند نہ ہونے چاہئیں اور فرمایا کوئی آسمان ذاکر کے لیے حجاب نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ وہ عرش الٰہی تک پہنچ جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ خدا تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر میں صبح کی نماز ادا کروں اور اپنے مقام پر بیٹھا رہوں اور سورج طلوع ہونے تک ذکر الٰہی میں مشغول رہوں تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے ہر اس چیز سے جس پر سورج چمکے اور یہ بھی فرمایا کہ دل کی زندگی ذکر الٰہی سے ہے ؎

۱ دل بتوحید خدا زندہ شود تا ابد زندہ و پائندہ شود

۲ ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

۱ (دل خدا کی توحید سے زندہ ہوتا ہے اور ابد تک زندہ و پائندہ ہو جاتا ہے۔)

۲ (جس کا دل عشق سے زندہ ہو گیا وہ کبھی نہیں مرتا۔ جہان کے دفتر پر ہمارے لیے دوام ثابت ہو چکا ہے۔) مشہور مقولہ ہے کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں ہیں۔

ایک رات موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا "اے خداوندا! میں کس طرح معلوم کر سکتا ہوں کہ تیرا دوست کون اور دشمن کون ہے"؟ تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ "ذکر کرنے والا میرا دوست ہے اور غافل میرا دشمن ہے"۔ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ میری محبت کی طرف دوڑو کہ میں ہی دونوں جہانوں میں تمہارا کارساز ہوں ؎

۱ یاری از من خواہ نہ از خیل سپاہ راز با من گو نہ گو با میر و شاہ

۲ هر کرا یاری کنم برتر شود — وانکہ را دور افگنم ابتر شود

۱ مدد مجھ سے مانگو فوج سے مدد نہ مانگو۔ اور اپنا راز مجھ سے بیان کرو نہ کہ امرا اور بادشاہوں سے۔

۲ جس کی میں مدد کروں وہ بلند تر ہو جاتا ہے اور جس کو میں دور پھینک دوں وہ ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔

مجھے تو اس آدمی سے تعجب ہے جو تجھ کو نہیں پہچانتا اور دل کو تیری یاد سے خالی رکھتا ہے اور تیری مناجات کے علاوہ اور چیزوں سے لذت حاصل کرتا ہے۔ معلوم نہیں وہ کیسے خوش رہ سکتا ہے۔ کوئی بد قسمت ہی ہوگا جس کا ایسا حال ہو۔

شیخ ابوبکر دینار نے کہا کہ جو شخص دنیا کی طرف توجہ کرتا ہے وہ دنیا کی آگ میں جلتا ہے اور جو آخرت کی طرف توجہ کرتا ہے وہ آخرت کی آتش میں جلے گا اور جو خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرے گا وہ ذکر اور محبت الٰہی کی آگ میں جلتا رہے گا اور بالآخر ایک ایسا قیمتی ہیرا بن جائے گا کہ جس کی قیمت کا کوئی اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔ کہتے ہیں کہ ایمان کے چار رکن ہیں۔ توحید[۱] بے حد۔ ذکر[۲] بے لب۔ حال[۳] بغیر الکنے کے اور وقت[۴] بے وجد۔

یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جب ذکر کے اسرار اہل ذکر کے دل پر منکشف ہوتے ہیں تو ذاکر خداوند تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہے اور اپنی عبادت میں مخلص ہو جاتا ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور چیز کی طرف ملتفت نہیں ہوتا اور اپنے مذکور کے سوا کسی سے امید نہیں رکھتا۔ اس کے سوا کسی اور سے کبھی نہیں ڈرتا۔ خیر و شر اور نفع و نقصان کو صرف اسی کی طرف سے سمجھتا ہے نہ کہ غیر کی طرف سے۔ وہ غیر کی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے شرک خفی سے بھی بیزار ہو جاتا ہے بالکل اُسی طرح جیسے کہ وہ شرک جلی سے بیزار ہوتا ہے اس کی نگاہوں میں کوئی غیر باقی نہیں رہتا وہ صرف اسی کو دیکھتا ہے ؎

از بس کہ دو دیدہ در خیالت دارم — در ہر چہ نظر کنم توئی پندارم

(میں اپنی دونوں آنکھیں تیرے ہی خیال میں رکھتا ہوں۔ میں جس چیز کو بھی دیکھتا ہوں تجھ ہی کو اس میں پاتا ہوں۔) یہ تمام چیزیں ذکر کی تاثیرات ہیں۔

اے عزیز! اگر میں لا الٰہ الا اللہ کی فضیلت لکھنے لگوں تو ہزاروں جلدیں تیار ہو جائیں اور پھر بھی اس کی ہزاروں فضیلتوں میں سے ایک بھی نہ لکھی جائے۔ یہ دولت عظمیٰ اور سعادت کبریٰ معلوم نہیں کس مبارک نام کے نصیب میں لکھی جائے اور یہ خشکار معلوم نہیں کس نیک انجام کے حصہ میں آئے۔" یہ

اللہ کا احسان ہے جس پر چاہے کرے"۔ مشائخ کبار کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو آدمی اس کلمہ کے ذکر پر مداومت (ہمیشگی) کرے گا وہ ولی ہو جائے گا۔ طالب کو چاہئے کہ اپنے اوقات عزیز کو اسی کلمہ میں بسر کرے۔ اسی کلمہ کا ذکر جاری رکھے اور باقی چیزوں کو معصیت اور محنت سمجھے۔ دعا ہے کہ خدا تمام طالبوں کو اس کے ذکر کی توفیق عطا فرمائے۔ بطفیل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فضیلتِ ذکر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی قوم ذکر الٰہی میں شاغل ہو تو فرشتے ان کو آ کر گھیر لیتے ہیں۔ انکو رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ ان پر سکینہ کا نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ فرشتوں میں ان کا تذکرہ فرماتے ہیں (مسلم)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا متفرد لوگ سبقت لے گئے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! متفرد کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں (مسلم) اس حدیث میں ذکر کرنے والے لوگوں کو علیحدگی میں بیٹھنے والوں سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکر کے لئے تنہائی میں بیٹھنا افضل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کا ذکر کرنے والے اور نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مُردہ کی مثال ہے۔ ذاکر زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مُردہ (صحیحین)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایک بہترین عمل۔ نہایت پاکیزہ عمل بڑا بلند مرتبہ عمل نہ بتلاؤں؟ جو سونا اور چاندی خیرات کرنے سے بھی بہتر ہے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے بھی افضل ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتلائیے آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ موطا امام مالک)

ایک بدو نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ بہترین انسان کون ہے؟ آپ نے فرمایا جس کی عمر لمبی ہو اور اعمال نیک ہوں۔ پھر اس نے سوال کیا کہ بہترین عمل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو اس حال میں دنیا سے رخصت ہو کہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو (احمد۔ ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنت کے باغوں کے پاس سے گذرو تو کچھ جنت کے

پھل کھالیا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت کے باغ کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کے ذکر کے حلقے (ترمذی)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مردار گدھے کا گوشت کھا کر اٹھا ہو (ابو داؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم پر درود نہ ہو اس مجلس کا قیامت کے دن لوگوں کو افسوس ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو معاف کر دے چاہے تو ان کو سزا دے (ترمذی)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر کلام ابن آدم کے لیے وبال ہے ماسوائے امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ذکر الٰہی کے (ترمذی۔ ابن ماجہ)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ باتیں نہ کیا کرو کہ اللہ کے ذکر کے سوا زیادہ بولنا دل کو سخت کر دیتا ہے اور سخت دل لوگ ہی خدا تعالےٰ سے زیادہ دور ہیں (ترمذی)

ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا "یا رسول اللہ! اسلام کے احکام تو بہت ہیں مجھے کوئی ایک چیز بتا دیجئے کہ میں اس کو مضبوطی سے تھامے رکھوں"۔ آپ نے فرمایا ہر وقت اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ بہترین انسان کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا خدا کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں (احمد۔ ترمذی)

فصل دوم

اس فصل میں سلوک[1] کی انتہا، درویشوں[2] کی عادات، اہل اللہ کی ریاضت[3] و نصائح اور رضائے[4] خالق کے تحمل کا ذکر ہے۔ اس میں چار باب ہیں۔ پہلے باب میں سلوک کی انتہا، دوسرے میں فقراء کے خصائل، تیسرے میں اہل سلوک کی ریاضات اور نصائح اور چوتھے میں خالق کی رضا کو برداشت کرنے کا بیان ہے

بابِ اوّل

(اس میں نہایت سلوک کا بیان ہے)

اے زخم خوردہ درویش! سلوک کی انتہا خداوند تعالیٰ کی آگاہی اور اس کی بارگاہ میں حضوری ہے۔ اس طرح کہ جہاں دل ہو وہیں جسم بھی ہو اور جہاں جسم ہو وہیں دل بھی ہو۔ دل اور جسم کا شغل جناب الٰہی کے سوا اور کچھ نہ ہو ؎

این است کمال مرد در راہ یقین	در ہر چہ نظر کند خدا را بیند

(یقین کی راہ میں آدمی کا کمال یہی ہے کہ جس چیز کی طرف نگاہ اٹھائے خدا ہی کو دیکھے)

اور معرفت کا کمال یہی ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ یعنی جو شخص اپنی حقیقت (روح الٰہی) سے واقف ہو گیا اور اس پر اس کو دوام نصیب ہوا تو وہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور پہچاننے کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے حضوری و آگاہی حاصل ہو جائے۔ جب اسے خدا تعالیٰ کا یقین ہو جاتا ہے تو خدا سے واصل ہو جاتا ہے اور اس وقت عقل کے کمال کی انتہا ہو جاتی ہے اور یہی عقل کا مقام ہے ؎

۱	استاد تو عشق است چوں آنجا برسی	او خود بزبان خود بگوید راز!
۲	؎ عشق آں شعلہ ست کہ چوں برفروخت	ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
۳	تیغ لا بر قتل غیر خود چوں راند	در نگر زاں پس کہ بعد لا چہ ماند
۴	ماند الا اللہ باقی جملہ رفت	شاد باش اے عشق شرکت سوز زفت

۱ تیرا استاد عشق ہے جب تو وہاں پہنچے گا تو وہ خود اپنی زبان سے بول کر اپنا راز کہے گا۔

۲ عشق ایک ایسا شعلہ ہے کہ جب یہ روشن ہو جائے تو معشوق کے سوا باقی تمام چیزوں کو جلا کر خاکستر بنا دیتا ہے۔

۳ وہ جب لا کی تلوار اپنے غیر کے قتل پر چلاتا ہے تو پھر غور کرو کہ لا کے بعد باقی کیا رہ جاتا ہے۔

۴ باقی صرف الا اللہ رہ گیا باقی سب کچھ چلا گیا۔ اے عشق خوش رہ کہ شرک کا تمام سامان جل کر ختم ہو گیا۔

اے زخم خوردہ درویش! جب تک خداوند تعالےٰ بندے کو نہیں چاہتے تب تک بندہ میں طلب پیدا نہیں ہوتی۔ پہلے خداوند تعالیٰ پوشیدہ طور پر مومن کے دل میں مشاہدہ دکھاتے ہیں اس کے بعد بندہ مومن اس کا طالب ہو جاتا ہے ؎

اگر از جانب معشوق نباشد کششے | کوشش عاشق بے چارہ بجائے نرسد

اگر معشوق کی طرف سے کشش نہ ہو تو بے چارے عاشق کی کوشش کہیں بھی نہیں پہنچ سکتی۔

اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ تیری طلب خدا تعالیٰ کی طلب ہے اور تیرا عشق مولیٰ کا عشق ہے مصرعہ

۱ آنکہ خود شاہدست و خود مشہود

۲ ؎ عاشق حسن خود است آں بے نظیر | حسن خود را خود تماشا مے کند

۳ ؎ من و تو درمیاں کارے نداریم | بجز بیہودہ گفتارے نداریم

۱ جو کہ خود ہی شاہد ہے اور خود ہی مشہود ہے۔

۲ وہ بے نظیر اپنے ہی حسن کا عاشق ہے اور اپنے حسن کا خود تماشا کرتا ہے۔

۳ میں اور تو درمیان میں کچھ کام نہیں رکھتے۔ سوائے بیہودہ گوئی کے ہم اور کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

اے درویش! تیرا اور میرا وجود وہم اور خیال سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ اصل میں وہ ایک ہی وجود ہے جو ہزار ہا رنگوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ عارفان حقیقت بین کی نگاہوں میں خداوند تعالےٰ کی ذات کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ نہ تو اپنے ہی وجود سے خبر رکھتے ہیں اور نہ کسی اور کے وجود سے وہ جتنا بھی اپنے آپ کو تلاش کرتے ہیں انہیں اپنا سراغ نہیں ملتا ؎

ہر کہ زد توحید بر جانش رقم | جملہ گم گردد از و او نیز ہم

(جس آدمی پر توحید اپنی مہر لگا دیتی ہے اس سے ہر چیز گم ہو جاتی ہے بلکہ وہ خود بھی اپنے آپ سے گم ہو جاتا ہے۔)

اگر تو چاہے کہ تجھے یہ دولت عظمیٰ حاصل ہو جائے تو ایک سانس بھی خدا سے غافل نہ رہ جب تو کچھ مدت تک اس پر مداومت کرے گا تو تجھ پر بے تکلف ایسی کیفیت طاری ہو جائے گی کہ اگر تو اس کو تکلف سے بھی بھلانا چاہے گا تو نہ بھلا سکے گا۔ جب ایسی کیفیت پیدا ہو جائے تو سلطان عشق غالب آ جاتا ہے اور پھر جدھر بھی تم دیکھو گے اسی طرف تمہیں خدا کی ذات دکھائی دے گی" کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ کبھی تو سکر کی حالت طاری ہو جاتی ہے اور عاشق توحید کے بحر ناپیدا کنار میں غوطہ لگانے لگتا ہے اور وحدت میں آ جاتا ہے یعنی کسی کے علم کا محتاج نہیں رہتا سوائے خداوند تعالیٰ کے علم کے اور کبھی اس کی ہستی میں مستغرق اور کبھی واصل ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو فراموش کر بیٹھتا ہے تب اس میں ہر وقت ایک نیا شوق اور نیا ولولہ پیدا ہوتا ہے اور جتنا شوق بڑھتا جاتا ہے اتنی ہی استعداد زیادہ ہوتی جاتی ہے اور جتنی استعداد بڑھتی جاتی ہے اتنا ہی محبت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے ؎

۱ تعالیٰ اللہ زہے دریائے پر شور ... کہ از وے تشنہ آرد تشنگی زور

۲ گر از وے تشنہ صد جرعہ نوشد ... برائے جرعۂ دیگر خروشد

۱ خدا اللہ ہے یہ کیسا پر شور دریا ہے کہ اس سے تشنہ لب کی تشنگی اور زور پکڑ جاتی ہے۔

۲ اگر کوئی پیاسا اس سے سینکڑوں گھونٹ بھی پی لے تو پھر بھی اور گھونٹ کے لیے بیقرار رہتا ہے۔

تمام کامل اسی زندگی کی طرف مائل ہیں اور تمام اہل اللہ اسی بات کے قائل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "ایمان ذوق کا ایک پیالہ ہے"۔ اصلی کام تو خداوند تعالیٰ کی محبت و ذوق ہے۔ جب تجھ میں محبت پیدا ہو جائے گی تو تو اپنے مقصود کو حاصل کر لے گا

اے خستہ جان درویش! خداوند تعالیٰ نے تجھے دو آنکھیں عطا فرمائی ہیں۔ ایک آنکھ سے اپنے آپ کو نیست کر اور دوسری سے خداوند تعالیٰ کو دیکھ اور کوئی لمحہ کوئی لحظہ تجھے اس کی یاد سے غافل نہیں رہنا چاہیئے۔ جب یہ صفت قوی ہو جائے گی تو حقیقت ایمان کہ جس کو احسان کی صورت میں بیان کیا گیا ہے بالکل عیاں ہو جائے گی اور احسان یہ ہے کہ "تو خداوند تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے جیسے کہ تو اس کو

دیکھ رہا ہے"۔ یہ کیفیت ہر وقت دل کے ساتھ لازم ہو جائے گی اور جب یہ حالت غلبہ حاصل کر لے گی تو فہم، وہم، خیال و فکر اور اندیشہ میں خداوند تعالےٰ کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہ جائے گی۔ آدمی میں جو کچھ بھی ہے یہی اندیشہ ہے اگر اندیشہ خداوند تعالےٰ کے ساتھ ہے تو پھر آدمی خدا تعالےٰ کے ساتھ واصل ہے ؎

۱ اے برادر! تو ہمیں اندیشۂ ما بقی تو استخوان و ریشۂ

۲ گر گل ست اندیشۂ تو گلشنی ور بود خارے ہمہ تو ہم گلخنی

۳ ؎ اگر در دل خدا داری نگردی وجدا ہرگز وگر در دل ہوا داری بدوزخ میروی حقا

۱ اے بھائی تو صرف سوچ بچار ہے اور اس کے سوا باقی گوشت پوست اور ہڈیاں ہیں۔

۲ اگر سوچ و فکر ایک خوشبو دار پھول ہے تو تو ایک باغ ہے۔ اور اگر اندیشہ کانٹا ہے تو تو آگ کی بھٹی ہے۔

۳ اگر دل میں تو خدا رکھتا ہے تو تو کبھی بھی اس سے جدا نہیں ہو گا اور اگر دل میں حرص و ہوا رکھتا ہے تو یقینی طور پر دوزخ میں جائے گا۔

اے درویش! اپنے آپ کو اچھی طرح ٹٹول اگر تیرا مقصود دنیا ہے تو تیرے سر پر خاک ؎

چیست زر ناب رنگیں گشتہ خاک از آفتاب ہر کہ گیرد افسر زر ناب خاکش بر سر است

(یہ خالص سونا کیا ہے؟ خاک تھی جو آفتاب سے رنگیں ہو گئی جو خالص سونے کا تاج سر پر رکھے اس کے سر پر خاک پڑے

اور اگر تیرا مقصود خداوند تعالیٰ ہے تو تُو دونوں جہانوں کا بادشاہ ہے ؎

شادی جاوید کن از دوست تُو تا نہ گنجی ہم چوں گل در پوست تو

(تو دوست سے ہمیشہ کی خوشی حاصل کر تا کہ تو پھول کی طرح پوست میں نہ سما سکے۔)

اگر تو اس سعادت سے محروم ہو جائے اور نفس شوم کا غلام بن جائے تو تجھ پر ہزار افسوس ؎

۱ اے دریغا! روبہے شد شیر تو تشنہ مے میری و دریا زیر تو

۲ تشنہ از دریا جدائی مے کنی بر سر گنجی گدائی مے کنی

۱ ہزار افسوس کہ تیرا شیر لومڑی بن گیا۔ تو پیاسا مر رہا ہے اور تیرے نیچے دریا بہ رہا ہے۔

۲ کیا تو دریا سے پیاسا جا رہا ہے اور خزانے کے اوپر بیٹھ کر گدائی کرتا ہے ؟

سوچنا چاہئے اور صحیح سوچ فہم، روش اور عقلِ دانا وہی ہے جو تجھے خداوند تعالیٰ کی طرف لے جائے۔ اگر تو تمام جہان سے بڑھ کر دولتمند ہو اور تجھ میں حق کی طلب نہ ہو تو تُو فقیر ہے اور کوئی عقل نہیں رکھتا تو محض نادانی ہے۔ نادان ہے نادان ہے ؎

۱ با دوست کنج فقر بہشت ست و بوستاں — بے دوست خاک بر سر جاہ و تونگری

۲ تا دوست در کنار نہ باشد بکام دل — از ہیچ نعمتے نتوانی کہ بر خوری !

۱ دوست کے ساتھ فقیری کا گوشہ بہشت اور باغ ہے اور دوست کے بغیر جاہ و تونگری کے سر پر خاک۔

۲ جب تک دوست دل کے مقصود کے ساتھ تیرے پہلو میں نہ ہو تو کسی نعمت سے بھی تُو لذت حاصل نہیں کر سکے گا۔

خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں" اور نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر ایک طرح کا کھیل اور تماشا" مصرعہ

۱ دریں بازیچہ دل بستن نہ کارے زیرکاں باشد

۲ ؎ نہ بندد دل بدنیا ہر کہ مرد ست — کہ دنیا سر بسر اندوہ و درد ست

۱ اس کھیل میں اپنا دل لگانا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔

۲ مرد تو دنیا میں اپنا دل نہیں لگاتا کیونکہ دنیا تمام کی تمام دکھ اور درد ہے۔

اے درویش! حق سبحانہٗ تعالیٰ نے آدم کو اپنی شناخت کے لیے پیدا کیا ہے لیکن اس سے کیا فائدہ کہ تو اپنی قدر کو نہیں جانتا اور نہیں سوچتا کہ تو ہر لمحہ میں اپنا کتنا نقصان کر رہا ہے۔ یہ کتنی بدبختی ہے۔ ہائے بدقسمتی! ہائے بدنصیبی۔ اے بوالہوس! تیری عقل اور ہوش کہاں گم ہو گئی کہ اس دنیا کی طرف توجہ کر رہا ہے۔ یہ کتنی خجالت اور شرمندگی کی بات ہے ؎

اَلَا طَالَ شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰی لِقَائِیْ — وَاَنَا اَشَدُّ شَوْقًا اِلٰی لِقَاءِھِمْ

(نیکو کاروں کا شوق میری ملاقات کے لیے بہت بڑھ گیا۔ اور میں ان کی ملاقات کے لیے ان سے زیادہ شوق رکھتا ہوں)

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے بارہ کلمات کو انتخاب کیا ہے اور ہر روز ان

میں غور و فکر کرتا رہتا ہوں۔

اوّل یہ کہ (خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں) اے آدم کے بیٹے جب تک میری بادشاہی قائم ہے تجھے کسی بادشاہ سے نہیں ڈرنا چاہیئے۔

دوسرا یہ کہ جب تک میرا خزانہ کم نہیں ہوتا تو اپنی روزی کا فکر نہ کر۔

تیسرا یہ کہ جب تو عاجز آ جائے تو مجھ سے فریاد کر یقیناً میرا کام نیکوکاروں کی دعائیں قبول کرنا ہے۔

چوتھا یہ کہ میں یقیناً تجھ کو دوست رکھتا ہوں تاکہ تو بھی مجھ کو اپنا دوست بنائے۔

پانچواں یہ کہ روزی کی تلاش میں کبھی پریشان نہ ہو کہ میں جب نطفہ، علقہ، مضغہ کی ترتیب میں عاجز نہیں ہوا ہوں تو تجھے روٹی کا ٹکڑا پہنچانے میں عاجز نہیں ہو جاؤں گا۔ میں کمال حکمت سے تجھ کو عدم کی دنیا سے وجود میں لایا ہوں اور اس مرتبہ تک تجھ کو پہنچایا ہے اور ہر روز تجھ کو تازہ روٹی پہنچاتا ہوں تو تو میرے سوا اور کسی سے روزی کیوں طلب کرتا ہے اور کیوں بیہودگی کر کے غیروں کا محتاج ہوتا ہے اور کیوں اپنی عزت و آبرو کو برباد کرتا ہے اور کیوں اپنا وقت ضائع کرتا ہے۔

چھٹا یہ کہ میری رحمت سے کبھی ناامید نہ ہو جانا کہ میں تمام گنہگاروں کو بخشنے والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں" ؎

مشو نومید گر داری گناہے　　　که سلطاں کریماں ہست نوشخو

(اگر تو گنہگار ہے تو ناامید نہ ہو کہ سخیوں کا بادشاہ بڑا خوشخو ہے۔)

ساتواں یہ کہ میں نے تمام چیزوں کو تیرے لیے پیدا کیا ہے اور تجھ کو اپنے لیے اور تو اپنے آپ کو مجھ سے دور رکھتا ہے اور میرے غیر کے ساتھ میل جول رکھتا ہے ؎

غیر حق ہر ذرّہ کاں مقصود تست　　　تیغ لا بر کش کہ آں معبود تست

(حق کے سوا ہر ذرہ جو تیرا مقصود ہے۔ اس پر لا کی تلوار کھینچ لے کہ تیرا معبود وہ اللہ ہے)

آٹھواں یہ کہ دوسرے تجھ کو اپنے لیے چاہتے ہیں اور میں تجھ کو تیرے فائدہ کے لیے چاہتا ہوں۔

نواں یہ کہ میرے کچھ فرائض تیرے ذمہ ہیں اور تیری روزی محض بسبیل انعام و فضل میرے ذمہ ہے اگر تو میرے فرائض میں کوتاہی کرے گا تو میں تیری روزی میں کوتاہی نہیں کروں گا۔

دسواں یہ کہ میں کبھی بھی تجھ سے آنے والے دن کی عبادت کا مطالبہ نہیں کرتا اور تو مجھ سے ہمیشہ

آیندہ کے لیے روزی طلب کرتا ہے ؎

ہر چہ داری تو شب و روز بمن ساز گرد　　غم فردا چہ خوری روزی نو روزی تو

(جو کچھ بھی تو رکھتا ہے دن رات میرے ساتھ موافقت کر۔ توکل کی فکر کیا کرتا ہے میں تجھے تازہ بتازہ روزی دیتا رہوں گا)

گیارہواں یہ کہ اگر تو اپنی قسمت پہ راضی ہو جائے تو آرام میں رہے گا۔ کہ جو کچھ مقدر میں ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

بارہواں یہ کہ تو اپنے نفس کے لیے مجھ پر ناراض رہتا ہے اور میرے لیے اپنے نفس پر ناراض نہیں ہوتا۔

آمدیم بر سر مطلب! اصل کام حضور بدرگاہ خداوندی ہے تجھے چاہئے کہ تو ہمیشہ اسی فکر میں رہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ تجھ کو دیکھ رہے ہیں ؎

حضوری گر ہمے خواہی مشو غائب ازو حافظ　　مَتیٰ مَا تَلْقَ مَنْ تَهْوٰی دَعِ الدُّنْيَا وَاَهْمِلْهَا

(حافظ! اگر تو حضوری چاہتا ہے تو کسی وقت بھی اس سے غائب نہ ہو۔ کب تک تو اپنی خواہش کی ملاقات کرتا رہے گا اس دنیا کو چھوڑ دے۔ چھوڑ دے)

اے درویش! کیا تجھے معلوم ہے کہ اہل حضور کون لوگ ہیں اور ان کا نشان کیا ہے۔ ان کے افعال کیسے ہوتے ہیں۔ باتیں کیسی کرتے ہیں اور حقیقت کیا ہے؟ اے عزیز! ان کا نشان بے نشانی ہے اگرچہ بظاہر حبابہ نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں وہی پانی ہے۔ اے درویش! دریا سے ہر وقت موجیں اٹھتی رہتی ہیں اور پھر اسی میں گم ہو جاتی ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے بھی اس جہان کو اپنی حقیقت کے دریا کی موج بنایا ہے ؎

۱　ز دریا موج گوناگوں بر آید　　ز بے چونی برنگ چوں بر آید

۲　چوں باز آید ز خلوت خانہ بیرں　　ہر نقشی نہ دہ بیروں بر آید

۱　دریا سے رنگ رنگ کی موجیں اٹھتی ہیں اور بے چونی سے چون کے رنگ میں آتی ہیں۔

۲　جب وہ اپنے خلوت خانہ سے واپس آتی ہیں تو ہر طرح کے نقش اور رنگ سے آزاد ہو جاتی ہیں۔

اے عزیز! عارف لوگ جانتے ہیں کہ ظاہر و باطن میں صرف خدا ہی ہے جس نے خود بخود ظہور کیا

ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ سے فانی اور دوست کے ساتھ باقی ہیں۔ جو کچھ بھی ظاہر و باطن میں ہے اسی کے نور نے ظہور کیا ہے۔ جو کچھ عالم صورت میں نظر آتا ہے اسی کی صفات کی تجلی ہے وہی سب سے پہلے ہے وہی سب سے پیچھے ہے وہی سب سے زیادہ ظاہر ہے اور وہی سب سے زیادہ پوشیدہ ہے۔ جو کچھ عالم نور میں ظاہر ہوتا ہے اس کو تجلی افعال جانتے ہیں اور حق کی تجلی صورت سے ہوتی ہے اور حضور کی حقیقت اس سے منزہ ہے لیکن ان کی نظر ہمیشہ حقیقت پر رہتی ہے۔

اس سے یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ ان کا فعل خدا کا فعل ہے اور ان کی گفتار خدا کی گفتار ہے۔ اور ان کی حقیقت عین توحید ہے۔ اے درویش! جس آدمی پر اس حقیقت کا اثر ہے وہ باخبر ہے اور جو بے خبر ہیں "وہ چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ تر"۔

اے درویش! تمام آدمیوں کو آدمی نہیں سمجھ لینا چاہئے آدمی صرف وہی ہے جو اپنی حقیقت کو جانتا ہو اور جو اپنی حقیقت کو نہیں جانتا وہ نادان ہے اور نادان حیوان ہے۔

اے درویش! ارباب حضور میں نہ تو خواہشات ہوتی ہیں اور نہ لذات فانی نفسانی۔ ان کے دل میں کوئی آرزو نہیں ہوتی۔ وہ تکلیفوں سے دکھ نہیں پاتے اور خوشی سے خوشحال نہیں ہوتے۔ نفع و نقصان ان کی نگاہ میں برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ اگر ان کے سر پر آرہ بھی رکھ دیا جائے تو وہ اس سے بھی لذت حاصل کرتے ہیں اور دونوں جہان کو گوشۂ چشم سے بھی نہیں دیکھتے ؎

کافرانِ رہ عشقیم اگر انصافست ۔ صد مسلمان تو اے خواجہ یکے کافر ما

(ہم عشق کے راستہ کے کافر ہیں اگر انصاف کرو تو اے خواجہ تمہارے سو مسلمان ہمارے ایک کافر کے برابر ہیں)

ارباب شہود کا نشان یہ ہے کہ اپنی خواہشات سے کلی طور پر الگ ہو جاتے ہیں اور خدا کے ارادہ کے ساتھ آرام پاتے ہیں۔ خلقت کی عیب جوئی سے زبان بند کر لیتے ہیں اور خدا کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ یہ کتنی اچھی زندگی ہے کہ اپنے آپ سے آزاد اور فانی ہو کر دوست کی بقا کے ساتھ زندہ ہو جاتے ہیں ؎

زندہ آں ست کہ با دوست وصالے دارد ۔ زندگانی نتواں گفت حیاتے کہ مراست

(میرے جیسی زندگی کو زندگی نہیں کہا جا سکتا زندگی اس کی ہے جو دوست سے وصال رکھتا ہو۔)

اے زخم خوردہ درویش! اس غم سے بے غم نہیں رہنا چاہئے جو بے غم ہے وہ دوسرے غموں کی آماجگاہ ہے اور جو اس غم میں غمگین ہے وہ دوسرے غموں سے آزاد ہے ۔

۱ شو ہمدم پروانہ تا سوختن آموزی — با سوختگاں بنشیں شاید کہ تو ہم سوزی

۲ کمال عاشقی پروانہ دارد — کہ غیر از سوختن پروانہ دارد

۳ عاشقی خود نہ کار بوالہوس ست — جان و جہاں باختن اول قدم ست

۴ مگس قند و پروانہ آتش گزید — ہوس دیگر و عاشقی دیگر ست

۱ پروانے کی صحبت اختیار کرتا کہ تو جلنا سیکھ لے۔ جلے ہوؤں کے ساتھ بیٹھ شاید کہ تو بھی جلنے لگے

۲ عاشقی کا کمال پروانہ رکھتا ہے جو جلنے کے سوا کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا۔

۳ عشق بوالہوس کا کام نہیں ہے اس میں اپنی جان اور دنیا جہان پہلے ہی قدم پر ہار دینا پڑتا ہے۔

۴ مکھی نے کھانڈ اور پروانہ نے آگ انتخاب کر لی۔ ہوس اور چیز ہے اور عاشقی اور چیز۔

اس جگہ ہوس ناک سب خاک ہیں اور ہوسنا کی سے غمناک جب تک تجھے اس حقیقت کا علم نہ ہو حقیقت میں تو مُردہ ہے اور پھر بھی اپنے آپ کو زندہ سمجھ رہا ہے تو کس وہم میں مبتلا ہے افسوس کہ تو سمجھتا نہیں ہے۔

اے درویش! وقت کو غنیمت سمجھ جب وہ چلا جاتا ہے تو پھر واپس نہیں آتا ۔

۱ بخواب آلودگی کن طے بہ فرسنگ — کہ وقت از چشم مالیدن شود تنگ

۲ چہ آرمیدہٗ بے ہودہ ایں جا — مسافر باش دائم بودہ ایں جا

۳ ہمرہاں رفتند و تو در ماندہٗ — حلقہ بر سر زن کہ بر در ماندہٗ

۱ خواب آلودگی ہی میں ایک فرسنگ کا فاصلہ طے کر لے کہ آنکھیں مل کر کھولنے سے وقت تنگ ہو جائے گا۔

۲ کیا بیہودگی ہے کہ تو اس جگہ آرام کر رہا ہے اس جگہ تجھے ہمیشہ مسافرین کر رہنا چاہئے۔

۳ تیرے تمام ہمراہی چلے گئے ہیں اور تو پیچھے رہ گیا ہے۔ دروازے کی زنجیر اپنے سر پر مار کہ تو دروازے پر رک گیا ہے۔

اب ہم اصل کلام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ چونکہ اہل حضور صاحب سرور ہیں اگر تو چاہیے کہ تو بھی ان لوگوں میں سے ہو جائے تو چاہئے کہ خلوت و جلوت میں۔ روز و شب میں ہر لحظہ اور ہر لمحہ خدا کی یاد میں مشغول رہ اور جب تو اس پر ہمیشگی کرے گا تو تیرا دل ذاکر ہو جائے گا۔ جب دل ذاکر ہو جائے گا تو دل کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ دل کی حقیقت یہ ہے کہ ظاہر میں اللہ کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہ جائے۔ دل اور آنکھ کی بینائی ایک ہو جائے اور دوئی اٹھ جائے اپنے آپ سے بیخبر ہو جائے۔ وہ جتنا بھی اپنے آپ کو دیکھے اپنا نام و نشان نہ پائے، بیچونی اور بے رنگی میں غوطہ لگائے اور اگر چاہے کہ اس بھنور سے اپنے آپ کو آزاد کرالے اور اپنے آپ میں آجائے تو عشق کا نہنگ منہ کھول لے اور اس کو اس طرح نیچے لے جائے کہ اس کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہ جائے۔ تمام کا تمام عشق بن جائے اور محبوب کے جمال کا عشق تقاضا کرے جوش میں آئے تو خالص آگ بن جائے اور غرور و نخوت کے پردہ کو جلا کر خاک سیاہ کر ڈالے ؎

ہر چہ زد توحید بر جانش رقم　　　جملہ گم گردد ازو او نیز ہم

(جس کی جان پر توحید اپنی مہر لگا دیتی ہے پھر اس کے لیے باقی سب کچھ ختم ہو جاتا ہے بلکہ وہ خود بھی اپنے آپ سے گم ہو جاتا ہے)

ہر آدمی کی عقل اس بات کو نہیں سمجھ سکتی ؎

۱ ایں مدعیاں در طلبش بے خبر انند	کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد
۲ اے در عیاں نہاں و نہاں در عیاں توئی	بے مثل و لامثال نشاں بے نشاں توئی
۳ تو آں نہ کہ کس ز تو یابد یکے نشاں!	اے برتر از بلند و بلند از گماں توئی
۴ در ظاہرا ترا طلبم انگہی نہاں	ور چوں نہاں بجو ئمت انگہ عیاں توئی
۵ در دہر دو دو رہ گردش عالم نہان توئی	غائب میان برہمہ د با ہمہ توئی
۶ بر رو بر روئے ظاہر و ہر سو بسو نہاں	معلوم شد چناں کہ ہمیں و ہماں توئی
۷ بودیم در پئے تو بہر سو بہ جست و جو	عثماں طلسم بود جمال جہاں توئی

۱ یہ مدعی اس کی طلب کا دعوی کرنے والے بالکل بے خبر ہیں اور جس کو خبر ہو گئی پھر اس کی خبر واپس نہ آئی

۲ اے وہ کہ تو ظاہر میں پوشیدہ اور پوشیدگی میں ظاہر ہے۔ بے مثل بے مثال نشان دار اور بے نشان تو ہی ہے۔

۳ تو وہ نہیں کہ کوئی تیرا نشان پا سکے تو تمام بلندیوں سے برتر اور تمام گمانوں سے بلند تو ہے

۴ اگر میں تجھ کو ظاہر میں طلب کرتا ہوں تو تو پوشیدہ ہے اور اگر میں تجھے پوشیدگی میں تلاش کروں تو تُو ظاہر ہے۔

۵ زمانے کی گردش اور مخلوق کے جہان کی گردش میں تو ہی ہے سب سے غائب بھی ہے اور سب کے ساتھ بھی ہے

۶ تو ہر ایک پر ظاہر بھی ہے اور ہر ایک سے پوشیدہ بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہاں بھی تو ہے اور وہاں بھی تو ہے۔

۷ ہم ہر طرف تیری تلاش میں مصروف تھے۔ عثمان تو ایک طلسم تھا جہان کا جمال تو تُو ہی ہے۔

اے درویش! حق کے طالب کو استقامت چاہیئے اور جو شخص ذات الٰہی کی حقیقت کا مشتاق ہے اس کے لیے وصال ہی فراق ہے ؎

عجب این نیست کہ سرگشتہ بود طالب دوست عجب این ست کہ من واصل و سرگردانم

(اس میں تعجب کی بات کوئی نہیں کہ دوست کا طالب سرگشتہ اور پریشان ہو تعجب تو یہ ہے کہ میں واصل بھی ہوں اور پریشان بھی)

اگر تو یہ معلوم کرنا چاہے کہ بارگاہ کبریا میں کون آدمی قُرب رکھتا ہے تاکہ تو اس کو پہچان لے اور دور کون ہے تاکہ تو اس کو سمجھ لے تو میں بتلاتا ہوں کہ مقربان حضور و آگاہ کا ایک نشان ہے اور وہ ہے درد و سوز۔ مصرعہ

ہر کہ او آگاہ تر پُر درد تر

(جتنا کوئی شخص آگاہ ہے اتنا ہی پر درد ہے)

اور دُور وہ شخص ہے جس میں درد و سوز نہ ہو اور خدا سے غافل رہے۔ اس کی مثال چارپائے کی سی ہے بلکہ اس سے بھی بدتر۔ اے خداوند! تمام طالبوں اور دوستوں کو اس غفلت سے آگاہی عطا فرما۔

اے درویش! حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ اپنے عاشقوں کو اپنے ذوق اور خوشی کی تجلی سے سرفراز فرماتے ہیں اور کبھی اندوہ اور شوق کی دوسری تجلی ان پر ڈالتے ہیں۔ تجلی جمال کا خالص مشروب بزم وصال میں جتنا زیادہ پیتے جاتے ہیں اتنا ہی تشنہ تر ہوتے جاتے ہیں اور محبوب کے جتنے زیادہ پیاسے ہوتے ہیں اتنے ہی حیران و پریشان ہوتے جاتے ہیں اور جتنے زیادہ حیران و پریشان ہوتے ہیں اتنے ہی زیادہ محبوب ہوتے جاتے ہیں اور خداوند تعالیٰ کی توجہ اتنی ہی ان پر زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ یہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے

کہ عاشق کے لیے کسی طرح بھی قرار نہیں ہے ؎

۱	تا توانی تا توانی تا توان	جانفشانی جانفشانی جانفشان
۲	ذرۂ دردِ خدا یابی اگر	کامرانی کامرانی کامران
۳	گر بروں آئی زغمہائے جہاں	شادمانی شادمانی شادمان
۴	چوں فنا گردی لقا یابی بحق	جاودانی جاودانی جاودان
۵	ور فنا یابی و تو با شوق ہو	پہلوانی پہلوانی پہلوان
۶	گر نہ داری زندگی از شوق یار	مُردگانی مُردگانی مردگاں
۷	دمبدم عثمان ز چشم از سوزِ دل	خونفشانی خونفشانی خونفشاں

۱ جب تک تجھ سے ہو سکے اپنی جان قربان کرتا جا۔

۲ اگر تو خدا تعالیٰ کے درد کا ایک ذرہ بھی پالے تو تُو کامیاب ہی کامیاب ہے۔

۳ اگر تو دنیا جہان کے غم سے آزاد ہو جائے تو تُو بڑا خوش قسمت ہے۔

۴ جب تو خود فنا ہو جائے گا تو حق کے ساتھ زندہ ہو جائے گا اور یہ تیری زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی جس کے بعد فنا نہیں۔

۵ اگر تو اس کے شوق میں فنا حاصل کر لے تو تُو بہت بڑا پہلوان ہے۔

۶ اگر تو دوست کے شوق سے زندگی نہیں رکھتا تو تیرا نام مُردوں کی فہرست میں ہے۔

۷ عثمان کی آنکھیں دوست کے شوق سے ہر دم خون برساتی رہتی ہیں۔

اے درویش! اہل جہان اور اہل زمان کے کان حق کی بات سننے سے بہرے ہیں اور جہان والوں کی بصیرت کی آنکھیں لایزال کے جمال سے اندھی ہیں۔ دین کو دنیا کے عوض بیچ ڈالنا کہاں کی ہوش اور بصیرت ہے۔ ہیروں کی بجائے کوڑیاں جمع کرنا بیکار لوگوں کا کام ہے۔ یقینی بات ہے کہ ان کی ظاہر بین نظریں غفلت کے پردے سے تاریک ہو چکی ہیں اور ظاہری سننے والے کان گمراہی کے پارہ سے بھرے جا چکے ہیں۔ ان کے لیے انتہائی خوشی کا مقام ہے کہ اگر اعمال کی باز پرس کے میدان میں اور عذر کے مقام میں ان کے بہرہ اور اندھاپن کو قبولیت کے صفحہ پر لکھ لیں۔ افسوس ہزار افسوس کہ جہاں مقربان بارگاہ ہائے میری جان اور ہائے مصیبت کی فریاد کی آواز بلند کریں گے ہم کمینہ لوگوں

کے لیے دم مارنے کی کونسی جگہ ہوگی۔ شاید ندائے غفلت پاش حقیقی کہ آج کے دن ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے"۔ ہمارے ہوش کے کانوں میں نہیں پہنچی ہے۔ تو ایک لحظہ بھی جلوت سے باز نہیں آتا اور ایک دم بھر بھی نیند سے بیدار نہیں ہوتا۔ نیند سے بیدار ہو اور بیداری میں آگاہ ہو طریقت کے راستہ پر حقیقت کے قافلہ سالار کے ہاتھ میں لا اور پامردی کے ساتھ توفیق راہ کا محافظ قابو کر۔ جو کہ تیرے دل کے کانوں میں معنی کی گھنٹی کا نغمہ بجائے اور درد کا سماع تیرے دل میں اور تیری یاد میں مستانہ قبول پیدا کرے تو تو دیکھے گا کہ زمان اور مکان کی فضا میں بہت سے قافلے ایک دوسرے کے پیچھے جا رہے ہیں ؎

۱ جائے برسی کہ جائے جاں آنجا نیست　　　نقش قدم و نشان پا آنجا نیست
۲ کوتاہ کنم سخن یہ نزد منی کمال　　　جائے برسی کہ جز خدائے آنجا نیست

۱ تو ایک ایسی دنیا میں پہنچ جائے گا کہ جہاں جان کی کوئی جگہ نہیں ہے اور قدموں اور پاؤں کے نشان وہاں بالکل نہیں ہیں۔
۲ میں مختصر بات کرتا ہوں کہ میرے نزدیک کمال یہ ہے کہ تو ایسی جگہ پہ پہنچ جائے جہاں خدا کے سوا کچھ بھی نہ ہو۔

اے درویش! اگر درد محبت تیرا دامنگیر ہے تو بہتر ورنہ اے خستہ جان عاشق اگر تو محبت کا درد نہیں رکھتا تو چاہیئے کہ ماتم زدہ لوگوں کی طرح اپنا سر اوپر نہ اٹھائے اور یہ ابیات پڑھے اور گریہ وزاری کرے ؎

۱ دلبر نہ کرد یادم ہیہات ہائے ہاہم　　　چہ کنم چہ چارہ سازم ہیہات ہائے ہاہم
۲ با درد غم نہ خیزم اے دوست دستگیرم　　　فریاد رس اسیرم ہیہات ہائے ہاہم
۳ ہاہا برفت یارم ہیہے نہ کرد یادم　　　فریاد صد فریادم ہیہات ہائے ہاہم
۴ تر دیدہ و رخ زردم دل چاک آہ سردم　　　ہیہے درد آہ دردم ہیہات ہائے ہاہم
۵ ہر دم لبم بنالم جانم بہ غم سپارم　　　ماتم زغم بدارم ہیہات ہائے ہاہم
۶ در تاب و تب بنالم خون دل ز دیدہ بارم　　　دل رفت و جاں بدارم ہیہات ہائے ہاہم

۷ عثمان دیوانہ رویت مست الست بویت کمتر سگان کویت ہیہات ہائے ہاہم

۱ مجھ کو دلبر نے یاد نہ کیا مجھ پر افسوس افسوس۔ میں کیا کروں اور کونسا چارہ تلاش کروں مجھ پر افسوس افسوس۔

۲ میں غم کے درد کے ساتھ اٹھ نہیں سکتا اے دوست میرا ہاتھ پکڑ میں قیدی ہوں میری دستگیری کر افسوس افسوس۔

۳ ہائے ہائے میرا دوست چلا گیا اور اس نے مجھ کو یاد تک نہ کیا۔ میری فریاد سو فریاد افسوس صد افسوس۔

۴ میری آنکھیں تر ہیں میرا چہرہ زرد ہے دل چاک ہیں اور آہیں سرد ہیں ہائے میرا درد آہ میرا درد افسوس افسوس۔

۵ میں ہر وقت غم میں روتا ہوں میں اپنی جان غم کے سپرد کرتا ہوں۔ میں غم کا ماتم کرتا ہوں۔ مجھ پر افسوس افسوس۔

۶ میں تب و تاب میں روتا ہوں اور آنکھوں سے دل کا خون برساتا ہوں۔ میرا دل، چلا گیا اور جان ابھی تک باقی ہے، افسوس افسوس۔

۷ عثمان تیرے چہرے کا دیوانہ ہے تیری خوشبو کا مست الست ہے تیرے کوچے کے کتوں سے بھی کمتر ہے افسوس افسوس۔

اے زخم خوردہ درویش! کوئی کام کرنا چاہئے اور خداوند تعالیٰ کی طلب کرنی چاہئے۔ حضرت شیخ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقہاء کے نزدیک نفی اثبات کے بعد آتی ہے اور متکلمین کے نزدیک اثبات نفی کے بعد آتا ہے اور عارفوں کے نزدیک نفی اور اثبات دونوں شریک ہیں۔ اس لیے کہ اثبات میں تین چیزوں سے چارہ نہیں ہے تاکہ اثبات ثابت ہو سکے۔ مُثبت، اثبات و ثابت اور اسی طرح نفی میں بھی تین ہی چیزیں ضروری ہیں۔ تاکہ نفی ثابت ہو سکے۔ نفی، نافی و منفی اور جو دو کہے وہ مشرک و ملحد ہے تو جو شخص کچھ کا اثبات کر دے وہ کیسے مؤمن و موحّد رہ سکتا ہے اور پھر تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جب غیر کا وجود ہی نہیں ہے تو نفی کس کی کہتے ہیں اور جب تو خود بھی نہیں ہے تو اثبات کرنے والا کون ہے شیخ ہروی علیہ الرحمۃ نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

۱ از نفی وز اثبات بروں صحرائے ست — کیں طائفہ را دراں میاں سودائیست
۲ عاشق چوں بدانجا برسد نیست شود — نے نفی نہ اثبات نہ او را جائیست

۱ نفی اور اثبات تو اس احاطہ سے باہر ہیں اس جماعت کو نفی و اثبات میں ایک سودا ہے۔
۲ عاشق جب وہاں تک پہنچتا ہے تو نیست ہو جاتا ہے پھر نہ نفی رہتی ہے نہ اثبات نہ ان کے لیے کوئی جگہ ہے۔

اے درویش! یہ دولت مرشد کامل کے بغیر میسّر نہیں آسکتی اور مرشد کامل نہایت ہی کمیاب ہیں سے

۱ در ضمیرم جز حضوری یار نیست — چوں لبسودائے جہانم کار نیست
۲ ہر نفس نقش جمالش ظاہر ست — ہیچ جائے نیست کاں دلدار نیست

۱ میرے دل میں سوائے حضوری کے کوئی دوست نہیں ہے کیونکہ مجھ کو جہان کے سودا سے کوئی کام نہیں ہے۔
۲ ہر دم اس کے جمال کا نقش ظاہر ہے کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں وہ دوست نہیں ہے۔

سے ۱ آنچناں محو جمالش گشتہ ام — کہ خبر از خویش و از اغیار نیست
۲ مفلسِ ما را است گنج ایزدی — فقر ما را فخر آمد عار نیست
۳ گشت عثماں خاک راہ نقشبند — کز وجودش در جہاں آثار نیست

۱ میں اس کے جمال میں اس طرح گم ہوں کہ مجھ کو اپنی اور اغیار کی خبر نہیں ہے۔
۲ ہمارے مفلس کے لیے خداوندی خزانے ہیں۔ فقر ہمارے لیے فخر ہے عار نہیں ہے۔
۳ عثمان نقشبند کی خاک راہ بن گیا کہ اس کے وجود کا جہان میں کوئی نشان نہیں ہے۔

اے خستہ جان عاشق! اگر خداوند تعالے تجھ کو توفیق بخشیں تو اپنی ہستی کو نیست شمار کر، اور اپنی ہستی کی بجائے حق سبحانہ و تعالے کو حاضر و ناظر سمجھ۔ اپنے آپ کو کبھی بھی درمیان میں نہ لا۔ جب چند روز اس طرح گذر جائیں گے تو تیرا وجود بالکل ختم ہو جائے گا اور تو حیرت میں چلا جائے گا اور پھر حیرت پر حیرت بڑھتی چلی جائے گی یہاں تک کہ تو اپنے آپ کو اور تمام دنیا کو فراموش کر دے گا۔ اختیار کی لگام تیرے ہاتھ میں نہ رہ جائے گی اور سکر و بے خودی میں تو یہ اشعار پڑھے گا۔

۱ گم گشتہ در تو ہر دو جہاں از کہ جوئمت — اے بے نشاں محض نشاں از کہ جوئمت

۲ دل در فنائے وحدت جاں در بقائے صرف — من گم شدم دریں دو میاں از کہ جوئمت

۳ در جستجوئے تو دلم از پردہ اوفتاد — اے در درونِ پردۂ جاں از کہ جوئمت

۴ در بحرِ بے کرانۂ عشقت چوں قطرۂ — گم شد نشانِ ما و نشاں از کہ جوئمت

۱ دونوں جہان تجھ میں گم ہو گئے ہیں میں کس سے تیرا نشان طلب کروں؟ اے محض بے نشان میں تیرا نشان کس سے پوچھوں؟

۲ دل وحدت میں فنا ہے اور جان بقائے خالص میں ہیں ان دونوں کے درمیان گم ہو گیا ہوں میں کس سے تیرا پتہ پوچھوں؟

۳ تیری تلاش میں میرا دل پردہ سے باہر جا پڑا اے وہ کہ تو جان کے پردہ کے اندر ہے میں کس سے تیرا پتہ پوچھوں؟

۴ تیرے عشق کے بحرِ ناپیدا کنار میں ایک قطرہ کی طرح ہمارا نشان گم ہو گیا ہے اب نشان کس سے پوچھوں؟

اے عزیز! اب یہ سمجھ لے کہ انسان کا وجود اس کا عین احسان و کشف ہے اس لیے کہ وہ خداوند تعالیٰ کا مظہر ہے اور مشاہدہ کرنے والا خود وہ آپ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں "اللہ شہادت دیتا ہے کہ اس کے بغیر کوئی معبود برحق نہیں ہے اور فرشتے اور منصف اہل علم بھی اس بات کی شہادت دیتے ہیں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "تم زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو"۔ اور شاہد وہی ہو سکتا ہے جو اس سے باخبر ہو اور اسی کی شہادت معتبر ہوتی ہے۔

اے درویش! جب تک تو دریائے وحدت میں غوطہ نہ لگائے گا تجھے معلوم نہ ہو سکے گا اور جب تو اس میں غرق ہو جائے گا تو تُو تُو نہ رہے گا ؎

اگر گردی غریق بحرِ ذخار — کند دریا نثارت در اسرار

"اگر تو بحرِ ذخار میں غرق ہو جائیگا تو دریا تجھ پر اسرار کے موتی نثار کر دے گا"

اے عزیز! اس وقت تیرا وجود عین کشف ہو گا اور تیری زبان حق کے ساتھ بولے گی۔ عارف

لوگوں کو اپنی خبر نہیں رہتی۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

۱ تا عشق تو آمد اندروں رگ و پوست   کردست تہی مرا و پُر کرد ز دوست

۲ اجزائے وجود م ہمگی دوست گرفت   نامے ست ز من باقی جملہ ہمہ اوست

۱ جب سے تیرا عشق رگ و پوست کے اندر آیا ہے اس نے مجھ کو مجھ سے خالی کر دیا ہے اور دوست سے بھر دیا ہے۔

۲ میرے وجود کے تمام اجزا دوست نے اپنے قبضہ میں کر لیے۔ اب نام تو میرا ہے باقی سب کچھ اس کا ہے۔

تجھ کو چاہیئے کہ جب تک تو اس دریا میں غوطہ نہ لگالے حال کی باتوں کو قال میں نہ لائے۔ دیوانے لوگوں کی لغت عقلمند لوگ کہاں سمجھ سکتے ہیں۔ یہ کلام دیوانے لوگوں کے اسرار سے تعلق رکھتا ہے اور دیوانہ اسی کو کہتے ہیں جو دنیا کے کاموں میں تو نادان ہو اور حق کے اسرار کا واقف ہو اور حق کو جاننے والے میں بشریت و نفسانیت نہیں ہوتی ؎

ہر چہ از دیوانہ آید در وجود   عفو فرمائند از دیوانہ زود

(دیوانہ سے جو کچھ بھی سرزد ہو جائے اس کی دیوانگی کے سبب سے اس کو جلد ہی معاف کر دیا جاتا ہے)

نوٹ:۔ سلوک کی انتہا کے دو مطلب نکل سکتے ہیں۔ پہلا یہ کہ بندہ کے سیر کی انتہا ہو جائے دوسرا یہ کہ اللہ تعالےٰ کی "معرفت" کما حقہ حاصل ہو جائے۔ پہلے معنی کے لحاظ سے تو سلوک کی انتہا یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو پوری طرح خدا تعالےٰ کے سپرد کر دے۔ اس کی رضا پر راضی رہے اس کی تقدیر پر اپنی گردن جھکا دے۔ ہر حال میں صابر و شاکر رہے۔ اپنی جان اور مال کو اس کی امانت سمجھے اور ہر وقت ان کو خدا تعالےٰ پر نثار کرنے کے لیے تیار رہے ؎

ایں جانِ عاریت کہ بحافظ سپردہ دوست   روزے رخش بہ بینم و تسلیم وے کنم

اور دوسرے معنی کے لحاظ سے سلوک کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کی ذات اور صفات کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

بخاری شریف میں جہاں موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے وہاں یہ

مذکور ہے کہ جب خضر اور موسیٰ علیہما السلام دریا کے کنارہ پر کھڑے تھے تو ایک چڑیا نے آکر دریا میں سے پانی کی چونچ بھر لی اور اڑ گئی۔ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا "اے موسیٰ تیرا اور میرا علم اگر دونوں اکٹھے ہو جائیں تو خدا تعالےٰ کے علم کے مقابلہ میں ان کی اتنی حیثیت بھی نہیں جتنی کہ اس چڑیا کے پانی کی نسبت اس دریا سے ہے۔

اگر انبیاء علیہم السلام کی یہ کیفیت ہو تو دوسرے لوگوں کی حیثیت ہے۔ اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ نکلنے لگے تو اور کون ہے جو معرفت خداوندی کا دعویٰ کر سکے ؎

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں | بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

لفظ مبارک "اللہ" کو بعض علمائے لغت نے مصدر وَلَہٌ سے مشتق سمجھا ہے جس کے معنی ہیں "حیرانی" "سراسیمگی" "پریشانی"۔ یعنی اللہ تبارک و تعالےٰ کی ذات اقدس وہ ذات ہے جس کی معرفت میں تمام دنیا پریشان ہے کیا انبیاء و اولیاء اور کیا علماء و حکماء حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن! | کہ جاہا سپر باید انداختن!

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ؎

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار | کہ پیدا نہ شد تختۂ بر کنار۔

ایک اور صاحب فرماتے ہیں ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم | وز ہرچہ دیدہ ایم شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر! | ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

ایک اور صاحب فرماتے ہیں ؎

اے بروں از وہم و قال و قیل من | خاک بر فرق من و تمثیل من

باب دُوُم

(اس بیان میں کہ معبود کی محبت میں درویشوں کے اخلاق کیسے ہوتے ہیں وہ کتنی مصیبتیں برداشت کرتے ہیں بلکہ مصیبت کو اس کی عنایت سمجھ کر اس سے لذت حاصل کرتے ہیں اور جو آدمی محبوب کا مضروب نہیں ہے وہ خام ہے)

اے درویش! محبوب سے جو کچھ بھی پہنچے وہ خوب ہے۔ عاشق صادق کو پسند ہے ؎

تفاوتے نہ کنم گر ترش کنی ابرو   ہزار تلخ بگوئی ہنوز شیرینی

(میں کوئی فرق نہیں سمجھوں گا اگرچہ تو اپنے ابرو ترش کرے۔ تو ہزار دفعہ تلخ باتیں کرے پھر بھی تو شیریں ہی ہے)

جس آدمی کی آنکھوں میں بینائی کا سرمہ ڈال دیا جاتا ہے وہ تمام جہان میں کسی کو غیر نہیں دیکھتا کہ وہ کس سے ناراض ہو اور کس کو ناراض کرے ؎

از کس تو مرنج و کس مرنجاں   بشنو سخن ز شاہ سخناں

(تو خود بھی کسی سے ناراض نہ ہو اور کسی کو بھی ناراض نہ کر۔ شاہ سخن کی بات غور سے سن۔)

اے عزیز! خود ناراض ہو جانا یا کسی کو ناراض کرنا یہ دونوں چیزیں خامی کی دلیل ہیں اور اس مقام سے گذر جانا پورا ہو جانے کی دلیل ہے۔ شاہ قاسم انوار صاحبِ حال اسی مضمون کے مطابق فرماتے ہیں ؎

۱ ہست امید کہ ناگاہ بہ مقصود رسیم   کہ دریں راہ نہ رنجیم نہ مے رنجانیم

۲ گفت دلدار کہ قاسم منگر جائے دگر   ہمہ مائیم اگر درد و گر درمانیم

۱ یہ امید ہے کہ ہم ناگہاں اپنے مقصود کو پہنچ جائیں کہ اس راہ میں نہ ہم خود ناراض ہوتے ہیں نہ کسی اور کو ناراض کرتے ہیں۔

۲ دوست نے کہا اے قاسم کوئی دوسری جگہ نہ دیکھ۔ سب کچھ ہم ہی ہیں اگر درد ہیں تو بھی اور

اگر دو اہیں تو بھی۔

جب یہ مقدمہ تو نے سمجھ لیا تو اب چاہئے کہ تو حق سبحانہ و تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو جائے تاکہ حق تعالیٰ بھی تجھ سے راضی ہو جائیں اور اس وسیلہ سے تو سچے عاشقوں کی جماعت میں شامل ہو جائے اور "میرے بندوں میں شامل ہو اور میری جنت میں داخل ہو" کی سعادت سے مقعد صدق میں پہنچ جائے اور "عند ملیک مقتدر" کے قرب سے عزت حاصل کرے اور "بیشک اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی" کی تعظیم سے تو معزز ہو جائے۔

اے درویش! اس دولت سے بہتر اور کونسی دولت ہو گی اس کو دل سے پسند کر اور زبان سے کچھ نہ بول۔ اے عزیز! تو دوست کی ملکیت کیوں نہیں ہو جاتا کہ تمام جہان تیری ملکیت ہو جائے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے کہ "جس کا خدا ہے اس کا سب کچھ ہے" اس فرصت کو غنیمت سمجھ اور اپنے کام کے پیچھے لگا رہ۔ افسوس ہزار افسوس! کہ تو اپنی قدر و قیمت کو نہیں پہچانتا اور اس نعمت سے محروم ہے۔ اے درویش! محبوب کی راہ میں اپنی جان کی بازی لگا اور اپنے آپ کو تسلیم کے میدان میں گیند کی طرح ڈال دے۔ مبارک ہے وہ جس کا نفس سلیم ہو۔ اگر تیرے سر پر زکریاؑ کی طرح آرہ چلایا جائے تو دم نہ مار اور اگر آگ میں ڈالیں تو خلیل علیہ السلام کی طرح دوسری طرف قدم نہ اٹھا اور اگر تیرے گوشت پوست کو کیڑوں مکوڑوں کی خوراک بنائیں تو حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح صابر و شاکر رہ۔

اے درویش! خدا کے بندوں نے کتنی محنتیں اور مصیبتیں برداشت کی ہیں تب کہیں جا کر محرم اسرار ہوتے ہیں۔ مجھ کو اور تجھ کو ان سے کیا نسبت کہ ہم ان کی باتیں بیان کریں اور ان کے حالات میں دم ماریں۔ اس لعین (شیطان) کو دیکھو اس نے کتنے سال بندگی کی لیکن ایک دم بھی بندہ ہونا نہ سیکھا۔ یقینی اور قطعی طور پر بندہ وہی ہے جو اپنے تمام ارادوں سے آزاد ہو جائے اور تمام خواہشات کی قید سے نکل جائے بندہ اس وقت بندہ کہلانے کا مستحق ہے جب اس میں دو چیزیں درست ہو جائیں۔ پہلی یہ کہ جو کچھ وہ کرے وہ خدا کا پسندیدہ ہو اور دوسری یہ کہ جو کچھ خداوند تعالیٰ کریں اس کو پسند ہو۔ پہلی کا نام عبادت ہے اور دوسری کا عبودیت۔ عبادت بندگی کرنے کا نام ہے اور عبودیت بندہ ہونے کا۔ ایک لمحہ خدا تعالیٰ کی عبودیت اختیار کرنا ایک سال بھر عبادت کرنے سے بہتر ہے

یہ مضمون خواجہ محمد پارسا قدس اللہ سرہ کے افادات سے ہے۔

اے درویش! تیرے لیے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے کہ کسی مخلوق کو بھی حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور زبان طعن دراز نہ کرے اور جو کچھ نیک و بد ہو سب کو خدا تعالیٰ کی قضا و قدر سمجھے اور جو کچھ تجھ پر گذر جائے دم نہ مارے اور اگر تو دم مارے گا تو مرد نہیں ہے یہ عورتوں کا شیوہ ہے اس لیے کہ مردوں کا کام جان کی بازی لگانا اور جان سپرد کر دینا اور عین محنت و بلا سے چارہ سازی کرنا ہے ؎

۱ جاں را بفدیہ مید ہم دیگر چہ میخواہی بگو　　سر را بپایت می نہم دیگر چہ میخواہی بگو

۲ ؎ براہ عاشقی غم یار باید!　　رخ زرد و تن بیمار باید

۳ بباید توشۂ ایں راہ زاری　　ز درد ست گریۂ بسیار باید

۴ بذکر و فکر مے باید حضوری　　نماز و روزہ استغفار باید

۵ توکل بر خدا باید بہر حال　　بلا اندر قضا بردار باید

۶ سحر خیزی و عجز و نالۂ زار　　دگر تسلیم جاں در کار باید

۱ میں اپنی جان فدیہ میں دیتا ہوں اور کیا چاہتا ہے کچھ کہو تو سہی۔ میں اپنے سر کو تیرے قدموں پر رکھتا ہوں اور کیا چاہتا ہے کہہ تو سہی۔

۲ عاشقی کے راستہ میں غم دوست ہونا چاہئے زرد چہرہ اور بیمار جسم چاہئے۔

۳ اس راستہ کا توشہ رونا ہے درد سے تجھ کو بہت رونا چاہئے۔

۴ ذکر و فکر میں حضوری چاہئے نماز، روزہ استغفار چاہئے۔

۵ ہر حال میں خدا پر توکل رہنا چاہئے تقدیر کی مصیبتوں کو برداشت کرنا چاہئے۔

۶ سحر خیزی، عاجزی اور آہ و زاری اور پھر اس کام میں اپنی جان سپرد کر دینا چاہئے۔

اے درویش! اگر تو چاہتا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے تمام فرائض کو بجا لائے اور اس کا بندہ ہو جائے تو اس کی راہ میں دم نہ مار ؎

ہر چہ بہ تو میرسد نوش کن و ہیچ مکن　　گر تو و گر مے خجی کار بتر مے شود

(جو کچھ تجھ کو پہنچے اسے نوش کر اور شور نہ کر اگر تو شور کرے گا تو کام بگڑ جائے گا۔)

تیری کوشش سے خداوند تعالیٰ کا ارادہ تبدیل نہیں ہو جائیگا۔ پھر تو اختیار کی لگام اسی کے ہاتھ میں کیوں نہیں دے دیتا۔ اختیار کا بیہودہ بوجھ خواہ مخواہ اپنے کندھوں پر کیوں ڈالتا ہے؟ یہ سمجھ لے کہ تو بالکل قضاء و قدر کے ماتحت ہے اور جو کچھ تقدیر میں ہے وہ تبدیل نہیں ہو سکے گا۔

قبول خاطر کن وزجبیں گرہ بکشائے　　　　کہ برمن و تو درِ اختیار نہ کشادست

(دل سے قبول کر اور پیشانی کے بل دور کر دے کہ اختیار کا دروازہ تیرے اور میرے لیے کھلا نہیں ہے۔)

اے عزیز! تدبیر بیہودہ و باطل کو اپنے اندر راہ نہ دے۔

تدبیر کند بندہ و تقدیر نداند　　　　تقدیر خداوند بہ تدبیر نہ ماند

(بندہ تدبیر کرتا ہے اور تقدیر کو نہیں جانتا۔ خداوند کی تقدیر کے ساتھ تدبیر نہیں چل سکتی۔)

اے خستہ جان درویش! اپنے آپ کو خداوند تعالیٰ کے سپرد کر دے اور اپنے مقصود کے پیچھے دوڑ شاید خداوند تعالیٰ کا کرم غیب سے پہنچ جائے اور تو بھی خدا تعالیٰ کے دوستوں میں سے ہو جائے تیرا مقصود خداوند تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہ ہونا چاہیئے۔ اے عزیز! انسان کو اس دنیا میں عیش و آرام کے لیے پیدا نہیں کیا گیا ہے اس کی پیدائش کا مقصد اندوہ و غم ہے جب تک تو سر سے لے کر پاؤں تک درد و الم نہ بن جائے گا اور ریاضت کی آگ میں نہیں جلے گا تب تک محبت کی انگیٹھی کی خوشبو تیرے مشام جان تک نہیں پہنچ سکے گی۔

اے دل بہ ہوس بہ سر کارے نرسی　　　　تاغم نہ خوری بہ غمگسارے نرسی

(اے دل ہوس سے تو کسی مقصود کو حاصل نہیں کر سکے گا جب تک تو غمگین نہ ہو گا کسی غمگسار کو نہ پا سکے گا)

اے درویش! ہمیشہ کی نعمتوں کے سینکڑوں جہان محبت کی ایک آہ سے خریدے جا سکتے ہیں اور ہمیشہ کے ہزاروں ممالک ایک فریاد سے ہاتھ میں لائے جا سکتے ہیں۔ لیکن تیرا گذر "بیشک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو خرید لیا ہے اس معاوضے میں کہ ان کے لیے جنت ہے"۔ کے بازار میں نہیں ہوا ہے اور تیرے جان و دل تسلیم کی تلوار کے رہین منت نہیں ہوئے ہیں۔

آہے زن و ہفت قلعہ را در بکشائے　　　　اشکے دہ و ہشت بقعہ در گوہر گیر!

۲ چوں دلت از عشق او بریاں شود　　ہر چہ مے خواہی تو آں دم آں شود

۱ ایک آہ کھینچ اور سات قلعوں کے دروازے کھول لے ایک آنسو دے اور جواہرات کے آٹھ خزانے لے لے۔

۲ جب تیرا دل اس کے عشق میں بریاں ہو جائے گا تو اس وقت تو جو چاہے گا وہ اسی وقت ہو جائے گا۔

حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں ان کو تھوڑا ہنسنا اور زیادہ رونا چاہئے" - یہ دنیا ہنسنے اور خوشی کرنے کا کونسا مقام ہے ؎

تا در خلوت ندیم غم نہ بود　　شائستہ ولائق نعم نہ بود

(جب تک خلوت میں غم کا ندیم نہیں ہوگا۔ نعمتوں کے لائق بھی نہیں ہوگا۔)

اے درویش! اپنے کام سے کام رکھ اگر سویا ہوا ہے تو ہشیار ہو جا اور دوست کی تلاش میں نکل اور دلدار کے رخ پر مست ہو جا۔ اے درویش! وقت کی رفتار پہچان اور فرصت کو غنیمت سمجھ ؎

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار　　کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

(جو بھی خوش وقت ہاتھ آجائے اسے غنیمت سمجھ کسی کو بھی معلوم نہیں کہ انجام کار کیا ہے)

سحری کے وقت بیدار ہونا شہبازوں کا کام ہے یہ توفیق صرف اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بارگاہ خداوندی کے لائق ہے جس کو یہ میسر ہو جائے اسے مبارک ہو ؎

۱ شب تاریک دوستان خدا　　مے بتابد چوں روز رخشندہ

۲ ایں سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

۱ خدا کے دوستوں کی تاریک رات روز روشن کی طرح چمک اٹھتی ہے۔

۲ یہ خوش بختی زور بازو سے حاصل نہیں ہوتی جبتک کہ عطا کرنے والا عطا نہ کرے۔

اے عزیز! خوب سمجھ لے اور آگاہ ہو کہ دن رات میں سے بہترین وقت سحری کا وقت ہے اور سحری میں سے بہترین وہ وقت ہے جبکہ گرم گرم آنسو پلکوں سے دامن پر گرنے لگیں اور سرد آہیں سینہ سے نکل کر لبوں پر جوش مارنے لگیں اور اپنے نفس کی اطاعت سے منہ پھیر کر معبود حقیقی کی اطاعت میں مشغول ہو جائے اور اپنی تقصیرات سے اپنے معبود کے سامنے شرمندہ و منفعل ہو۔ نہایت خوش قسمت ہے

وہ شخص جو ایسے وقت کا مالک بن سکے اور اس وقت کی برکت سے اپنے دن رات کو اس طرح گذار سکے جیسے کہ سحری کا وقت گذرا تھا ؎

بآہے بسوزد ز عالم گناہ   باشکے بشوید درون سیاہ

(ایک آہ سے جہان کے گناہ جلا ڈالے اور ایک آنسو سے سیاہ اندر کو دھو ڈالے۔)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب رات دو تہائی گذر جاتی ہے اور تمام مخلوق خواب غفلت میں سوتی ہے تو ہشیار اور بیقرار عاشقوں کو دیکھنے والا جن کے دل یار کے شوق میں زخمی ہیں جن کی آنکھیں اشکبار ہیں اور جو دوست کی محبت میں بیدار ہیں اور محل نیاز میں سرگرداں ہیں اپنے لطف و رحمت کو جوش میں لاتا ہے اور رب العزت کی عظمت و جلال آسمان دنیا پر نزول فرماتی ہے اور اندھیرے میں بھٹکنے والوں کو خطاب مستطاب سے مشرف فرماتا ہے اور بخشش و کرم کی آواز ان کے کانوں میں پہنچاتا ہے کہ اے مہجور غافلو۔ اے مغرور غافلو! ہم نے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں کون ہے جو زبان حال اور صدق مقال سے اپنی حاجت طلب کرتا ہو تاکہ ہم اس کی حاجت برآری کریں ؎

۱ چوں بگریانم جوشد رحمتم   آں خروشندہ بنوشد رحمتم
۲ رحمتم موقوف آں خوش گریہاست   گر بہ بست از بحر رحمت موج خاست

۱ جب ہم کسی کو رلاتے ہیں تو میری رحمت جوش میں آجاتی ہے۔ آہ و زاری کرنے والا میری رحمت نوش کرتا ہے

۲ میری رحمت اس خوش گریہ پر موقوف ہے۔ کہ جب بندہ خاموش ہوا تو میری رحمت کے دریا سے موجیں اٹھنے لگیں۔

کون ہے جو ایسے وقت میں تمنا کرے تاکہ میں اس کی تمنا پوری کروں اور کون ہے جو برے اعمال اور بداقوال سے ہماری ستّاری تلاش کرتا ہو تاکہ میں اس کو اپنے حوصلہ کے پردے سے ڈھانپ لوں مقربان بارگاہ الٰہی سے روایت ہے: ایک درویش نے کہا کہ ایک رات مجھ کو بارگاہ خداوندی میں حضوری نصیب ہوئی۔ بے کیف خطاب ہوا کہ ہماری بارگاہ میں کیا تحفہ لایا ہے؟ بعض اعمال کا خیال دل میں گذرا تو بارگاہ الٰہی سے خطاب ہوا کہ اے مسکین! اجناب کبریا میں اس طرح کی کھوٹی پونجی بے انتہا

موجود ہے جو کچھ تونے سوچ لکھا ہے بیکار ہے پھر خطاب ہوا کہ اس درگاہ کا تحفہ سرد آہیں اور زرد رخسارے ہیں اور اس راہ کا توشہ دلِ پُر درد ہے۔ روحانیوں کے عجیب اذکار اس بارگاہ میں بیشمار ہیں اور کرّوبیوں کے نفیس اذکار بے انداز ہیں۔ لیکن شربت عنایت جدائی کے جنگل کے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے اور حمایت کا مرہم نیاز مندی کے عرصہ کے خستہ لوگوں کو ڈھونڈھتا ہے ؎

غمِ اُن بدست آر کہ یار نکوست　　　دل کہ حزیں گشت خدایار اوست

(غم حاصل کر دوست بڑا اچھا ہے۔ جو دل غمگین ہو جائے خدا اس کا دوست ہے۔

کیا تم نے یہ نہیں سنا ہے کہ حضرت محمد علیہ اکمل الصلوات والتحیات نے کبھی بھی اندوہ و غم سے خلاصی نہ پائی ؎

عاشقاں را نصیب از معشوق　　　جز خرابی و جانگدازی نیست

(عاشقوں کو معشوق سے سوائے خرابی اور جاں نثاری کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا)

اے درویش! ہر زمانہ میں ایک اندوہگین ہوتا ہے کہ تمام جہان اس کی پناہ لیتا ہے اس لئے ستہ میں جو کچھ بھی ہے وہ درد و اندوہ ہے اور یہ خاص دوستوں کا حصہ ہے ؎

۱	دلا اسرار عشق آساں ندانی	جگر خواریست ہر دم جانفشانی
۲	بیا در باز جاں در عشق بازی	اگر خواہی حیاتِ جاودانی
۳	تو دریائی درون تست گوہر	بدست آری چو غوّاصی توانی
۴	چوں غوّاصاں بدریا اندروں شو	بدرکن کسوت دنیائے فانی
۵	چوں یونس گر تو باشی مرد غوّاص	برآری دُر ز بحر بیکرانی
۶	کلیم اللہ بہ طورِ عشق پُر شد	بشُد بے خود ز حرف لَن ترانی
۷	چوں عشق از جان آدم شد ہویدا	بروں آمد ز ملک انس و جانی
۸	خلیل اللہ بہ عشق حق تعالیٰ	کند قرباں ہمہ محبوب جانی
۹	چوں یوسف ہر کہ آمد صادق اینجا	بود سلطان مالک دو جہانی
۱۰	بیا در باز عثماں جاں بہ جاناں	اگر خواہی تجلی دل نہانی

۱ اے دل عشق کے راز کو آسان نہ سمجھ عشق جگر کھانے اور جانفشانی کا نام ہے۔

۲ عشقبازی میں اپنی جان ہار دے اگر تو ہمیشہ کی زندگی چاہتا ہے۔

۳ تو ایک دریا ہے تیرے اندر موتی ہیں جب تو غوطہ لگائے گا تو ان کو پالے گا۔

۴ غوطہ خوروں کی طرح دریا کے اندر چلا جا اور دنیائے فانی کا لباس دور کر دے۔

۵ اگر تو یونس علیہ السلام کی مانند کا غوطہ خوار آدمی بنے گا تو نا پید اکنار سمندر سے موتی باہر لائے گا۔

۶ کلیم اللہ جب عشق کے طور پر محبت سے پر ہو گئے تو "لن ترانی" (تو مجھے کبھی نہ دیکھ سکے گا) کی آواز سے

بے خود ہو گئے۔

۷ جب آدم علیہ السلام کی جان سے عشق ظاہر ہوا تو انس وجان کے ملک سے باہر آ گئے۔

۸ خلیل اللہ نے حق تعالےٰ کے عشق میں اپنی تمام محبوب چیزوں کو قربان کر ڈالا۔

۹ یوسف علیہ السلام کی طرح جو بھی اس جگہ سچے ثابت ہوا تو اس کو دونوں جہانوں کی بادشاہی دیدی گئی

۱۰ عثمان! آ اور اپنی جان معشوق پر نثار کر دے اگر تو دل میں پوشیدہ تجلی کا خواہشمند ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! عاشقوں کا کام سوز و ساز اور خوشی سے ہاتھ اٹھا لینا ہے اور اپنے آپ کو مصیبتوں میں ڈالنا، درد و اندوہ حاصل کرنا اور اپنے دل کو غم کی آتش میں جلانا ہے ؎

یک آہ چوں از سینۂ افگار برآید ۔۔۔ حقا کہ بہ کونین خریدار تواں بود

(جب زخمی سینہ سے ایک نکل جائے تو یقیناً دونوں جہان کا خریدار بن سکتے ہیں۔)

حضرت قطب الانام شیخ الاسلام مولانا احمد جامی فرماتے ہیں ؎

۱ مارا نہ بود دلے کہ کار آید ازو ۔۔۔ جز نالہ کہ در دے ہزار آید ازو

۲ چنداں گریم کہ خاکہا گل گردد ۔۔۔ لئے روید و نالہ زار آید ازو

۳ باسہر تو ہر سوختہ سازے دارد ۔۔۔ باراز تو ہر بندہ نیازے دارد

۴ اے قادر پُر کمال نا امید مکن ۔۔۔ آں را کہ بدرگاہ تو رازے دارد

۱ ہمارے پاس ایسا دل تو نہ تھا جس سے کوئی کام ہو سکتا۔ صرف ایک نالہ تھا جس سے ہزاروں

درد اٹھ کھڑے ہوئے۔

۲ ہم اتنا روئیں گے کہ مٹی اس سے تر ہو جائے اور اس سے ایک نالہ زار پیدا ہو جائے۔

۳ تیرے راز سے ہر سوختہ جان ایک سامان رکھتا ہے تیرے راز سے ہر بندہ ایک طرح کا نیاز

رکھتا ہے۔

۴ اے قادرِ مطلق اس کو نا امید نہ کر جو تیری درگاہ میں کوئی راز رکھتا ہے۔

اے درویش! اس نکتہ کو سمجھ اور عارفوں اور دوستوں کی ہمت دیکھ کہ وہ کیسے لوگ تھے۔ شیخ شبلی علیہ الرحمۃ ایک دن بغداد میں رموزِ طریقت اور اسرارِ حقیقت دوستوں سے بیان کر رہے تھے کہ آپ نے ایک جوان دیکھا جس نے بھاری بیڑیاں اپنے پاؤں میں پہن رکھی ہیں اور ایک تنگ سی کوٹھڑی میں بیٹھا ہوا ہے وہ محنت اور ریاضت سے سوکھ کر کانٹا ہو چکا تھا۔ بلکہ خیال کی طرح غیر محسوس، چہرہ زرد، دل پُر درد، آنکھیں اشکبار، اپنے آپ سے کچھ باتیں کر رہا تھا۔ جب اس کی نگاہ شبلی پر پڑی تو فریاد کرنے لگا اور کہا اے شیخ الاسلام! دوست کو پیغامِ اسلام پہنچا دینا اور کہنا کہ اگر ساتوں آسمانوں کو طوق بنا کر تو میری گردن میں رکھ دے اور ساتوں دوزخ مجھے داغ دینے کے لیے میرے دماغ پر رکھ دے تو بھی میں تیری محبت کے دائرہ سے ایک قدم بھی باہر نہیں رکھوں گا اور تیرے عشق سے ایک ذرہ بھی کم نہیں کروں گا۔ شبلی کہتے ہیں کہ میں نے مناجات کے وقت عرض کیا اے خداوند! جیسا کہ تو اپنی مخلوق سے الگ تھلگ ہے تیرے کام بھی مخلوق کے کاموں سے علیحدہ ہیں۔ تمام دنیا دوست کی پرورش کرتی ہے اور اپنے دشمن کو مارتی ہے اور تو اپنے دشمن کو پالتا ہے اور اپنے دوستوں کو قتل کرتا ہے۔

ہاتفِ غیبی نے آواز دی کہ "اے شبلی! ادب ملحوظ رکھ اور کوئی اعتراض نہ کر ہم جس کو قتل کرتے ہیں اس کی دیت بھی ادا کرتے ہیں۔ جس کو ہم قتل کریں اس کی دیت ہم پر لازم ہو جاتی ہے اور جس کی دیت ہم پر لازم ہو جائے ہم خود اس کی دیت بن جاتے ہیں ؎

۱ مارا چوں بخواہی تن بغماں اندر نہ — چوں شیفتگاں سر بجہاں اندر نہ

۲ دل خوں کن و ہم بدیدگاں اندر نہ — وانگہ زنی دردیدہ جاں بر سر نہ

۱ اگر تو ہم کو چاہتا ہے تو اپنا جسم غموں کے سپرد کر دے۔ سودائیوں کی طرح اپنا منہ دنیا کی آوارگی کی طرف کر لے۔

۲ پہلے دل کو خون بنا پھر اس کو اپنی آنکھوں میں رکھ لے اور جب دل خون ہو کر بہنے لگے تو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ لے

اے زخم خوردہ درویش! یہ نا امیدی اور شکستگی کا راستہ ہے جب تک تجھ میں درد اور نیاز پیدا نہ

ہو گا تو عشق کے قافلہ میں نہیں پہنچ سکے گا۔ جب تک تو اپنے آپ کو گم نہ کر لے گا اپنے آپ کو کبھی نہیں پا سکے گا ؎

احمدا تا گم نہ گردی ہوش دار کیں جرس را کاروانے دیگر ست

(اے احمد! جب تک تو گم نہ ہو جائے ہوشیار رہ کہ اس گھنٹی کا کوئی اور ہی کاروان ہے)

میں نے کچھ مدت تک شیخ شرف الدین کے مکتوبات دیکھے تاکہ شریعت کے اوامر و نواہی کا پتہ چلے۔ لیکن معلوم ہوا کہ جب بندہ کا معاملہ خدا سے جا پڑتا ہے تو زبان نامحرم ہو جاتی ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ جنت کے باغ کی عندلیب۔ سرور انبیاء افصح العرب والعجم لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ کے قائل ہیں۔ پھر کس کی مجال ہے کہ اس کی بزرگی کے مقام میں قدم رکھے اور توحید میں دم مارے حالانکہ دستور یہ ہے کہ "جو کسی سے محبت رکھتا ہے اس کا ذکر اکثر کرتا رہتا ہے"۔

ہاں ابتدائے عشق میں قدم گفتگو میں ہوتا ہے۔ پھر جب اس جہان سے آگے نکل جاتا ہے تو بُعد ہو جاتا ہے پھر "جو دُور ہوتا ہے وہ اللہ کا ذکر زیادہ کرتا ہے"۔ کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور اپنے درد دل سے یہی کہتا ہے ؎

۱ گر عاقلے حدیث تو کم کنمے راہ سر گفتگوئی محکم کنمے

۲ بس سوختۂ چند فراہم کنمے بر گفتۂ بگریمے و ماتم کنمے

۱ اگر میں عقلمند ہوں تو میں تیری گفتگو کم کر دوں گا۔ گفتگو کے راستہ کو محکم کر دوں گا۔

۲ میں کچھ جلے دل اکٹھے کر دوں گا اور کہی ہوئی باتوں پر روؤں گا اور ماتم کروں گا۔

اے عزیز! بیچارہ دل کا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ بیچاروں کا چارہ یہی درد و اندوہ اور درد و غم سے رونا ہے۔ جیسا کہ سیف الدین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں ؎

۱ سبحان اللہ شگرف کارے غم تو برخستہ دلاں عظیم بارے غم تو

۲ گفتی کہ غم منت چنیں مجنوں کرد آرے غم تو آرے غم تو آرے غم تو

۳ از دیدہ سنگ خوں چکانم غم تو بیگانہ و آشنا چہ داند غم تو

۴ دم در کشم و جملہ غمت نوش کنم تا از پس من یکس نہ ماند غم تو

۱ سبحان اللہ! تیرا غم کتنا اچھا کام ہے۔ خستہ دلوں پر تیرا غم ایک بہت بڑا بوجھ ہے۔

۲ تو کہتا ہے کہ میرے غم نے تجھ کو مجنوں کر دیا ہے ہاں تیرے سے ہی غم نے تیرے ہی غم نے تیرے ہی غم نے۔

۳ تیرا غم آنکھوں سے خوب خون ٹپکا سکتا ہے۔ بیگانے اور آشنا تیرے غم کو کیا جانیں۔

۴ میں اپنا سانس روک لوں گا اور تیرے تمام غم کو نوش کر دوں گا تا کہ میرے بعد کسی کو تیرا غم نہ رہے۔

اے زخم خوردہ درویش! غم کی قیمت وہی جانتا ہے جس کی ہوش کے کان کھلے ہیں اور جو اندھا اور بہرہ ہے اس کو ان باتوں کی کیا خبر؟ ؎

ہر کہ نالان ست و گریان و حزیں　　　عاشقِ حق ست با حق ہم نشیں

(جو نالاں اور گریاں اور غمگین ہے وہ خدا کا عاشق ہے اور حق کا ہم نشیں ہے)

اندوہ، درد اور ماتم سچے عاشقوں کا سرمایہ ہے۔ حقیقی دوستوں کی زینت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں تو اس کے دل کو رونا نصیب کرتے ہیں" ؎

چوں من سرمایہ جز غم نہ دارم　　　چرا ہر لحظہ صد ماتم نہ دارم

(جبکہ میں غم کے سوا کوئی سرمایہ ہی نہیں رکھتا تو میں ہر لحظہ سینکڑوں ماتم کیوں نہ کروں)

اے درویش! ان بلند کلمات کو عارف اور دل باختہ لوگ ہی جانتے ہیں جو کہ سمِ قاتل کے پیالے ہر وقت نوش کرتے رہتے ہیں۔ اور لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی (اس میں نہ مریں گے اور نہ زندہ رہیں گے) کے زخموں سے ہر وقت جوش و خروش میں ہیں اور شربت مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ہر وقت چکھتے ہیں اور ان کے دلوں میں نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ (اللہ کی آگ جلائی ہوئی ہے جو دلوں پر چڑھ جاتی ہے) ہر لحظہ روشن رہتی ہے اور ہر ساعت ایک نیا درد دل شروع کرتی ہے اور ہر نظر میں معاینہ کے تعیّن کا یقین پیدا کرتی ہے اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے معنی منکشف ہو جاتے ہیں کہ "ہم ان کو آفاق میں اپنی نشانیاں دکھلائیں گے اور ان کی اپنی جانوں میں بھی کیا وہ غور نہیں کرتے؟"۔ اور ان اشعار کے معانی ان کے دلوں میں شعلے بھڑکا دیتے ہیں ؎

۱ ما چنیں تشنۂ زلالِ وصال　　　ہمہ عالم گرفتہ مالامال

۲ غرقِ آبیم و آب مے طلبیم　　　در وصالیم و بے خبر ز وصال

۳ گنج در آستین وے گردیم | گرد عالم ز بہر یک مثقال
۴ آفتاب اندرون خانۂ ما | دربدر مے رویم ذرہ مثال
۵ چند گردیم بے خبر ز جہاں | چند باشیم اسیر وہم و خیال
۶ ساقیا! از لبت بدہ جامے | کز نہاد خودم گرفت ملال

۱ ہم وصال کے خالص مشروب کے پیاسے ہی رہے اور تمام جہان مالامال ہوگیا۔
۲ ہم پانی میں غرق ہیں اور پانی ہی کی تلاش میں ہیں اور عین وصال میں وصال سے بےخبر ہیں۔
۳ ہم اپنی آستینوں میں خزانہ لے کر تمام جہان میں ایک مثقال کے لیے پھر رہے ہیں۔
۴ سورج ہمارے گھر کے اندر ہے اور ہم ذرہ کی طرح دربدر پھرتے ہیں۔
۵ ہم جہان سے کب تک بے خبر رہیں گے اور کب تک وہم و خیال میں قید رہیں گے۔
۶ اے ساقی! اپنے لبوں سے جام عطا فرما کہ میں اپنی طبیعت سے ملال میں ہوں۔

خواجۂ کائنات و خلاصۂ موجودات نے بہ مقتضائے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (آپ فرمائیں میں صرف ایک تمہارے جیسا انسان ہوں) جب اپنے آپ کو بشریت میں مقید دیکھا تو کہا کہ "اے کاش! محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا"

اے کاش! کہ بود ما نبودے | کز بودن ماست کار باطل

(اے کاش! ہمارا ہونا نہ ہوتا کہ ہمارے ہونے سے ہمارا کام بگڑ گیا۔
عقلمندوں کے لیے اتنا نکتہ ہی کافی ہے۔

بابِ سُوم

(اہل اللہ کی ریاضت اور از روئے شفقت خلقت کو نصیحت کرنیکے بیان میں)

حضرت خواجۂ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرّہ فرماتے ہیں ؎

۱ اے تازہ جوان بشنو از پیر کہن ‌ ‌ ‌ سخنے گو یمت از یں مغزِ سخن

۲ کارے کہ درو منفعتے نیست مکن ‌ ‌ ‌ یارے کہ درو معرفتے نیست مکن

۱ اے تازہ نوجوان پرانے بوڑھے سے ایک بات سُن ۔ میں ایک بات تجھ سے کہتا ہوں جو تمام باتوں کا مغز ہے۔

۲ جس کام میں کوئی فائدہ نہ ہو وہ نہیں کرنا چاہیئے اور جس دوست میں معرفت نہ ہو اس کو دوست نہیں بنانا چاہیئے۔

اے زخم خوردہ درویش! ابراہیم ادہم قدّس اللہ تعالیٰ سرّہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا اے شیخ! میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا ہے۔ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے تاکہ میں اس کو اپنا راہنما بناؤں آپ نے فرمایا اگر تو قبول کرے تو ان خصلتوں کو اپنا معمول بنا لے اس کے بعد جو چاہے کر تجھے کوئی چیز نقصان نہ پہنچا سکے گی۔

پہلی یہ کہ "جب تو حق تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو اس کی روزی نہ کھایا کر"۔ کہنے لگا "جو کچھ بھی دنیا جہان میں ہے سب اسی کا ہے تو پھر میں کہاں سے کھاؤں"؟ آپ نے فرمایا "پھر کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ اسی کی روزی کھاتا ہے اور اسی کی نافرمانی کرتا ہے"؟

دوسری یہ کہ "جب تو خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگے تو اس کے ملک سے باہر چلا جایا کر"۔ اس نے کہا "یہ بات تو پہلی سے بھی زیادہ مشکل ہے کہ مشرق و مغرب سب اللہ کی ملک ہے تو پھر میں کہاں جاؤں؟" آپ نے فرمایا "پھر کیا یہ جائز ہے کہ تو اسی کے ملک میں رہے اسی کی روزی کھائے اور پھر اسی کی نافرمانی کرے"؟

تیسری یہ کہ "جب تو گناہ کرنے لگے تو کسی ایسی جگہ چلا جایا کر جہاں وہ تجھے دیکھ نہ سکے"۔ اس نے کہا "یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ تو ظاہر و باطن کا دیکھنے والا ہے"؟ آپ نے فرمایا کیا "پھر یہ جائز ہے کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہو اور تو اس کی نافرمانی کرے"؟۔

چوتھی یہ کہ "جب ملک الموت تیری روح قبض کرنے کے لیے آئے تو اسے کہنا کہ مجھے اتنی مہلت دیدے کہ میں توبہ کر لوں"۔ کہنے لگا "وہ میری یہ بات کب سنے گا"؟ آپ نے فرمایا "تو پھر موت کے آنے سے پہلے توبہ کیوں نہیں کر لیتا"۔

پانچویں یہ کہ "جب منکر و نکیر تیرے پاس آئیں تو ان کو قریب نہ آنے دینا"۔ کہنے لگا "میں یہ بھی نہیں کر سکتا"۔ آپ نے فرمایا "پھر ان کا جواب سوچ رکھ"۔

چھٹی یہ کہ "کل قیامت کے روز جب حکم ہوگا کہ مجرموں کو دوزخ میں لے جاؤ تو کہہ دینا میں نہیں جاؤں گا"۔ کہنے لگا "میں کیسے کہہ سکتا ہوں"؟ تو آپ نے فرمایا "پھر گناہ کے ارد گرد نہ منڈلایا کر"۔ جب اس نے یہ بات سنی تو اسی وقت توبہ کر لی اور واصلان بارگاہ خداوندی میں سے ایک وہ بھی ہو گیا۔

اے خستہ جان درویش! مثل مشہور ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ "بہترین کلام وہ ہوتا ہے جس کے الفاظ کم ہوں اور دلالت واضح ہو"۔ پس علم ایک نکتہ ہی ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ تمام ریاضتیں خدا تعالیٰ کے شوق و محبت میں بیقرار رہنے کا نام ہے اور جب تو شوق و محبت میں بیقرار ہو جائے گا تو ریاضت و بندگی کے کمال تک پہنچ جائے گا۔

بہ پائے طلب راہ بداں جا رسی   وز آں جا ببال محبت پری

(طلب کے پاؤں سے تو وہاں تک پہنچے گا اور پھر اس جگہ سے محبت کے بازوؤں سے اڑنے لگے گا)

جب تجھ میں بیقراری و بے آرامی کی صفت پیدا ہو جائیگی تو محبت کو پہنچ جائے گا اور یہی وصال پروردگار کی انتہا ہے۔ جس میں محبت ہے اس میں وصال ہے اور جس میں وصال ہے اس میں محبت ہے۔

۱ آب کم جو تشنگی آور بدست   تا بجوشد آب از بالا و پست

۲ تشنگاں گر آب جویند در جہاں   آب ہم جوید بعالم تشنگاں

۱ پانی کو کم تلاش کر کہیں سے پیاس حاصل کر تاکہ نیچے اور اوپر سے پانی جوش مارنے لگے۔

۲ پیاسے اگر جہان میں پانی ڈھونڈھتے ہیں تو پانی بھی جہان میں پیاسے لوگوں کو تلاش کرتا ہے۔

اے عزیز! بزرگ ایسا فرماتے ہیں کہ زمین اور آسمان کی مثال ایک سیب جیسی ہے اور اس میں "محبت" موتی ہے۔ ہر شخص اس موتی کے لائق نہیں ہے یہ موتی بادشاہوں سے تعلق رکھتا ہے۔ ہر فقیر کو نہیں مل سکتا۔ یہ موتی صرف ملک الٰہی کے درویشوں کے لائق ہے جو کہ حقیقی بادشاہ ہیں چنانچہ انہوں نے کہا ہے سہ

۱ بادشاہانیم مارا ملک نیست — لاجرم لاف گدائی زان ماست

۲ احمدا! سر را فدا کن در رہش — سر فدا کردن براہش شان ماست

۱ ہم بادشاہ ہیں لیکن ہمارے پاس کوئی ملک نہیں ہے اسی لیئے گدائی کی لاف ہمارے پیچھے لگا دی گئی ہے

۲ اے احمد! اس کی راہ میں اپنے سر کو فدا کر کیونکہ اس کی راہ میں سر کو فدا کرنا ہماری شان کے لائق ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کے چار موتی دنیا میں بھیجے ہیں ایک موتی تو درویشوں کے قدموں میں رکھا ہے اور دوسرا بادشاہوں کے سر پہ لٹکایا ہے۔ تیسرا موتی عالموں کی زبان پہ رکھا ہے اور چوتھا موتی تمام عالم کی قسمت میں کیا ہے۔

جاننا چاہئیے کہ اگر یہ موتی عالم کی زبان پر نہ ہوتا تو عالم کا بیان مکمل نہ ہو سکتا اور کوئی آدمی انکے مطلب کو نہ سمجھ سکتا۔ اور اگر بادشاہوں کے سر پہ نہ ہوتا تو جہان میں فتنہ و فساد پیدا ہو جاتا اور اگر درویش کے قدموں میں نہ ہوتا تو جہان میں کوئی برکت نہ رہتی اور دنیا زیر و زبر ہو جاتی اور اگر ایک موتی اہل جہان کی قسمت میں نہ ہوتا تو سب ختم ہو جاتے۔ یہ تمام دنیا ان چار موتیوں کی برکت سے قائم ہے اگرچہ یہ گنتی کے لحاظ سے چار ہیں لیکن حقیقت میں ایک ہی ہے۔

اے عزیز! باقی تین موتی تو دنیا کو عاریۃً دیئے گئے ہیں۔ دیدیتے ہیں اور پھر واپس لے لیتے ہیں۔ مگر درویش کو دیا ہوا موتی واپس نہیں لیا جاتا۔ درویش ہمیشہ اپنی جگہ پہ قائم رہتا ہے۔ اگر یہ لوگ زندہ ہوں تو آدمی ان کی جوتیوں سے شرف حاصل کرتے ہیں اور اگر رحلت فرما جائیں تو ان کے متبرک مزارات کی قدمبوسی سے وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔

اے درویش! صرف اسی موتی کا طالب بن جو ہمیشہ تیرے پاس رہے اور تجھ سے کبھی بھی واپس نہ لیا

جائے۔ یہ موتی خدا تعالیٰ کی دوستی سے ملتا ہے اور درویشوں کی قسمت میں لکھا گیا ہے۔ درویشوں کا نام بھی دُرّ (موتی) سے تشبیہ رکھتا ہے اس لیے کہ ان کے اندر حق تعالیٰ کی دوستی و محبت کے سوا اور کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے پس یہ لوگ عین محبت ہیں اور جس میں محبت ہے وہ درویش ہے بلکہ عین موتی ہے کہ جس کی قیمت کا کوئی بھی اندازہ نہیں کر سکتا۔

اے زخم خوردہ درویش! موتی بے رنگ نور کو کہتے ہیں جس سے تمام دنیا منور و روشن ہے لیکن یہ موتی عام لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہے اور خاص لوگوں پر ظاہر ہے۔ یہ ان پر ایک خاص عنایت الٰہی ہے۔ اے عزیز! جب کوئی عامی آدمی نگاہ اٹھا کر دیکھتا ہے تو وہ صرف پوست (چھلکا) دیکھتا ہے اور جب خاص آدمی نظر کرتا ہے تو وہ پوست بھی دیکھتا ہے اور دوست بھی اور خاص الخاص لوگ جب یقین کی آنکھ سے دیکھتے ہیں تو وہ بے پوست صرف دوست کو دیکھتے ہیں۔

چاہیئے کہ اس مقام پر تو غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے۔ خاص لوگوں کا کام خاص لوگ ہی جانتے ہیں عام آدمی تو محض حیوان ہیں۔ اخص الخواص تو اپنے نام و نشان سے بھی بے نشان ہیں وہ اپنی خبر بھی نہیں رکھتے اور نہ ہی کسی دوسری چیز کا ان میں کوئی اثر باقی رہ جاتا ہے اور اگر ان سے کوئی چیز ظاہر ہو جاتی ہے تو وہ حقیقت میں ان سے ظاہر نہیں ہوتی وہ سر تا پا ہو چکے ہیں بلکہ عین نور ہیں جو خود ظاہر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ[1]

(اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاقچہ ہو اس میں چراغ جل رہا ہو اور چراغ ایک صاف و شفاف شیشے میں ہو گویا کہ وہ ایک روشن ستارہ ہے وہ چراغ شجرہ مبارکہ زیتون سے جلایا جائے جو نہ شرقی علاقے کا ہو نہ غربی کا (بلکہ معتدل مقام کا ہو) قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے اگرچہ آگ ابھی اس تک نہ پہنچی ہو۔ یہ کیفیت نور علیٰ نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے)

اے درویش! اصل میں ہر موجود کی ہستی وہی نور ہے اور "میں" اور "تو" محض وہم و خیال ہے جب تو اس وہم اور خیال سے آزاد ہو جائے گا تو دوست سے مل جائے گا پھر وہم و خیال کی بجائے تو سب کچھ نور

[1] نور ۳۵۔

دیکھے گا اور نور کی تابانی سے تو خود بھی روشن ہو جائے گا۔

اے زخم خوردہ درویش! وہ نور جس کا ذکر آیت اللہ نور السموات میں آیا ہے ہر آدمی کے اندر پوشیدہ طور پہ رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کی راہنمائی کرتے ہیں اس کو وہ نور نظر آتا ہے "جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے"۔ اے عزیز! اس راہ میں صبر اور نیازمندی کے سوا اور کوئی توشہ نہیں ہے اور نہ ہی ذکر مولیٰ کے بغیر کوئی اندیشہ ہے۔ میدان محبت کے شہسواروں کی راہ میں ان دو ساتھیوں کے بغیر قافلہ سالاران محبت تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس راہ میں قدم رکھ دینا چاہیئے ؎

غنیمتے شمر اے شمع وصل پروانہ　　　کہ ایں معاملہ تا صبحدم نخواہد ماند

(اے شمع پروانے کے وصل کو غنیمت سمجھ کہ یہ معاملہ صبح ہوتے تک باقی نہیں رہے گا)

اے زخم خوردہ درویش! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ "دنیا ایک ساعت ہے اس کو طاعت میں صرف کرنا چاہیئے"۔ ایک گھڑی کی فرصت میں بے اطاعت رہنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے ؎

دریں ساعت کسے بے غم نباشد　　　اگر باشد بنی آدم نباشد

(ایسے وقت میں تو کوئی بھی بے غم نہ ہو گا اور اگر کوئی بے فکر ہے تو وہ انسان نہیں ہو گا)

اے عزیز! کچھ تھوڑا خواب غفلت سے بیدار ہو یہ کیسی غفلت ہے ہوشیار رہو۔ اس محبوب کی محبت کا مشتاق ہو۔ محرم اسرار ہو اور ذوق و شوق میں نحیف و نزار ہو۔ اے زخم خوردہ درویش! ایک لمحہ اور ایک لحظہ بھی اس کی طلب سے باز نہ آ۔ اگر باز آ جائے گا تو راستہ ہی میں رہ جائے گا۔ اگر اس راہ میں چلتا جائیگا تو دکھوں سے چھوٹ جائیگا اور منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔

اے درویش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ "پہلے ساتھی تلاش کرو پھر سفر اختیار کرو" اس راستہ کا ساتھی مرشد کامل ہے پہلے اس کو طلب کر۔ تاکہ تجھ کو یہ راستہ طے کرنے کا طریق بتلائے۔ اگر تو بغیر کسی رہبر کے اس راستہ پر چلے گا تو غلطی کھا جائے گا۔ گمراہی کے گڑھے میں جا گرے گا۔ جیسا کہ قدوۃ العارفین۔ امام المحققین حضرت مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں ؎

۱　هر کہ کارے میکند بے اوستاد　　　ریشخندہ شد بشہر و دستاں

۲　هر کہ او راہ بے قلاوزہ رود　　　هر دو روزہ راہ صد سالہ بود

۳ هر که تازد سوئے کعبه بے دلیل — همچو آں سرگشتگاں گردد ذلیل

۴ تو بمعنے کوش اے صورت پرست — زانکه معنی بر تن صورت پر است

۵ همنشین با اهل معنے باش تا — هم عطا یابی و هم باشی فنا

۶ جان بے معنی دریں تن بے خلاف — هست همچوں تیغ چوبیں در غلاف

۷ تا غلاف اندر بود با قیمت ست — چوں برون شد سوختن را آلت ست

۸ تیغ چوبیں را مبر در کارزار — بنگر اول تا نه گردد کار زار

۹ جمله دانایاں همیں گفته همیں! — هست دانا رحمة للعالمیں

۱۰ نار خنداں باغ را خنداں کند — صحبت مردانت از مرداں کند

۱۱ مهر پاکاں در میان جان نشاں — دل مده الّا به مهر خوشدلاں

۱۲ دل ترا در کوئے اهل دل کشد — تن ترا در حبس آب و گل کشد

۱۳ گرچه سنگ اسودی مرمر شوی — چوں بصاحب دل رسی گوهر شوی

۱۴ تا ز مردار شکم تو نگذری — کے تو از گلزار راحت بو بری

۱۵ مار شهوت را بکش از ابتداء — ورنه اینک گشته مارت اژدها

۱۶ تا توانی بنده شو سلطاں مباش — زخم کش چوں گوی شو چوگاں مباش

۱۷ طفل جاں از شرّ شیطاں باز کن — بعد ازاں با ملک خود پرواز کن!

۱۸ جهد کن تا مست میدانے شوی — تا حدیثت را شود دردش قوی

۱۹ گرم باش اے مرد تا گرمی رسد — با درشتی ساز تا نرمی رسد

۲۰ درد آمد بهتر از ملک جهاں — تا بخوانی مر خدا را در نهاں

۲۱ خواندن بے درد از افسردگیست — خواندن با درد از دل بردگیست

۲۲ اے خدا از فضل تو حاجت روا — با تو یاد هیچکس نه بود روا

۲۳ گر هزاراں دام باشد در رهم — چوں تو با مائی نباشد هیچ غم!

۲۴ چوں عنایت تو بود با ما مقیم — کے بود بیم ازاں دزد لئیم

۲۵ تو همی دانی که چونم بے تو من — هست صد چنداں که یاراں چمن

٢٦ اے خنک چشمی کہ آں گریانِ اوست — اے ہمایوں دل کہ آں بریانِ اوست

٢٧ در پسِ ہر گریہ آخر خندہ ایست — مردِ آخر بیں مبارک بندہ ایست

٢٨ اشک خواہی رحم کن بر اشکبار — رحم خواہی بر ضعیفاں رحم آر!

٢٩ اے دریغا اشکِ من دریا بدے — تا نثارِ دلبرِ زیبا بدے

٣٠ ہر کجا آبِ رواں سبزہ بود — ہر کجا اشکِ رواں رحمت بود

٣١ بہر گریہ آدم آمد بر زمیں — تا بود نالاں و گریاں و حزیں

٣٢ تا نہ گرید ابر کے خندد چمن — تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن

٣٣ ذوقِ خندہ دیدۂ آں خیرہ خند — ذوقِ گریہ ہیں کہ ہست آں کانِ قند

٣٤ نالم و آں نالہا خوش آیدش — از دو عالم نالۂ دل بایدش

٣٥ چوں نہ نالم تلخ از دستانِ او — چوں نیم در حلقۂ مستانِ او

٣٦ تا خوشی او خوش بود بر جانِ من — جاں فدائے یارِ دل رنجانِ من

٣٧ در بہاراں کے شود سرسبز سنگ — خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

١ جو آدمی بغیر کسی استاد کے کوئی کام کرتا ہے وہ دوستوں کے شہر میں ٹھٹھا اور مذاق بنجاتا ہے۔

٢ جو بغیر کسی رہبر کے راستہ طے کرتا ہے تو اس کے لیے دو دن کا راستہ صدیوں کا راستہ بن جاتا ہے۔

٣ جو کعبہ کی طرف بغیر کسی دلیل اور رہنمائی کے دوڑے گا تو وہ پریشان لوگوں کی طرح ذلیل و خوار ہو جائے گا۔

٤ اے صورت پرست جا معنی کی طلب کر اس لیے کہ معنی صورت کے جسم پر راست آتا ہے

٥ تو اہلِ معنی کی ہمنشینی اختیار کر۔ اس سے بخششیں بھی حاصل کرے گا اور جوانمرد بھی کہلائیگا

٦ بغیر معنی کے جان اس جسم میں ایسی ہے جیسے لکڑی کی تلوار غلاف میں بند ہو۔

٧ جب تک وہ غلاف کے اندر ہے لوگ اس کی قیمت سمجھیں گے جب وہ غلاف سے باہر آئے گی تو آگ جلانے کی ایک لکڑی ہے۔

٨ لکڑی کی تلوار لے کر میدانِ جنگ میں نہ جا۔ پہلے اچھی طرح دیکھ بھال کر لے تا کہ بعد میں

رونما نہ پڑے۔

۹ تمام عقلمندوں نے یہی کہا ہے کہ دانا صرف رحمۃ للعالمین ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۰ کھلے ہوئے انار کے پھول باغ کو کھلا دیتے ہیں۔ مردوں کی صحبت تجھ کو مرد بنا دے گی۔

۱۱ پاک لوگوں کی محبت اپنے دل میں بٹھالے اور۔ اپنا دل ناہوش لاگوں کے سوا کسی کو نہ دے۔

۱۲ دل تجھ کو اہل دل کے کوچہ میں لے جائیگا اور جسم تجھ کو آب زلال کی طرف کھینچے گا۔

۱۳ اگر تو سیاہ پتھر ہے تو بھی سنگ مرمر (سفید پتھر) بن جائے گا۔ جب تو صاحب دل کے پاس پہنچے گا تو ہیرا بن جائے گا۔

۱۴ جب تک تو شکم کے مردار سے آگے نہیں بڑھ جائے گا تب تک تو گلزار راحت کی خوشبو نہ پا سکے گا۔

۱۵ تو شہوات کے سانپ کو ابتدائی میں مار ڈال ورنہ یہ تیرا چھوٹا سا سانپ کسی دن تیرے لیے ایک اژدہا بن جائے گا۔

۱۶ جہاں تک ہو سکے غلام بن بادشاہ نہ بن۔ گیند کی طرح زخم کھانے والا بن چوگان نہ بن۔

۱۷ جان کے طفل کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھ اور پھر اپنے ملک کی طرف پرواز کر۔

۱۸ کوشش کرتا کہ تو مست بیدار بن جائے اور تیری باتیں روشن اور قوی ہو جائیں۔

۱۹ اے مرد! گرم ہو جا تا کہ تجھ کو گرمی حاصل ہو گرمی پہنچے۔ سختی کے ساتھ موافقت کر (سختی برداشت کر) تا کہ تجھ کو نرمی پہنچے۔

۲۰ درد تمام جہان کی بادشاہی سے بہتر ہے۔ اس لیے کہ تو درد کی وجہ سے خدا تعالیٰ کو پوشیدگی میں پکارے گا۔

۲۱ بغیر درد کے پکارنا محض افسردگی ہے اور درد کے ساتھ پکارنا دل کھینچ لینا ہے۔

۲۲ اے خداوند! تیرے فضل سے حاجتیں روا ہوتی ہیں تیرے ساتھ کسی اور کی یاد جائز نہیں ہے

۲۳ اگر میرے راستہ میں ہزاروں جال بھی ہوں تو جب تو ہمارے ساتھ ہے تو کوئی غم نہیں۔

۲۴ جب تیری عنایت ہمارے شامل حال ہو تو مجھے اس بدبخت چور کا کیا ڈر ہے۔

۲۵ تو جانتا ہے کہ میں تیرے بغیر کیسا ہوں۔ یاران چمن مجھ سے سینکڑوں گنا زیادہ ہیں۔

۲۶ کتنی مبارک ہے وہ آنکھ جو اس کے حضور رونے والی ہے کتنا مبارک ہے وہ دل جو اس کے شوق میں بریاں ہے۔

۲۷ ہر رونے کے بعد آخر ہنسنا ہے۔ انجام پر نظر رکھنے والا آدمی مبارک بندہ ہے۔

۲۸ اگر تو آنسو چاہتا ہے تو اشکباروں پر رحم کر اگر رحم چاہتا ہے تو ضعیفوں پر رحم کر۔

۲۹ اے کاش! کہ میرے پاس آنسوؤں کا ایک دریا ہوتا۔ تاکہ میں اس کو اپنے خوبصورت محبوب پر قربان کر دیتا۔

۳۰ جہاں پانی چلتا ہو وہاں سبزہ اگتا ہے اور جہاں آنسو جاری ہوں وہاں رحمت برستی ہے۔

۳۱ آدمی رونے کے لیے زمین پر آیا ہے تاکہ وہ نالاں و گریاں و غمگین رہے۔

۳۲ جب تک بادل نہ روئے باغ کب کھلتا ہے۔ جب تک بچہ نہ روئے دودھ کب جوش مارتا ہے

۳۳ اے بیہودہ ہنسنے والے تو نے ہنسنے کا ذوق تو دیکھا ہے رونے کا ذوق بھی دیکھ کہ وہ قند کی ایک کان ہے۔

۳۴ میں روتا ہوں کیونکہ اسے نالے ہی پسند آتے ہیں۔ دونوں جہانوں میں سے اس کو دل کا نالہ چاہیئے

۳۵ میں اس کی وجہ سے کیوں نہ زاری کروں کہ میں اس کے مست لوگوں میں سے نہیں ہوں۔

۳۶ میرے دل کو ناراض کرنا اس کو پسند ہے۔ میری جان میرے دل کو ناراض کرنے والے دوست پر قربان۔

۳۷ بہار کے موسم میں کبھی پتھر بھی سرسبز ہوئے ہیں؟ تو خاک ہو جا تاکہ تجھ سے رنگ رنگ کے پھول اُگیں۔

اے خستہ جان درویش! اگر تو دوست چاہتا ہے تو خدا کا ہو جا کہ اس سے بہتر کوئی دوست نہیں ہے اور اگر تجھے کوئی کام چاہیئے تو بہترین کام خدا تعالیٰ کی عبادت ہے ؎

ازیں خوشتر خیالے نیست ہرگز　　　کہ دائم در خیال یار باشی

(اس سے بہتر ہرگز کوئی خیال نہیں ہے کہ تو ہمیشہ دوست کے خیال میں رہے۔)

بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی سفر پر جا رہا تھا۔ حاتم اصم سے وصیت چاہی آپ نے فرمایا اگر تو دوست چاہتا ہے تو خدا کافی ہے اگر راہنما چاہتا ہے تو واعظ کافی ہے۔ اگر مونس چاہتا

تو قرآن کافی ہے اگر ہمراہی چاہتا ہے تو کراماً کاتبین کافی ہیں۔ اگر کام چاہتا ہے تو عبادت کافی ہے اور اگر تجھے یہ چیزیں کافی نہیں ہیں تو پھر تجھے دوزخ کافی ہے۔

اے عزیز! فرصت بہت غنیمت ہے ؎

دم را بنیاز دار غنیمت شمار عمر　　آنہا کہ رفتہ اند خرابی ہمیں دم اند

(ایک ایک سانس کو نیاز مند رکھ اور عمر کو غنیمت سمجھ۔ جو سانس چلے گئے ہیں وہ بھی اسی دم کی خرابی ہے)

پس اس غنیمت کو خدا کی یاد کے سوا خرچ نہ کر ؎

سر رشتۂ دولت اے برادر بکف آر　　وین عمر گرامی بخسارت مگذار

(اے بھائی دولت کا سرچشمہ حاصل کر اور اس گرامی عمر کو خسارہ میں نہ گذار)

دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال　　میدار نہفتہ چشم دل جانب یار

(ہمیشہ ہر جگہ ہر آدمی کے ساتھ ہر حال میں پوشیدہ طور پر دل کی نگاہ دوست کی طرف رکھ)

اے زخم خوردہ درویش! اہل حق کی باتیں ہوش کے کانوں سے سُن اور مخلوق سے خالق کی طرف بھاگ اور دل کو ذکر و فکر میں مشغول رکھ اور ملکوت و ملک میں غور کر اور صبح و شام اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار سے عذر کر اور اپنے نہ کرنے والے کاموں سے پشیمان ہو تا کہ حق تعالیٰ تجھ پر رحمت کریں اور عذاب دوزخ سے نجات بخشیں۔

بابِ چہارم

(تحمّل اور رضائے خالق کے بیان میں)

اے زخم خوردہ درویش! تحمل (حوصلہ۔ برداشت کرنا) اس وقت مسلّم ہوتا ہے جبکہ تیری "توئی" (یعنی میں) تیرے اندر سے نکل جائے گی۔ تیری سب سے بڑی رکاوٹ یہی تیری "توئی" ہے۔ جب تک تیرے اندر "توئی" موجود ہے تو کسی چیز کو بھی برداشت نہیں کر سکے گا مصرعہ۔

تو خود حجاب خودی حافظ زمیاں برخیز

(اے حافظ! تو خود اپنا حجاب ہے تو درمیان سے اٹھ جا)

اے عزیز! کیا تجھے معلوم ہے کہ اپنے آپ کو درمیان سے اٹھانا کیا ہوتا ہے؟ یعنی اپنے آپ کو گیند کی طرح ارادہ خداوندی کی تسلیم کے چوگان کے سامنے ڈال دینا اور چون وچرا نہ کرنا۔ دم نہ مارنا جو کچھ بھی قضاؤ قدر سے پہنچے اس سے رونا نہیں چاہئے بلکہ خوشحال ہونا چاہئے عارف لوگ غم و رنج سے آزاد ہو چکے ہیں اگر تو بھی ان میں سے ہونا چاہتا ہے تو تسلیم میں مضبوط ہو جا اور تقدیر کے نیک و بد میں فرق نہ کر سب کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھ اور اس کو محض عنایت خداوندی جان ؎

گر رنج پیشت آید و راحت اے حکیم　　نسبت مکن بغیر کہ اینہا خدا کند

(اگر تیرے سامنے رنج آجائے یا راحت تو اے عقلمند ان کی نسبت غیر کی طرف نہ کر کہ یہ سب کچھ خدا ہی کرتا ہے)

اے زخم خوردہ درویش! کمال محبت کی علامت یہ ہے کہ آدمی میں بشریت اور حظ نفس میں سے کوئی چیز بھی باقی نہ رہے۔ عارف کے وجود کی مثال دریا کی طرح ہے کہ کسی بھی گندگی سے مکدر نہیں ہوتا۔ اگر لاکھوں گندگیاں بھی اس میں پھینک دی جائیں تو وہ بدبودار نہیں ہوتا ؎

دریائے فراواں نشود تیرہ بسنگ　　عارف کہ برنجد تنگ آبست ہنوز

دگہرا دریا پتھر پھینکنے سے گدلا نہیں ہوتا جو عارف ناراض ہو جائے وہ ابھی تھوڑے پانی میں ہے (یعنی نا مکمل ہے)
اگر لاکھوں مرتبہ بھی اس پر ظلم کیا جائے تو وہ اس کو عین وفا سمجھتا ہے۔ جو اس سے بدی کرتا ہے وہ اس سے نیکی کرتا ہے ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا　　　اگر مردی اَحْسِنْ اِلیٰ مَنْ اَسَا

(بدی کا بدلہ بدی سے دے لینا بڑا آسان کام ہے۔ اگر تو مرد ہے تو اس سے نیکی کر جس نے تجھ سے برا سلوک کیا ہے)
اے عزیز! تجھے چاہئے کہ تو بھی ان بزرگوں کی پیروی کرے ؎

کم مباش از درخت سایہ فگن　　　ہر کہ سنگش زند ثمر بخشد

(سایہ دار درخت سے تو انسان کو کم نہ ہونا چاہئے کہ جو اس کو پتھر مارتا ہے وہ اس کو پھل دیتا ہے)
جو تیرا سر کاٹے تو اس کو گوہر عطا کر۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں "وہ لوگ جو اپنے مال خوشی اور دکھ دونوں حالتوں میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہیں اور اللہ نیک لوگوں کو پسند کرتا ہے"۔ اگر تجھ کو حقیقی دوست درکار ہے تو بارکش بن لیکن محبت کے بغیر بوجھ اٹھانا ناممکن ہے ؎

تا مست نہ گردی نکشی بار غم عشق　　　آرے شتر مست کشد بار گراں را

(جب تک تو مست نہ ہو جائے گا عشق کے غم کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا۔ ہاں مست اونٹ بھاری بوجھ اٹھا لیتا ہے)
اے عزیز! جب تک تو عشق کا ذوق نہیں رکھتا ہو گا اس کو نہیں سمجھ سکے گا اور اس کو نباہ نہ سکے گا اور اگر تیری طبیعت میں حق تعالیٰ کی محبت و میلان کا ایک ذرہ بھی آ پڑے گا تو تیرا کام آسان ہو جائے گا ؎

کار آساں نیست در درگاہ او　　　خاک باید گشت اندر راہ او

(عشق آسان کام نہیں ہے اس کی بارگاہ میں خاک ہو جانا چاہئے)
منقول ہے کہ ایک آدمی حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور

درخواست کی کہ میں آپ کا مرید ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ مرید ہونا تیرے جیسے لوگوں کا کام نہیں ہے تو مرید نہیں ہو سکے گا۔ اس نے پھر عرض کیا کہ میں آپ کا حلقہ بگوش اور فرمانبردار ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں جو کچھ کہوں گا اسے قبول کرے گا؟ اس نے کہا ہاں ضرور قبول کروں گا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ "شہر کے فلاں دروازہ میں جا اور انتظار کر جب دوپہر گذر جائے گی تو اس کے بعد جنگل کی طرف سے ایک آدمی آتا ہوا تجھے دکھائی دیگا اس کے سر پر لکڑیوں کا گٹھا ہوگا اور بڑی محنت و مشقت سے آرہا ہوگا اور بھوک و پیاس سے ایسا نڈھال ہوگا کہ ہلاکت کے قریب ہوگا۔ جب تو اس کو دیکھے تو اس کے پاس جا اور اس کے دانتوں پر ایک ایسا مُکا رسید کر کہ اس کے دانت ٹوٹ جائیں جب تو یہ کام کر گذرے تو پھر میرے پاس آنا میں تجھے اپنا مرید بنا لوں گا۔"

اس آدمی نے حضرت خواجہ کے ارشاد کو قبول کیا اور کہا میں فرمانبردار ہوں آپ سے رخصت ہو کر اس دروازہ کی طرف آیا جس کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا تھا اور کھڑا ہو گیا۔ جب دوپہر گذر گئی تو جنگل کی طرف سے اسی طرح کا ایک آدمی آتا ہوا دکھائی دیا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا جب اس نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کا تمام جسم پسینہ میں شرابور ہے اور بھوک اور پیاس سے مرا جارہا ہے ہزار مشقت سے قدم اٹھاتا ہے۔ جب وہ اس کے قریب آیا تو اس نے ایک ایسا مُکا اس کے منہ پر مارا کہ اس کے چند دانت ٹوٹ گئے اور بیہوش ہو کر گر پڑا اس نے اپنے دل میں سوچا اور خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ کوتوال مجھ کو پکڑ کر جیل خانہ کے سپرد کر دے میں نے اس کو ہلاک کر دیا ہے۔ اب اس جگہ سے بھاگ جانا چاہئے۔ یہ سمجھ کر وہاں سے چلا گیا۔

جب وہ لکڑہارا ہوش میں آیا تو اس نے اس آدمی کا پیچھا کیا۔ اس کو جا لیا۔ اس کے پاؤں پر گر پڑا اور اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور بہت عاجزی و زاری کی۔ معذرت کی اور کہا کہ خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔ تیرے ہاتھوں کو میری وجہ سے تکلیف پہنچی ہے۔ فقیر کو یہ گناہ معاف کر دو۔ اس جوانمرد نے یہ تمام عاجزی و زاری دیکھی تو حیران رہ گیا اور بڑا شرمندہ ہوا اور اپنے آپ سے کہنے لگا۔ سبحان اللہ! میں نے اس آدمی سے کیا سلوک کیا اور یہ مجھ سے کیا سلوک کر رہا ہے جب اس آدمی سے علیحدہ ہوا تو حضرت خواجہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ یا حضرت! جو کچھ آپ نے فرمایا تھا میں

نے اس کی تعمیل کر دی ہے اب آپ مجھ کو اپنا مرید بنائیں۔ حضرت خواجہ نے حکم دیا اور فرمایا کہ وہ لڑکا جو تم نے دیکھا تھا میرے مریدوں میں سے تھا اگر تو اس طرح کا حوصلہ رکھتا ہو تو مرید ہو جا ورنہ اپنا راستہ لے۔ اس آدمی نے جواب دیا اے خواجہ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! جب تک تجھ میں اس طرح کا تحمل نہیں ہوگا تب تک حق تعالیٰ کی محبت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ اس مضمون اور اس حال کے مطابق ایک اور حکایت سُن کہ بزرگانِ دین میں سے ایک عارف باللہ تھا۔ اس کے مرید کافی تھے۔ ان کے مریدوں میں سے ایک مرید ایسی قابلیت رکھتا تھا کہ سب اس سے خوش تھے اور اس مرید کے اوضاع و اطوار پیر کے سامنے بیان کیے گئے۔ پیر نے کہا ہم جب تک دیکھ نہ لیں یقین نہیں کر سکتے۔ آپ نے اس مرید کو بلایا جب وہ قریب آیا تو اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور باتیں کرنے لگے اور ایک دوسرے مرید کو حکم دے رکھا تھا کہ جب میں اس مرید کے ساتھ باتیں کرنے لگوں تو تو ایک پتھر اٹھا کر اس کو مارتے جانا۔ اس مرید نے جب باتیں کرنا شروع کیں تو اس نے اس کی پیٹھ پر بڑے زور سے ایک پتھر دے مارا اس نے مارتے وقت اس کی جانب نگاہ اٹھائی لیکن منہ سے کچھ نہ بولا۔ جب پیر نے اپنے مرید کا یہ حال دیکھا تو فرمایا ابھی کچا ہے۔ حق تعالیٰ تک نہیں پہنچا اگر یہ کامل ہو چکا ہوتا تو اس کی طرف متوجہ نہ ہوتا۔

اے عزیز! عارف باللہ کا وجود درمیان سے اٹھ چکا ہوتا ہے اور رنج وجود سے ہوتا ہے جب وجود ہی نہ ہو تو اس کو رنج کی کیا خبر ہوگی اور جس کو رنج کی خبر نہ ہو وہ عارف باللہ ہے۔ عارف لوگ توحید کے سمندر میں اس طرح غرق ہوتے ہیں کہ نہ اپنی خبر رکھتے ہیں نہ کسی دوسرے کی وہ دنیا کے شور و غوغا سے فارغ ہیں گرچہ پابستۂ زنجیر در زنجیر ہیں۔ جمالِ لایزال کے مشاہدہ میں بیخود ہیں اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی آگاہی سے یہ گفتگو کرتے ہیں ؎

۱	دہر معکم جلوۂ در سلسلہ	صد ہزاراں شکر جائے گلہ
۲	مقصد خلوت ملم ازیں بس ست	سلسلہ بہتر بود از صد چلہ
۳	ہر کرا زیں جلوہ باشد منکشف	بر سر او گوئیا ہر غلغلہ
۴	مرد حق غرق ست در توحید او	جان او رستہ است از ہر ولولہ
۵	او بجسن او شد از خود بے خبر	در زمین گرچہ رسد صد زلزلہ

۶ احمدا! گر عاشقی باید ترا ذاہبٌ اِلیّٰ لبسوئش مرحلہ

۱ "اور وہ تمہارے ساتھ ہے" اس سلسلہ میں جلوہ بخشتا ہے۔ لاکھ لاکھ شکر ہے گلہ کا کیا مقام ہے؟

۲ خلوت کا مقصد میرے دل کو یہی کافی ہے کہ سلسلہ (کسی کامل کی ارادت میں شامل ہوتا) سینکڑے جلوں سے بہتر ہوتا ہے۔

۳ جس کو اس سے جلوہ منکشف ہو جائے اس کے سرپہ پر قلغلہ بلند کرو۔

۴ خدا کا بندہ اس کی توحید میں غرق ہے اس کی جان ہر ولولہ سے آزاد ہو چکی ہے۔

۵ وہ اس کے حسن میں اپنے آپ سے بیخبر ہو چکا ہے اگرچہ زمین میں سینکڑوں زلزلے آجائیں

۶ اے احمد! اگر تو عاشق ہے تو چاہئے کہ اس کی طرف جانے کے مرحلے طے کرے۔

اے خستہ جان درویش! اگر تیرے سر میں بھی یہ سودا سمایا ہے تو اپنی استعداد کے موافق کوشش کر اور بزرگوں کے دامن سے اپنا ہاتھ کوتاہ نہ کرے

مور مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد دست در پائے کبوتر زد ناگاہ رسید

(ایک مسکین چیونٹی ہوس رکھتی تھی کہ کعبہ پہنچے۔ اس نے کبوتر کے پاؤں میں اپنا ہاتھ دیدیا تو بیخبری میں اچانک وہاں پہنچ گئی۔

اے زخم خوردہ درویش! حق سبحانہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو تمام انبیاء و اولیاءؑ کی روحیں ان سے ظاہر ہوئیں۔ خداوند تعالیٰ کا فرمان پہنچا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ؟ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) سب نے کہا بَلیٰ (کیوں نہیں) یعنی تو ہمارا بھی پروردگار ہے اور تمام جہان اور اہل جہان کا بھی جن لوگوں نے اقرار نہ کیا وہ کافر ہو گئے اور جن لوگوں نے اقرار کر لیا اور بعد میں پشیمان ہوئے تو یہ لوگ دنیا میں مسلمان ہوئے اور آخری وقت میں کافر ہو گئے اور بعض نے پہلے تو اقرار نہ کیا لیکن بعد میں ایمان لے آئے تو یہ لوگ زندگی میں کافر ہیں اور آخر کار مسلمان ہو کر مریں گے اور جن لوگوں نے اول و آخر اقرار کیا وہ نبی اور ولی ہوئے اس کے بعد سب کو خطاب مستطاب ہوا کہ تمہارا مقصود کیا ہے؟ سب نے کہا ہمارا مقصود صرف تو ہے۔ جب سب نے یہی دعویٰ کیا تو دنیا کو حکم دیا گیا کہ اپنے آپ کو آراستہ کرے چنانچہ اس میں ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں کہ تمام لوگوں کے دس حصے ہو گئے۔ نو حصے تو دنیا کے عاشق بن گئے اور خدا تعالیٰ سے رک گئے۔ ان کا خدا دنیا بن گئی اور دسواں حصہ اپنی جگہ پر قائم رہا پھر ان

کو حکم ہوا کہ تمہارا مقصود کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ ہمارا مقصود صرف تو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہشت کو حکم دیا کہ اپنے آپ کو آراستہ کر۔ جب خدا تعالیٰ کے حکم سے بہشت آراستہ ہو گئی تو اس دسویں حصہ میں سے پھر نو حصے جنت پر فریفتہ ہو گئے اور خدا تعالے سے رک گئے اور جن لوگوں نے دنیا اور بہشت کو قبول نہ کیا ان کو پھر ندا دی گئی کہ تمہارا کیا مقصود ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم تجھ سے تیرا سوال کرتے ہیں اور تجھی کو چاہتے ہیں تو حکم ہوا تم مصیبتیں برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ انبیاء و اولیاء نے ان مصائب کو شہد اور دودھ کی طرح نوش کیا اور اپنے مقصود کو پا لیا۔ جو لوگ ان مصائب کو برداشت نہ کر سکے وہ جب مرے تو شہید ہوئے واہ واہ کیا اچھی قسمت ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! مصیبت کو عین عطا سمجھ اور رنج کو حقیقت کا خزانہ جان جیسا کہ ارشاد ہے

۱	ما بلا بر سرے قضا نکنیم	تا کہ اورا ز اولیاء نہ کنیم
۲	ایں بلا گوہر از خزانہ ماست	ما بہر کس گہر عطاء نہ کنیم

۱ ہم جس کے سر پر بلاء کو مسلط کرتے ہیں اس کو اپنا دوست بنانے کے لیے ہی مصیبت میں گرفتار کرتے ہیں۔

۲ یہ مصیبت ہمارے خزانہ کا ایک ہیرا ہے ہم ایسے ہیرے ہر ایک کو عطا نہیں کرتے۔

اے عزیز! خدا کے دوست رنج و بلا سے اتنا خوش ہوتے ہیں کہ ایک فقیر خزانہ پا کر بھی اتنا خوش نہیں ہوتا۔

حضرت سلطان ابراہیم ادہم فرماتے ہیں کہ مجھ کو دنیا میں چند مرتبہ خوشی حاصل ہوئی ہے۔ ایک دفعہ میں کشتی میں بیٹھا ہوا تھا اور وہاں کوئی بھی میرا پہچاننے والا نہیں تھا۔ میں نے گودڑی پہن رکھی تھی اور بال بہت بڑھ چکے تھے۔ میں ایسی حالت میں تھا اور اہل کشتی اور تمام مسافر اس کام میں لگے ہوئے تھے کہ مجھ پر ہنستے تھے اور مذاق اڑاتے تھے۔ میں کشتی میں مخول بازی کا سامان بنا ہوا تھا۔ کبھی کوئی آکر میرے سر کے بال کھینچتا اور اکھاڑ کر پھینک دیتا۔ اور میں اپنے دل میں نفس کی اس ذلت و خواری پر خوش ہو رہا تھا۔ ناگہاں دریا میں پانی بہت زیادہ بڑھنے لگا۔ طوفان کی صورت پیدا ہو گئی۔ کشتی کے ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ ملاح نے کہا کشتی کو کچھ ہلکا کر دینا چاہیے یا کوئی درم دریا میں ڈال دو تا کہ وہ پانی میں ڈوب جائے (جاہل اور مشرک لوگوں کا خیال ہے کہ دریا اور سمندر میں جب طوفان آتا ہے تو پانی کا دیوتا مشرکوں کے

عقیدہ کے مطابق) یا حضرت خواجہ خضر (جاہل مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق) نذر مانگتا ہے جب اسکو نذر دیدی جائے تو طوفان تھم جاتا ہے) ایک آدمی نے آکر میرا کان پکڑ لیا تاکہ مجھ کو اٹھا کر پانی میں پھینک دے اور طوفان تھم جائے۔ اور کشتی ہچکولے کھانے سے بچ جائے۔ جب اس آدمی نے پانی میں پھینکنے کے لیے میرا کان پکڑا تھا تو میں نے اپنے نفس کو اپنی مراد کے مطابق ذلیل ہوتے دیکھا اور اپنے دل میں بہت خوش ہوا۔

ایک اور مرتبہ کا ذکر ہے کہ میں ایک مسجد میں سونے کے لیے گیا۔ لوگوں نے مجھ کو اجازت نہ دی۔ میں کمزوری اور نقاہت سے ایسی حالت میں تھا کہ اٹھ بھی نہ سکتا تھا۔ لوگوں نے مجھ کو ٹانگوں سے پکڑ کر گھسیٹنا شروع کیا۔ مسجد کی تین سیڑھیاں تھیں جس سیڑھی پر بھی میرا سر گرتا شکستہ اور زخمی ہو جاتا۔ خون جاری ہو گیا اس جگہ میں نے اپنے نفس کو اپنی مراد کے مطابق ذلیل ہوتا دیکھا تو بہت خوش ہوا جب لوگوں نے مجھ کو ان تینوں سیڑھیوں پر پھینکا اور میرا سر زخمی ہوا تو ہر سیڑھی کے بدلے مجھ پر ایک اقلیم کے اسرار منکشف ہوئے اور میں اپنے دل میں خیال کرتا تھا کہ کاش مسجد کی سیڑھیاں زیادہ ہوتیں تاکہ یہ دولت مجھ کو زیادہ سے زیادہ نصیب ہوتی۔

ایک اور مرتبہ کا ذکر ہے کہ میں ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک مسخرے نے آکر مجھ پر پیشاب کر دیا اس وقت بھی میں نے اپنے نفس کو اپنی خواہش کے مطابق ذلیل ہوتے دیکھا اور بہت خوش ہوا۔

ایک اور مرتبہ کا ذکر ہے کہ میری ایک گودڑی تھی جس میں جوئیں بہت تھیں۔ وہ مجھے کاٹ کاٹ کر کھاتیں ناگہاں مجھے اپنا وہ لباس یاد آ گیا جو میں اپنے شاہی خزانہ میں رکھتا تھا تو بے اختیار نفس سے ایک ہوک اٹھی۔ اس وقت بھی میں نے اپنے نفس کو اپنی مراد کے مطابق ذلیل ہوتے دیکھا اور اپنے دل میں بہت خوش ہوا۔

اے زخم خوردہ درویش! عاشقوں کی خوشی محنت واندوہ میں ہے اور یہ بوجھ اٹھانا بوالہوس کا کام نہیں۔ درگاہ الٰہی کے مست لوگوں کا کام ہے جو وقت بے وقت غم میں پریشان رہتے ہیں۔ جان دیتے ہیں اور بلائے نفس و درد سے موافقت کرتے ہیں نہ رات کو نیند نہ دن کو آرام نہ اپنے سر و پا کی خبر ہر وقت گریاں و نالاں، دل کباب، چہرے کا رنگ زرد، آہیں سرد۔ خدا کے دوستوں کا یہی حال ہوتا ہے ان کے حال کے مطابق محمد قلندر فرماتے ہیں ؎

۱	دلا! مر عاشقاں را جاں نباشد	بجائے جاں بجز جاناں نباشد
۲	بہ بیں مر عاشقاں را بے سروپا	کہ عاشق را سروساماں نباشد
۳	ہر آں عاشق چوں پروانہ نہ سوزد	بشمع عشق او تاباں نباشد
۴	ہر آں کو مے نخوردہ تیر مژگاں	بہ کیش عشق او قرباں نباشد
۵	منال از درد عشقش اے محمدؐ!	کہ درد عشق را درماں نباشد

۱ اے دل! عاشقوں کی جان نہیں ہوتی۔ جان کی بجائے ان کے پاس محبوب کے سوا کچھ نہیں ہوتا

۲ عاشقوں کو بے سروپا دیکھ کہ عاشق کا کوئی سروسامان نہیں ہوتا۔

۳ وہ عاشق جو پروانے کی طرح جل نہیں سکتا وہ عشق کی شمع پر روشن نہیں ہوسکتا۔

۴ جس نے مژگان محبوب کے تیر کی شراب نہیں چکھی۔ عاشقوں کے مذہب میں اس کی قربانی نہیں ہوتی۔

۵ اے محمدؐ! اس کے عشق کے درد سے مت رو کیونکہ عشق کے درد کا کوئی علاج نہیں ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! جو آدمی اپنے آپ کو چوگان ارادت کا گیند نہیں بناتا وہ مقصود حقیقی تک کبھی نہیں پہنچ سکتا اور پروردگار کی محبت کے سوا باقی دنیا محض ایک کھیل اور تماشا ہے ؎

اگر تو ہمدمے خواہی مزن دم | دگر دم مے زنی ہمدم نباشی

(اگر تو ہمدم چاہتا ہے تو دم نہ مار۔ اگر تو دم مارے گا تو ساتھی نہیں بن سکے گا)

منقول ہے کہ مست بارگاہ علا بارکش بلائے کبریا حضرت غوث الثقلین قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز ابتدائے احوال میں نامرادی کی سیر میں تھے۔ کوئی آدمی بھی ان کے حالات سے باخبر نہیں تھا۔ ایک دن مسجد کی چھت پر جوش محبت میں سجدہ میں مدہوش پڑے تھے۔ جب رات ختم ہوئی اور مؤذن نے مسجد میں آ کر دروازہ کھولا تو ایک شخص نے نیچے مسجد کے صحن کو گندگی سے آلودہ کر رکھا تھا وہ وقت فرصت کی تلاش میں تھا۔ جب اس کو وقت ملا تو بھاگ گیا۔ موذن کی ناک میں گندگی کی بدبو پہنچی تو جستجو کرنے لگا کہ شاید کوئی مسجد میں سویا ہو اور اس نے مسجد کے صحن کو آلودہ کر دیا ہو لیکن اسے کوئی آدمی نہ ملا۔ جب اذان کہنے کے لیے مسجد کی چھت پر آیا تو دیکھا کہ حضرت غوث الثقلین مکاشفہ کے سمندر میں غرق تھے۔ مؤذن بے خبر کو خبر نہیں تھی جب ان کو دیکھا تو انہی کے متعلق اس کے دل میں بدگمانی پیدا ہوگئی۔

مؤذن نے آپ کو ٹانگ سے پکڑ لیا اور غصے کی حالت میں ان کو گھسیٹنے لگا۔ جب اس نے اس کو بھی

کافی نہ سمجھا تو مارنے لگا۔ جب اس نے آپ کو پہلی ضرب لگائی تو آپ زخمی ہو گئے لیکن دم نہ مارا بلکہ خوش ہوئے۔ خدائے لم یزل ولا یزال کا لطف جوش میں آگیا اور خطاب ہوا۔ "بادشاہوں کے سردار عبدالقادر جیلانی"۔ جب مؤذن نے دوسری ضرب لگائی تو پھر بھی منہ سے کچھ نہ بولے پھر ہاتفِ غیبی نے آواز دی کہ "مخدوم محی الدین عبدالقادر جیلانی"۔ تیسری ضرب پر پھر ہاتف نے آواز دی کہ "مولانا محی الدین عبدالقادر جیلانی"۔ چوتھی ضرب پر بھی آہ نہ کی پھر خطاب مستطاب نے ندا ظاہر کی کہ "سلطان محی الدین عبدالقادر جیلانی"۔ پانچویں مرتبہ اس طرح آپ پر نوازش ہوئی کہ "شاہ شاہاں محی الدین عبدالقادر جیلانی"۔ چھٹی ضرب پر آواز آئی "سید محی الدین عبدالقادر جیلانی" اور ساتویں مرتبہ ندا ہوئی "قطب ربانی محی الدین عبدالقادر جیلانی"۔ آٹھویں مرتبہ ہاتف نے کہا "مسکین عبدالقادر جیلانی"۔ نویں ضرب پر آواز آئی "درویش محی الدین عبدالقادر جیلانی"۔ اور دسویں مرتبہ "فقیر عبدالقادر جیلانی" اور گیارہویں مرتبہ "غوث دوراں محی الدین عبدالقادر جیلانی" کی ندا ہوئی۔

مقصود یہ ہے کہ صدق تحمل اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی راہ میں صبر کی برکت نے اتنا انعام و اکرام کیا کہ حد سے گذر گیا۔

مؤذن جب مسجد کی چھت سے گھسیٹتا ہوا نیچے لایا۔ تو وہی گندگی اٹھا کر ان کے دامن میں ڈال دی اور مسجد سے باہر نکال دیا۔ حضرت غوث الثقلین نے اپنے آپ میں نگاہ کی تو کوئی حجاب باقی نہ رہ چکا تھا۔ باری تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور دریا کی جانب چلے گئے وہاں جا کر کپڑے صاف کیے اور پھر اسی مسجد میں آگئے اور مؤذن سے بعد عذر خواہی کی اور دعائیں دیں اور اس کا احسان سمجھا اور کہا اگر تو سبب نہ بنتا تو میں کب اس دولت تک پہنچ سکتا تھا؟۔

اے زخم خوردہ درویش! اب یہ معلوم کر لینا چاہئے کہ ہر محنت میں راحت ہے اور ہر رنج میں خزانہ رکھا گیا ہے۔ اے عزیز باتمیز! اگر اس جگہ کوئی ہے تو اس کے لیے ایک حرف ہی کافی ہے ؎

۱ بدی را بدی سہل باشد جزا — اگر مردی اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَا

۲ ؎ ہر کہ زہرت دہد بدہ قند — وآنکہ از تو رود بدو پیوند!

۱ برائی کا بدلہ برائی سے دینا نہایت آسان ہے اگر تو مرد ہے تو جس نے تجھ سے برا سلوک کیا ہے اس سے اچھا سلوک کر۔

۲ جو تجھ کو زہر دے تو اس کو قند دے اور جو تجھ سے قطع تعلق کرے تو اس سے پیوند جوڑ۔

منقول ہے کہ ایک دن وہ راہنمائے خلفاء حضرت امام اعظمؒ راستہ پر جا رہے تھے ایک آدمی نے بغیر کسی سبب کے گوبر کا بھرا ہوا ایک طشت ان کے سر پر انڈیل دیا۔ آپ برداشت کر گئے اور کہا "اے فلاں آدمی! وہ کام جو تو نے کیا ہے ہم میں بھی اتنی طاقت ہے کہ ہم اس کا انتقام لے سکیں اور تجھ کو ہلاک کر دیں لیکن ہم نہیں کریں گے اور ہم یہ بھی کر سکتے ہیں کہ تجھے حاکم کے سپرد کر دیں تاکہ تجھ کو واجبی سزا مل جائے لیکن یہ بھی نہیں کریں گے۔ تو نے یہ کام کر کے اپنے آپ کو دوزخ کا مستحق بنایا اور میں تیری تکلیف کے تحمل کے سبب جنت کا حقدار ہوا۔ جب قیامت کا دن ہو گا تو حق سبحانہ و تعالیٰ تجھ کو اس گناہ کے عوض دوزخ میں لے جانے کا حکم دیں گے اور ہم کو بہشت کا حکم ہو گا۔ لیکن ہم کو اس خدا کی قسم جس نے تجھ کو اور ہم کو پیدا کیا ہے ہم جنت کی طرف اس وقت تک قدم نہ اٹھائیں گے جب تک کہ تم کو اپنے ساتھ نہ لے لیں گے اس لیے کہ تیرے سبب سے حق تعالیٰ نے مجھ کو جنت نصیب کی لہس یہ تو مناسب نہ ہو گا کہ میں تم کو دوزخ میں چھوڑ دوں اے عزیز! یہ ہے مردوں کی ہمت ؎

۱	ہر کہ او باہمت آمد مرد شد	ہم چو خورشید از بلندی فرد شد
۲ ؎	ہر کہ با ما خار دار د ایزد او را یار باد	ہر کہ او رنج افگند از تخم بر خوردار باد
۳	آنکہ خارے افگند در راہ من از دشمنی	ہر گلے کہ خار عمرش بشگفد بے خار باد

۱ جو بھی باہمت ہے وہ مرد ہے۔ اور سورج کی طرح بلندی پر اکیلا چمکتا ہے۔

۲ جو ہمارے لیے کانٹے لائے خدا اس کا مددگار ہو اور جو بھی رنج دے خدا کرے وہ بانصیب ہو۔

۳ جو دشمنی کے سبب سے میرے راستے میں کانٹے لا کر بچھائے خدا کرے اس کی عمر کا ہر پھول جو پھوٹے وہ بے کانٹا ہو۔

اے زخم خوردہ درویش! وہ محنت جس سے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے اسے محنت نہیں سمجھنا چاہئے وہ عین راحت ہے۔ منقول ہے کہ اولیاء اللہ میں سے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اگر خداوند تعالیٰ مجھ کو دوزخ اور بہشت کا اختیار دیدیں تو میں دوزخ کو اختیار کروں اس لیے کہ بہشت میری مراد ہے اور دوزخ دوست کی مراد ہے تو سب سے پہلے دوست کی رضا کا خیال رکھنا چاہئے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ہم رضا کے مقام تک تو نہیں پہنچے لیکن اپنے حال کی استعداد کے مطابق کہتے ہیں کہ اگر حق سبحانہ

دتعالی کسی آدمی کو آٹھویں بہشت میں پہنچا دیں کہ جس کو جنت الفردوس کہتے ہیں اور ہم کو ساتویں دوزخ میں ڈال دیں کہ جس کو سجّین کہتے ہیں تو میں اس آدمی سے زیادہ خوش رہوں جس کو آٹھویں بہشت میں داخل کیا جائے۔

اے خستہ جان عاشق! اس سے زیادہ اچھا اور خوب کوئی کام نہیں ہے کہ تو دوست کی رضا میں اپنی جان کی بازی لگا دے اور اس کی رضا کو حاصل کرے ؎

۱ فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب — کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے!

۲ ؎ ازیں خوشتر خیالے نیست جانی — کہ دائم در خیال یار مانی

۱ فراق اور وصل کیا چیز ہیں دوست کی رضا طلب کر۔ کہ اس سے اس کے غیر کی تمنا کرنا نہایت ہی افسوس کا مقام ہے۔

۲ اے دوست اس سے بہتر ہرگز کوئی خیال نہیں ہے کہ تو ہمیشہ دوست کے خیال میں رہے۔

اے عزیز! فرصت کو غنیمت سمجھ۔ زندگی کے اعتبار سے اپنے آپ کو بیکار چھوڑ دینا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ نقد وقت کی حفاظت کر اور اپنی زندگی کے ہر سانس کو آخری سانس شمار کر۔ اپنی امیدیں مختصر کر دے۔ گناہوں کے دفتر کو آنکھوں کے پانی سے دھو ڈال اور کلمہ ردّ کفر میں مشغول رہ۔ وفاداری اور محنت کی عادت ڈال شاید تجھے عشق کی خوشبو نصیب ہو جائے اور حیات جاودانی حاصل کر سکے کبھی بھی اس غم سے بے غم نہ رہنا چاہئے بے غم نہ رہنا بے غم نہ رہنا ؎

۱ غم رونق بوستان و داغ دل ماست — ہم آتش و ہم پنبہ داغ دل ماست

۲ ہر خانہ چراغ آفتابے دارد — مائیم و ہمیں غم چراغ دل ماست

۳ شبہائے دراز را کفایت کہ کند — دل ہائے خراب را عمارت کہ کند

۴ ما بر سر خاک دیگراں زیارت کردیم — تا بر سر خاک ما زیارت کہ کند

۱ غم باغ اور ہمارے سیاہ دل کی رونق ہے غم آگ بھی ہے اور ہمارے دل کی روئی بھی ہے۔

۲ ہر گھر سورج کا چراغ رکھتا ہے ہم ہیں کہ ہمارے دل کا چراغ یہی غم ہے۔

۳ لمبی راتوں کو کون کفایت کرتا ہے اور بے آباد دلوں میں کون بسیرا کرتا ہے۔

۴ ہم نے دوسروں کی خاک کی زیارت کی ہے دیکھیں ہماری خاک کی زیارت کون کرے گا۔

اے خستہ جان درویش! عشق کے بغیر زندگی حقیقت میں موت ہے اور عشق کی موت حقیقت میں زندگی ہے ؎

از ہرچہ ہست عشق دگر ہرچہ ہست لا	گفتیم وَالسَّلَامُ عَلیٰ تَابِعِ الْہُدیٰ

(جو کچھ بھی ہے عشق ہے اور اس کے بعد ہر چیز نیست ہے ہم نے بات کہدی اور ہدایت کی اتباع کرنے والے پر سلام ہو)

ہر وہ دل جو خدا کی محبت سے خالی ہے ویرانہ ہے اور اس طرح کا ویرانہ کبھی آباد نہیں ہو سکتا جب تجھے اور مجھے ویران عمارت پسند نہیں آتی تو ویران گھر دوست کی شان کے کب لائق ہے ؎

خلل پذیر بود ہر بنا کہ مے بینی	مگر بنائے محبت کہ خالی از خلل است

(تو جس عمارت کو بھی دیکھے گا وہ فنا پذیر ہوگی سوائے محبت کی عمارت کے کہ وہ خلل سے پاک ہے۔)
(یعنی محبت کو دوام حاصل ہے)

شاہ قاسم فرماتے ہیں ؎

۱	ما سوز عشق را بدو عالم نمی دہیم	یک جرعۂ زجام بصد خم نمی دہیم
۲	با شوق یار خاطر ما خرم است و خوش	ما سوز عشق یار بہ ماتم نمے دہیم
۳	نا محرماں ز صحبت ما دور فارغ اند	ایں تحفہ را بہ مردم مجرم نمید ہیم
۴	ایں جام جاں نواز کہ صد حوض کوثر ست	یک کاسۂ رابکعبۂ زمزم نہ مید ہیم
۵	رطلے کہ کردہ ایم مہیا برائے یار	ایں رطل را بعیسی مریم نمید ہیم
۶	قاسم چوں نکتہا بہ تو دارد میان جان	ایں نکتہ را بشیخ معظم نمید ہیم

۱ ہم عشق کے سوز کو دونوں جہان کے عوض بھی دینے کو تیار نہیں ہیں اس کا ایک گھونٹ سینکڑے مٹکوں کے عوض نہیں دیں گے۔

۲ دوست کے شوق کے ساتھ ہمارا دل خوش ہے ہم دوست کے عشق کا سوز ماتم کے عوض نہیں دے سکتے۔

۳ نامحرم ہماری صحبت سے بہت دور اور خالی ہیں۔ ہم یہ تحفہ مجرم آدمی کو نہیں دے سکتے بلکہ یہ تحفہ محرم کے لیے ہے

۴ یہ جان تو از جام کہ جس میں سینکڑوں حوض کوثر ہیں ہم کعبہ کے زمزم کے عوض اس کا ایک پیالہ نہیں دے سکتے
۵ شراب کا وہ پیالہ جو ہم نے دوست کے لیے تیار کیا ہے۔ عیسیٰ بن مریم کو کیسے دے سکتے ہیں۔
۶ قاسم جب تیرے لیے اپنی جان کے اندر کتنی نکتے رکھتا ہے ہم یہ نکتے شیخ معظم کو نہیں دے سکتے۔

اے عزیز! تو نے یہ اشعار پڑھے ہیں اگر تجھ میں پھر بھی تاثیر پیدا نہ ہو تو تجھ پر افسوس ہے ہزار افسوس روزگار کا ماتم کرنا چاہیئے۔ چنانچہ یہ فقیر روتا ہے اور یہ اشعار پڑھتا ہے ؎

۱ شب و روز در خیال تو حیراں شدم شدم	دریاب حال زار پریشاں شدم شدم!
۲ دردم ز حد گذشت ندانم چہا کنم	در عشق و شوق روئے تو بیجاں شدم شدم
۳ ہر دم بآرزوئے جمالت ز سوز دل!	با صد ہزار نعرۂ قربان شدم شدم
۴ ہر شب بآرزوئے رخ شمع انجمن	پروانہ وار بیخود و سوزاں شدم شدم
۵ ہر صبح و شام از غم ہجران آں نگار	خون جگر ز دیدۂ باراں شدم شدم
۶ عثماں چوں دید عکس رخ دوست بالیقین	با درد و آہ و نالۂ مستاں شدم شدم

۱ میں دن رات تیرے خیال میں پریشان ہو چکا ہوں۔ میرے پریشان حال کو تھام لے میں بہت پریشان ہو چکا ہوں۔
۲ میرا درد حد سے گذر چکا ہے میں نہیں جانتا کہ کیا کروں میں تیرے چہرے کے شوق و عشق میں بیجان ہو چکا ہوں۔
۳ تیرے جمال کی آرزو میں ہر وقت سوز دل سے ہزار نعرے کے ساتھ میں قربان ہو چکا ہوں۔
۴ ہر رات شمع انجمن کے رخ کی آرزو میں پروانہ کی طرح بیخود ہو کر جلتا رہتا ہوں۔
۵ اس محبوب کے ہجر سے صبح و شام بارش کی طرح برسنے والی آنکھوں سے خون جگر ٹپکاتا رہتا ہوں۔
۶ عثمان نے جب دوست کے رخ کا عکس یقینی طور پر دیکھ لیا ہے تو میں آہ و نالہ اور درد سے مستانہ ہو چکا ہوں۔

اے عزیز! زندگی کی راتوں میں سے ایک رات بایزید بسطامی قدس سرہ کو بارگاہ خداوندی میں حضوری نصیب ہوتی تو عرض کیا اے بار خدایا! تیرے لائق کونسی چیز ہے کہ بایزید اس کے ساتھ خدمت کرے فرمایا تین چیزیں ہمارے خزانہ میں نہیں ہیں اگر تمہارے پاس ہیں تو لاؤ ہم خریداری کریں گے۔ بایزید نے عرض

کیا وہ تین چیزیں کون کونسی ہیں؟ ارشاد ہوا پہلی شکستگی۔ دوسری تقصیرات کی معذرت اور تیسری بے چارگی۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں "اے خداوند میں چار چیزیں لایا ہوں جو یقیناً تیرے خزانہ میں نہیں ہیں نیستی، حاجتمندی، عاجزی اور گناہ ؎

بازارِ خود فروشی ازاں راہ دیگر ست — در راہ ما شکستہ دلی مے خرند و بس!

(خود فروشی کے بازار کا راستہ اور ہے۔ ہمارے راستہ میں تو بس شکستہ دلی کی خریداری ہے)

اے خستہ جان درویش! ہر چیز ٹوٹ کر بے قیمت ہو جاتی ہے مگر جب دل ٹوٹ جائے تو وہ اور زیادہ قیمتی ہو جاتا ہے اور شکستہ دلی کا نشان درد ماندہ ہے ؎

ہر کہ نالاں است ز دل اندوہگین — عاشق حق است با او ہم قرین

(جو اندوہگین دل سے روتا ہے وہ عاشق ہے اور خدا اس کے ساتھ ہے۔

اے خستہ جان درویش! اگر تجھ کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی محبت کی ضرورت ہے تو درویشوں کی صحبت تجھ کو ذوقِ محبت عطا کرے گی اور تجھے معلوم ہوگا کہ یہ لوگ محبتِ خداوندی میں کیسے تھے۔ اے خستہ جان درویش! تجھے اہل اللہ کی صحبت کی ضرورت ہے اگر میسر آجائے تو یہ عین عنایتِ خداوند تعالیٰ ہے ؎

ہر چہ در دیں عالم ست از اثرِ صحبت ست — ورنہ کجا یافتے چوب بہائے نبات

(دنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ محض صحبت کا اثر ہے ورنہ لکڑی کھانڈ کی قیمت کیسے حاصل کر سکتی۔)

حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی سے ہر زمانہ میں کسی نہ کسی نبی کو مبعوث فرمایا تاکہ اس قوم کے پاس جا کر ان سے محاربہ کرے اور ان کو براہ راست خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں لائے ہر نبی نے جو کچھ وہ کر سکتا تھا اپنی ہمت میں کوتاہی نہیں کی۔ معجزے دکھائے جس نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا اس نے ہدایت پائی اور جس نے قبول نہ کیا وہ بدبختی میں رہا اور کافر ہو گیا۔

اے خستہ جان درویش! عاشقانِ بلند پرواز کی صحبت کو غنیمت سمجھو ؎

با عاشقاں نشین و تو ہم عاشقی گزیں — ہر کس کہ نیست عاشق یک دم مشو قریں

۲ یار غالب شو کہ تا غالب شوی — یار مغلوباں مشو اے مبتدی ! !

۳ صحبت پیر بہ ز ہر عمل است — ہر کرا یار او نشست در عمل ست

۴ ایں عمل شاہراہ پنہاں ست — رہبرت سوئے وصل جاناں ست

۱ عاشقوں کے ساتھ بیٹھ اور عاشقی اختیار کر جو عاشق نہ ہو اس کے قریب بھی نہ جا۔

۲ غالب (طاقتور) کا دوست بن تاکہ تو بھی غالب ہو جائے اے ابتدائی سالک مغلوب (کمزور) کا دوست کبھی نہ بن۔

۳ پیر کی صحبت ہر عمل سے بہتر ہے جو پیر کے پاس بیٹھا ہوا ہے وہ عمل میں لگا ہوا ہے۔

۴ یہ کام ایک پوشیدہ راستہ ہے۔ جو محبوب کی طرف تیرا رہبر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ "صحبت اختیار کرو" اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "میرا خداوند تعالی کے ساتھ ایک ایسا وقت بھی ہے" الحدیث۔ اور یہ جو اہل اللہ نے کہا ہے کہ صحبت اختیار کرو "صحبت" سے مراد حضور و آگاہی ہے یعنی خداوند تعالی کے حضور میں حاضر ہو اور اگر ایسا نہ کر سکے تو ان لوگوں کی خدمت میں حاضر ہو جا جو خدا کی بارگاہ میں حاضر ہیں اس لیے کہ حضوری و آگاہی سمجھنے کے لیے اسی جماعت کی صفت ہے اور وہ جو "جالس الکبریاء" (خدا کے پاس بیٹھنے والا) کا مقولہ ہے وہ بھی الہی برگزیدہ لوگوں کی صحبت کے متعلق ہے۔

اے خستہ جان درویش! یقینی اور قطعی طور پر سمجھ لے کہ کوئی بہترین عمل اور کوئی خلوت کی ریاضت اس جماعت کی صحبت کی برابری نہیں کر سکتا۔ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جامی کہ فیض از دو سہ پیمانہ دُرد یافت — مشکل کہ شیخ شہر بیابد بصد چلہ

(جامی نے جو فیض دو تین پیالوں کی تلچھٹ سے حاصل کر لیا ہے۔ ناممکن ہے کہ شیخ شہر وہ فیض سینکڑے چلوں سے بھی حاصل کر سکے۔)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

دست بدست آر دریں سلسلہ — یک نظرے مرد بہ از صد چلہ

(اس سلسلہ کے اندر ہاتھ میں ہاتھ دیدے کسی مرد خدا کی نگاہ سینکڑے چلوں سے بہتر ہے۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا طریقہ یہی "صحبت" تھی۔ وہ تمام کمالات جو ان کے اندر موجود

تھے اور وہ تمام اچھے خصائل کہ جن سے وہ متصف تھے انہوں نے صحبت ہی سے حاصل کیے تھے اسی لیے وہ یارِ غار ہوئے۔ اے عزیز! جو کچھ ان کی صحبت شریف سے ایک لمحہ میں حاصل ہو جاتا ہے وہ کئی سالوں کے عمل سے میسّر نہیں ہو سکتا ؎

صحبتِ پیر بہ ز ہر عمل است　　　ہر کہ با او نشست در عمل ست

(پیر کی صحبت ہر عمل سے بہتر ہے جو پیر کے پاس بیٹھا ہوا ہے وہ عمل ہی میں مصروف ہے۔) یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ جن اعمال کا ذکر کیا گیا ہے ان سے بھی پیر کی صحبت کے بغیر مقصود پر پہنچنا ممکن نہیں ہے ؎

۱　بے پیر مرو تو در خرابات　　　ہر چند سکندر زمانی!

۲　پیر باید راہ را تنہا مرو　　　از سر عمیا دریں دریا مرو

۳　ہر کہ شد در ظل صاحب دولتے　　　نبودش در راہ ہرگز خجلتے

۱　تو کھنڈرات میں بغیر رہبر کے نہ جا اگرچہ تو اپنے زمانہ کا سکندر ہی کیوں نہ ہو۔

۲　اس راستہ میں راہنما چاہئے اکیلا نہ جا معلوم کیے بغیر اس دریا میں قدم نہ رکھ۔

۳　جو کسی صاحب دولت کے زیر سایہ ہوا اس کو کبھی شرمندگی حاصل نہیں ہوتی۔

اس راستہ میں تیرے لیے پیر نہایت ضروری ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز یہ فرماتے ہیں ؎

۱　دل بدست آر اگر دلداری　　　دل کعبۂ تو تُو چہ مے پنداری

۲　ہزار بار پیادہ طواف کعبہ کنی　　　گر حق نشوی گہ دلے بیازاری

۱　اگر تو دلدار ہے تو دلوں کو ہاتھ میں لا۔ دل تیرا کعبہ ہے تو کس خیال میں ہے۔

۲　اگر تو ہزار دفعہ بھی پا پیادہ خانہ کعبہ کا طواف کرے گا تو اگر تو کسی دل کو آزردہ کرے گا تو خدا کی بارگاہ میں قبول نہ ہو گا۔

اے خستہ جان درویش! جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل تک پہنچتی ہے لیکن دل کہاں ہے؟ اگر ہزاروں میں بھی ایک دل ہو تو یہ بھی کافی ہے اگر تو دل رکھتا ہے تو صاحب دل کا طالب ہو تاکہ تو کعبے اور دلدار تک پہنچ جائے ؎

۱ . دل بدست آور کہ حج اکبر است — از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر ست
۲ کعبہ تعمیرے خلیل آذر ست — دل گذرگاہ جلیل اکبر ست

۱ دل ہاتھ میں لا کہ یہ حج اکبر ہے۔ ہزار کعبہ سے ایک دل بہتر ہے۔
۲ کعبہ خلیل (علیہ السلام) بن آذر کی تعمیر ہے اور دل جلیل اکبر کی گذرگاہ ہے۔

اے عزیز! دل وہی ہے جس میں غیر کا گذر نہ ہو ؎

دل یکے منظرے ست ربّانی — خانۂ دیو را چہ دل خوانی

(دل ایک ربّانی نظارہ گاہ ہے۔ شیطان کے گھر کو دل کیوں کہتا ہے۔

اگر تو صاحب دل بننا چاہتا ہے تو درویشوں کی صحبت میں بیٹھ تاکہ لوگ تجھ کو بھی صاحب دل سمجھیں کہ اس جماعت کی ہم نشینی کے بغیر صاحب دل ہونا مشکل ہے۔ جو آدمی امیر دل کا مالک ہے وہ جہان کا بادشاہ ہے۔ بلکہ بادشاہ ان لوگوں کے محتاج ہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

۱ روضۂ خلد بریں خلوت درویشاں ست — مایۂ محتشمی خدمت درویشاں ست
۲ آنچہ زر میشود از پرتو او قلب سیاہ — کیمیائے ست کہ در صحبت درویشانست
۳ گنج عزلت کہ طلسمات عجائب دارد — فتح آں در نظر ہمت درویشانست
۴ روئے مقصود کہ شاہاں بدعا میطلبند — منظرش آئینہ طلعت درویشان ست
۵ گنج قاروں کہ فرو میرود از قہر ہنوز — خواندہ باشی کہ ہم از غیرت درویشانست
۶ بندۂ آصف عہدم کہ دریں سلطنتش — صورت خواجگی و سیرت درویشانست
۷ حافظ آنجا بادب باش کہ سلطانی ملک — ہمہ از بندگیٔ ہمت درویشان ست

۱ جنت خلد بریں درویشوں کا خلوت خانہ ہے۔ درویش لوگوں کی خدمت حشمت اور وقار کا سرمایہ ہے۔
۲ جس کے پرتو سے سیاہ دل خالص سونا بن جاتا ہے وہ ایسی کیمیا ہے جو درویشوں کی صحبت سے ملتی ہے۔
۳ گوشہ نشینی کا خزانہ جو عجائبات کا طلسم رکھتا ہے اس کا دروازہ درویشوں کی ہمت کی نگاہ

سے کھلتا ہے۔

۴ مقصود کا چہرہ کہ جس کو بادشاہ دعا سے طلب کرتے ہیں اس کا نظارہ گاہ درویشوں کے رخ کا آئینہ ہے۔

۵ قارون کا خزانہ جو نیچے چلا گیا اور ابھی تک نیچے جا رہا ہے تو نے شاید پڑھا ہو گا کہ وہ بھی درویشوں کی غیرت کے قہر کا ایک نشان تھا۔

۶ میں اپنے زمانہ کے آصف کا غلام ہوں کہ جو اپنی سلطنت کے عہد میں صورت امیرانہ اور ہمت درویشانہ رکھتا ہے۔

۷ حافظ اس جگہ ادب ملحوظ رکھ کہ ملک کی بادشاہی درویشوں کی ہمت کی غلامی سے ملتی ہے

حبیب تو نے یہ مقدار معلوم کر لیا تو اب ان کی حالت پر غور کر کہ یہ کیسے لوگ تھے۔ ہمیشہ حق تعالیٰ کی محبت میں غرق رہنے والے جن کو نہ اندیشۂ این و آں تھا اور نہ جہان اور اہل جہان کی فکر۔ اے خستہ جان درویش! حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سوال کیا کہ ”تو نے کیا رویہ اختیار کیا ہے؟“ آپ نے عرض کیا ”میں نے دنیا کو دنیا تلاش کرنے والوں کے سپرد کر دیا ہے اور آخرت کو طالبانِ آخرت کے لیے میں نے آزاد کر دیا ہے اور میں نے اس جہان میں یادِ مولیٰ اور پروردگار حق کی ملاقات کو اختیار کر لیا ایک اور بزرگ سے سوال کیا گیا کہ آپ کیا پیشہ رکھتے ہیں؟ فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ خداوند تعالیٰ کے کاریگروں کو کسی پیشہ کی حاجت نہیں ہوتی۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ خدا کی مخلوق خالق سے محجوب کیوں ہے؟ فرمایا اس لیے کہ یہ لوگ ان چیزوں سے دوستی رکھتے ہیں جن کو حق تعالیٰ دشمن رکھتا ہے اور فانی کی دوستی میں —— جو کہ لہو و لعب کی سزا ہے —— مشغول ہو گئے ہیں اور ترک عمل ان کے لیے ہمیشہ کی سزا مقرر کی گئی ہے۔

اے عزیز! اس دنیا میں دل لگانا عقلمندوں کا کام نہیں ہے جس میں عقل ہو گی اس کو یہی ایک نکتہ کافی ہے ؎

چرا نہ در پئے عزم دیار خود باشم   بشہر خود روم و شہر یار خود باشم

(میں اپنے ملک کے ارادے کے پیچھے کیوں نہ رہوں میں اپنے شہر کو کیوں نہ جاؤں اور اپنا بادشاہ خود کیوں نہ ہوں)

اے عزیز! کام کے انجام میں نظر کرنی چاہئے کہ معاملہ آخر کار خدا تعالےٰ کے ساتھ ہوگا میں نہیں جانتا کہ تو کس کام میں مبتلا ہے۔ جب تو اس دارِ فنا سے دار البقاء کو کوچ کرے گا تو خدا تعالیٰ کو کیا منہ دکھائے گا۔ شاید تجھے معلوم نہیں کہ کیا پیش آنے والا ہے۔ تمام دوست غم سے زخمی دل ہیں اے درویش! ایک لمحہ سوچ اور اس کام میں جلدی کر کہ ہمیشہ کی نجات حاصل کرے گا۔ اے دوست! کبھی بھی پروردگار کی یاد کے سوا ایک دم نہ گذار کہ اس میں بہت نقصان ہے اور اپنے آپ کو نقصان پہنچانا عقلمندوں کا کام نہیں ہوتا ؎

۱ ازیں خوشتر خیالے نیست ہرگز — کہ دائم در خیالِ یار باشی
۲ نہ بندد دل بدنیا مردِ ہشیار — ہر آنکو بست آخر شد گرفتار

۱ اس سے بہتر ہرگز کوئی خیال بہتر نہیں ہے کہ تو ہمیشہ دوست کے خیال میں رہے
۲ دنیا میں کوئی عقل مند آدمی اپنا دل نہیں لگاتا اور جو آدمی اس میں دل لگالے وہ آخر کار گرفتار ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ حافظؒ فرماتے ہیں ؎

۱ نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند — جوانانِ سعادتمند پندِ پیرِ دانا را
۲ خاکِ مردانِ خدا باش کہ در کشتیٔ نوح — ہست خاکے کہ بآبے نہ خرد طوفاں را

۱ اے پیارے! نصیحت سن کہ سعادت مند نوجوان پیر دانا کی نصیحتوں کو جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔
۲ مردانِ خدا کے قدموں کی خاک بن کہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں وہ خاک ہے کہ طوفان کو تھوڑا پانی بھی نہیں سمجھتی۔ (یعنی ایسے آدمی بھی ہیں جو اس طوفان کو کچھ بھی نہیں سمجھتے)

اے خستہ جان عاشق! بات ہوش کے کانوں سے سن اور ہوشیار ہو جا یہ نہ کہنا کہ بات بیان نہ ہوئی تھی۔ غفلت کی روئی ہوش کے کانوں سے باہر نکال اور دوستوں، یاروں کو دیکھ مصرعہ

یاراں ہمہ رفتند و کنوں نوبت ما شد

(دوست سب چلے گئے ہیں اور اب ہماری باری ہے)

میں نہیں سمجھتا کہ تو کن آرزوؤں میں مبتلا ہے۔ شاید تجھے حق تعالیٰ کی بخشش کی آرزو نہیں ہے

دیکھ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "وہ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ اس کو دوست رکھتے ہیں" اور "ہم نے بنی آدم کو بزرگی عطا فرمائی"۔ یہ خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ یَا اَحْمَدُ عِنْدِیْ شَرَابًا لِاَوْلِیَائِیْ اِذَا شَرِبُوْا سَکِرُوْا وَاِذَا سَکِرُوْا طَرِبُوْا وَاِذَا طَرِبُوْا طَابُوْا وَاِذَا طَابُوْا خَلَصُوْا وَاِذَا خَلَصُوْا وَصَلُوْا وَاِذَا وَصَلُوْا اِتَّصَلُوْا وَاِذَا اِتَّصَلُوْا فَلَا فِرَاقَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہُمْ۔

(ترجمہ) اے احمد! میرے پاس ایک ایسی شراب ہے جو میں نے اپنے دوستوں کے لیے تیار کر رکھی ہے کہ جب اس کو پی لیتے ہیں تو مست ہو جاتے ہیں۔ عیش و عشرت کرتے ہیں اور اس کے بعد پاک ہو جاتے ہیں جب پاک ہو جاتے ہیں تو خالص ہو جاتے ہیں اور جب خالص ہو جاتے ہیں تو واصل ہو جاتے ہیں اور جب واصل ہو جاتے ہیں تو پھر میرے اور ان کے درمیان کبھی جدائی نہیں ہوتی۔

ہمیں معلوم نہیں کہ یہ دولت کس کی قسمت میں ہوگی ؎

متاع وصل جاناں بس گران ست　　　گر ایں سودا بجاں بودے چہ بودے

(وصل محبوب کی دولت بڑی قیمتی ہے اگر یہ سودا جان کے بدلے مل جائے تو کتنا اچھا ہے)

اے عزیز! اس سودے میں اپنی جان ہار دینا چاہئے اور دم نہیں مارنا چاہئے اگر تو اپنی جان دے دیگا تو امید ہے کہ خلاصی پالے گا۔ تو جو جان نہیں دیتا میں سمجھتا ہوں کہ تو نجات نہیں پانا چاہتا ؎

جاں بجاناں دہ وگرنہ از تو بستاند اجل　　　خود تو منصف باش اے جاں ایں نکو یا آں نکو

(جان اپنے محبوب کو دیدے ورنہ تجھ سے یہ جان موت چھین لے گی اے جان تو خود انصاف کر یہ معاملہ اچھا ہے یا وہ)

اے بے ہمت! اگر تو مردوں جیسی ہمت نہیں رکھتا تو عورتوں سے تو کم ہمت نہ بن ؎

در طریق عشقبازی کم ز ہندو زن مباش　　　کز برائے مردہ سوزد زندہ جان خویش را

(عشقبازی کے راستہ میں ہندو عورت سے تو کم نہ ہو کہ وہ ایک مُردہ کے لیے اپنی زندہ جان کو جلا ڈالتی ہے)

اے خستہ جان درویش! جو آدمی بھی حضرت رب العزت سے عاجزی و زاری اور تضرع سے اپنے نفس سے آزاد ہونے کی خواہش کرتا ہے تو اس کی خواہش قبول ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ "مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا" ؎

۱ نیم جانے گر دہی صد جاں دہم — آنچہ در وہمت نیاید آں دہم

۲ گر شوی فانی ز خود از بود خویش — می نیابی جز خدا از بود خویش!

۳ ور نہ مانی در میانش اے کرام — یابی او را در میانت والسلام

۱ اگر تو آدھی جان مجھ پر قربان کرے گا تو میں تجھے سو جانیں عطا کروں گا۔ اور جو تیرے وہم و گمان میں بھی نہیں وہ تجھ کو دیدوں گا۔

۲ اگر تو اپنے آپ سے فارغ ہو جائے گا تو اپنے آپ میں خدا کے سوا کچھ نہ پائے گا۔

۳ اے کریم! جب تو اس کے درمیان میں نہ رہے گا تو تو اس کو اپنے اندر پالے گا والسلام

اے خستہ دل درویش! اگر تو اس مقام میں بے نام و نشان ہو جائے گا اور تیر البشریت کا وجود ختم ہو جائے گا تو نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ تیری جان میں ظاہر ہو جائیگا اور تو خود اپنی جان پر عاشق ہو جائے گا۔ اور زبان حال سے تیری طبیعت سے یہ فریاد نکلے گی۔

۱ معشوق عیاں بود نہ مے دانستم — یا من بہ میاں بود نہ مے دانستم

۲ گفتم بطلب مگر بجائے برسم — خود پردہ ہماں بود نہ مید انستم

۱ معشوق تو ظاہر تھا میں ہی نہ سمجھ سکا۔ وہ تو میرے اندر موجود تھا میں نہ سمجھ سکا۔

۲ میں سمجھا تھا کہ طلب سے کسی جگہ پہنچ جاؤں گا۔ یہی پردہ تھا جس کو میں نہ سمجھ سکا۔

اے درویش! اگر کوئی دریائے وحدت میں غرق بھی ہو جائے تب بھی ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کی صدا اس کی طبیعت سے دور نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ جب تک وجود کا جامہ تن پر راست کیے ہوئے ہے شوق کا دامن اس کے ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔ اسی لیے کہا گیا ہے ؎

غرق آبیم و آب مے طلبیم — در وصالیم و بے خبر ز وصال

ہم پانی میں غرق ہیں اور پھر بھی پانی کی تلاش میں ہیں۔ ہم عین وصل کی حالت میں بھی وصال سے بے خبر ہیں!

حق سبحانہ و تعالیٰ نے بشریت کے ہر وجود کو عین حکمت و مصلحت سے بنایا ہے اگر اس جگہ وجود نہ ہوتا تو شناخت بھی نہ ہوتی اس کو محض اپنی شناسائی سے کے لیے پیدا کیا ہے تاکہ یہ اپنے آپ کو

پہچانے۔ اپنے آپ کو پہچاننا کیا ہوتا ہے؟ یہ تجھے خود بخود معلوم ہو جائے گا۔ پھر جب تو اپنے آپ کو درمیان سے اٹھا دے گا اور پھر دیکھے گا تو تو خدا تعالیٰ کو پہچان لے گا۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ۔ بس اس وجود کو اپنی شناخت کا آئینہ پیدا کیا ہے ؎

آئینہ سبب گشت کہ رہ تیو عیاں شد　　　روئے تو سبب بود کہ آئینہ نہاں شد

(آئینہ سبب بن گیا تیرا چہرہ ظاہر ہو گیا۔ جب تیرا چہرہ ظاہر ہو گیا تو آئینہ غائب ہو گیا۔)

اے خستہ جان درویش! جب تک تو اپنے آپ کو ڈھانپ نہ لے گا کسی جگہ نہ پہنچے گا ؎

کفر باطل حق مطلق را بخود پوشیدن ست　　　کفر حق خود را بہ حق پوشیدن ست

(حق مطلق کو اپنے آپ سے ڈھانپنا کفر باطل ہے اور اپنے آپ کو حق سے ڈھانپنا کفر حق ہے)

اے عزیز! جب تک یہ عشق تیرے اندر نہ ہو گا اس پردۂ پندار سے کبھی باہر نہ آسکے گا پس اپنی زندگی اسی عشق سے سمجھ اور بے عشقی کو اپنی موت سمجھ۔ جتنا عشق زیادہ ہوتا جائیگا عاشق اتنا ہی بیقرار ہوتا جائیگا۔ اگر سوال کیا جائے کہ جب عارف کی نگاہ میں یہ حقیقت ہے کہ غیر کا وجود نہیں ہے۔ تو پھر بیقرار کیوں رہتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جبتک بشریت کا وجود زندہ ہے تب تک اس کی ذات کی حقیقت کی انتہا کو نہیں پہنچا جا سکتا۔ جو ذات کی حقیقت کا مشتاق ہے اس کے لیے یہ وصال عین فراق ہے اور کسی بھی کامل نبی و ولی سے یہ فراق دور نہیں ہوا اور تمام محققین اس بات پر متفق ہیں کہ جب تک یہ وجود باقی ہے اس طلب در طلب کو قرار نہیں آتا۔ چونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی کوئی انتہا نہیں ہے اس لیے طالب حق کی طلب بھی بے انتہا ہے ؎

ہر چند کہ از زلال مالا مال !　　　چندانکہ تو شند تشنہ تر گردند

(ہر چند کہ یہ لوگ شراب خالص سے مالا مال ہیں۔ جتنا بھی زیادہ پیتے جاتے ہیں اتنا ہی زیادہ پیاسے ہوتے جاتے ہیں)

مقصد یہ ہے کہ طالب کو یہی تشنگی درکار ہے ؎

تشنگاں گر آب جویند در جہاں　　　آب ہم جوید بہ عالم تشنگاں

(پیاسے اگر جہان میں پانی کی تلاش کرتے ہیں تو پانی بھی جہان میں پیاسوں کو ڈھونڈتا ہے)

اگر محبت کے غلبہ میں تجھ کو اپنے آپ سے غائب کر دیں اور تو اپنے آپ کو فراموش کر بیٹھے تو اس

کو وصال سے تعبیر کیا جائے گا اور یہ حال ہمیشہ اپنے حال پر قائم رہتا ہے اور شہود میں سوائے وجہ ذات کے اور کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ مشاہدی د مشہودی نظر سے غائب ہو جاتی ہے اور یہ نظر بھی نہیں رہتی سوائے خدا کی ذات کے شہود میں کوئی چیز باقی نہیں رہتی جب طالب اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کی زبان گفتگو سے بند ہو جاتی ہے ؎

۱	ہر چہ زد توحید بر جانش رقم	جملہ گم گردد ازو او نیز ہم !
۲	آں جا کہ کمال کبریائی تو بود	عالم نمی از بحر عطائے تو بود
۳	مارا چہ حد حمد ثنائے تو بود	ہم حمد ثنائے تو سزائے تو بود

۱ جس کی جان پر توحید کی مہر لگا دی جاتی ہے تو اس سے ہر چیز گم ہو جاتی ہے بلکہ وہ خود بھی اپنے آپ سے گم ہو جاتا ہے

۲ جس جگہ تیری کبریائی کا کمال ہو تو سارا جہان تیری بخششوں کے سمندر کے مقابلہ میں ایک نمی کی حیثیت رکھتا ہے۔

۳ ہمیں تیری حمد و ثنا کی حد کیا معلوم ہو کہ تیری ثنا کی تعریف کرنا بھی تو تیری ہی شان کے لائق ہے۔ جہاں اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ جیسے زبان آور نے اپنا علم جھکا لیا ہو اور تعریف کے ادا کرنے میں اپنی فصاحت کو عاجز سمجھا ہو وہاں ہر شکستہ زبان کو کیا مجال کہ اپنی زبان کھول سکے اور ہر پریشان کو کیا یارائے سخن بلکہ اس جگہ اپنے عجز و قصور کا اعتراف اور عذر کا اظہار کرنا بھی عین قصور ہے۔ اس سرورِ دین و دنیا کے ساتھ اس معنی میں مشارکت تلاش کرنا بھی ادب سے دُور ہے ؎

۱	یارب دل پاک جان آگاہم دہ	آہ شب و گریہ سحر گاہم دہ
۲	در راہ خود اول ز خودی بیخود کن	بیخود ز خود انگہ بخود م راہے دہ
۳	یارب ہمہ خلق را بمن بد خو کن	وز جملہ جہانیاں مرا یک سُو کن
۴	روئے من صرف کن از ہر جہتے	در عشق خودم یک جہت و یکرو کن
۵	یارب بر ہانیم ز حرماں چہ شود	راہے دہیم و بکبے عرفاں چہ شود
۶	بس گبر کہ از کرم مسلماں کردی	یک گبر دگر کنی مسلماں چہ شود
۷	یارب ز دو کن بے نیاز م گرداں	وز افسر فقر سر فرازم گرداں

۸ درراہ طلب محرم رازم گرداں ۔۔۔ زاں راہ کہ لبسوئے تست بازم گرداں

۱ اے خدا مجھے پاکیزہ دل اور آگاہ جان عطا فرما۔ رات کی آہیں اور سحری کا رونا نصیب کر۔

۲ اپنی راہ میں مجھے پہلے خودی سے نکال کہ بیخود بنا۔ پھر اپنا راستہ اس بے خودی میں مجھے دکھادے

۳ اے خداوندا! تمام مخلوق کو میرے لیے بدخو بنا دے اور تمام جہان سے مجھ کو الگ کر دے۔

۴ میرے چہرہ کو ہر طرف سے پھیر دے اپنے عشق میں مجھ کو یک جہت اور یک رو کر دے۔

۵ اے میرے خدا اگر تو مجھے محرومی سے بچالے تو کیا مشکل ہے اگر تو مجھے اپنے عرفان کے کوچہ میں راستہ دیدے تو کیا یہ نہیں ہوسکتا؟

۶ تو نے بہت سے گبر اپنے کرم سے مسلمان کر دیئے اگر اس ایک گبر کو بھی مسلمان کر دے تو کیا یہ نہیں ہوسکتا؟

۷ اے خداوند مجھ کو جلد از جلد بے نیاز کر دے اور فقر کے تاج سے مجھ کو سرفراز کر دے۔

۸ طلب کے راستہ میں مجھ کو محرم راز کر دے اور اس راہ سے جو تیری طرف جاتی ہے مجھ کو کبھی واپس نہ پھیر۔

اے خستہ جان درویش! لایزال کا جمال دیکھنا محال ہے اور اس کی حقیقت تک پہنچنا ناممکن ہے اگر کوئی پوچھے کہ اس کا علاج کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ماتم زدہ لوگوں کی طرح درد سے رونے اور فراق کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں ہے ؎

چوں نداری شادئے از وصل یار ۔۔۔ خیز برخود ماتم ہجراں بدار

(اگر تو دوست کے وصل سے خوشی نہیں رکھتا ہے تو اٹھ اور اپنے آپ پر ہجر کا ماتم کر)

اے عزیز! دوستوں کی قسمت میں قیامت کے دن تک یہی درد و فراق لکھا گیا ہے ؎

۱ ہمیشہ مرد عاشق زار باشد ۔۔۔ برخ زرد و تنش بیمار باشد

۲ ہراں مردے کہ او عاشق نہ باشد ۔۔۔ چناں سنگے کہ در دیوار باشد

۳ ہراں عاشق کہ بے معشوق رفت ست ۔۔۔ بہ نزد عاشقاں اغیار باشد

۴ بکوئے عاشقاں کم تر گذر کن ۔۔۔ کہ راہ عاشقاں پر خار باشد

۵ سوار عشق شو از راہ میندیش ۔۔۔ کہ اسپ عاشقاں رہوار باشد

۶	ترا ایک دم بہ منزل مے رساند	اگرچہ راہ ناہموار باشد
۷	اگر عالم سراسر خار گردد	بہ نزد عاشقاں گلزار باشد
۸	دراں میداں کہ شاہاں گوئے بازند	بجائے گوئے سر درکار باشد
۹	دراں خلوت کہ مستاں بادہ نوشند	چہ جائے جبّہ و دستار باشد
۱۰	چہ خوش گفت ست آں منصور حلاج	سر عاشق زبہر دار باشد

۱ عاشق آدمی ہمیشہ زار ہوتا ہے اس کا چہرہ زرد اور جسم بیمار رہتا ہے۔
۲ جو آدمی عاشق نہیں ہوتا وہ ایسا ہے جیسا کہ دیوار میں پتھر نصب کیا گیا ہو۔
۳ جو آدمی معشوق کے بغیر چلا جائے وہ عاشقوں کے نزدیک غیر ہے۔
۴ عاشقوں کے کوچہ میں بہت کم جایا کر کیونکہ عاشقوں کا راستہ نہایت پرخار ہے۔
۵ عشق کا سوار بن اور راہ سے نہ ڈر کہ عاشقوں کا گھوڑا راستہ سے خوب واقف ہوتا ہے۔
۶ تجھ کو ایک لحظہ میں منزل پر پہنچا دے گا اگرچہ راستہ ناہموار ہی کیوں نہ ہو۔
۷ اگر تمام جہان سراسر کانٹے بن جائے تو پھر بھی عاشقوں کے لیے گلزار ہے۔
۸ جس میدان میں بادشاہ گیند سے کھیلتے ہیں وہاں عاشقوں کے لیے گیند کی بجائے سر درکار ہے۔
۹ وہ خلوتخانہ جہاں مست لوگ شراب پیتے ہیں وہاں جبّہ و دستار کا کیا کام ہے؟
۱۰ منصور حلاج نے کیا اچھا کہا ہے کہ عاشق کا سر سُولی پہ لٹکانے کے لیے ہوتا ہے

اے خستہ دل درویش! جب بات عشق کی شروع ہو گئی ہے تو اب عشق کی باتیں سن اور درد واندوہ کا شربت نوش کر اور محبت کے سوا باقی سب چیز دل کو فراموش کر دے۔

بیان کرتے ہیں کہ عشق ایک دار الخلافہ ہے کہ اس میں سیاست فراق کا تخت بچھایا گیا ہے۔ ہجر کی تلوار لٹکائی گئی ہے اور وصال کے پھول رضا کے ہاتھ میں نہیں دیئے گئے ہیں اور ہر لمحہ عاشق کے سر پہ تلوار لٹکتی رہتی ہے۔

اے خستہ جان درویش! جس میں عشق ہے اگر ہزار بار بھی اس کے سر کو کاٹ ڈالیں تب بھی وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ چنانچہ شیخ بہاء الدین نقشبند کی خدمت میں ایک دن یہ دو بیت پڑھے گئے ہر ایک میں اتنا ذوق پیدا ہوا کہ سو سال میں بھی ایسا ذوق پیدا نہ ہوتا ہے

۱ دریاد تو اے دوست چناں مدہوشم ‌‌‌‌ صد تیغ اگر بر سر زنی نخروشم
۲ آہے کہ زنم بیاد تو وقت سحر ‌‌‌‌ گر ہر دو جہاں دہند مرا نفروشم

۱ اے دوست! تیری یاد میں میں ایسا مدہوش ہوں کہ اگر تو میرے سر پر سینکڑوں تلواریں بھی مارے تو میں شور نہ کروں۔
۲ وہ آہ جو میں سحری کے وقت تیری یاد میں بھرتا ہوں اگر دونوں جہان بھی مجھے دیدیں تو میں اس کو کبھی نہ بیچوں۔

اے عزیز! محبت کے درد کو جان دے کر خرید لے اور اگر تو اسے پالے تو اس پر ہزار جان سے قربان ہو جا۔ پھر بھی اس کا احسان سمجھ۔ کیونکہ اگر تو ہزار جان فدا کر کے بھی دوست تک پہنچ جائے تو یہ بہت ارزاں سودا ہے ؎

قیمت خود ہر دو عالم گفتۂ ‌‌‌‌ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

(تو نے اپنی قیمت دونوں جہان بتلائی ہے اپنا نرخ بلند کر کہ تو ابھی سستا ہے۔)

شیخ محمد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کئی سال بیابانوں میں پھرتے رہے۔ گھاس کی کونپلیں کھا کر گزارہ کرتے اور دیدار یار کی تلاش میں پھرتے رہتے۔ چنانچہ یہ مثنوی ان کے حال کا بیان ہے۔

۱ گنجہائے خاک تا ہفتم طبق ‌‌‌‌ عرض کردہ بود پیش شیخ حق
۲ شیخ گفت خالقا من عاشقم ‌‌‌‌ در بجویم غیر تو من فاسقم
۳ ہشت جنت گر در آرم در نظر ‌‌‌‌ ور کنم خدمت من از خوف سقر
۴ مؤمن باشم سلامت جوئے من ‌‌‌‌ زانکہ این ہر دو بود حفظ بدن
۵ عاشقے کز عشق رحماں خورد قُوت ‌‌‌‌ صد جہاں پیشش نیرزد ترہ تُوت
۶ بندۂ او خلعت او راز جوست ‌‌‌‌ خلعت عاشق ہمہ دیدار اوست

۱ ساتویں طبق تک زمین کے خزانے شیخ حق کے سامنے پیش کیے گئے۔
۲ شیخ نے کہا اے میرے خالق میں تو عاشق ہوں اور اگر تیرے سوا کسی کو تلاش کروں تو فاسق ہوں۔
۳ آٹھوں بہشتوں کی طرف اگر میں نگاہ اٹھا کر دیکھوں یا میں دوزخ کے ڈر سے عبادت کروں۔
۴ تو میں ایک سلامتی تلاش کرنے والا مؤمن بن جاؤں گا اس لیے کہ یہ دونوں چیزیں بدن کی حفاظت ہیں۔

۵ وہ عاشق جس نے رحمان کے عشق سے غذا حاصل کی ہو اس کی نگاہ میں سینکڑوں جہان ایک تنکے کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔

۶ اُس (خدا) کے بندہ کی خلعت رازجوئی ہے اور عاشق کی خلعت اُس کا دیدار ہے۔

بندہ کو چاہئے کہ ہمیشہ وصال کا طالب رہے اور عاشقوں کی راہ تلاش کرے تاکہ یہ بھی انہی لوگوں میں سے ہو جائے ؎

۱ تا در طلب گوہر کانی کانی　　تا زندہ بہوئے وصال جانی جانی

۲ فی الجملہ حدیث عشق از من بشنو　　ہر چیز کہ در جستن ہیں آنی آنی

۳ توکل باو کن در ہمہ کار　　وخود را باو گذار و بسپار

۱ جب تک تو کان کے گوہر کی تلاش میں ہے، خود بھی (نیکی کی) کان ہے۔ جبتک تو دوست کے وصال کی خوشبو سے زندہ ہے تو خود بھی محبوب ہے۔

۲ قصہ مختصر! عشق کی بات مجھ سے سن۔ وہ چیز جو میری تلاش میں ہے وہ نہایت قیمتی ہے۔

۳ تمام کاموں میں اسی پر بھروسہ کر اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کردے۔

(وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (وہ ہر چیز پر قادر ہے)

اے زخم خوردہ درویش! جب تو جانتا ہے کہ تو ایسا معبود رکھتا ہے تو دین کو دنیا کے عوض نہ بیچ اور دنیا کے بادشاہوں کی طرف توجہ نہ کر ؎

۱ منگر بہر گدائے کہ تو خاص بہر مائی　　مفروش خویش ارزاں کہ بسی گراں بہائی

۲ چوں ترا نانے وخلقانے بود　　ہر سر موئے تو سلطانے بود

۱ ہر گدا کی طرف توجہ نہ کر کہ تو خالص ہمارے لیے ہے۔ اپنے آپ کو سستا نہ بیچ کہ تو بہت قیمتی چیز ہے۔

۲ جب تجھے روزی ملتی ہے اور تو اپنا خالق رکھتا ہے تو تیرے جسم کا ایک ایک بال بادشاہ ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! درویشی ایک ایسی چیز ہے کہ اس کی قدروقیمت کوئی بھی نہیں جانتا ماسوائے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ہر وقت یہی دعا کیا کرتے تھے "اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَ اَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ" (اے اللہ مجھے مسکینی میں زندہ رکھ اور مسکینی کی

حالت میں مجھے موت عطا فرما اور قیامت کے روز مجھے مسکینوں کی جماعت میں اٹھا) پس حق سبحانہ وتعالیٰ کا عشق و محبت درویشی کو عطا کیا گیا ہے "جب فقر پورا ہو جائے تو اللہ باقی رہ جاتا ہے"۔ یہ کتنا بڑا کمال ہے لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں کہ تو اپنی قدر و قیمت کو نہیں جانتا ہے

تو بقیمت ورائے دو جہانی ۔۔۔ چہ کنم کہ قدر خود ندانی

(تو قیمت میں دونوں جہان سے بڑھ کر ہے میں کیا کروں کہ تو اپنی قیمت نہیں جانتا)

درویش کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں خدا کو دوستی اور یگانگت سے پہچانے اور جان لے کہ دوستی اور یگانگت کی سزا وہی ہے۔ چاہئے کہ یگانگت کے ساتھ اس کو پہچانے اور جان لے کہ دوستی اور پرستش کے لائق وہی ہے اس لیے کہ خدا کی دوستی مخلوق کی دوستی کی طرح نہیں ہے۔ مخلوق کی دوستی خودستائی ہے اور خالق کی دوستی بلینوائی، جاں نثاری اور جاں گدازی ہے۔ شاید یہ حدیث تیرے کانوں میں نہیں پہنچی مَنْ طَلَبَنِیْ وَجَدَنِیْ وَمَنْ وَجَدَنِیْ عَرَفَنِیْ وَمَنْ عَرَفَنِیْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ عَشَقَنِیْ فَاَنَا عَشِقْتُہٗ فَاِذَا عَشِقْتُہٗ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ۔ (حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں جس نے ہم کو طلب کیا اس نے مجھ کو پا لیا اور جس نے مجھ کو پا لیا اس نے مجھ کو پہچان لیا اور جس نے مجھ کو پہچان لیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ مجھ پر عاشق ہوا پھر میں بھی اس پر عاشق ہو جاتا ہوں اور جس پر میں عاشق ہوتا ہوں اس کو قتل کر دیتا ہوں اور پھر میں خود اس کی دیت بن جاتا ہوں ہے

۱	داری سر ما بیا وگرنہ دور باز بر ما	ما دوست کشیم تو نداری سر ما
۲	در مسلخ عشق جز نکو را نہ کشند	لاغر صفتان زشت خو را نکشند
۳	گر عاشق صادقی ز کشتن مگریز	مردار بود ہر آنکہ او را نکشند

۱ اگر ہمارا خیال رکھتا ہے تو آ جا ورنہ ہم سے دور چلا جا۔ ہم دوست کو قتل کرتے ہیں تو ہم سے محبت نہیں کر سکتا۔

۲ عشق کے مذبح خانہ میں شریف اور بھلے لوگوں کو قتل کرتے ہیں۔ لاغر صفت اور بد خو لوگوں کی قربانی نہیں کی جاتی۔

۳ اگر تو سچا عاشق ہے تو قتل ہونے سے نہ بھاگ کیونکہ جس کو ذبح نہ کیا جائے وہ مردار ہو جاتا ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! اگرچہ عشق میں جان بازی ہے لیکن اس میں ہزار جان نوازی بھی ہے اگر تو ایک جان دیگا تو سینکڑوں جانیں پالے گا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما!

(جس کا دل عشق سے زندہ ہو گیا ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ جہان کے صحیفہ پر ہمارے لیئے دوام لکھا جا چکا ہے)

اے دیوانے! تو کس کام میں مشغول ہے۔ تو کتنا عجیب بیکار آدمی ہے۔ لذت نفسانی کے پیچھے اس طرح لگا ہوا ہے کہ اس کو نوش کرنے کے لیے اپنے لیے ہزار نیش (ڈنگ) کھانا جائز رکھتا ہے۔ اے درویش! اپنی جان پر ظلم کرنا کس لئے جائز رکھا ہے کہ تو روا رکھتا ہے۔ موتیوں کو پھینک دینا بعد کوڑیوں کو اکٹھا کرنا۔ سلطنت اور بادشاہی کو چھوڑنا اور مُردار کی گدائی میں مشغول ہونا کہ اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَّطَالِبُھَا کِلَابٌ (دنیا ایک مردار ہے اور اس کے طالب کُتے ہیں) عقل مند دل کا کام نہیں ہے ۔

۱ حال دنیا سربسر پرسیدم از فرزانۂ گفت یا خوابیست یا بادیست یا افسانۂ

۲ باز پرسیدم ازاں شخصے کہ دل دروے بست گفت یا دیویست یا غولیست یا دیوانۂ

۱ میں نے ایک عقلمند سے دنیا کا حال پوچھا اس نے کہا ایک خواب ہے یا ہوا ہے یا ایک کہانی ہے۔

۲ پھر میں نے کہا اس آدمی کا حال بیان کر جس نے دنیا میں اپنا دل لگا لیا اس نے کہا تو وہ شیطان ہے یا جن ہے یا پاگل ہے۔

اے عزیز ہوشیار ہو جانا چاہئے اور غلطی نہیں کھانا چاہئے۔ حدیث نبوی ہے کہ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے اور دنیا کو چھوڑ دینا ہر عبادت کا اصل ہے۔ اے زخم خوردہ درویش! شیخ یحیٰی منیری کے مکتوبات سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر گذرے ہیں۔ کوئی بھی ان میں سے دنیا کی طرف مائل نہ ہوا اور نہ ہی کسی نے دنیا کو قبول کیا۔ سب نے یہی کہا کہ جو اس کی طرف مائل ہوگا وہ ذلیل ہو جائیگا۔ بیماری کے وقت اگر کوئی کافر طبیب بھی دوائی بتلائے تو فوراً اس پر عمل کرتا ہے اور دوسری طرف ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر انبیا فرماتے ہیں تو تو ان کی بات سننے کا بھی روادار نہیں ہوتا اور پھر اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے ہائے ہائے

تو کیسی غلطی میں مبتلا ہے اور اس غلطی میں کیسا خبطی ہو چکا ہے تو اس کو نہیں سمجھ سکتا ؎

ترک دنیا گیر تا سلطاں شوی — ورنہ ہمچو چرخ سرگرداں شوی

(دنیا کو چھوڑ دے تاکہ تو بادشاہ ہو جائے ورنہ آسمان کی طرح ہر وقت چکر کھاتا رہے گا)

حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں اگر تمام دنیا کی قیمت ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو دنیا سے ایک مچھر کے پر کے برابر بھی حصہ نہ ملتا۔

اے خستہ جان درویش! دنیا صرف اتنے کام کی ہے کہ تو اس کو مسکینوں پر خرچ کرے کہا گیا ہے کہ "دنیا آخرت کی کھیتی ہے"۔ اس طرح کی دنیا بری نہیں ہوتی جب تو نے یہ مقدمہ معلوم کر لیا تو کام کے پیچھے لگ جا۔ سوتا کیا ہے ہوشیار ہو جا ؎

سعدی ہنرے گیر کہ آں سر ہنر ست — جز عشق خدا ہر ہنرے بے ہنر ست

(سعدی کوئی ایسا ہنر سیکھ کہ جو تمام ہنروں کا سردار ہو۔ خدا کے عشق کے سوا ہر ہنر بے ہنری ہے)

شیخ فرید الدین عطار فرماتے ہیں ؎

۱ عشق بستان و خویشتن بفروش — کہ نکوتر ازیں تجارت نیست

۲ رخ خود را بخون دیدہ بشو — کہ نکوتر ازیں طہارت نیست

۱ عشق خرید لے اور اپنے آپ کو بیچ دے کہ اس سے زیادہ اچھی کوئی تجارت نہیں ہے۔

۲ اپنے چہرہ کو خون کے آنسوؤں سے دھو ڈال کہ اس سے بہتر کوئی طہارت نہیں ہے۔

اے عزیز! عشق اور محبت الٰہی کا مقدمہ فقر میں مضبوط و مستحکم ہو جانا اور مجذوب ہونا ہے ؎

دوست زاں سرگشتہ میدار مدام — زانکہ او از جاں بر آید تمام

(دوست اس لیے ہمیشہ سرگشتہ رکھتا ہے کہ وہ پوری طرح اپنی جان سے آزاد ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ "ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے ہیں" اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ "اللہ کی راہ میں پوری کوشش کرو" (قرآن) میں یہی فرمان ہے لیکن کون ہے جو مرد میدان ہوتا کہ جان کی بازی لگائے اور اپنا سر دے کر اپنے آپ کو غازی بنائے۔ "وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے" کی بشارت سے خوش ہو اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت میں بلند پرواز کرے تاکہ شوق ربانی میں مست ہو کر ابد الآباد تک زندہ ہو جائے اور خاص الخاص

دوستوں میں سے ہو جائے اگر کوئی سوال کرے کہ اس شرف اور بزرگی تک کس حیلہ سے پہنچا جا سکتا ہے؟ تو اس کو جواب دو کہ اس کا وسیلہ بھی درویشوں کی صحبت اور خدمت ہے۔ شاہ سبحان فرماتے ہیں ؎

۱	درویشی کن قصد درِ شاہ مکن	وز دامن فقر دست کوتاہ مکن
۲	اندر دہن مار شو و مال مجوئے	در چاہ نشین و طلب جاہ مکن

۱ درویشی کر بادشاہ کے دروازہ کا قصد نہ کر۔ فقر کا دامن تھامنے میں کوتاہی نہ کر۔

۲ سانپ کے منہ میں چلا جا اور مال تلاش نہ کر۔ کنوئیں میں چھلانگ لگا لیکن مرتبہ کی خواہش نہ کر۔

اے عزیز با تمیز! ایسی عزت سے اپنے آپ کو بچا جس کا انجام پشیمانی ہو اور اپنے آپ کو اس ہمسائیگی میں کہ خداوند تعالیٰ کے ساتھ اچھا وقت قسمت میں ہو جائے نگاہ رکھ اور جان کے ساتھ اس کا خریدار بن جا۔ ہمیشہ ایسی فرصت کہاں نصیب ہوتی ہے۔ وقت کو غنیمت سمجھ۔ ضائع نہ کر۔ ان فقیر کی باتوں کو اپنے کانوں میں سنبھال اور محبت کے علاوہ ہر چیز کو فراموش کر دے ؎

۱	بیا اے جاں کمر مردانہ بربند	بجان و دل یکے با دوست پیوند
۲	فدا کن جان خود در راہ جاناں	بیاد حق دمادم باش خورسند
۳	بیا در باز جاں در عشق بازی	ہمیں ست کار مردان خداوند
۴	تو فرصت را ہمیں خوش داں غنیمت	بجان و دل شتابی سوئے دلبند!
۵	بجز حق کیست تا کامت رساند	یقیں میداں خلاصی دست از بند
۶	چوں گردی درره دلدار فانی	شوی باقی ہمیشہ با خداوند!
۷	بیا عثمان بدر کن دل ز عالم!	اگر خواہی کنی با دوست پیوند!

۱ اے جان آ اور مردانہ وار کمر ہمت باندھ۔ جان و دل کے ساتھ کچھ مدت دوست کے ساتھ مل جا۔

۲ محبوب کی راہ میں اپنی جان قربان کر دے اور خدا کی یاد میں ہر وقت خوش رہ۔

۳ آ اور عشقبازی میں اپنی جان کی بازی لگا دے۔ مردان خدا کا ہمیشہ سے یہی کام رہا ہے۔

۴ تو فرصت کو غنیمت سمجھ اور جان و دل کے ساتھ دلبند کی طرف دوڑ۔

۵ خدا تعالیٰ کے سوا کون ہے جو اصل مقصود تک تجھ کو پہنچا دے یقین رکھ کہ تو قید سے آزاد ہو جائیگا

۶ جب تو دوست کی راہ میں فانی ہو جائے گا تو ہمیشہ خداوند تعالیٰ کے ساتھ باقی رہیگا
۷ عثمان آ اور دل کو اس جہان سے باہر لے جا اگر تو یہ چاہتا ہے کہ اپنے حقیقی دوست سے ساتھ تعلق استوار کرے۔

اے زخم خوردہ درویش! بہت مشکل کا وقت درپیش ہے اس غم سے صدیقوں کے دل بھی زخمی ہیں۔کسی وقت سوچ۔جب منہ پر خاموشی کی مہر لگادی جائے گی اور بات کہنے کی کوئی طاقت نہ رہے گی۔اس وقت تیری طبیعت سے فریاد باہر آئے گی کہ مجھے کچھ فرصت دے دو خدا کے لیے کچھ وقت مہلت دیدو۔خدا کے لیے تھوڑی سی مہلت دیدو تاکہ میں دوستوں اور فرزندوں کو دیکھ لوں تو اس وقت فرشتہ ظاہر ہوگا اور کہے گا اے فلاں میں نے تمام جہان چھان ڈالا ہے کہ شاید تیرے رزق کا کوئی حصہ باقی رہ گیا ہو جب میں نے دیکھا تو کسی جگہ تیرا رزق اور پانی باقی نہیں رہا ہے۔ اس کے بعد دوسرا فرشتہ ظاہر ہو گا۔تبسم کرتے ہوئے لبوں سے کہے گا کہ اے بیوقوف میں نے کتنی مرتبہ تجھ کو اطلاع دی لیکن تم نے غفلت اختیار کی اب فرصت کا وقت کہاں رہا ہے؟

موت کی پہلی اطلاع تو یہ تھی کہ تیرے ماں باپ دنیا سے چلے گئے۔دوسری اطلاع سفید بال تھے تیسری اطلاع یہ تھی کہ تیرے دوست اور ساتھی چلے گئے اور تو ان کے جنازہ کے پیچھے چلتا رہا اور اس کے علاوہ کوئی دن ایسا نہیں گذرتا تھا کہ تو نے کسی کی موت کی خبر نہ سنی ہو۔تو ان تمام اطلاعات سے بیخبر رہا اب تو فرصت کہاں پائے گا۔پھر وہ قبر تک راستے میں اتنی آہ وزاری کرتا ہے کہ اگر خلقت سن لے تو ان کے پتّے پھٹ جائیں۔

اے زخم خوردہ درویش! کچھ تو سوچ ؎

در گوش خویش مے شنوی کاں فلاں نماند | در گوش دیگراں ہمیں حیرت رسید نیست

(تو اپنے کانوں سے سنتا رہتا ہے کہ آج فلاں آدمی نہیں رہا کسی دن دوسرے لوگوں کے کانوں میں بھی یہی حیرت افزا آواز پہنچنے والی ہے)

چاہیئے کہ زمانہ کے اس درد و رنج سے گریہ وزاری کرے۔تیری عمر کا آفتاب غروب ہونے کو آیا۔ کام ہاتھ سے نکل گیا۔سوائے سیاہ روئی، شرمندگی، پشیمانی و پریشانی اور پرنم آنکھوں اور جگر پر آتش اور خاک بر سر اور باد بدست کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہو گا ؎

۱ گفتم مگر کہ کار لبساماں شود نہ شُد   یار از جفائے خویش پریشاں شود نشد

۲ گفتم مگر زمانہ عنایت کند نہ کرد   بخت ستیزہ کار بفرماں شود نہ شد

۱ میں نے سوچا تھا کہ کام سامان کے ساتھ ہو جائے گا وہ نہ ہوا۔ اور دوست اپنی جفا سے نادم ہو گا وہ بھی نہ ہوا۔

۲ میں نے سوچا شاید زمانہ مہربانی کرے گا اس نے نہ کی خیال تھا کہ مخالفت کرنے والی قسمت مطیع فرماں ہو جائے گی وہ بھی نہ ہوئی۔

دین کے کاروبار کا ماتم اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ ہزاروں زبانوں اور بیان و تقریر و تحریر میں نہیں آسکتا بلکہ اس کا ہزارواں حصہ بھی تمام عمر میں کہا اور لکھا نہیں جا سکتا۔ کاش! اگر یہ عمر اس ماتم میں گذرتی چنانچہ شیخ عطار فرماتے ہیں ؂

چوں نداری شادی از وصل یار   خیز بر خود ماتم ہجراں بدار

(جب تجھے وصل کی خوشی نصیب نہیں ہو سکتی تو اُٹھ اپنے ہجر کا ماتم کر۔)

لیکن بیہودہ غم اور دنیائے فانی کی فکریں قضیۂ انسانی اور شہوات نفسانی پر اس قدر نازل ہوتی ہیں کہ بیچارہ طالب پریشان ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار فرماتے ہیں ؂

ہزار گونہ غمم ہیچ غم نہ بود مرا   اگر از غم خویشتن کنند رہا

(مجھ کو ہزار طرح کے غم ہیں لیکن اصل میں مجھ کو کوئی غم نہیں ہے اگر مجھ کو اپنے غم سے آزاد کر دیا جائے)

خداوند خدائیگاں کی قسم کہ درویش کا تمام درد و غم قلم میں نہیں آسکتا اور حمیت و غیرت تمام دردوں کو بیان کرنے کی اجازت نہیں دیتی کہ ربوبیت کے اسرار کو افشا کرنا کفر ہے اور آگ پر جلنے والا پروانہ جلنے کے سوا کوئی خبر نہیں دے سکتا کہ وہ کہے کہ میں جل رہا ہوں اس کے جلنے اور درد کی کیفیت کو میں نہیں جانتا اور بیان کی زبان اس سے گنگ ہے۔ عمر آخر کو پہنچ چکی ہے اور درد ماتم انتہا کو نہیں پہنچا۔ ہر چند کہ میں نے خون جگر گرایا اور اپنی جان جلائی لیکن کسی جگہ نہ پہنچا ؂

خونِ دل ریختم و شستہ نہ شد   داغہائے کہ بر جگر دارم

(میں نے دل کا خون گرایا لیکن وہ داغ جو میرے جگر پر تھے دھوئے نہ گئے)

قابل آدمی کو فصاحت وبلاغت سے محبت ہوتی ہے۔ کئی سال تک بیان اور نکات کو جگر پر گراتا ہے اور سننے والوں کے کانوں میں اس کی یاد باقی رہ جاتی ہے اور دیکھنے والا اپنے فضل وہنر پر نظر رکھتا ہے اور محبت وشوق دل اور عشق کی آگ میں جلنے والا آنکھوں سے خون کی ندیاں بہادیتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کون کشتۂ محبت وشوق اور قتیل دردو فراق ان اوراق کا مطالعہ کرے گا اور اس کے سینہ سے آہ سرد اٹھے گی اور آنکھوں سے گرم آنسو گرائے گا۔ میری جان اس دردمند پر قربان ہو ؎

ہلاک ما ہمہ بنیاد عشق خواہد بود   کجاست یار کہ با ما ہر سفر دارد

(ہم سب ہلاک ہو جائیں گے تو عشق کی بنیاد قائم ہو گی۔ کہاں ہے وہ دوست جو ہمارے ساتھ سفر کا ارادہ رکھتا ہو)

اگر تو عشق کی آگ نہیں رکھتا تو جلے ہوؤں کو تلاش کر اور اگر عشق کی مستی نہیں رکھتا ہے تو عشق کے ویرانوں کی طرف دوڑ ؎

اے بیخبر ز حالت مستان باخبر   بہر نظارۂ بخرابات در گذر

(اے وہ کہ باخبر مستوں کی حالت سے بے خبر ہے۔ نظارہ کے لیے ویرانوں کی طرف گذر کر)

اے برادر! کیا تو جانتا ہے کہ موت کیا ہے؟ عاقبت کا خوف ایک ایسی چیز ہے کہ اگر ہر ایک بال کو ہزار زبان اور ہزاروں آنکھیں مل جائیں تو اس مصیبت میں ہر زبان سے نوحہ کرتے اور ہر آنکھ سے خون کے ہزاروں آنسو برساتے۔ تمام عقلمندوں کے دل اس منزل کے تصور سے زخمی ہیں جو تمام لوگوں کو پیش آنے والی ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! جب رابعہ بصری کے دل میں فقر کی محبت اور ہوس پیدا ہوئی تو اس کے دل کو ایک آواز سنوائی گئی کہ فقر ہمارے قہر کا ایک خشک سال ہے جو کہ ہم نے مردوں کے راستہ میں رکھا ہے۔ جب تک تو ستر مقامات سے نہیں گذرے گی تجھ سے فقر کی محبت کا ذکر نہیں کیا جائے گا۔ اب تو ہوا میں دیکھ جب اس نے ہوا میں دیکھا تو اس نے فضا میں آنکھوں کے خون کا ایک دریا کھڑا ہوا دیکھا کہنے لگی یہ کیا ہے؟ کہا گیا یہ عاشقوں کی آنکھوں کا خون ہے کہ تمام عاشق پہلی منزل میں غرق ہوئے ہیں ان کا نام ونشان بھی جہان میں کسی جگہ ظاہر نہیں ہوا ہے۔

اے عزیز! یہ سونے اور آرام کرنے کی کونسی جگہ ہے۔ مردانِ دین کے پیچھے دوڑ شاید کہ کسی عزیز کی برکت سے محبت کی تاثیر تیرے اندر اثر کرے اور جان و دل میں درد پیدا ہو جائے اور وہ جو پریشان کن افکار ہیں تمام کو جلا ڈالے اور عشق و محبت کی قوت کا شعلہ تیرے اندر پیدا ہو جائے تاکہ تمام مشکلات آسان ہو جائیں ؎

تا مست نہ گشتی نہ کشی بارِ غم عشق ۔۔۔ آرے شترے مست کشد بارِ گراں را

(جب تک تو مست نہیں ہوگا غمِ عشق کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا۔ ہاں مست اونٹ وزنی بوجھ اٹھا سکتا ہے)

اے عزیز! درگاہ الست کا مست حسین منصور حلاج شک کی حالت میں تھا ایک درویش نے اس سے پوچھا "عشق کیا ہے"؟ کہا تجھ کو آج اور کل اور کل کے بعد تیسرے روز تک عشق کی حقیقت کا معائنہ ہو جائے گا۔ "آج" کا دن تو وہ تھا جس میں منصور حلاج کو قتل کیا گیا۔ دوسرے روز اس کی لاش کو جلا ڈالا گیا اور تیسرے روز اس کی خاک کو ہوا میں اڑا دیا گیا۔ جب اس کو صلیب کی سیڑھی کے پاس لائے تو اس کو بوسہ دیا اور کہا مردوں کا معراج یہ ہے۔ جب لوگوں نے اس کے ہاتھ کاٹے تو وہ کہہ رہا تھا ہاں ان بندھے ہوئے ہاتھوں کو کاٹ لینا تو آسان ہے۔ ہاں میں مرد اس کو جانو جو اس ہاتھ کو جو کہ عرش کی چوٹی سے تاج اتار لیتا ہے کاٹ کر دکھائے۔ جب اس کے پاؤں کٹے تو تبسم کیا اور کہا یہ پاؤں کیا ہیں؟ میرے پاس ایسے پاؤں بھی ہیں کہ ان کے ساتھ دونوں جہانوں کا سفر کیا جا سکتا ہے پھر اس نے اپنے دونوں خون آلود بازو اپنے چہرہ پر ملے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہنے لگا میں وضو کر رہا ہوں اس لیے کہ عشق کی دو رکعت نماز ہے کہ جن کا وضو نفس کے خون کے سوا صحیح نہیں ہو سکتا۔

بیان کرتے ہیں کہ اس کے تمام اعضاء کاٹ دیے گئے۔ پشت اور گردن سولی کے اوپر تھی اس پشت اور گردن سے یہ آواز آتی تھی۔ انا الحق۔ انا الحق۔ خلیفہ نے فرمایا یہ تو مر گیا ہے۔ لیکن یہ اپنے مرنے کے بعد بھی فتنہ اٹھائے گا۔ پس دوسرے روز اس کے تمام اعضا اکٹھے کر کے جلا دیئے گئے اس کی خاک سے یہ آواز آئی انا الحق انا الحق۔ تیسرے روز اس کی خاک کو دریا میں ڈال دیا۔ پانی کے اوپر خاک کے ہر ذرہ سے یہی آواز آئی انا الحق انا الحق۔

اے عزیز! اگرچہ ظاہری طور پر حسین منصور کی صورت نظر آتی تھی لیکن حقیقت میں یہ بات منصور کی نہیں تھی سے

۱ منصور حلاج آں نہنگ دریا — از پنبۂ تن دانۂ جاں کرد جدا
۲ منصور نبود آنکہ انا الحق میگفت — منصور کجا بود خدا بود خدا
۳ احمد اتا گم نہ گردی ہوش دار — کیں جرس را کاروانے دیگر ست

۱ منصور حلاج وہ دریائے وحدت کا نہنگ جس نے جسم کی روئی سے جان کے دانہ کو جدا کر دیا
۲ وہ انا الحق کہنے والا منصور نہیں تھا۔ منصور کہاں تھا؟ وہ تو خدا کی آواز تھی (اگرچہ بظاہر منصور کے منہ سے نکل رہی تھی)
۳ اے احمد! جب تک تو بیخود نہ ہو جائے پوری طرح ہوش سے کام لے۔ اس گھنٹی کا کارواں کوئی اور ہی ہے۔

اے خستہ جام درویش! یہ کام عقل سے نہیں ہو سکتا۔ عشق کے غم خانہ میں عقل سرنگوں ہے عقل کا حکم یہ ہے کہ اہل عقل دوستوں پر نوازش کرتے ہیں اور دشمنوں پر جفا۔ لیکن حق تعالیٰ دوستوں پر مصیبت ڈالتے ہیں اور تمام مرادیں دشمنوں کی گود میں رکھ دیتے ہیں معلوم ہوا کہ اس جگہ عقل اور قیاس کو راہ نہیں ہے۔ جب قیاس کو وہاں راہ نہیں ہے تو عقل کو خدا کے معاملہ میں کیا دسترس ہو سکتی ہے؟ سے

اے جہان و جاں ہمہ حیراں تو — صد ہزاراں عقل سرگرداں تو
(اے وہ کہ جہان اور جان سب تجھ سے حیران ہیں اور لاکھوں عقلیں تیرے معاملہ میں ٹھوکریں کھا رہی ہیں)

اے عزیز! جب عقل کا کام نہ رہا تو کیا کرنا چاہئے؟ معلوم ہوا کہ ہدایت و فضل حق کے سوا عشق کے راستہ پر چلنا بہت ہی مشکل ہے۔ بیچارگی کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے اے عزیز! ہر آدمی دعویٰ کرتا ہے کہ اسے کمال عرفان حاصل ہے۔ یہ آیت اس بات کی تکذیب کرتی ہے۔ وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۔ (تمہیں تھوڑا سا علم دیا گیا ہے) اور یہ طے شدہ بات ہے کہ جب علم و عقل سے اپنی ہستی کی پہچان میں اتنے اشکال وارد ہوتے ہیں کہ ان کا کوئی عقدہ حل نہیں

ے بنی اسرائیل ۸۵

ہوتا پس علم وعقل سے کمال عرفان کا دعویٰ کیسے صحیح ہو سکتا ہے پس اے زخم خوردہ درد لیش حق تعالےٰ کے وصول کا راستہ سوائے جلنے اور پگھلنے کے کبھی بھی نہیں کھلتا - حق سبحانہ مہیمن ومتعال ہے جبتک تمام طالبوں کے جگر کو درد وغم واندوہ وعشق اور اپنی محبت سے جلا نہیں ڈالتے تب تک پوری طرح جلنے کی لذت تک جو کہ ایک عظیم ذوق ہے اور اکرم الاکرمین کی بارگاہ میں ملاقات کا شوق ہے نہیں پہنچ سکتے اور یہی وہ وقت ہے کہ شوق سے اور شوق بڑھتا جاتا ہے اور ہَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کی فریاد آدمی کی طبیعت سے باہر آنے لگتی ہے پس عاشقاں وصال کی خوشی اس خروش کے علاوہ محال ہے حق سبحانہ وتعالیٰ قسمت کرے سہ

پروانہ و شمع را ہمیں باشد حال در ہجر لبسوز دولبسوز دز وصال

(پروانہ اور شمع کا یہی حال ہے کہ پروانہ ہجر میں نہیں جلتا اور وصال میں جل جاتا ہے)

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (یقیناً ابراہیم بہت آہ کرنے والے دردمند اور بردبار آدمی تھے سہ

۱ تواں بخرید بیک آہ ملک ہر دو جہاں ازیں معاملہ غافل مشو کہ حیف خوری

۲ بیک آہ کہ از جان بہوائے تو برآید حقا کہ بکونین خریدار تواں بود

۱ ایک آہ سے دونوں جہان کا ملک خریدا جا سکتا ہے - اس معاملہ سے غافل نہ ہو کہ تو افسوس کھائے گا -

۲ ایک آہ جو جان سے تیری خواہش میں باہر آجائے اس سے خدا کی قسم دونوں جہان کی خریداری کی جا سکتی ہے -

شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ لذت وخوشی "دریافت" حقیقت میں لذت وخوشی نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ جو کچھ بھی ہے وہ یہی طلب ہے سہ

کے بود یارائے آں خفاش را کو ببیند آفتاب فاش را

چمگادڑ کو کب طاقت ہے کہ وہ سورج کو ظاہر دیکھ سکے -

اگر کوئی سوال کرے کہ اگر "دریافت" خود لذت نہیں ہے تو عاشق خروش کیوں کرتا ہے خروش لذت ہی کے لیے تو ہوتا ہے - اس کا جواب یہ ہے کہ "دریافت" تمام کی تمام لذت ہے - عاشق انتہائے شوق ومحبت وعشق وخروش سے درد واندوہ کو عین لذت سمجھتے ہیں اور "دریافت" اگرچہ خوشحالی ہے

سلہ توبہ ۱۱۴

لیکن اس خوشحالی کا نتیجہ خروش و درد و اندوہ ہے اگر یہ خروش و درد و اندوہ نہ ہوتا تو "یافت" کی لذت نہ ہوتی۔ عاشقوں نے معلوم کر لیا ہے کہ بغیر درد و اندوہ کے "یافت" (مقصود کو پالینا) نہیں ہوتا بنا بریں اس خروش و اندوہ میں بیشمار لذت پاتے ہیں اور دریافت سے سیر نہیں ہوتے ؎

ہر چند زِ زلالِ وصال مالا مال ۔۔۔ چند انکہ نوشند تشنہ تر گردند

(ہر چند کہ وہ وصال کے زلال "خالص مشروب" سے مالا مال ہیں جتنا پیتے جاتے ہیں اتنا ہی پیاسے ہوتے جاتے ہیں)

اور "دریافت" کو "نایافت" سمجھتے ہیں اور دیکھے ہوئے کو نہ دیکھا ہوا جانتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ حق تعالیٰ و تقدس کی کوئی نہایت نہیں ہے پس خاص الخاص طالبوں کی طلب کی بھی کوئی انتہا نہیں ہوتی ؎

گر بہ بینیم زار گردم ور بہ بینم زار تر ! ۔۔۔ دیدنت دشوار تا دیدن ازاں دشوار تر

(اگر میں نہ دیکھوں تو زار ہو جاؤں اور اگر دیکھوں تو زار تر۔ تیرا دیکھنا بھی مشکل ہے اور نہ دیکھنا اس سے بھی مشکل تر)

حق سبحانہ و تعالےٰ اپنے خاص بندوں کو فرح (خوشی) و ذوق میں اپنی تجلی سے سرفراز کرتے ہیں اور شوق کے اندوہ میں دوسری طرح تجلی فرماتے ہیں۔ ہر چند کہ اُنس کا پیالہ دمبدم پے در پے نوش کرتے ہیں پھر بھی پیاسوں کی طرح خدا تعالیٰ سے اس کے اطوار، انوار و اسرار سے ھَلْ مِنْ مَّزِیْد کی فریاد کرتے ہیں اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا یہی مضمون ہے ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں ۔۔۔ بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی !

(نہ تو اس کے حسن کی کوئی انتہا ہے نہ سعدی کے سخن کی کوئی حد ہے۔ استسقاء کا مریض پیاسا ہی مر جاتا ہے اور دریا اسی طرح باقی رہتا ہے)

اس پیاس سے کوئی نبی اور کوئی ولی کبھی سیر نہیں ہوا اور تمام اہل سخن اس بات پر متفق ہیں کہ ؎

صد ہزاراں جلوہ او دیدہ ام من بارہا ! ۔۔۔ لیک با شمشیر لا از جملگی بگذشتہ ام

(میں نے کئی مرتبہ اس کے لاکھوں جلوے دیکھے ہیں لیکن لا کی تلوار سے میں تمام جلووں سے گذر گیا ہوں)

پس یہ خود بھی انتہا نہیں رکھتے اور نہ ہی راہ وصول کا کوئی انجام ہے اور وجود ذات کی حقیقت کے

مشتاق ہیں ان کے لیے یہی فراق وصل ہے۔ حق سبحانہ وتعالےٰ فرماتے ہیں اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّہُمۡ مَّیِّتُوۡنَ (آپ بھی مرنے والے ہیں اور وہ بھی مرنے والے ہیں) تو "یافت" کا دم مارنے کی کون سی جگہ ہے؟ ؎

۱	اے کہ دریں کار جگر خوردہٗ	گوہر رنگیں بہ کف آوردہٗ
۲	گوہر ایں کاں ہمہ یکرنگ نیست	لولوٗ عمان ہمہ یک سنگ نیست
۳	گوہر لعل از دل کاں مے طلب	ہرچہ بیابی بہ ازاں مے طلب
۴	ہر کہ بہ خس کرد قناعت خسے ست	بہ طلبی کن کہ بہ از بہ بسے ست

۱ اے وہ کہ اس کام میں تو نے اپنا جگر کھایا ہے۔ تو نے ایک رنگین گوہر حاصل کیا ہے۔

۲ اس کان کے موتی ایک ہی رنگ کے نہیں ہیں عمان کے تمام موتی ایک ہی پتھر کے نہیں ہیں۔

۳ ہیرے اور جواہرات دل کی کان سے طلب کر جو کچھ تو حاصل کرلے اس سے بہتر طلب کر۔

۴ جو شخص خاشاک پر قناعت کرلے وہ خسیس ہے "اچھا" طلب کر کہ یہاں "اچھے" سے اچھا بے شمار موجود ہے۔

پس اے زخم خوردہ درویش! اس راہ میں اخلاص و محبت درکار ہے ؎

سِرّ وحدت ذات حق ہرگز نداند کس کمال ہر کہ افتاد اندرو سرگشتہ و گمراہ شد

(ذات حق کی وحدت کا راز کوئی بھی پوری طرح نہیں جانتا جو آدمی بھی اس کے اندر گر پڑا وہ سرگشتہ اور گمراہ ہو گیا)

اگر کوئی سوال کرے کہ "اخلاص" کیا ہے؟ اور مخلص کون ہے؟ تو اس کا جواب احمد جام قدس اللہ سرہٗ العزیز نے اپنے رسالہ میں دیا ہے کہ بعض آدمی عبادت زیادہ کرتے ہیں لیکن اس کا پھل بہت کم پاتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ تھوڑے ہی دنوں میں تھوڑی سی عبادت سے ثمرہ بہت زیادہ حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ کیا معاملہ ہے؟ جان لو کہ اس کام میں کثرت عبادت سے ترقی نہیں ہوتی ہاں اخلاص سے بہت جلد ترقی ہو جاتی ہے اور اگر تو اخلاص کے وقت یہ اشعار پڑھے گا تو امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقصود پر پہنچ جائے گا ؎

۱ خداوندا! کریما! بادشاہا! عزیزا! منعما! آمرزگارا

؎ زمر: ۳۔

۲ ز حد بگذشت کار ناپسندی! کنی فضل و عنایت ایں گدا را

۳ نہ دارم غیر تو دیگر پناہے پناہ ہر دو عالم را پناہا

۴ توئی مقصود ما از ہر دو عالم توئی موجود پنہاں آشکارا

۵ ز انعامت ہمیدوں چشم دارم کہ بخشی مر من مسکیں گدا را

۶ شدہ عثمان بجاں مشتاق دیدار نمائی روئے خود پروردگارا

۱ اے خداوند! اے کریم! اے بادشاہ! اے غالب! اے منعم! اے بخشش کرنے والے۔

۲ میری بد افعالیاں حد سے گذر چکی ہیں اس فقیر پر فضل و عنایت کر۔

۳ تیرے سوا میرے لیے کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے اے وہ کہ تو دونوں جہاں کی پناہ کی بھی پناہ ہے۔

۴ دونوں جہان سے تو ہی ہمارا مقصود ہے تو ہی ظاہر اور پوشیدہ موجود ہے

۵ میں تیرے فضل سے یہی امید رکھتا ہوں کہ مجھ مسکین گدا کو معاف کر دے۔

۶ عثمان جان و دل سے دیدار کا مشتاق ہے اے پروردگار اپنا دیدار دکھلا۔

اے خستہ جان درویش! فرصت غنیمت ہے اگر تجھ سے ہو سکے تو اس کو حاصل کر جس نے وقت کی قدر معلوم کر لی اس نے اپنے آپ کو اور دونوں جہانوں کو اس کی راہ میں قربان کر دیا لیکن اس کا کیا فائدہ کہ تو اپنی قدر و قیمت نہیں جانتا اگر تو جانتا ہوتا تو کیا فارغ بیٹھا رہتا؟ ؎

۱ آں کیست کہ دل نہاد و فارغ بہ نشست پیداست کہ مہلتے و تاخیرے ہست

۲ گو خیمہ مزن کہ بیخ مے باید کند گو بار منہ کہ بار مے باید بست

۱ وہ کون ہے جس نے یہاں دل لگا لیا اور فارغ بیٹھ رہا۔ ظاہر ہے کہ اس کے نزدیک ابھی کافی مہلت و دیر ہے۔

۲ اس سے کہو کہ خیمہ نہ لگائے کہ یہ میخیں اکھڑنے والی ہیں اور اپنا بوجھ نہ اتار کہ اسے آخر کار باندھنا ہی پڑے گا۔

شاید تو نے یہ نہیں سنا یا سنا ہے تو ہوش نہیں رکھتا۔ معلوم ہوا کہ تیری بیماری حد سے زیادہ بڑھ چکی ہے۔ خدا کے لیے ذرا ہوش کر۔ فقیر کی باتیں غور سے سن اور اپنے کام کے پیچھے لگ اور آخرت کے معاملہ کو سوچ جس وقت مومن لوگ جنت میں جائیں گے اور حضرت کبریاء کے انوار عظمت کا مشاہدہ کریں گے

تو ان کے پاس ایسی زبان نہ ہوگی کہ بادشاہ بلند ذات کے جلال و تسبیح کو بیان کر سکیں اور فرشتے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے ان پر سلام کر کے طرح طرح کی نوازشات اور بلندی درجات کی خوشخبری سنائیں گے اور خدا کی حمد و ثنا کا وظیفہ بجا لاتے ہوئے اس کی بخشش کی صفات پر کلام کو ختم کریں گے اور یقیناً تسبیح وتمجید کی لذت ان کو بہشت جاودانی کی لذات سے زیادہ پسند آئے گی ؎

ذوق نامش عاشق مشتاق را　　　از بہشت جاودانی خوشتر ست

(عاشق مشتاق کو اس کے نام کا ذوق بہشت جاودانی سے زیادہ پسند ہے۔)

؎ آنانکہ بجز روئے تو جائے نگرانند　　　کوتاہ نظراں بیں چہ کوتاہ نظرانند

(وہ لوگ جو تیرے چہرے کے سوا کسی اور طرف دیکھتے ہیں، یہ کوتاہ نظر ہیں ان کی کوتاہ نگاہی کتنی بڑھی ہوئی ہے۔

شیخ منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقر کی ایسی صورت ہے کہ جہاں بھی ظاہر ہوتی ہے اور بے جمال سے نقاب اٹھاتی ہے تو بشریت کی ہستی کے تمام لوازمات کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے اور جو فقر میں جل گیا اس نے اپنے آپ کو نہ دیکھا اور جو اپنے آپ سے گذر گیا وہ خدا کے ساتھ مل گیا۔ اے زخم خوردہ درویش! مردہ ہے جو اپنے آپ کو اپنے آپ سے ڈھانپے جب اپنے آپ سے آزاد ہو جائے گا تو اس کی الوہیت کے جمال کے آثار اس کو ہر طرف نظر آنے لگیں گے۔ چنانچہ سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مَا نَظَرْتُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا رَاَیْتُ اللّٰہَ (میں نے جس چیز کو بھی دیکھا مجھے اسی میں خدا کی قدرت نظر آئی) اس مقام پر عشق شافی ہوتا ہے اور ہر چیز سے کفایت کرتا ہے۔ روح عشق سے لپٹ جاتی ہے اور عشق روح سے مل جاتا ہے یہاں تک کہ عشق روح کے برابر ہو جاتا ہے۔ پھر عشق روح کے قائم مقام ہو جاتی ہے اور روح شمع جمال احدیت کا پروانہ بن جاتی ہے اور اپنے جمال کے اوصاف کا مشاہدہ کرتی ہے اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ اپنے آپ کو اپنے حسن سے دیکھتی ہے اور نیازمندی کے گیند سے بے نیازی کے میدان میں کھیلتی ہے اِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۔

اے زخم خوردہ درویش! اپنے اصل کی طرف نظر کرنی چاہئے کہ تیری حقیقت کیا ہے؟ تیری بقا کیا ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ کہاں جائے گا؟ اے بے خبر! تو کتنا بے خبر ہے کہ تجھے معلوم نہیں کہ تو لامکانی پرندہ ہے، دنیا کے مکان کو جو کہ دوستوں کا قید خانہ ہے شیطان کی طرح اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ حدیث

ـــــــــــــــــــــ

۱ـه آل عمران ۹۷۔

میں آیا ہے کہ "دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے" یہ آرام و قرار کی کونسی جگہ ہے حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَان ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔ تیرا مقام علیین ہے کہ جس میں رنگ رنگ کی لاکھوں نعمتیں موجود ہیں حوریں اور محلات ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے اور اس کے علاوہ پروردگار بے چون و بیچگون کا دیدار بھی ہے کیا تو ہوش نہیں رکھتا؟ ہائے ہائے تو نے کتنا زیان کیا؟ اگر اس زیان اور خسران کی تجھ کو خبر ہو جاتی کہ مولیٰ کی یاد کے بغیر زندگی کس طرح ضائع ہو رہی ہے تو تو اس حسرت میں فوراً مر جاتا ۔ افسوس ہزار افسوس کہ تو اس کی قیمت نہیں جانتا کتنا نادان ہے ۔ خدا کی قسم تو ایک حیوان ہے اگر انسان ہوتا تو ہمیشہ اپنے اصلی وطن (جنت) کے حصول اور محبت میں مشغول رہتا ؎

زاہداں از موت مہلت خواستند　　　عاشقاں گویند نے نے زود باش

(زاہد لوگ موت سے مہلت مانگتے ہیں ، عاشق کہتے ہیں نہیں نہیں جلدی کر ۔)

اے نکمے آدمی! دنیا کے کاموں میں یہ موشگافی؟ اور آخرت کے معاملہ میں ایک بال کی خبر بھی نہیں رکھتا اور پھر بھی اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے یہ مسلمانی نہیں ہے ۔

اے درویش! اس کام سے بے فکر نہیں رہنا چاہیئے اور ہائے ہائے کر کے رونا چاہیئے اور خون جگر کو آنسوؤں کی صورت آنکھوں سے گرانا چاہیئے اور روزگار کا ماتم کرنا چاہیئے ۔ سُن غور سے سُن اس راستہ کا سامان سوائے آنسو ، نیازمندی ، رونے اور درد فرقت کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے اور اس کا توشہ سرد آہوں کے سوا نہیں اور اس بارگاہ کا ہدیہ سوائے درد اور نیازمندی اور غم غریبی کے سوا کچھ نہیں ہے اگر یہ سامان تیرے پاس موجود ہے تو خوشی سے جا تو منزل پر پہنچ جائے گا اور بے انتہا خلعت سے مسرور ہو گا دونوں جہانوں کا بادشاہ بنے گا اگر یہ سامان تیرے پاس نہیں ہے تو وہاں مت جا منہ کے بل کنوئیں میں گرے گا ، مرے گا ۔ جہنم کا ایندھن بنے گا اور قید ہو جائے گا ۔ کسی وقت سوچ اے درویش! بہت مشکلیں درپیش ہیں ہائے ہائے کیا کیا جائے افسوس ہزار افسوس ؎

۱　گر طالع بخت یار بودے مارا　　　در مسکن خود قرار بودے مارا

۲　گر چشم بد زمانہ بر ما نہ بدے　　　در شہر کساں چہ کار بودے مارا

۱　اگر قسمت کا ستارہ ہمارا دوست ہوتا تو اپنی جگہ ہی میں ٹکے رہتے ۔

۲ اگر زمانے کی بدنگاہ ہم پر نہ پڑتی تو ان لوگوں کے شہر میں ہمارا کیا کام تھا؟

ہر اس آدمی سے جو محبت میں جلا ہوا ہے اور دیدار پروردگار کا مشتاق ہے خدا کے واسطے سے التجا ہے کہ جب ان اوراق کو دیکھے تو اس شکستہ حال کے حق میں ایمان کی خیر کی دعا کرے اور یہ کہ حق سبحانہ و تعالی ہر جگہ میں دونوں جہان میں مدد عطا فرمائے اور اپنے خاص بندوں کی جماعت میں جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (اللہ تعالے اپنی رحمت کے لیے جس کو چاہتے ہیں خاص کر لیتے ہیں) داخل کرے آمین یارب العالمین[1]

۱	مدتے شد کہ من غمزدہ سودائی	میکشم بار فراق وستم تنہائی
۲	جرعۂ زہر غریبی چوں شکر مینوشم	از کف ساقی در دور فلک مینائی
۳	مدتے شد کہ بپابوس تو دارم ہوسے	جگرم خوں شد و ایں راز نگفتم بکسے
۴	چوں گل ہر دم بپوشم جامہ بر تن	زنم چاک از گریباں تا بدامن
۵	تنت را دید گل گویا کہ در باغ	چوں مستاں جامہ را بدرید بر تن

۱ ایک مدت گذر چکی ہے کہ میں غمزدہ، سودائی دوست کے فراق میں ظلم و ستم تنہائی کو برداشت کر رہا ہوں۔

۲ فلک مینائی کے اس دور میں میں ساقی کے ہاتھ سے غریبی کے زہر کو شکر کی طرح میٹھا سمجھ کر نوش کر رہا ہوں۔

۳ ایک مدت گذر چکی ہے کہ میں تیری قدمبوسی کی ہوس رکھتا ہوں۔ میرا جگر خون ہو چکا ہے اور میں نے یہ راز کبھی کسی سے نہیں کہا۔

۴ پھول کی طرح میں ہر وقت اپنے ثابت جامۂ جسم کو گریبان سے لے کر دامن تک چاک کرتا رہتا ہوں

۵ تیرے جسم کو گویا پھول نے باغ میں دیکھ لیا تو مستوں کی طرح جسم پر اپنے جامہ کو پھاڑ ڈالا۔

اے عزیز! سوز و محبت ہر ایک کی قسمت میں نہیں ہوتے اگر جہان میں تو ہزاروں میں سے ایک بھی حاصل کرلے تو غنیمت ہوگا ؎

از سوز محبت چہ خبر اہل ہوس را	ایں آتش عشق ست نہ سوزد ہمہ کس را

(محبت کے سوز کی اہل ہوس کو کیا خبر؟ یہ عشق کی آگ ہے جو ہر ایک کو نہیں جلاتی۔)

[1] بقرہ ۱۰۵

اے عزیز! دوستوں کے دامن سے اپنا ہاتھ کوتاہ نہ کر اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھ۔ حضرت خواجہ احرار قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں ؎

گرد مستاں گرد گر مے کم رسد بوئے رسد   گرچہ بوئے ہم نباشد روئے شاں دیدن بس است

(مستوں کے گرد گھوم اگر شراب نہ بھی ملی تو اس کی بُو تو پہنچے گی۔ اگر بُو بھی نہ پہنچے تو ان کا چہرہ دیکھ لینا ہی کافی ہے)

حضرت سلطان ابراہیم ادہم سے کسی نے سوال کیا کہ درویشوں کی بہترین عبادت کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا دولتمندوں سے دور رہنا۔ اس جگہ یہ سمجھ لینا چاہئے اور دھوکہ نہیں کھانا چاہئے نفس فریب دینے والا ہے اور بازی کرنے والا اور اس کا دانہ طمع ہے اور اس کا جال بادشاہوں کی صحبت اور ان کا لقمہ زہر قاتل ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! جب تک تجھ میں طمع باقی ہے یقیناً تو ایک نہ ایک دن جال میں جا گریگا ؎

۱ بازیچہ ایست طفل فریبی متاع دہر   بے عقل مرداں کہ در ہمہ مبتلا شدند

۲ خوش عروسے ست جہاں از رہ صورت لیکن   ہر کہ پیوست بدو عمر خودش کابیں داد

۱ دنیا کا سامان بچوں کو فریب دینے والا ایک کھیل ہے۔ وہ بیوقوف آدمی ہیں جو اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

۲ دنیا شکل و صورت کے لحاظ سے ایک بڑی اچھی دلہن ہے لیکن جو اس کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرتا ہے وہ اپنی عمر کو اس کے حق مہر میں دیدیتا ہے۔

آمدیم بر سر مطلب! کسی وقت اس جال سے قدم باہر رکھ اور اپنے اصلی وطن کی طرف چل اور اپنے آپ کو دنیا کے جال سے آزاد کر! اور فرشتوں کے ساتھ پرواز کر۔ شائستہ درگاہ اور خواستہ بارگاہ پروردگار بن جا مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا (جو میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں) یہ خداوند تعالیٰ کا کتنا کرم ہے۔ صالح اعمال کے بجالانے میں کوشش کرتا کہ تُو دوستوں میں سے ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ نکوکاروں کو پسند کرتے ہیں" اے دوست اس سے اچھا کام اور کیا ہوگا؟

خواجہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

۱ ایں شناسی کہ ازاں شہر و دیار آمدہ ۔۔۔ لیک ہرگز نہ شناسی بچہ کار آمدہ
۲ تو ازاں منصب بیچون بمقام چہ و چوں ۔۔۔ شاہبازی مگر از بہر شکار آمدہ
۳ جوہر نقد ترا جان عیاری کم بود ۔۔۔ بدم خانہ جاں نقد عیار آمدہ
۴ ہیچوں مرداں بدمی ہر دو جہاں نرد ربا ۔۔۔ کہ دریں دہر فنا بہر قمار آمدہ

۱ یہ تو تُو جانتا ہے کہ تُو اُس شہر اور ملک سے آیا ہے لیکن یہ نہیں پہچانتا کہ تو کس کام آیا ہے؟
۲ تو اُس بے چون منصب سے چہ و چون کے مقام میں ایک شہباز آ گیا ہے۔ شاید تو شکار کے لیے آیا ہے۔
۳ تیری جان کی نقدی کا جوہر کچھ قیمت تھا۔ جان کی نقدی کے درم خانہ میں تو اپنی قیمت بڑھانے کے لیے آیا ہے۔
۴ مردوں کی طرح ایک دم کے بدلے دونوں جہان بیچ ڈال کہ تو اس فنا کے مقام میں قماربازی کے لیے آیا ہے۔

اے خستہ جان درویش! دروازہ کھٹکھٹانا چاہیئے۔ نا امید نہ ہونا چاہیئے۔ بندہ کے لیے کوشش ضروری ہے۔ یعنی بندہ کو غلام بن کر رہنا چاہیے کیونکہ بادشاہ کا غلام رعیت کا بادشاہ ہے ؎

عبد او باش و ہر چہ خواہی کن ۔۔۔ آن او باش بادشاہی کُن

(اس کا بندہ بن جا اور جو چاہے کر۔ اس کی ملکیت ہو جا اور بادشاہی کر)

حضرت ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

۱ بلے نبود دریں راہ نا امیدی ۔۔۔ سیاہی را بود روئے سفیدی
۲ ز صد در گر امیدت بر نیاید ۔۔۔ بنومیدی جگر خستن نشاید
۳ در دیگر بباید زد کہ ناگاہ ۔۔۔ ازاں سو سوئے مقصد آوری راہ

۱ ہاں اس راہ میں نا امید نہیں ہونا چاہیئے۔ یہاں سیاہی کا چہرہ بھی سفید ہو جاتا ہے۔
۲ اگر سینکڑوں دروازوں سے تیری امید پوری نہ ہو تو نا امیدی سے خستہ جگر نہیں ہونا چاہیئے۔
۳ پھر دوبارہ دروازہ کھٹکھٹانا چاہیئے کہ ناگہاں تو اس طرح سے اپنے مقصد کی طرف راستہ پالے گا۔

اے زخم خوردہ درویش! کسی وقت سوچ اور بیچار کی بارگاہ میں حاضری سے ہمیشہ گریاں و نالاں رہ۔

کام کی نگاہ اِن مردوں اور اِن جوانمردوں کے سوز و درد پر رکھ تاکہ تجھے معلوم ہو کہ تیری کتنی قیمت ہے اور تو نے کیا روش اختیار کر رکھی ہے ؎

۱ اے آنکہ تو طالبی و درویش — خواہی کہ شوی ز عشق بے خویش

۲ بنگر کہ بہ تو چہ کرد مولے — از جرم و جفائے خود بیندیش

۳ چوں گفت یُحِبُّهُمْ بہ قرآن — او با ہمہ بے نیازی خویش!

۴ در عشق شوی چوں پیر انصار — ایں آئینہ گر نہی تو درپیش!

۱ اے وہ کہ تو طالب و درویش ہے اگر تو چاہتا ہے کہ عشق سے بیخود ہو جائے۔

۲ دیکھ کہ تجھ سے مولا نے کیا سلوک کیا پھر اپنے جرم و ظلم بھی سوچ۔

۳ جب اس نے باوجود اپنی تمام بے نیازی کے قرآن میں یُحِبُّهُمْ (وہ ان سے محبت رکھتا ہے) فرمایا ہے۔

۴ اگر تو یہ آئینہ اپنے سامنے رکھے گا تو پیر انصار کی طرح عشق میں مضبوط ہو جائے گا۔

ایک دن میرے ہاتھ میں ایک کتاب تھی میں نے نفس عثمانی (اپنے آپ) سے کہا اے اللہ کے بندے بادشاہ کی اطاعت میں کوشش کر۔ اس نے کہا میں توکل کرتا ہوں اور کتاب سے فال نکالتا ہوں۔ جب میں نے کتاب کھولی تو جو ورق سامنے آیا اس کی پہلی سطر میں یہ حروف لکھے تھے "اے روٹی کے پروردہ سرگرداں آدمی! اگر اپنے نفس پر غالب آنا چاہتا ہے تو سفر کی تیاری کر اگرچہ مسافر کو تکلیفیں پہنچتی ہیں لیکن وہ بے خبری میں مہذّب (پاک و صاف) ہو جاتا ہے"۔ پانی جب تک کھڑا رہتا ہے گندہ اور ناپاک ہے جب سفر شروع کر دے تو پسندیدہ اور پاک ہے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غار تک سفر کیا تو ان کمینہ لوگوں (کافروں) پر غالب آ گئے۔ اللہ کے بندے دیکھنے کے لائق ہیں اور اللہ کے قہر بھرنے کے قابل ہیں۔ اگرچہ یہ فرضی حکم نہیں ہے کہ "زمین میں پھرو" لیکن پھر بھی تو بےخبری میں دیوانگی کے بند توڑ ڈالے گا۔ پوشیدہ راز معلوم کر اور جہان کا طواف کر تاکہ تو اس میں عقلمند آدمی اور صاحب تجربہ ہو جائے۔ غاروں، قبروں، مزاروں اور ہڈیوں کو دیکھنے سے تیرے رخسارے زرد ہو جائیں گے اور دنیا تیرے دل پر سرد ہو جائے گی۔ زمانے کے قلعے اور ویران علاقے اپنی زبان حال سے تجھ سے باتیں کریں گے کہ کوچ کرنے کا وقت قریب آ گیا ہے اور تجھے معلوم ہو جائے گا کہ پہلے لوگ

چلے گئے ہیں اسراف کرنے والے ختم ہو گئے ہیں اور بے وقوفوں کے لیے کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا (گویا کہ وہ اس میں آباد نہیں ہوئے تھے) کے آئینہ میں عبرت گیری کا سامان موجود ہے ؎

۱	دلا! در کار خود سے کن نظر ہا	کہ در راہ تو مے بینم خطر ہا!
۲	کشا از خواب غفلت چشم بہ کشا	بگوش ہوش تو گویم خبر ہا!
۳	بسا شاہان بہرہ مند در خاک	کز ایشاں در جہاں ماند اثر ہا
۴	معاصی زہر قہر است و نمودہ	بہ کام نفس تو ہمچوں شکر ہا!
۵	گذرگاہ است ایں دنیائے فانی	نباید مرد عاقل در گذر ہا
۶	چوں در پیش ست مرگ اے پیر القصار	تماشائے جہاں کن در سفر ہا

۱ اے دل! اپنے کام میں نظر کر کہ میں تیرے راستہ میں بہت خطرے دیکھتا ہوں۔

۲ غفلت کی خواب سے اپنی آنکھیں کھول تیرے ہوش کے کانوں میں میں خبریں بیان کرتا ہوں۔

۳ بہت سے کامیاب بادشاہ اس خاک میں جا چکے ہیں کہ جن کے نشانات اس جہان میں ابھی تک موجود ہیں۔

۴ گناہ زہر اور قہر ہیں لیکن تیرے نفس کے حلق میں وہ شکر کی طرح میٹھے لگتے ہیں

۵ یہ فانی دنیا ایک گذر گاہ ہے۔ عقلمند آدمی راستوں پہ ڈیرہ نہیں ڈالا کرتے۔

۶ اے پیر القصار! جب موت در پیش ہے تو پھر کہ جہان کا تماشا دیکھو۔

اے خستہ جاں درویش! کام کی طرف دھیان کر۔ بیکار رہنا سراسر شرمندگی ہے۔ خدمت سے محبت پیدا ہوتی ہے اور عبادت سے ارادت تیرا دل جب تک کسی کو دوست نہ رکھے اپنے آپ کو برہنہ اور بے بہرہ سمجھ زندگی عشق سے قائم ہے اور بغیر عشق کے زندگی موت ہے۔ عشق عاشقوں سے حاصل ہوتا ہے۔ آدمی عشق کو پیدا کرنے والا ہے اور عشق نوزائیدہ ہے۔ زمین کی برکت آسمان سے ہے اور دلوں کی برکت دل کی محبت سے۔ غیر کا غبار اور اغیار کی گندگی انتہائی سستی ہے۔ عشق کا درخت پھوٹنے والا ہے۔ عشق خود بخود پیدا ہوتا ہے سیکھا نہیں جاتا۔ عشق کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ہم کونسا علاج کریں۔ نہیں نہیں عشق ایک انتہائی نور ہے اس کا علاج دل کے اندر ہے اس شعلہ کا علاج جان کو جلانا اور عشق کے ساتھ موافقت کرنا ہے۔ عشق کے سامنے ڈھال کس حیلہ سے بنائی جائے اور دل کا آہو کس طرح جال

لہ اعراف ۹۲۔

میں آئے۔ کس تدبیر سے جان سے عشق کی شاخ پھوٹے، ہائے ہائے کیا کیا جائے اور کس کو کہا جائے

۵ ندانم ز تدبیر ایں کار را ! نہ گوید کسے حال ایں زار را

(میں تدبیر سے اس کام کو نہیں سمجھ سکتا۔ کوئی آدمی اس زار سے حال بیان نہیں کرتا)

اے عزیز! سب اہل جہان نے اس غم و الم سے جان سپرد کر دی ہے اور یہ راستہ طے نہ ہوا ۵

دریں عالم کسے بے غم نباشد اگر باشد بنی آدم نباشد

(اس جہان میں کوئی بھی بے غم نہیں ہے اور اگر کوئی بے غم ہے تو وہ آدم زاد نہیں ہے۔)

خون پینا چاہئے اور زمانے کا ماتم کرنا چاہئے ۵

۱ اے غبی آواز حق از گوش ہوش انداختہ وے زبہر دام و دانہ دین و دل درباختہ

۲ ز آتش سودائے دل در بوتہ حرص و امل ہمچو سیم و زر ز عشق سیم و زر بگداختہ

۳ از جہولی بر طریق حق نہ رفتی یک قدم وز فضولی سوئے مشرب اسپ خود سر تاختہ

۴ از برائے شوق زن دور از رضائے ایزدی وز غرور خانماں با نفس بد در ساختہ

۵ مال و نعمت جمع کردی بہر فرزنداں ولے بہر حق گاہے چناں یک خستہ را ننواختہ

۶ بس خجالت ہا کہ بینی گر بہ میری ہمچنیں شکر نعمتہا نہ گفتہ قدر و حق نہ شناختہ

۷ شرم بادا از حضرت حق آدمی را ہر سحر کو بخواب غفلت ست و حمد گویاں فاختہ

۸ وہ کہ عزرائیل ناگاہ بر زند طبل رحیل خواجہ آذوق نہ پختہ و کارہا ناساختہ

۹ ... کش گور ست و خواجہ بر رہ سیلاب مرگ قصر و ایواں سر اتا آسماں افراختہ

۱ اے غبی کہ جس نے حق کی آواز کو ہوش کے کانوں سے اتار دیا ہے (فراموش کر دیا ہے) اے وہ کہ جس نے دام و دانہ کے لیے دین و دل قربان کر دیا ہے۔

۲ اے وہ کہ دل کے سودا کی آتش سے حرص و امید کی کٹھالی میں سونے چاندی کی طرح سونے چاندی کے عشق میں پگھل گیا ہے۔

۳ اپنی جہالت سے تو خدا کی راہ پہ تو ایک قدم بھی نہ چلا اور فضولی سے شراب خانے کی طرف اپنا سرکش گھوڑا دوڑاتا رہا۔

۴ تو عورت کے شوق کے لیے وقف ہو گیا اور خدا کی رضا سے دور چلا گیا اور خانمان کے غرور سے نفس

بدکردار سے موافقت کی

۵ تو نے اپنی اولاد کے لیے مال و دولت کو جمع کیا اور خدا کے لیے کسی مسکین کو کبھی سرفراز نہ کیا۔

۶ اگر تو اسی طرح مر جائے گا تو بہت شرمندگی اٹھائے گا۔ نعمتوں کا شکریہ ادا نہ کیا اور خدا تعالیٰ کی قدر نہ پہچانی۔

۷ آدمی کو خداوند تعالیٰ سے ہر صبح شرم کرنی چاہئے کہ وہ تو خواب غفلت میں سویا ہوا ہے اور فاختہ خدا کی حمد کے ترانے گا رہی ہے۔

۸ واہ! عزرائیل نے ناگہانی طور پر کوچ کا نقارہ بجا دیا۔ خواجہ نے ابھی کھانا بھی تیار نہ کیا اور سامان بھی مکمل نہ کیا۔

۹ اس کی منزل قبر ہے اور خواجہ موت کے سیلاب کے راستہ پر ہے اور اپنی سرا اور محل کی چھت کو آسمان تک بلند کر دیا۔

اے خستہ جان درویش! نیکی کا بیج بو کہ "دنیا آخرت کی کھیتی ہے" اور اپنا حصہ دنیا سے بھی نہ بھول۔ صرف اسی قدر حاصل کر جو کافی ہو۔ جو زیادہ ہے وہ ناپسندیدہ ہے۔ زاد سفر ایک بوجھ ہے جو آدم زاد کی پشت پر رکھا گیا ہے۔ اس سے لوگوں پر احسان کر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا۔ خدا تعالیٰ کے انعامات اور نوازشوں کا ظاہر اور پوشیدہ طور پر مشاہدہ کر۔ اس کے احسان اور اکرام کا مِنْ کُلِّ الْوُجُوْہِ صورت و معنی معین طور پر پہچان۔ حضرت واجب الوجود کو — کہ یہ تمام تاثیر اس کے وجود کی ہے — ستائش کے مقام میں لا اور اس حدیث کو مدنظر رکھ کہ لِلصُّحْبَۃِ تَاثِیْرٌ (صحبت کی تاثیر ہوتی ہے) مصرعہ

یارِ بد بدتر بود از مارِ بد!

(برا دوست برے سانپ سے زیادہ نقصان دہ ہے)

اے عزیز! جب تو نے یہ مقدمہ معلوم کر لیا کہ نیک دوست تلاش کرنا اچھا کام ہے تو بغیر نیک دوست کے رہنا مصلحت نہیں ہے۔ نیکوں کی نصیحت نیک ہوتی ہے ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جان دوست تر دارند
جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را!

(اے عزیز! نصیحت سن کہ سعادت مند نوجوان دانا پیر کی نصیحت کو اپنی جان سے بھی زیادہ

عزیز سمجھتے ہیں۔

اے عزیز! غور کرو کہ پہلے لوگ خدا تعالیٰ کی محبت میں کیسے سرگرم تھے۔ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا زمین پر لیٹا ہوا تھا اور پھر اس کے جسم سے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے میں نے اس کے سر کو اپنی گود میں رکھ لیا اور اس درد مند کا حال پوچھا کہ کتنی مدت سے تو اس حال میں ہے؟ اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور اپنا سر زمین پر رکھ لیا اور کہا تو کون ہے؟ جس نے میرے اور دوست کے درمیان جدائی ڈال دی اور مجھ کو تو نے اس کی یاد سے غافل کر دیا۔ اے عزیز! جس کا عشق و محبت پورا ہے اس کے لیے درد کا مرہم یہی بیماری ہے ؎

۱	خلق از برائے درد دوا آرزو کنند	من ترک صد دوا بکنم از برائے درد!
۲	یک ذرہ درد را بدو عالم نہ مے دہم	زیرا کہ نیست ملک دو عالم بہائے درد

۱ خلقت درد کے لیے دوا کی آرزو کرتی ہے اور میں درد کے لیے سینکڑوں دواؤں کو چھوڑتا ہوں۔

۲ میں دونوں جہانوں کے عوض درد کا ایک ذرہ بھی دینے کو تیار نہیں ہوں اس لیے کہ دونوں جہان درد کی قیمت نہیں رکھتے۔

اے زخم خوردہ درویش! جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو آگ ان کے لیے گلزار بن گئی اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے محبت کی آتش نے جلا رکھا تھا۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جن کی شان میں لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ وارد ہوا ہے "اس مقدار میں کسی کی راہ میں ستم کے کانٹے نہیں اگائے گئے جتنے کانٹے ہمارے راستہ میں بوئے گئے ہیں۔ وہ مصیبت اتنی بڑی نہ تھی کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اور نہ وہ مصیبت اتنی بڑی تھی کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو آرے کے ساتھ دو ٹکڑے کر دیا گیا۔ مصیبت اور بلا تو وہ ہے جو ہمارے سر پر ڈالی گئی کہ ہم کو اہل آسمان و زمین پر مقدم کیا گیا۔ تمام فرزندان آدم کے گناہ میری شفاعت کے دامن پر رکھ دیے گئے۔ رہبروں کی راہ پر ہم کو جانا چاہیے۔ نامردوں کا عذر ہم کو قبول کرنا چاہیے کاہل اور سست لوگوں کے کام ہم کو کرنے چاہئیں۔ کبھی تو ہم کو مسند قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى[1] پر بٹھاتے ہیں اور کبھی ہم کو نااہل ابوجہل کے آستانہ پر بھیج دیتے ہیں۔ کبھی ہم کو شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا[2] کی بندگی عطا کی جاتی ہے اور کبھی ہم کو ساحر اور مجنون کہتے ہیں۔ کبھی جبرئیل کو ہمارے کام کے لیے بھیج دیا جاتا ہے اور

[1] نجم ۹ - [2] احزاب ۴۵

کبھی ہم کو عہد نامہ کے بغیر مکہ میں بھی نہیں جانے دیا جاتا۔ کبھی دونوں جہان کے خزائن کی چابیاں ہمارے سپرد کر دی جاتی ہیں اور کبھی جَو کے ایک پیمانہ کے لیے ہم کو ابوشحمہ کے دروازہ پہ جانا پڑتا ہے۔ کبھی فتح کی خوشخبری ہمارے غلاموں کے ہاتھ بھیج دیتے ہیں اور کبھی ہمارے دانتوں کو ہمارے گرویدہ لوگوں کی موجودگی میں توڑ دیتے ہیں تاکہ خلقت کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا راستہ مصیبت کا راستہ ہے اگر تو اس راہ کا ذوق رکھتا ہے تو سر کا خیال چھوڑ دے ورنہ اپنی راہ لے اس راستہ پہ سوائے سر کے قدموں کے نہیں چلا جا سکتا۔

اے خستہ جان درویش! جان سے سُن کہ حضرت محمد مصطفی صلے اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ خداوند تعالےٰ کا لطف و کرم بے حد جتنا ہم پر ہے اتنی ہی مصیبت بھی بے انتہا ہے ؎

۱ رنج و بلا داں نعمتے بر دوستاں این شد کرم — دشمن نیابد این عطا جز عاشقان محترم

۲ اگر خواہی ز حق اے دل کشائش — بباید داد ترک اول آسائش

۳ برنج و محنت و غم یار بودن — ز شادی جہاں بیزار بودن

۴ چوں دردش را بجز غم نیست مرہم — بجز غم را بشادی دو عالم

۵ بباید توشۂ این راہ زاری — جگر خواری و ہر دم بیقراری

۶ چوں گوئے شو بہ چوگان رضائش — درآ در کشور قدر و قضائش

۷ بیا عثمان! دل از کونین بر کن — اگر مے باندت اصلی ہکن

۱ رنج و بلا کو ایک نعمت سمجھ دوستوں پہ یہ بخشش ہوئی ہے۔ عاشقان محترم کے سوا دشمن کو یہ عطا نصیب نہیں ہوتی۔

۲ اے دل! اگر خداوند تعالےٰ سے کشائش چاہتا ہے تو پہلے آسائش کو ترک کر دینا چاہیے۔

۳ رنج، محنت، اور غم کا دوست ہونا چاہیئے اور جہان کی خوشی سے بیزار ہو جانا چاہیئے۔

۴ جبکہ اس کے درد کا سوائے غم کے اور کوئی مرہم نہیں ہے تو غم کو دونوں جہانوں کی خوشی کے عوض خرید لے

۵ اس راہ کا توشہ زاری کرنا، جگر کو کھانا اور ہر وقت بیقرار رہنا ہے۔

۶ اس کی رضا کی چوگان کے سامنے گیند بن جا۔ اور اس کی قضا و قدر کے ملک میں آباد ہو جا۔

۷ عثمان آ اور اپنے دل کو دو نون بہانوں سے آزاد کر۔ اگر تو اصلی مسکن (گھر) کی ضرورت سمجھتا ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! عقلمندوں کی رائے سے پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرت حق جل وعلا اور انبیاء علیہم السلام کی کلام کے بعد اولیاء اللہ کے اقوال بہت پسندیدہ ہیں اور طالبوں کے لیے پوری طرح مددگار ہیں انکی باتوں کے متعلق حضرت شیخ جنید بغدادی قدس اللہ تعالے سرہ سے سوال کیا گیا کہ ان کی حکایات سے مریدوں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟ آپ نے فرمایا ان کے اقوال خداوند تعالی کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں کہ ان کے ساتھ مریدوں کو —— اگر وہ دل شکستہ ہوں تو —— تقویت دی جاتی ہے اور یہ لوگ اس لشکر سے مدد حاصل کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالی قرآن مجید میں خبر دیتے ہیں کہ "صالحین کے ذکر کے وقت خدا تعالی کی رحمت برستی ہے"۔

جس دسترخوان پر رحمت برستی ہے اس دسترخوان سے بے نصیب نہیں رہنا چاہیئے اور اہل حقیقت کے قطب یزداتی۔ مظہر صفات ربانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس اللہ سرہ کا قول کہ ان سے سوال کیا گیا کہ "جب یہ جماعت اپنا نورانی چہرہ نقاب میں چھپالے (یعنی فوت ہو جائے) تو ہم کیا کریں تاکہ ہم سلامت رہیں"۔ آپ نے فرمایا "ان کے اقوال کے آٹھ ورق ہر روز پڑھ لیا کرو تو گویا تم انہی کی صحبت میں رہو گے"۔ شیخ علی دقاق قدس اللہ سرہ سے سوال ہوا کہ مردان خدا کی باتیں سننے کا فائدہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا پہلا فائدہ یہ ہے کہ اگر مرد طالب کمزور ہو تو قوی ہمت ہو جاتا ہے اور اس کی طلب زیادہ ہو جاتی ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر اس کے اندر کوئی عجب وغرور ہو تو وہ دعوی اس کے سر سے نکل جاتا ہے اور اس کے نیک اعمال بھی اس کو برے معلوم ہونے لگتے ہیں جیسا کہ شیخ نے فرمایا کہ مخلوق کو اپنی میزان میں نہ تول بلکہ اپنے آپ کو صدیقوں کی میزان میں تول تاکہ تجھے ان کی فضیلت معلوم ہو۔

عبدالرحمن اسحق سے لوگوں نے پوچھا کہ اگر کوئی آدمی قرآن پڑھے اور اس کے معنی نہ جانتا ہو تو اس کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا کوئی اثر ہوتا ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا اگر کوئی آدمی دوائی استعمال کرے اور اس کو معلوم نہ ہو کہ وہ کونسی دوا استعمال کر رہا ہے تو پھر بھی وہ دوائی اپنا اثر کرتی ہے تو قرآن مجید کیوں اثر نہیں کرے گا۔ پس مشائخ ومردان خدا کی باتیں سننا امداد کا طریقہ ہے ؎

آنرا کہ دل از عشق پر آتش باشد ہر قصہ کہ گوید ہمہ دل کش باشد

(جس کا دل عشق سے پر آتش ہو وہ جو قصہ بھی بیان کرے وہ دلکش ہوتا ہے)

حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کے رسالہ قدسیہ میں ہے کہ ان برگزیدہ لوگوں کی باتیں ذوق و حال سے ہوتی ہیں نہ کہ حفظ و قال سے چنانچہ اہل بصیرت کو اس جماعت کی باتوں سے جو غور و فکر حاصل ہوتا ہے وہ اس یقین سے جو کہ خوارق عادات چیزیں دیکھنے سے پیدا ہوتا ہے زیادہ قوی و اعلیٰ ہوتا ہے اسی لیے تو کہا گیا ہے ؎

۱ موجب ایمان نباشد معجزات — بوئے جنسیت کند جذب صفات !

۲ معجزات از بہر قہر دشمن ست — بوئے جنسیت پئے دل بردن ست

۱ ایمان کا سبب معجزات نہیں ہوتے جنسیت کی بو صفات کو جذب کرتی ہے۔

۲ معجزات تو دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے ہوتے ہیں اور بوئے جنسیت دل کھینچنے کے لئے ہوتی ہے۔

چونکہ اس جماعت کی باتیں کمال الٰہی کی تجلی سے ہوتی ہیں اس لیے کماحقہ ان کی حقیقت بیان میں نہیں آسکتی۔ بہرحال حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں بیان کرتے ہیں کہ "قصہ مختصر اب اس دور میں عمر کے سرمائے کو حقیقت کی زر سرخ کی تلاش میں لگانے کا حکم نہیں کرنا چاہئے ظاہر شریعت کی چاندی پر قناعت کر لینی چاہئے۔ کہ جو کچھ ان دو جوہریوں امام اعظم ابو حنیفہؒ کوفی اور امام شافعیؒ مطلبی کے دار الضرب میں اقوال کی لڑی میں پہنچا ہے کل وہ قناعت کی دوکان میں رائج و روا ہوگا۔" حضرت ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امانت خلق سے اٹھ چکی ہے اور دوستوں نے اپنے آپ کو پوشیدہ کر لیا ہے یعنی ان کے اسرار اور ان کے دلالات پوشیدہ ہو گئے ہیں۔

شیخ زین الملت والدین خوافی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ آجکل کے دور میں اہل حق کا مربی اسم "باطن" ہے کہ اب کوئی بھی اہل حق ظاہر نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ وہ ظاہر کے مامور نہیں ہیں اور اگر کوئی اس امر کا دعوی کرے تو بھی اس کی اقتداء نہ کرنا کہ دشمنی پیدا ہو جائے گی اسم الٰہی اَلْمُضِلُّ اس کا مربی ہے۔

ہر کہ میگوید کہ من درویش ام او درویش نیست — ترک او کن اے پسر درویش را ایں کیش نیست

(جو شخص یہ کہے کہ میں درویش ہوں وہ درویش نہیں ہے۔ اے بیٹا اس کو چھوڑ دے درویش کا یہ مذہب نہیں ہے)

اے میری جان! جو آدمی صورت و معنی کے لحاظ سے درویش ہے اس کی حالت یہ ہوتی ہے۔

بہر مال و جاہِ دنیا با کسے دعوٰیش نیست　　　مرد نتواں گفت کو را در درونش ریش نیست

(دنیا کے جاہ و مال کے لیے اس کا کسی سے کوئی دعویٰ نہیں ہے۔ اس کو مرد نہیں کہنا چاہئے جس کا اندر زخمی نہیں ہے)

چنانچہ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

۱　چوں بسے ابلیس آدم روئے ہست　　　پس بہ ہر دستے نباید داد دست

۲　زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر　　　تا فریبد مرغ را او مرغ گیر

۳　کار مرداں روشنی و گرمی ست　　　کار ناداں حیلہ و بے شرمی ست

۱　بہت سے انسان شیطان کی شکل میں ہیں۔ ہر ایک آدمی کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیدینا چاہئے۔

۲　اس لیے کہ شکاری پرندے کی آوازیں بولتا ہے تاکہ وہ پرندے کو پکڑنے والا پرندے کو فریب دے سکے۔

۳　مردوں کا کام روشنی پہنچانا اور گرمی دینا ہے اور ناداں کا کام حیلہ اور بے شرمی ہے۔

حضرت خواجہ فرماتے ہیں ؎

۱　سہ نشاں بود ولی را از نخست آں بہ معنی　　　کہ چوں روئے او بہ بینی دل تو با وگراید

۲　دوم آنکہ در مجالس چوں سخن کند ز معنے　　　ہمہ راز ہستی خود بحدیث دل ربایند

۳　سیم آں بود ولی را کہ اخص خاص عالم　　　کہ ز ہیچ عضو ہائش حرکات بد نیاید

۱　ولی کی تین علامتیں ہیں پہلی یہ کہ جب اس کے چہرہ پر نظر پڑے تو تیرا دل اس کا گرویدہ ہو جائے۔

۲　دوسری یہ کہ جب وہ مجلس میں گفتگو کرے تو اس کی گفتگو سے اہل مجلس کے دل مسحور ہو جائیں۔

۳　تیسری علامت جہان کے اخص الخواص ولی کی یہ ہے کہ اس کے کسی بھی عضو سے کوئی بری حرکت ظاہر نہ ہو۔

منقول ہے کہ مولانا نظام الدین حسین سبط مولانا علی الدین مکتب دار رحمہا اللہ تعالیٰ جب اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو کوچ کرنے لگے تو اپنے یاروں اور دوستوں کو فرمانے لگے۔ وہ کام جن سے خداوند تعالیٰ کا وصال حاصل کیا جا سکتا ہے تین چیزوں میں منحصر ہیں قرآن پاک، حضرت محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کی حدیث[۲] اور مشائخ کرام کے اقوال[۳]۔ یقیناً کچھ حصہ قرآن مجید کا اور سید الانس وجان کی حدیث میں سے کچھ احادیث اور اولیاء اللہ ودوستان حق کے اقوال میں سے چند کلمے ضرور پڑھنے چاہئیں اور ان کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔

اے زخم خوردہ درویش! جب تو نے یہ مقدمہ معلوم کر لیا تو شریعت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر و نواہی میں مضبوط ہو جا اور یادِ حق سے ایک دم بھی غافل نہ ہو۔ اپنے اوقات کو خالی اور بیکار نہ رکھ۔ نیک لوگوں کی صحبت کو غنیمت سمجھ اور ہر سانس کو آخری سانس شمار کر۔ امیدیں کم کر دے۔ لذات نفسانی چھوڑ دے اور خواہش و مراد کلی طور پر اپنے دل سے نکال دے۔ موت کو ہمیشہ یاد رکھ۔ اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دے۔ کام میں لگا رہ اور بہترین کام معبود برحق کی یاد ہے

غزل

۱	بیادِ حق دلا! میباش دائم	بدین مصطفے میباش دائم
۲	فنا اندر فنا مے باش فانی	بقا اندر بقا میباش دائم
۳	بفرمان قضا سر بر نہ داری	رضا اندر رضا میباش دائم
۴	توکل با خدا کن در ہمہ حال	ز غیرش با غنائے باش دائم
۵	بدر کن دوستی غیر از دل خود	صفا اندر صفا مے باش دائم
۶	بلا اندر قضا دال خویش عطائے	خریدار عطا مے باش دائم
۷	حضوری در حضوری باش بجود	بہ حسنش مبتلائے باش دائم
۸	بہ بحر عشق ہر دم جاں فرو کن	باہ و نالہ ہائے باش دائم
۹	ز شوق عشق جاناں بیخور و خواب	چو ماہی غیر ما مے باش دائم
۱۰	یقیں اندر یقیں میدار محکم	اماں اندر اماں می باش دائم
۱۱	فدا کن ہر چہ ہست در راہ جاناں	وفا اندر وفا مے باش دائم
۱۲	بدرد عشق دائم باش رنجور	شفا اندر شفا می باش دائم
۱۳	سلامت در سلامت خویش را کن	سلامت دائما مے باش دائم
۱۴	بچوگان ارادت باش راضی	ہُدیٰ اندر ہدیٰ مے باش دائم

۱۵ حظوظ نفس را بگذار عثمانؔ ... یکا اندر یکا مے باش دائم

۱ اے دل ہمیشہ خدا کی یاد میں مشغول رہ۔ مصطفیٰ کے دین پر ہمیشہ قائم رہ۔

۲ ہمیشہ فنا اندر فنا ہوتا رہ۔ اور ہر وقت لقا اندر لقا بن جا۔

۳ تقدیر کے حکم کے سامنے سر نہ اٹھا ہر وقت راضی برضا رہ۔

۴ ہر حال میں خدا تعالیٰ پہ توکل کر۔ اس کے غیر سے ہمیشہ بے نیاز رہ۔

۵ اپنے دل سے غیر کی دوستی دور کر دے ہمیشہ اپنے آپ کو اغیار سے پاک رکھ۔

۶ تقدیر کی مصیبت کو خداوندی عطا سمجھ اور ہر وقت عطا کا خریدار رہ۔

۷ بیخود ہو کر اس کی حضوری میں رہ اور اس کے حسن پہ ہمیشہ مبتلا رہ۔

۸ عشق کے سمندر میں ہمیشہ اپنی جان غرق کرتا رہ اور ہمیشہ آہ وزاری کیا کر۔

۹ دوست کے عشق کے شوق میں کھانا پینا چھوڑ دے۔ آرام ترک کر دے اور ہمیشہ اس طرح تڑپ جیسے مچھلی بغیر پانی کے تڑپتی ہے۔

۱۰ بڑا محکم اور پختہ یقین رکھ ہمیشہ امن وامان سے رہ۔

۱۱ جو کچھ بھی ہے دوست کی راہ میں قربان کر دے اور ہمیشہ نہایت باوفا رہ۔

۱۲ عشق کی بیماری میں ہمیشہ بیمار رہ۔ اور ہمیشہ شفا اندر شفا ہو جا۔

۱۳ اپنے آپ کو ہمیشہ سلامت رکھ۔ ہمیشہ کی سلامتی بن جا۔

۱۴ ارادۂ الٰہی کی چوگان سے راضی رہ۔ ہمیشہ اسی کی رضا کی خواہش میں لگا رہ۔

۱۵ عثمان! نفس کی لذتوں کو چھوڑ دے اور ہمیشہ روتا رہا کر۔

اے عزیز باتمیز! پناہ ہزار پناہ۔ دین کے کام میں جلدی کر بے کار رہنا جوانمردوں کا کام نہیں ہے

۱ کار کن کار بگذر از گفتار ... کاندریں راہ کار دارد کار

۲ در مناجات بے زبان آئی ... ہر چہ خواہی بگو ولب بکشائے

۳ آں کسانیکہ بستہ حال اند ... در گذشتہ ز قیل و قال اند

۴ خاموش شو چوں ماہی و صافی چو بحر آب ... تا زود بر خزانۂ گوہر شوی مقیم

۱ باتیں چھوڑ دے اور کام کر اس راہ میں کام ہی سے کام چلتا ہے۔

۲ بے زبانوں کی زبان سے دعا کر، جو چاہتا ہے کہہ لیکن لب نہ کھول۔

۳ جو لوگ حال کے پابند ہیں وہ قیل و قال سے گذر چکے ہیں۔

۴ مچھلی کی طرح خاموش اور دریا کے پانی کی طرح صاف رہ تاکہ تو جواہرات کے خزانہ پر جلد ہی مقیم ہو جائے۔

وہی سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے ؎

۱	شنیدم ز صاحب دلے ہوشمند	کہ فرزند خود را ہمے داد پند
۲	کہ اے نور چشم جہاں بین من	سرور دل و جان شیرین من
۳	ترا آنچہ گویم و نکو گوش کن	کہ نسیان و غفلت فراموش کن
۴	بعلم و عمل کوش و سرور باش	بہ نیکان نشین و ز بد دور باش
۵	بہ ہر کس نشینی بعزت نشیں	بچشم حقارت بمردم مبیں
۶	بہ نزد خردمند خاموش باش	نصیحت کنندت ہمہ گوش باش
۷	بذکر خدا باش لیل و نہار	مشو غافل از یاد پروردگار
۸	نہال عمل را ز روئے نیاز	باخلاص دہ آب کارت بساز
۹	ادب را ندیم و حیا را انیس	چو سازی شوی در بلاد رئیس
۱۰	بجز حکم فرمودہ پروردگار	نگردی بحکم کسے کردگار!
۱۱	وفا و جوانمردی و راستی	چوں خود را ازیں ہرسہ آراستی
۱۲	دہد کار دنیا و دیں را نظام	وزاں حاصل آید بسے احترام
۱۳	اگر مال داری و گر عز و جاہ	بجز فضل ذاتش نہ سازی پناہ
۱۴	حدیثے کہ گوئی ہمہ راست گو	حیاء و تواضع بدر خواست جو
۱۵	بمردم مبیں حال خود را نگر	ز خود عیب و ز دیگراں ہیں ہنر
۱۶	لب خود ز بیہودہ گفتن بہ بند	ز گفتار بیہودہ ہرگز مخند
۱۷	تعنت مکن اے پسر با کسے	کزاں رنج و محنت بہ بینی بسے
۱۸	ز بدخوئی خصم غمگیں مباش	ز خود رحم کن در پئے کیں مباش

۱۹ ضعیف وقوی را نه رحم نمائے — در رحم از رحم بر خود کشائے

۲۰ ز خصم قوی هر که راضی شود — بلے در حقیقت نه غازی شود

۲۱ چه زشت و چه زیبا چه دشمن چه دوست — چه نیک و چه بد زیر فرمان اوست

۲۲ نکو روی باش و بترس از غضب — که بد خوئے را در پے آید تعب

۲۳ کلامیست مستحسن و دلپذیر — نباشد ازاں عاقلاں را گزیر

۲۴ بشیریں زبانی ولطف و خوشی — توانی که فیلے بموئے کشی

۲۵ به هر چیز خود را بنائے مترا — بغیر خود او را نه داری روا

۲۶ متاع جهاں از حلال و حرام — بخواه آنچه فرموده خیر الانام

۲۷ کسے کو تصرّف کند جز حلال — به محشر شود مستحق نکال

۲۸ پئے لذت نفس بر خوانِ کس — نه گردی سراسیمه همچو مگس!

۲۹ اگر گندمیں ور جویں هر چه هست — پئے قوت طاعتے حق بس ست

۳۰ ترا شکر گفتن چوں عادت شود — ازاں نعمت حق زیادت شود

۳۱ سخی باش و ز بخل بیزار شو — باهل سخاوت ز جاں یار شو!

۳۲ سخاوت کلید در جنت ست — زہے بخشش و منزل رحمت ست

۳۳ بخیلاں نه بینند جز روئے زشت — چه سازند حاصل ازاں خوئے زشت

۳۴ بعقبیٰ عذاب و دریں زندگی — همه روسیاهی و شرمندگی

۳۵ طمع را ببر از خلائق چناں! — که ایمن شوند از تو پیر و جواں

۳۶ قناعت گزین و ورع پیشه کن — ز روئے جزا نیک اندیشه کن

۳۷ صفائی که گفتم اگر یار تست — خدا در دو عالم نگهدار تست

۳۸ اگر فوت گردی از نهاں یکے — پئے محنت آماده شو بے شکے

۳۹ سخن را برائے تو کردم تمام — همیں ست دنیا و دیں والسلام

۴۰ تهی دست هستی ز حسن سیر — نخواهم جز ایں از تو چیزے دگر

۴۱ که در هر دیارے که یادش کنی — به اخلاص تکبیر تو شادش کنی!

۴۲ الٰہی گنہگار و شرمندہ ام — اگر نیک یا بد ترا بندہ ام

۴۳ بہ محشر ز الطاف خیر الوریٰ — لباس شفاعت بپوشاں مرا

۱ میں نے ایک صاحبدل عقلمند آدمی سے سنا وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہا تھا۔

۲ کہ اے میری آنکھوں کے نور۔ میرے دل کے سرور میری جان شیریں۔

۳ جو میں تجھ سے کہوں غور سے سن اور نسیان و غفلت کو بھلا دے۔

۴ علم و عمل کی کوشش کر اور خوش رہ۔ نیکوں کی مجلس میں بیٹھ اور بروں سے دور رہ۔

۵ جس کے پاس بیٹھے عزت سے بیٹھ۔ آدمیوں کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھ۔

۶ عقلمند کے پاس خاموش رہ اگر تجھ کو نصیحت کریں تو غور سے سن۔

۷ دن رات خدا کی یاد میں مشغول رہ پروردگار کی یاد سے کبھی غافل نہ ہو۔

۸ اپنے اعمال کو نیازمندی کی وجہ سے پوشیدہ رکھ اپنے اعمال کو اخلاص کا پانی دے۔

۹ ادب کو اپنا جلیس اور حیا کو انیس بنا۔ جب تو ایسا کرے گا تو شہروں میں سردار بن جائے گا۔

۱۰ خداوند تعالیٰ کے فرمائے ہوئے حکم کے سوا کسی اور کے حکم پر عمل نہ کر

۱۱ وفاداری، جوانمردی اور سچائی جب ان تین چیزوں سے تو اپنے آپ کو آراستہ کرلے گا۔

۱۲ تو اس سے دنیا و دین کے کاموں ایک نظم پیدا ہو جائے گا۔ اور اس سے تیری عزت بہت زیادہ بڑھ جائے گی۔

۱۳ اگرچہ تیرے پاس مال ہو یا عزت و مرتبہ اس کی ذات کے فضل کے سوا کسی کو اپنی جائے پناہ نہ سمجھ

۱۴ جو بات کرے وہ سچی کر۔ ہمیشہ حیا اور تواضع سے باپ کے سامنے گفتگو کر۔

۱۵ آدمیوں کو نہ دیکھ اپنا حال دیکھ۔ اپنے عیب اور دوسروں کے ہنر دیکھ۔

۱۶ بیہودہ گوئی سے اپنی زبان بند رکھ۔ بیہودہ بات کر کے مت ہنس۔

۱۷ بیٹا! کسی کے ساتھ سختی نہ کر کہ اس سے تو بہت دکھ اٹھائے گا۔

۱۸ دشمن کی بدخوئی سے غمگین نہ ہو اپنی طرف سے مہربانی کر اور کینہ ور نہ ہو۔

۱۹ کمزور اور طاقتور پر رحم کر۔ رحمت کا دروازہ اپنے اوپر کھول

۲۰ طاقتور دشمن سے جو راضی ہو جائے حقیقت میں وہ غازی نہیں ہے۔

۲۱ کیا برا اور کیا بھلا اور کیا دشمن اور کیا دوست کیا نیک اور کیا بد سب اس کے زیرِ فرمان ہیں۔

۲۲ نیک خو بن غضب الٰہی سے ڈر کہ بد خوئی کے بعد اپنے آپ کو بھی تکلیف پہنچتی ہے۔

۲۳ یہ کلام بڑا پسندیدہ اور دلپذیر ہے۔ عقلمندوں کو اس سے چارہ نہیں ہے

۲۴ شیریں زبانی، لطف اور خوشی سے تو ہاتھی کو بھی ایک بال سے کھینچ سکتا ہے۔

۲۵ جس چیز کے ساتھ تو اپنے آپ کو سزا دے وہ اپنے سوا اور کسی کے لیے جائز نہ رکھ۔

۲۶ دنیا کے حلال و حرام سامان میں سے صرف وہی چیز تلاش کر جو خیر الانام نے فرمائی ہے۔

۲۷ جو آدمی حلال چیز کے سوا کوئی چیز استعمال کرے گا تو قیامت کے دن وہ سزا کا مستحق ہوگا۔

۲۸ نفس کی لذت کے لیے کسی کے دستر خوان پر مکھی کی طرح سراسیمہ ہو کر نہ بیٹھ۔

۲۹ روٹی خواہ جَو کی ہو یا گندم کی اللہ کی اطاعت کی قوت کے لیے کافی ہے۔

۳۰ تجھ کو شکریہ ادا کرنے کی جب عادت ہو جائے گی تو اس سے خدا کی نعمت زیادہ ہوگی۔

۳۱ سخی بن اور بخل سے بیزار ہو سخی لوگوں کا دل سے دوست بن۔

۳۲ سخاوت جنت کے دروازہ کی چابی ہے یہ کتنی اچھی بخشش، منزلت اور رحمت الٰہی ہے۔

۳۳ بخیل برائی کے چہرہ کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ زشت خوئی سے کیا حاصل ہوتا ہے؟

۳۴ آخرت کا عذاب اور اس زندگی میں روسیاہی اور شرمندگی۔

۳۵ خلقت سے اس طرح طمع ختم کر لے کہ تجھ سے سب پیر و جوان مطمئن ہو جائیں

۳۶ قناعت اختیار کر اور پرہیزگاری کا پیشہ کر۔ بدلہ کے لیے نیک سوچ بچار کر۔

۳۷ وہ صفات جو میں نے بیان کی ہیں اگر تجھ میں موجود ہیں تو دونوں جہانوں میں خدا تیرا نگہبان ہے۔

۳۸ اگر تو ان میں سے کوئی صفت ضائع کر چکا ہے تو اس کے حاصل کرنے کے لیے آمادہ ہو جا۔

۳۹ میں نے تیرے لیے باتیں کھول کر بیان کر دی ہیں یہی کچھ سارا دین و دنیا ہے۔

۴۰ اگر تو حسن سیرت سے خالی ہاتھ ہے تو اس کے سوا اور کسی چیز کا بھی تجھ سے مطالبہ نہ کیا جائے گا۔

۴۱ کہ جس ملک میں بھی تو اس کو یاد کرے گا۔ اخلاص کی وجہ سے تو اس کو خوش کر لے گا۔

۴۲ اے خداوندا میں گنہگار اور شرمندہ ہوں۔ خواہ نیک ہوں یا بد آخر تیرا غلام ہوں

۴۳ قیامت کے روز خیر الوریٰ کی مہربانیوں سے مجھ کو ان کی شفاعت کا لباس پہنا دینا۔

اے زخم خوردہ درویش ! مجھے معلوم نہیں کہ اہل اللہ کی باتیں ہوش کے کانوں میں قبول ہوتی ہیں یا نہیں؟ اگر قبول ہو جائیں تو یہی مراد ہے۔ مقصود کے لیے جلدی کر نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ کی شان ظاہر ہو تو بہت بہتر اور اگر تو اس میں ناکام رہا تو پھر خسر خسرًا انا صبینًا ہو جائے گا۔ اپنے آپ کو ظاہر زیانکاری میں پڑا ہوا دیکھے گا اے عزیز! خدا کے لیے اپنے نقصان پر رضا مند نہ ہو میں تجھ سے کیا کچھ کہوں؟ اگر تجھ میں عقل ہے تو ایک نکتہ ہی کافی ہے جو اچھا عمل کرے گا وہ اپنے لیے کرے گا ؎

بدار از جہاں دل اگر عاقلی — کہ کار جہاں سر بسر ہیچ نیست

(اگر تو عقلمند ہے تو جہان سے دل اٹھالے کہ جہان کا کام سارے کا سارا کچھ بھی نہیں ہے۔

اے خستہ جان درویش! مردوں کی باتیں ہوش سے سُن اور ان پر عمل کر۔ محمد بن حسن کہتے ہیں کہ میں نے معروف کرخی کو خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا خدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا مجھ کو بخش دیا۔ میں نے کہا کیا زہد و ورع کے سبب؟ کہنے لگے ایک بات کے بدلے جو کہ میں نے آپ کے بیٹے سے سنی تھی میں نے سوال کیا وہ کیا تھی؟ کہنے لگے کہ "جو خدا تعالےٰ سے منہ موڑ لیتا ہے خدا تعالےٰ بھی اس سے پورے طور پر منہ پھیر لیتے ہیں اور جو پوری طرح خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کر لیتا ہے تو خدا تعالےٰ بھی پوری طرح اس کی طرف توجہ کر لیتے ہیں اور تمام مخلوق اس کی دوست بن جاتی ہے"۔ ان کی بات میرے دل میں اثر کر گئی۔ میں خدا کا ہو گیا اور ہر کسب سے ہاتھ اٹھالیا شائد کہ اس طرح میں معبود کی خدمت میں مشغول ہو جاؤں۔ بزرگوں کا قول ہے کہ اگر تو پوچھنا چاہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف جانے کا سب سے مختصر راستہ کونسا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی سے کوئی چیز نہ مانگ اور کوئی ایسا نہ ہو جو تجھ سے مانگنے والا ہو اگر عبادت کی لذت حاصل کرنا چاہتا ہے تو دنیا کی محبت دل سے دور کر دے اگر دنیا کی کوئی تھوڑی سی چیز بھی تیرے اندر موجود ہوگی تو ہر سجدہ جو تو کرے گا وہ اسی چیز کو ہو گا۔ سوال کیا گیا کہ محبت کیا ہے؟ اور کیسے پیدا ہوتی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ محبت مخلوق کی تعلیم سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک وہبی چیز ہے اور خدا تعالےٰ کا ایک خاص فضل ہے۔

اے عزیز! خدا کے لیے کچھ تو سوچ کہ وہ کونسا اچھا کام ہے جو صاحب سے میسّر نہیں ہو سکتا۔ تو ایسے کام میں مشغول ہے جس میں نقصان کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے کتنی بدبختی ہے یہ کتنی بڑی بد نصیبی ہے ؎

کاریکہ از خدا سے میسّر نمی شود　　ما خود خدا شویم و بر آریم کار را

(وہ کام جو خدا سے بھی میسّر نہیں ہو سکتا۔ ہم خود خدا بنیں گے اور وہ کام پورا کریں گے)

اے عزیز جب تو نے یہ مقدمہ معلوم کر لیا تو کیوں اپنے معبود میں مشغول نہیں ہو جاتا۔ اگر تجھے اب تک سمجھ نہیں آئی تو اب سمجھ لے کہ یہ فرصت ہمیشہ کہاں نصیب ہو گی؟ غفلت میں رہنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ اپنے آغاز و انجام میں نظر کرنی چاہیئے اور عبرت حاصل کرنی چاہیئے اس آدمی کی جان پہ رحمت ہو جس نے یہ موتی پروئے ہیں اور نصیحت کی ہے۔ ریختہ[1]

۱　دلا غافل چہ می خسپی کہ اینیں مچ بھقیں ڈر بھی　　چو وزے مرگ در پیش ست اتیں ہند کیونکر ہی

۲　چوں درد اندر کمیں باشد کرے جو بند بیچارہ　　نباشد سود یک چیتل گنواوے معل بھی سارا

۳　بدیں دنیائے دہ روزہ ی برائی کا ہیکوں کر بھی　　اگر صد سال شد عمرت نہایت ایک دن مر بھی

۴　چہ مغروری دریں دنیا سدا اس جگ نہیں رہنا　　ہمیں راہیکہ در پیش ست سبھوں اس پندھ ہے چلنا

۵　کجا رفتند آں شاہاں کہ جن کی یار تھی ہستی　　گر فتند جائے در صحرا گئے سب چھوڑ کر بستی

۶　کجا رفتند آں مرداں کہ جن سے کنپتی دھرتی　　ہمہ در خاک خپسیدند جناں سے خلق تھی ڈرتی

۷　کجا رفتند آں یاراں جناں سے جیو تھا تیرا　　جناں رفتند زیں عالم کہ ہرگز نہ کیا پھیرا

۸　کجا رفتند آں حوراں جناں کی نین تھی بانکی　　جناں بگذاشتند خانہ نہ پھر کر نظر بھی جھانکی

۹　کجا آں ماہ رو خوباں جو موراں پیل تھی پاتی　　نہ نام و نے نشاں ماندہ سبھی گل گل ہوئی ماٹی

۱۰　کجا سوداگراں منعم کہ جن کے بھار تھے چاندے　　کلالاں خاک شاں بردند گھڑے کمہار کس بھانڈے

۱۱　کجا آں زیب و آں زینت کہاں اوہ روپ اوہ دیکھا　　ہمہ رفتند از دنیا بھیا اس جگت کا لیکھا

۱۲　دراں وقتے کہ تو میری نہ دنیا کام تجھ آوے　　کسی کو زاد نخشیدہ دہی کچھ ساتھ بھی جاوے

۱۳　نہ اینجا خویش کس باشد نہ کر سی یار کو یاری　　نہ کس مونس بود دیگر نہ بھائی باپ مہتاری

۱۴　ترا در گور بسپارند پھر کر لوگ گھر آویں　　بیفتد با خدا کارے نہ کوئی آئے چھڑاویں

۱۵　دراں درگاہ بے رشوت کجا توں کیوں رہے پردا　　جنید امرد آں باشد کہ اس سنسار تھیں ڈردا

---

[1] ان اشعار کے ہر مصرعہ میں سے نصف اول فارسی الفاظ ہیں اور نصف آخر ہندی ۱۲

۱ اے دل غفلت میں کیا سو رہا ہے اپنے تکبّر سے ڈر۔ جب ایک نہ ایک دن موت پیش آنے والی ہے تو پھر عبادت سے انکار کیوں ہے۔

۲ جب چور گھات میں ہے جو کہ عاجز کر کے قید کر لے گا اس وقت ایک کوڑی کا بھی فائدہ نہ ہوگا اپنی ساری پونجی بھی ضائع کر لے گا۔

۳ اس دس دن کی دنیا دی زندگی میں کسی سے برائی کیوں کرتا ہے اگر تیری عمر سو سال بھی ہو تو آخر ایک دن مرنا ہے۔

۴ تو اس دنیا میں کیوں مغرور ہے آخر ایک دن مرنا ہے۔ یہی راستہ جو درپیش ہے سب لوگ یہ سفر ضرور طے کریں گے۔

۵ وہ بادشاہ کہاں چلے گئے جن کی زندگی ان کی دوست تھی۔ انہوں نے جنگل میں جا کر بسیرا کر لیا اور بستیاں چھوڑ کر چلے گئے۔

۶ وہ مرد کہاں چلے گئے جن سے دھرتی کانپتی تھی۔ وہ سب لوگ خاک میں جا کر سو گئے جن سے خلقت ڈرا کرتی تھی۔

۷ وہ دوست کہاں چلے گئے جن سے تیری زندگی قائم تھی وہ اس طرح اس دنیا سے گئے کہ پھر دوبارہ لوٹ کر نہ آئے۔

۸ وہ خوبصورت حوریں کہاں ہیں جن کی آنکھیں نہایت بانکی تھیں انہوں نے اس طرح گھر خالی کیے کہ پھر آ کر جھانکا تک نہیں۔

۹ وہ ماہرو خوبصورت کہاں ہیں جو مور کی طرح رقص کرتی تھیں ان کا نام ونشان تک باقی نہیں ہے سب مٹی میں گل سڑ گئیں۔

۱۰ وہ دولت مند سوداگر کہاں ہیں جن کے سامان ہر وقت مویشی اٹھاتے تھے آج کمہار ان کی مٹی لے جا کر برتن بنا رہے ہیں۔

۱۱ وہ زیب وزینت کہاں گئی اور وہ رنگ وروپ کہاں گیا سب یہاں سے رخصت ہو گئے اس دنیا کا یہی دستور ہے۔

۱۲ جب تو مرے گا تو دنیا تیرے کام نہیں آئے گی جو کچھ کسی کو خدا کے لیے دیا ہوگا وہی تیرے

ساتھ جائے گا۔

۱۳ نہ اُس جگہ کوئی اپنا بنے گا نہ کوئی دوست مدد کرے گا نہ کوئی مونس وغمخوار ہوگا اور نہ ماں باپ تیرے کچھ کام آئیں گے۔

۱۴ تجھ کو قبر کے سپرد کر دیں گے اور لوگ اپنے گھروں کو واپس آجائیں گے۔ معاملہ خدا کے ساتھ جا پڑیگا اور وہاں صرف نیکی کام آئے گی۔

۱۵ اس بارگاہ میں جہاں رشوت نہیں چلتی مجھے معلوم نہیں پردہ کیونکر رہے گا۔ جنید! مرد وہی ہے جو اس دنیا سے بچ کر نکل جائے۔

اے زخم خوردہ درویش! جب بڑی مشکل کا وقت درپیش ہے تو پھر کچھ سوچ اور راستی کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑ آدمی کے جسم میں جو کچھ بھی ہے بس یہی راستی ہے ؎

۱ راستی آں جا کہ علم بر زند	یاری حق دست ہم بر زند
۲ راستی خویش نہاں کس نہ کرد	از سخن راست زیاں کس نہ کرد
۳ راستی آور کہ شوی رستگار	راستی از تو ظفر از کردگار
۴ نیشکر از راستی آں نوش یافت	گل زکجی خار در آغوش یافت
۵ چوں سخن راستی آری بجا	ناصر گفتار تو باشد خدا
۶ غیبت کس تا بتوانی مگوئے	زانکہ ز غیبت برود آبروئے
۷ گوش منہ بر لب غیبت گراں	تا تو ہم انباز نباشی دراں
۸ چوں تو ازیں گفتہ شوی کارگر	دمبدمت کار شود خوب تر

۱ جہاں راستی (سچائی۔ درستی) اپنا جھنڈا بلند کرتی ہے وہاں خدا تعالیٰ کی مدد پہنچ جاتی ہے۔

۲ جس نے اپنے اندر راستی کو پوشیدہ کر لیا تو یہ جان لو کہ سچی بات نے آج تک کسی کا نقصان نہیں کیا۔

۳ راستی اختیار کر کہ خلاصی پا جائے گا۔ تیرا راستی کو اختیار کرنا اور خدا کی طرف سے مدد کا آنا ہے۔

۴ گنّے نے راستی سے مٹھاس حاصل کر لی اور پھول نے کجی کی وجہ سے اپنے پہلو میں کانٹا پایا۔

۵ جب تو سچی بات بیان کریگا تو خداوند تعالیٰ تیری بات کی مدد کریں گے۔

۶ جب تک تجھ سے ہو سکے کسی کی غیبت نہ کر کیونکہ غیبت کرنے سے عزت جاتی رہتی ہے۔

۷ غیبت کرنے والے سے اپنے کان بند کر لے تاکہ تو بھی غیبت کرنے میں اس کا ساتھی نہ بن جائے۔

۸ جب تو ان کہی گئی باتوں پر عمل کرے گا تو دمبدم تیرا کام بہتر سے بہتر ہوتا جائے گا۔

اب ہم خیر خواہی کی بات بیان کرتے ہیں اور فضول باتوں سے پرہیز کرتے ہیں ؂

در ترا معلوم شد اے دوست جانی ایں خبر　　در پئے مقصود باش از غیر کلی در گذر!

(اے جانی دوست اگر تجھے یہ بات معلوم ہو چکی ہے تو تو اپنے کام میں مشغول رہ اور خدا کے سوا ہر چیز سے کلی طور پر پرہیز کر)

اے زخم خوردہ درویش! نصیحتیں تو بہت ہیں لیکن ہر کام سے اصلی کام پروردگار کا عشق اور اس کی پہچان ہے۔ عشق کی باتوں کو بیان کرنا چاہیئے کہ کوئی مشکل ان کے بغیر حل نہیں ہوتی ؂

از ہر چہ ہست عشق و گر ہر چہ ہست لآ　　گفتیم والسلام علی تابع الہدےٰ

(جو کچھ بھی ہے وہ عشق ہے اور جو کچھ اس کے سوا ہے وہ لآ (نہیں) ہے۔ ہم نے بیان کر دیا اور سلام ہو ہدایت کی پیروی کرنے والے پر)

اے عزیز کیا تو جانتا ہے کہ عشق کیا ہے اور اس کی انتہا کیا ہے؟ عشق کی انتہا یہ ہے کہ عاشق عشق کی محبت میں عین معشوق ہو جاتا ہے اور خواہشات کی طلب سے اپنی کمال بے نیازی کی وجہ سے آزاد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مشہور ہے کہ "فقر اللہ کے سوا کسی اور کا محتاج نہیں ہوتا"۔ اور "جب فقر پورا ہو جائے تو باقی اللہ رہ جاتا ہے" کے مقام پر پہنچ جاتا ہے اور عشق کا جام "سو وہی معشوق ہے" "جب ظاہر ہوتا ہے تو نورٌ علیٰ نور سمجھ کر اس کو پی جاتا ہے۔ اس حضوری عین معموری میں اس کی آنکھیں "تم جدھر بھی منہ کرو اللہ تعالیٰ کی توجہ اسی طرف ہے" کے مشاہدہ سے حضور در حضور ہو جاتی ہیں اور پھر وہ حضوری سے بھی بے شعور ہو جاتا ہے اور پوری بے شعوری سے پورا شعور اور پورے شعور سے پوری بے شعوری حاصل کر لیتا ہے اور اس حالت کے باوجود "ھَلْ مِنْ مَّزِیْد" کی فریاد اس کے دل سے پورے جوش و خروش کے ساتھ باہر آتی ہے۔ عشق کی راہ عجیب راہ ہے ؂

راہیست راہ عشق کہ ہیچش کنارہ نیست　　کانجا مگر کہ جان بسپارند چارہ نیست

(عشق کی راہ وہ راہ ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے اس میں اپنی جان سپرد کر دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے)

نہ تو یہ لوگ اپنے آپ کو اصل سمجھتے ہیں نہ محبوب کیونکہ وہ تو اپنے آپ سے بھی بیخود ہو چکے ہیں اور پورے مقصود (یعنی مراد مطلوب کے سوا ان میں کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی ہے اور سوائے اس کی دوستی کے کوئی قید باقی نہیں رہی ہے۔ جب تو ان چیزوں سے آزاد ہو جائے گا تو اپنے مطلوب کو پہنچ جائے گا۔ اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ "جو آدمی میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں ایک ہاتھ اس کی طرف قریب ہوتا ہوں" جب یہ حالت ہو جاتی ہے (اور یہی مقصود ہے) تو حق تعالے کا کرم اس پر غالب آجاتا ہے۔ جس پر خدا تعالی کا کرم پورا ہو جاتا ہے اس کی محبت بھی پوری ہو جاتی ہے اور جس کی محبت مدامی ہے وہ مطلوب ہے کہ جس کا نام عاشق ہے وہ حقیقت میں نہ عاشق ہے نہ معشوق ہے۔ یہ خود بخود ظاہر ہے اور ظاہر کو بیان کرنا کیسا؟ اور بیان کو ظاہر کرنا کیا؟ اگر وہ عیاں ہے تو سب اسی سے ہے اور اگر بیان ہے تو بھی اسی سے اگر تو حقیقت سے آگاہ ہو جائے تو خدا کی قسم "میں" اور "تو" نہ کہے۔ میں اور تو سب وہم ہے لیکن یہ بات وہی سمجھ سکتا ہے جس میں عقل ہے اس بات کو سمجھنا چاہئے اور اس "میں" اور "تو" کے وہم کو درمیان سے اٹھا دینا چاہئے جب تو میں اور تو سے آزاد ہو جائے گا تو یقین کر یہی توحید ہے اور یہی اہل اللہ کا یقین اور عارفوں کا دین ہے۔ جس آدمی کا دین اس طرح نہ ہو اس کے یقین میں کوئی نورانیت نہیں ہوتی۔ اسی کیفیت کے متعلق اللہ تعالی کا قول كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ[۱] رہنمائی کرتا ہے یعنی تمام چیزیں فناپذیر ہیں مگر فرمان لایزال باقی رہے گا جب تو اپنے آپ کو درمیان سے اٹھا دے گا تو نور وحدت کا مشاہدہ کریگا

غیر حق در درون خود مگذار ! خویشتن را تو از میاں بر گیر

(خدا کے سوا تو اپنے اندر کسی کو نہ چھوڑ اور اپنے آپ کو بھی درمیان سے اٹھا دے)

جب تو اپنے آپ سے پوری طرح فنا ہو جائے گا تو اپنے دل کی نگاہوں سے نور حق کو دیکھ لے گا۔

اے زخم خوردہ درویش! بقا صرف حق سبحانہ وتعالی کے لیے ہے۔ درویش جس چیز کو بھی دیکھتا ہے تو مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا وَرَأَيْتُ اللّٰهَ فِيهِ (میں نے جس چیز کو بھی دیکھا مجھے اس میں خدا کی قدرت نظر آئی) کے حکم کے مطابق اسی کو دیکھتا ہے۔ پس أَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ[۲] کی توجہ سے تو جس طرف بھی منہ کرے گا اسی طرف خدا کا نور ہوگا اور جو کچھ تو دیکھے گا اسی نور کا ظہور ہوگا۔ مصرعہ

تا نہ پنداری کہ او از ما جدا ست

(تاکہ تو یہ نہ سمجھے کہ وہ ہم سے جدا (مخلوق سے بائن) ہے)

[۱] الرحمن ۲۷۔ [۲] بقرہ ۱۱۵۔

اے زخم خوردہ درویش! مرد کو علم الیقین چاہئے کہ اگر وہ نگاہ اٹھائے تو عرش سے لے کر فرش تک سوائے خدا کے راز کے اور کچھ نہ دیکھے۔ شاہ مرداں حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا (یعنی اگر پردہ ہٹا دیا جائے تو پھر بھی میرے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہو) ؎

چوں خدا را بہ علم بیدانی — چوں یقینت شود یقیں دانی

(اگر تو خدا کو علم سے پہچان لے گا۔ پھر جب تجھے یقین ہو جائے گا تو یقین سے پہچان لے گا)

اے عزیز! جب علم الیقین پورا ہو جاتا ہے تو حق الیقین کا مقام ظاہر ہوتا ہے۔ حقیقت بین نگاہیں تمام ممکنات سے آگے گذر جاتی ہیں اور کوئی چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں رہتی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[1] (یعنی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی دکھائی)۔

۱ چوں یقینت بر دلت روشن شود — آتش دوزخ ازاں گلشن شود

۲ چوں یقینت حق شود برحق شود — سوئے حق معنیٔ تو مطلق شود

۳ بعد ازاں از پیش برخیزد نقاب — چہرۂ شاہی بہ بینی بے حجاب

۱ جب یقین تیرے دل پر روشن ہو جائیگا تو اس سے دوزخ کی آگ گلشن ہو جائے گی۔

۲ جب تیرا یقین حق ہو جائے گا تو تو برحق ہو جائے گا۔ حق کی طرف تیرا معنی مطلق ہو جائیگا۔

۳ اس کے بعد تیرے سامنے سے حجاب اٹھ جائیں گے تو بادشاہی چہرہ کو بے حجاب دیکھ لے گا۔

اے عزیز! یہ پہچان اس کی راہنمائی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ[2] یعنی جس کی خدا راہنمائی کرے وہی ہدایت پا سکتا ہے اور جس کی وہ راہنمائی نہ کرے وہ کچھ بھی نہیں دیکھ سکتا۔ سچ ہے ؎

۱ دل ہر چہ یافت از نظر رحمت تو یافت — بیچارہ آنکہ از نظرت اوفتادہ است

۲ ؎ دیدۂ دیدۂ دیدہ باید — از دو کونش بریدہ باید

۳ تو نداری چوں دیدہ رخ دوست — علم ہمہ اوست دیدۂ باید

۱ دل نے جو کچھ بھی پایا تیری رحمت سے پایا۔ بیچارہ وہ ہے جو تیری نظر سے گر گیا۔

۲ آنکھیں وہ آنکھیں ایسی آنکھیں چاہئیں جو دونوں جہانوں سے الگ ہو چکی ہوں

[1] الانعام ۷۵۔ [2] کہف ۱۷۔

۳ تو دوست کا چہرہ دیکھنے والی نظریں نہیں رکھتا۔ سب علم اسی کی ذات ہے اس کے لیے آنکھیں چاہئیں

اے زخم خوردہ درویش! یہ نکتہ علم کی گفتگو اور قیل وقال سے حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ حال نہ پیدا ہو جائے اور حال صرف اس کی نوازش ہے یہ محض ربانی فیض ہے۔ ہر آدمی اس کے لائق نہیں ہے

خستہ جان درویش! چاہئے کہ حق تعالیٰ کو دل اور آنکھ سے ہر سو اور ہر طرف اور ہر حالت میں دیکھے اور اس کے علاوہ اور کسی طرف نگاہ نہ اٹھائے اور جس چیز کو بھی دیکھے حق کے سوا کچھ نہ دیکھے یعنی اسی کا مشاہدہ کرے اس لیے کہ کمال یہی ہے کہ اَلتَّوْحِیْدُ اَنْ لَّا یَرٰی غَیْرَ اللّٰہِ وَلَا یَنْظُرُ اِلٰی غَیْرِہٖ لِاَنَّہٗ لَیْسَ شَیْءٌ فِی الْحَقِیْقَۃِ اِلَّا اللّٰہُ۔ یعنی توحید یہ ہے کہ اس کے غیر کو نہ دیکھے اور نہ نظر کرے اس لیے کہ درحقیقت کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کے سوا نہیں ہے کہ وہ غیر نورِ خدا عزوجل کا پرتو نہیں ہے کتنا اچھا ہے یہ کلام جس نے بھی کہا ہے ؎

۱ اے در طلب تو عالم در سر شور — نزدیک تو درویش و توانگر ہمہ عور

۲ او باہمہ در کلام و گوشش ہمہ کر — او باہمہ در میان و چشم ہمہ کور

۳ در نظر اہل دل حاضر و ناظر خدا است — در تتق آب و گل حاضر و ناظر خدا است

۴ طالب و مطلوب اوست راغب و مرغوب اوست — عاشق و معشوق اوست حاضر و ناظر خدا است

۵ عابد و معبود اوست ساجد و مسجود اوست — واجد و موجود اوست حاضر و ناظر خدا است

۶ باہمہ پیچیدہ اوست وز ہمہ ببریدہ اوست — مونس غمدیدہ اوست حاضر و ناظر خدا است

۷ کعبہ و بتخانہ اوست مسجد و میخانہ اوست — خانقہ و خانہ اوست حاضر و ناظر خدا است

۸ گفتۂ مرداں گزیں پہلوئے مستاں نشیں — ظاہر و باطن ببیں حاضر و ناظر خدا است

۹ عاشق دیوانہ شو بر سر میخانہ شو — وز ہمہ بیگانہ شو حاضر و ناظر خدا است

۱۰ رفت زعثمان نشاں گم شدہ از جسم و جاں — ظاہر و باطن عیاں حاضر و ناظر خدا است

۱ اے وہ کہ تیری طلب میں جہان پر شور ہے تیرے نزدیک تونگر اور درویش سب ننگے ہیں۔

۲ وہ سب سے ہم کلام ہے اور سب کے کان بہرے ہیں وہ سب کے اندر موجود ہے۔ سب کی آنکھیں نابینا ہیں

۳ اہل دل کی نگاہ میں خدا حاضر و ناظر ہے۔ مٹی اور پانی کے پردے میں خدا حاضر و ناظر ہے

۴ طالب بھی وہی ہے مطلوب بھی وہی ہے۔ راغب بھی وہی ہے مرغوب بھی وہی ہے۔ عاشق و معشوق

بھی وہی۔ خدا حاضر و ناظر ہے۔

۵ عابد بھی وہی معبود بھی وہی، ساجد بھی وہی مسجود بھی وہی واجد (پانے والا) بھی وہی موجود بھی وہی حاضر و ناظر وہی خدا ہے۔

۶ وہ سب کے ساتھ بھی ہے سب سے الگ بھی ہے۔ مونس اور غمخوار بھی وہی ہے۔ خدا حاضر و ناظر ہے

۷ کعبہ بھی وہ بت خانہ بھی وہ مسجد بھی وہ میخانہ بھی وہ خانقاہ بھی وہ گھر بھی وہ خدا حاضر و ناظر ہے۔

۸ مردوں کی باتیں اختیار کر۔ مست لوگوں کے پاس بیٹھ ظاہر اور باطن سے دیکھ خداوند تعالیٰ حاضر و ناظر ہے۔

۹ عاشق دیوانہ بن۔ شراب خانے میں چلا جا۔ سب سے الگ تھلگ ہو جا خدا حاضر و ناظر ہے

۱۰ عثمان کا نام و نشان چلا گیا ہے اور اپنے جسم و جان سے چلا گیا ہے ظاہر و باطن کھل چکا ہے خدا حاضر و ناظر ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! ہر حال میں حق سبحانہ و تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ اور کوئی لحظہ اور کوئی لمحہ اس فکر سے غافل نہ رہ اگر تو غافل ہو جائے گا تو محروم رہے گا۔ اور اگر آگاہ ہو جائے گا تو ہر وقت یاد شاہ بنا رہے گا۔ چاند سے زیادہ روشن ہو جائے گا۔ خدا تعالیٰ کا ہم نشین ہو گا بشرطیکہ تو ہر وقت آگاہ رہے

۱ ۔ چہ نیکو متاعیست کار آگہی ازیں نقد عالم مباد اتہی

۲ جہاں آنکسے راست کاندر جہاں شود آگہ از کار کار آگہاں

۱ آگاہی کتنا اچھا سامان ہے اس نقد جہان سے کسی وقت خالی نہ رہ

۲ اس دنیا میں جہان صرف اسی کا ہے جو کام کے واقفوں کے کام سے آگاہ رہے۔

اگر تو چاہتا ہے کہ اس بزرگی سے مشرف ہو جائے تو بغیر خدا کی یاد کے کبھی غافل نہ بیٹھ۔ جس پر اس دولت کا دروازہ کھولتے ہیں تو کوشش کی توفیق اس کی یاد میں لاتے ہیں ۔

۱ در گفتن ذکر حق زبان از ہمہ بہ طاعت کہ بشب کنی نہاں از ہمہ بہ

۲ خواہی کہ بہ پل صراط آسان گذری ناں دہ بجہانیاں کہ ناں از ہمہ بہ

۱ خدا کا ذکر کرنے میں زبان سب سے اچھی ہے وہ عبادت جو تو رات کو پوشیدہ طور پر بجا لائے وہ

سب سے بہتر ہے۔

۲ اگر تو چاہتا ہے کہ پلصراط سے بہ آسانی گذر جائے تو دنیا والوں کو روٹی دے کہ روٹی دینا سب سے بہتر کام ہے۔

چند روز یاد حق کی کوشش کر پھر یہ کیفیت دل کے ساتھ لازم ہو جائے گی اور یقین حاصل ہو جائیگا اور شش جہات میں معبود کا مشاہدہ دل کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا جو باحق ہے وہ بیخود ہو کہ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ (بادشاہ قدرت والے کے پاس) بیٹھتا ہے اور وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (اور تمہاری اپنی جانوں میں بھی کیا تم غور نہیں کرتے) کے مطابق اپنے نفس میں دیکھتا ہے اور اپنی بیخودی کی وجہ سے خدا کی آگاہی حاصل کر کے زبان حال کے ساتھ کہتا ہے ؎

۱	معشوق عیان بود نمی دانستم	با من بمیان بود نمی دانستم
۲	گفتم بطلب مگر بجائے برسم	خود تفرقہ آن بود نمی دانستم

۱ معشوق تو ظاہر تھا لیکن میں نہ سمجھ سکا۔ وہ تو ہمارے اندر ہی موجود تھا لیکن میں نہ سمجھ سکا۔

۲ میں یہ سمجھا کہ شاید طلب سے میں کسی جگہ پر پہنچ جاؤں گا یہی تو جدائی کی بنیاد تھی جسے میں نہ سمجھ سکا۔

اے زخم خوردہ درویش! اگر تیرے اندر حق کی طلب برقرار ہے تو اس نظم کو پڑھنا اور اس پر یقین کرنا استاد کے حکم سے نہایت ضروری ہے ؎

۱	اے دل بیا حق را ببیں حق حاضرست حق ناظرست	خود را طلسمے داں یقیں حق حاضرست حق ناظرست
۲	جز او نباشد کس دگر او گشت ہر جا جلوہ گر	ہر سو عیانش می نگر حق حاضرست حق ناظرست
۳	بود ست دریا بیکراں زو موج عالم شد عیاں!	شد ظاہر اندر ہر زماں حق حاضرست حق ناظرست
۴	خود طالب مطلوب شد خود عاشق و معشوق شد	خود راغب مرغوب شد حق حاضرست حق ناظرست
۵	خود عابد و معبود شد خود ساجد و مسجود شد	خود واجد و موجود شد حق حاضرست حق ناظرست
۶	خود را بخود آراستہ بر حسن خود جاں ساختہ	شور از جمال برخاستہ حق حاضرست حق ناظرست
۷	در ہر چمن زارے دگر در تاب رخسارے دگر	نمود دیدارے دگر حق حاضرست حق ناظرست
۸	لیلیٰ شدہ خود را نمود مجنوں شد خود را ربود	خود عاشق و معشوق شد حق حاضرست حق ناظرست
۹	گاہ شمع گاہ پروانہ شد گاہ جان گاہ جانانہ شد	گاہ مست و گاہ دیوانہ شد حق حاضرست حق ناظرست

ؔ ذاریات ۲۱۔

۱۰ عثماں چناں رفت از میاں کزوی نشد پید انشاں — خو درا بخود دید او عیاں حق حاضرست حق ناظرست

۱ اے دل آ اور خدا کو دیکھ حق حاضر ہے حق ناظر ہے اپنے آپ کو یقینی طور پر ایک طلسم سمجھ حق حاضر ہے حق ناظر ہے۔

۲ اس کے سوا دوسرا کوئی نہیں ہے وہ ہر جگہ جلوہ گر ہے ہر طرف اس کو ظاہر طور پر دیکھ حق حاضر ہے حق ناظر ہے۔

۳ وہ ایک بے کنار سمندر تھا جس سے جہان کی موج ظاہر ہوئی وہ ہر زمانہ میں ظاہر ہوا ہے حق حاضر ہے حق ناظر ہے۔

۴ خود ہی طالب اور خود ہی مطلوب ہوا خود ہی عاشق اور خود ہی معشوق ہوا۔ خود ہی راغب اور خود ہی مرغوب ہوا حق حاضر ہے حق ناظر ہے۔

۵ خود ہی عابد اور خود ہی معبود ہوا خود ہی ساجد اور خود ہی مسجود ہوا خود ہی پانے والا اور خود ہی پایا گیا حق حاضر ہے حق ناظر ہے۔

۶ اپنے آپ کو اپنے آپ سے آراستہ کیا اپنے حسن پر جان سے فدا ہوا۔ جہان سے شور اٹھا حق حاضر ہے حق ناظر ہے۔

۷ ہر باغ میں کسی اور ہی رنگ سے اور ہر رخسار سے میں کسی اور ہی آب و تاب سے ہر جگہ کسی اور ہی طرح سے اپنا دیدار دکھلایا حق حاضر ہے حق ناظر ہے۔

۸ لیلیٰ بن کر اپنے آپ کو دکھلایا اور مجنوں بن کر بیخود ہوا خود ہی عاشق اور خود ہی معشوق ہوا حق حاضر ہے حق ناظر ہے۔

۹ کبھی شمع اور کبھی پروانہ ہوا کبھی جان بنا کبھی معشوق ہوا۔ کبھی مست ہوا کبھی دیوانہ بنا حق حاضر ہے حق ناظر ہے۔

۱۰ عثمان اس طرح درمیان سے اٹھ گیا کہ اس کا نشان باقی نہ رہا اپنے آپ کو اس نے ظاہر طور پر دیکھا حق حاضر ہے حق ناظر ہے۔

اے خستہ جان درویش! اگر تمام جہان بھی تو اپنی ملکیت میں رکھتا ہو اور حق تعالیٰ کی محبت اور حضوری کا ایک ذرہ بھی تو اپنے اندر نہ پائے تو خدا کی قسم تو ایک فقیر ہے اور کچھ بھی نہیں رکھتا تو ہر وقت اپنا ماتم

کیوں نہیں کرتا۔ تعجب ہے کہ تو اپنے آپ کو آدمی سمجھتا ہے تو کتنا بیوقوف ہے اور کیسا حیوان ہے معلوم ہوا کہ تو بہت خوار و بیمار ہے اور اگر تو بیمار نہ ہوتا تو حق سبحانہ وتعالےٰ سے دور کیوں رہتا جس میں ایمان ہے وہ تو اس کی یاد میں ہے اور جو بے یاد ہے اس کی زندگی برباد ہے ؎

زندگی نتواں گفت حیاتے کہ مراست　　　زندہ آنست کہ با دوست وصالے دارد

(میرے جیسی زندگی کو زندگی نہیں کہا جا سکتا۔ زندہ وہ ہے جو دوست سے وصل رکھتا ہے)

اے عزیز! میں کتنا کہوں کہ دین کا فکر کرنا چاہیئے اور اس غم سے بے غم نہیں رہنا چاہیئے تمام دیندار آدمیوں کو یہ مصیبت دامنگیر رہی اور اس سے ایک لحظہ بھی خلاصی نہ پا سکے انہوں نے ہمیشہ اپنے جگر کا خون پینے، جان نثاری اور اشک ریزی کا شغل رکھا۔ سلطان ابوسعید ابوالخیر فرماتے ہیں ؎

دل خون شد شرط جانگذاری اینست　　　در حضرت او کمینہ جان بازی اینست

(دل خون ہو گیا جان نثاری کی شرط یہی ہے۔ اس کی بارگاہ میں کمینہ سرفروشی یہی ہے)

ایک اور صاحب فرماتے ہیں ؎

۱ مجروح جگر ز یاد یارے دارم　　　افگار دل از فکر نگارے دارم

۲ اے صبر برو کہ از تو دل برکندم　　　وے غم بنشیں کہ با تو کارے دارم

۳ سیرم ز حیات محنت آگندۂ خویش　　　زیں تیرگیٔ روز پراگندۂ خویش

۴ صاحب نظرے کجاست تا بنمائم　　　صد گونہ زیر و زبر خندۂ خویش

۱ میں دوست کی یاد میں زخمی جگر رکھتا ہوں اور معشوق کے فکر سے دل زخمی رکھتا ہوں۔

۲ اے صبر تو چلا جا کہ میں نے تجھ سے دل اٹھا لیا اور اے غم تو بیٹھ جا کہ مجھے تیرے ساتھ کام ہے

۳ میں اپنی محنت آلود زندگی اور اس اپنی پراگندہ بدبختی سے سیر ہو چکا ہوں۔

۴ کوئی صاحب نظر کہاں ہے کہ میں اپنی ہر ہنسی سے ان سب کو زیر و زبر کر کے دکھاؤں۔

آدمی کی قسمت میں شروع سے لے کر آخر تک خون پینا لکھا ہے۔ چنانچہ اس حدیث میں لکھا ہے[1] جس میں کہا ہے کہ جب آدمی کے جسم میں ماں کے رحم میں جان ڈالی جاتی ہے تو حیض کا خون اس کی غذا بنتا ہے اس میں اشارہ ہے کہ تجھ کو خون پینے اور جگر چبانے سے چارہ نہیں ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ حق سبحانہ وتعالےٰ نے قسم کھائی ہے۔ لام تاکید

[1] جلد ۴۔

یہ بات سمجھا رہا ہے پھر قد کا لفظ دوسری تاکید کے لیے لایا گیا ہے اور کہا ہے کہ ہم نے آدمیوں کو رنج و محنت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس سے زیادہ محنت و مشقت اور کیا ہو گی کہ اس غدار اور مکار دنیا میں پروردگار کی عبادت میں سلامتی کے ساتھ نہیں رہا جا سکتا۔ اور ایمان کو اتنے دین کے دشمنوں کی جگ سے سلامت لے جانا بہت دشوار ہے۔ بہت دشوار ہے بہت دشوار ہے ؎

آدمی بہر بے غمی را نیست پائے در گل آدمی را نیست

(آدمی بے فکری کے لیے پیدا نہیں ہوا۔ آدمی کی بنیاد میں مضبوط نہیں ہیں)

شیخ عبداللہ سقطی سید الطائفہ جنید بغدادی کے پیر قدس اللہ سرہما العزیز سکرات میں تھے شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ ان کو پنکھے سے ہوا دے رہے تھے اور فرماتے تھے کَیْفَ یَتَلَذَّذُ بِالْمِرْوَحَۃِ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ وَکَبِدِہٖ نَارُ الْمُحْرِقُ (یعنی وہ آدمی پنکھے سے کس طرح آرام پا سکتا ہے کہ جس کے دل اور جگر میں ایک جلا دینے والی آگ موجود ہو) ایک اور بزرگ فرماتے ہیں کَیْفَ یَتَلَذَّذُ مَنْ یُّجَدَّدُ عَلَیْہِ الْمَصَائِبُ (یعنی وہ آدمی کیسے آرام پا سکتا ہے کہ جس پر ہر دم نئی نئی مصیبتیں آرہی ہوں

اے درویش! درویشی دونوں جہان سے دل اٹھا لینے اور آنکھوں کو غیر حق سے سی لینے اور لب کو غیر حق سے بند کر لینے اور خون جگر پینے اور اپنے آپ سے بےخود ہو جانے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ مل جانے کا نام ہے ؎

قلندر شو قلندر شو دروں خود فرو میرو بخور خون جگر خوخو تراں غرغرہ بخاموشی

(قلندر بن جا قلندر بن جا اپنے اندر غوطہ لگا۔ خون جگر کو غٹ غٹ کر کے پی اور بظاہر خاموشی اختیار کر کے خوشی کا اظہار کر)

کتنا اچھا کہا ہے جس نے بھی کہا ہے ؎

۱ گفتم بہ طبیب حال ایں درد نہاں گفتا کہ بجز ذکر دوست بر بند زباں

۲ گفتم کہ غذا؟ گفت ہمیں خون جگر گفتم پرہیز؟ گفت از ہر دو جہاں

۱ میں نے طبیب سے اپنے پوشیدہ درد کا حال بیان کیا۔ کہنے لگا کہ دوست کے ذکر کے سوا اپنی زبان بند رکھ۔

۲ میں نے پوچھا غذا کونسی کھاؤں؟ کہنے لگا خون جگر۔ میں نے پوچھا پرہیز کس سے کروں؟

کہنے لگا دونوں جہان سے۔

اے عزیز! اگر میں قضاؤ قدر کی طرف نظر کرتا ہوں تو جان جل جاتی ہے۔ دل پگھل جاتا ہے جگر خون ہوجاتا ہے اور لب بند ہوجاتے ہیں۔ علماء نے کہا ہے کہ "قضاو قدر میں گفتگو کرنا سورج کی طرف دیکھنے کی طرح ہے کہ اس سے حیرت بڑھتی جاتی ہے" ؎

جاناں دلم بہ بردی و جانم بسوختی　　گفتم بنا لم از تو زبانم بسوختی

(اے معشوق تو میرا دل لے گیا اور میری جان کو جلا ڈالا۔ میں نے کہا میں روؤں گا تو تو نے میری زبان جلا ڈالی)

تمام دوستوں کے قدم معرفت کی حقیقت کے دریا اور قضاو قدر کے جہان میں کھڑے ہوکر نون کی طرح بن چکے ہیں اور ان کے جگر دریا کی طرح بہتے ہیں۔ چنانچہ ایک عزیز کہتا ہے ؎

۱ رسیدم من بدریائے کہ موجش آدمی خوارست　　نہ کشتی اندریں دریا نہ ملّاحے عجب کارست

۲ چوں آبش جملہ خوں دیدم بترسیدم ازاں دریا　　بدل گفتم چہ میترسی گذر باید کہ لاچارست

۳ شریعت کشتی باید طریقت بادبان او　　حقیقت لنگر باید کہ راہ فقر دشوارست

۴ الا محمود مرجانے سخن با پردہ داراں گوئے　　نیابی درجہاں یارے جہانے پر اغیارست

۵ ندا از حق چنیں آمد مگر از جاں ہمی ترسی　　ہزاراں جان مشتاقاں دریں دریا نگونسارست

۶ رہ است راہ عشق کہ ہیچش کنارہ نیست　　آنجا جز آنکہ جاں بسپارند چارہ نیست

۱ میں ایک ایسے دریا پر پہنچا کہ جس کی موجیں آدمیوں کو کھاتی ہیں نہ اس دریا میں کوئی کشتی ہے نہ ملاح، کچھ عجیب سا معاملہ ہے

۲ جب میں نے اس کا پانی خون کی طرح سرخ دیکھا تو میں اس سے ڈر گیا۔ میں نے دل سے کہا ڈرتا کیا ہے، یہاں سے گذرنا چاہیئے کہ گذرنا ضروری ہے۔

۳ شریعت کی کشتی چاہیئے۔ طریقت اس کشتی کا بادبان ہے۔ حقیقت کا لنگر چاہیئے کہ فقر کی راہ بڑی دشوار گذار ہے۔

۴ اے محمود! کسی جانی دوست اور پردہ داروں سے بات کر اس جہان میں تجھے کوئی دوست نہ ملے گا کیونکہ دنیا اغیار سے پر ہے۔

۵ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس طرح آواز آئی کہ "شاید تو اپنی جان سے ڈرتا ہے ہزاروں عاشقوں کی جانیں اس دریا میں غرق ہو چکی ہیں۔

۶ عشق کی راہ وہ راہ ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ یہاں سوائے اس بات کے کہ اپنی جان سپرد کر دیں کوئی چارہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ (اللہ تعالیٰ کی حُجت پہنچنے والی (پوری) ہے) اور وہ یہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالےٰ بندوں کو فرماتے ہیں "میں نے تم کو فاعل مختار پیدا کیا اور اختیار دے دیا۔ ہم نے اس کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لائے لیکن افسوس ہزار افسوس! ہمارے اس اختیار پر۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو پانی کا پیالہ دیدیں اور حکم دیں کہ اس کو الٹ دے اور پانی نہ گرانا۔ اب تم تو اس پانی کے پیالہ کا کیا حال ہوگا۔ یہی ہمارے دل کی مثال ہے کہ دل میں غیر کا خطرہ نہ آنے پائے۔ کہا گیا جائے کہ حوادثات کی لاکھوں آندھیاں پے در پے چلتی ہیں اور یہ غریب مظلوم کیونکہ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہ سکے گا ؎

درمیان موج دریا تختہ بندم کردہ | باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

(تو نے مجھ کو دریا کی موجوں کے درمیان ایک تختہ پر باندھ دیا اور پھر کہتا ہے کہ دامن تر نہ کرنا۔ ہوشیار رہنا)

اے عزیز! یہ عدم اختیار کا ثبوت ہے۔ افسوس۔ افسوس۔ افسوس یہ خوشی کا کونسا مقام ہے نجات ارشادات کی تعمیل پر موقوف ہے اب اگر ہم یہ کہیں کہ یہ سب کچھ تیری طرف سے ہے تو یہ بھی مشکل ہے اور اگر کہیں کہ ہماری طرف سے ہے تو یہ اس سے بھی مشکل تر ہے۔ اگر کہوں کہ "میں" ہوں تو "میں" کا اثبات ہوتا ہے اور یگانگت میں "میں" نہیں چاہئے اور اگر کہوں کہ یہ کام تو نے کیا ہے تو یہ عبودیت کے خلاف ہے لیکن ادب کا طریق ملحوظ رکھنا چاہئے۔ چنانچہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

گناہ اگرچہ نہ بود اختیار ما حافظ! | تو در طریق ادب کوش گیں گناہ منست

(حافظ! اگرچہ گناہ بھی ہمارے اختیار میں نہیں تھا لیکن تو ادب کا طریق اختیار کر اور کہہ کہ یہ میرا گناہ ہے)

شیخ عبد اللہ فرماتے ہیں کہ فرمان کی تعمیل کا نام نیکی ہے لیکن تقدیر کی چلی ہوئی قلم کا کیا علاج ہے ؎

ہر آنکہ راہ نہ دادی کجا رود بد بخت | بدوخت دیدۂ مسکین و دیدنش فرمود

ے الانعام ۱۵۱۔

(وہ شخص جس کی تو راہنمائی نہ کرے وہ بدبخت کہاں جائے۔ مسکین کی آنکھیں سی کہ اس کو دیکھنے کا حکم فرمایا گیا ہے)

اے زخمی دل درویش! فرمان صرف خدا تعالےٰ کا ہے یعنی حکم خدا کا حکم ہے ؎

حدیث زلف پیچانت مرا گفتن نمے آید ۔۔۔ بہر شکلے کہ میگویم ہمی پیچد زبان من

(تیری پیچیدہ زلفوں کی کیفیت مجھ سے بیان نہیں ہو سکتی ہیں جس طرح بھی بیان کرنا چاہوں میری زبان لڑکھڑا جاتی ہے)

فریاد ہزار فریاد۔ اے دوستو! عمر کا آفتاب غروب ہونے کو آیا اور اس کام کی مشکلات کی گرہیں ابھی تک نہیں کھلیں ؎

۱ نہ راہ پیدا نہ منزل ہم کہ ہے در ہے چہ مشکلہا	شدم زیں غم ہمی در ہم کہ ہے در ہے چہ مشکلہا
۲ رسانی سوئے جانا نم کہ ہے در ہے چہ مشکلہا	بیا اے ساربان بہر خدا یکدم مدد بارے
۳ ازیں زنداں رہانیدم کہ ہے در ہے چہ مشکلہا	اگر بختم مددگاری کند آں دم سرافرازم
۴ چوں درجاں کند نم مردم کہ ہے در ہے چہ مشکلہا	ز دوری وطن گشتم چوں مرغ نیم بسم اللہ
۵ رہا بخشی خداوندم ۔ کہ ہے در ہے چہ مشکلہا	چوں مرغے لامکاں باشم چرا اندر قفس بندم
کہ تا با دوست پیوندم کہ ہے در ہے چہ مشکلہا	بیا عثماں چہ درماندی رہا کن ہر دو عالم را

۱ میں تو اسی غم میں پریشان ہو گیا کہ ہائے ہائے کتنی مشکلات ہیں نہ تو راستہ ہی ظاہر نہ منزل کا نشان ہے ہائے کتنی مشکلات ہیں۔

۲ اے ساربان آ اور خدا کے لیے ایک دفعہ مدد کر اور مجھے میرے معشوق کے پاس پہنچا دے ہائے کتنی مشکلات ہیں۔

۳ اگر میری قسمت نے اس وقت میری مدد کی تو میں سر بلند ہو جاؤں گا اور اس قید خانہ سے چھوٹ جاؤں گا ہائے کتنی مشکلات ہیں۔

۴ میں وطن کی دوری سے مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپ رہا ہوں۔ کب میری جان نکالیں گے اور میں کب مروں گا ہائے کتنی مشکلات ہیں۔

۵ جب میں لامکانی پرندہ ہوں تو میں پنجرے میں کیوں بند رہوں اے میرے خدا مجھ کو رہائی بخش۔

۵ ہائے کتنی مشکلات ہیں۔

۶ اے عثمان آ تو اتنا عاجز کیوں ہے دونوں جہانوں کو چھوڑ دے تاکہ تو دوست کے ساتھ مل جائے ہائے کتنی مشکلات ہیں۔

اے زخم خوردہ درویش! میں اپنے دل کا غم کس سے بیان کروں جس کے سامنے بیان کرتا ہوں اس کو اسی غم میں مبتلا پاتا ہوں ؎

حل مے نکند ہیچکس مشکل من — نہ کس دہدم نشانے از منزل من

(کوئی بھی میری مشکل کو حل نہیں کرتا۔ کوئی بھی مجھ کو میری منزل کا نشان نہیں دیتا)

اے عزیز! راضی برضا ہو جانا چاہئے کہ تقدیر کے تیر نے جگروں کو چاک، جانوں کو غمناک، دلوں کو کباب اور زبانوں کو گنگ کر رکھا ہے۔ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ (یہ تیری آزمائش ہے) بشریت کے اختیار کا پردہ درمیان میں رکھ کہ اس نے کتنے خون گرائے اور خود درمیان سے نکل گیا ؎

۱ فتنہ انگیزی و دامن درکشی — تیر اندازی کماں پنہاں کشی

۲ حالیے چوں نیست در ہمہ میداں حریف تو — خود گوئے میدوانی خود حال میکنی

۱ تو فتنہ پیدا کرتا ہے اور اپنا دامن بچا جاتا ہے۔ تو تیر خود پھینکتا ہے لیکن کمان پوشیدگی میں کھینچتا ہے۔

۲ حالت یہ ہے کہ تمام میدان میں تیرا کوئی حریف نہیں ہے۔ تو خود ہی گیند کو اچھالتا ہے اور خود بازی کرتا جاتا ہے۔

قطب الاقطاب عالم شیخ نظام الدین کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ معکوس[1] ادا کی ہے اور مشائخ کرام نے بھی اس کو ادا کیا ہے اور شیخ الاسلام

---

[1] چشتی طریقہ میں چند ایک نمازیں رائج ہیں مثلاً صلوٰۃ "کن فیکون"۔ صلوٰۃ "تفریحیہ قرطبیہ" (اس کا دوسرا نام صلوٰۃ ناریہ" بھی ہے۔ صلوٰۃ "تنجینا" اور صلوٰۃ "معکوس"۔ ان کے ادا کرنے کی مختلف صورتیں صوفیاء چشتیہ نے بیان کی ہیں۔ جن کو پوری تفصیل سے بیان کرنا موجب طوالت ہوگا۔ "قول الجمیل" میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ان نمازوں کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ بلکہ ائمہ فقہاء نے بھی ان کے متعلق پورا سکوت اختیار فرمایا ہے۔ لہذا ہم ان کی کیفیت بیان کرنے کو بھی بے فائدہ سمجھتے ہیں" (مترجم)

شیخ فرید الدین نے اس خدمت میں چلہ معکوس ایک کنوئیں میں کھینچا خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب سکندر نامہ میں صلوۃ معکوس کا ذکر کیا ہے کہتے ہیں ؂

برقص آمدہ جملہ اعضائے من سرِ من شدہ کرسئی پائے من

(میرے تمام اعضا رقص میں آ گئے میرا سر میرے پاؤں کی کرسی بن گیا)

عاشقانِ درگاہ کی سر کی بازی یہی ہے اور عشق و محبت کی راہ میں جاں نثاری یہی ہے کہ سر کو پاؤں بنایا اور پاؤں کو سر کی جگہ پر رکھا اور اپنی جان کو ہار دیا۔ اتنا کچھ کرنے کے باوجود سر کو شرمندگی سے اوپر نہیں اٹھاتے اور اپنی اطاعت کو عین گناہ سمجھتے ہیں اور مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ (ہم نے تجھ کو جیسے پہچاننے کا حق ہے نہیں پہچانا) کی زبان میں عذر تقصیرات کرتے ہیں۔ چنانچہ شیخ فرید الدین اور دوسرے بزرگ روتے ہیں ؂

۱ دردا کہ دریں واقعہ بسیار دویدیم درخود نرسیدیم بجائے نہ رسیدیم

۲ بسیار دریں واقعہ مردانہ چمیدیم گاہ نعرہ زناں معتکف صومعہ بودیم

۳ گاہ قصد کناں خانہ خمار گزیدیم کردیم ہمہ چیز ولے ہیچ نہ کردیم

۴ دیدیم ہمہ چیز ولے ہیچ نہ دیدیم

۱ ہائے درد کہ میں اس "واقعہ"[1] میں بہت دوڑا۔ نہ تو اپنے آپ کو پایا اور نہ کسی ٹھکانے پر پہنچا۔

۲ اس واقعہ میں مردوں کی طرح میں نے بہت چہل قدمی کی اور کبھی نعرہ لگاتے ہوئے عبادت خانہ میں معتکف ہو گئے۔

۳ کبھی اس کی جستجو میں خانہ خمار (شراب خانہ) کو اختیار کیا۔ ہم نے سب کچھ کیا لیکن ہم نے کچھ بھی نہ کیا۔

۴ ہم نے سب چیزیں دیکھیں لیکن کچھ بھی نہ دیکھا۔

اے زخم خوردہ درویش! یہ آگ جس کے جگر میں شعلہ پیدا کرتی ہے کہ وہ کئی راتیں اسی امید میں دن میں تبدیل کر دیتا ہے اور خون کے آنسو آنکھوں سے گراتا ہے اور جوانی سے لے کر بڑھاپے تک جستجو میں رہتا ہے اور محبوب کی محبت کی آتشِ شوق اس کے دل سے غیر کی محبت کو جلا ڈالتی ہے۔ دوست کے بغیر آرام نہیں پکڑتا۔ آنکھوں سے پانی اور سینہ سے آہیں دمبدم باہر نکالتا ہے اور خداوند تعالیٰ کی یاد کے سوا کسی دوسری

[1] صوفیاء کی اصطلاح میں نیند اور بیداری کی درمیانی کیفیت میں کسی چیز کو دیکھنا یا سننا "واقعہ" کہلاتا ہے ۱۲

چیز میں مشغول نہیں ہوتا۔ دن رات بارگاہ خداوندی میں آہ وزاری کرتا ہے۔ چنانچہ ایک عزیز کہتا ہے

ہمہ شب بزاریم شد کہ صبا نہ داد بوئے ندمید ہیچ بختم چہ گناہ ہم صبا را

(میں تمام رات روتا رہا۔ لیکن صبا نے کوئی خوشبو لاکر نہ دی۔ میری قسمت ہی نہ پھوٹی اس میں صبا کا کیا گناہ؟)

افسوس ہزار افسوس۔ دریغ ہزار دریغ

۱ ہزار درد بدل میرسد ز دوری یار چگونہ صبر کنم دل یکیست درد ہزار!

۲ وائے صد وائے کہ آخر شدم زیار جدا چرخ بد مہر مرا کرد ز دلدار جدا

۳ وائے صد وائے کہ امروز بصد حسرت و درد من جدا گریہ کنم دیدۂ خونبار جدا

۴ ہزار حیلہ برانگیختم وصال ترا! ولے چہ سود کہ دولت بزور بازو نیست

۱ دوست کی دوری سے دل کو ہزاروں دکھ پہنچتے ہیں۔ میں کیسے صبر کروں کہ دل ایک ہے اور ہزاروں دکھ ہیں

۲ افسوس کہ میں بالآخر دوست سے جدا ہوگیا۔ چرخ بے مہر نے مجھ کو دوست سے جدا کر دیا۔

۳ افسوس صد افسوس کہ آج میں سینکڑوں حسرتوں اور دکھوں سے رو رہا ہوں اور میری خونبار آنکھیں الگ رو رہی ہیں۔

۴ میں نے تیرے وصال کے لیے ہزاروں حیلے کئے۔ لیکن کیا فائدہ کہ یہ دولت زور بازو سے نہیں ملتی۔

ہر چند کہ ہم توبہ و ریاضت میں پگھلتے رہے۔ مجاہدہ کے سمندر میں غرق ہوئے، آنکھوں سے الماس کے موتی پروئے، خون جگر چھڑکا، ماہی بے آب کی طرح تڑپے لیکن نفس بدخصال سے خلاصی نہ پا سکے اور گناہ کی گندگی سے پاک نہ ہوئے

دردم زحد گذشت بدرماں نمی رسم جانم بلب رسیدہ بجاناں نمی رسم

(میرا درد حد کو پہنچ گیا لیکن علاج کو نہ پہنچ سکا۔ میری جان لبوں تک آگئی لیکن دوست تک نہ پہنچ سکا۔

ایک عمر گذر چکی ہے کہ طلب کے میدان میں گیند کی طرح مشیت کی چوگان کی ضرب سے ہر طرف لڑھکتا پھرتا ہوں نہ ثبات کھنے کی طاقت نہ دم مارنے کی جگہ۔ شہر سے شہر پہنچ گئے ہوئے، نہ پاؤں کی خبر نہ سر کی ہوش، نہ دل کا کوئی نشان ہے نہ اس رنج سے چھوٹنے کی کوئی صورت، نہ دوست کو ملنے کی کوئی راہ

نہ اس راہ کی کوئی انتہا اور نہ محبوب کا کوئی نشان ہے

دریں وادی فرو شد کاروانہا نہ آواز جرس آمد نہ آواز

(اس وادی میں کئی کاروان ختم ہو چکے ہیں۔ نہ ان کی کوئی آواز آئی نہ گھنٹی کی)

خدا کی رحمتیں اس آدمی کی جان پہ ہوں جس نے یہ موتی پروئے ہیں ہے

۱ بپایاں آمد ایں دفتر حکایت ہمچناں باقی بصد دفتر نشاید گفت وصف حال مشتاقی

۲ کِتَابٌ بَالِغٌ مِنِّی حَبِیْبٌ مُعْرِضٌ عَنِّی اَنِ اَصْبَحْ مَا تَرَیٰ اَنِّی عَلٰی عَہْدِیْ وَمِیْثَاقِیْ

۳ نشانِ عشق آں باشد کہ شب تا روز بر خیزی ترا گر خواب میگیرد نہ صاحب دردِ عشاقی!

۴ نہ گویم نسبتے دارم بنزدیکان درگاہت کہ خود را با تو پیوندم بہ سالوسی و زراقی

۵ قُمِ امْلَأْ وَاسْقِنِیْ کَاسًا وَدَعْ مَا فِیْہِ مَسْمُوْعًا اَمَا اَنْتَ الَّذِیْ تَسْقِیْ فَعَیْنُ السَّمِّ تِرْیَاقِیْ

۶ قدح چوں دور میگردد بدہ یاراں مجلس را مرا بگذاشت تا حیران بمانم دیدہ در ساقی

۷ سَعٰی فِیْ ھَتْکِ اَسْرَارِیْ وَلَمْ یَدْرِ بِمَا شَانِیْ اَنَا الْمَجْنُوْنُ لَا اَدْمِیْ بِاِحْرَاقِیْ وَاِغْرَاقِیْ

۸ مگر شمس فلک باشد بدیں فرخندہ دیدارے مگر نفس ملک باشد بدیں پاکیزہ اخلاقی

۹ لَقِیْتُ الْاُسْدَ فِی الْغَابَاتِ لَمْ تَقْدِرْ عَلٰی رِحْیْ وَھٰذَا الظَّبْیُ فِی الْاَسْرَۃِ حَرَقَنِیْ فَاَخْلَاقِیْ

۱۰ نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی!

۱ یہ دفتر ختم ہونے کو آیا اور حکایت اسی طرح ابھی باقی ہے۔ سینکڑوں دفتروں میں بھی عاشقی کے حالات کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔

۲ یہ رقعہ میری طرف سے پہنچا دو کہ میرے دوست نے مجھ سے منہ پھیر لیا ہے اور تو دیکھ رہا ہے کہ میں اپنے عہد اور میثاق پر قائم ہوں۔

۳ عشق کا نشان یہ ہے کہ تو رات سے لے کر دن تک جاگتا رہے اگر تجھ کو نیند آ جاتی ہے تو تو درد اور عشق نہیں رکھتا۔

۴ میں نہیں کہتا کہ تیری درگاہ کے نزدیکوں سے میں کوئی نسبت رکھتا ہوں۔ میں نے اپنے آپ کو فریب اور دغابازی سے تیرے ساتھ متعلق کر رکھا ہے۔

۵ اٹھ اور مجھ کو بھر کر ایک پیالہ پلا دے اور جو اس کے متعلق سنا جاتا ہے اس کا خیال نہ کر کیا تو ہی میرا ساقی

نہیں ہے میرے لیے تو خالص زہر بھی تریاق ہے۔

۶ پیالہ جب دور ہو جاتا ہے اور یاران مجلس کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ مجھے ساقی نے چھوڑ دیا تو میں حیران ہو کر اس کو دیکھنے لگا۔

۷ اس نے میرا پردہ پھاڑنے کی کوشش کی اور میری حالت کو نہ سمجھا میں تو ایک دیوانہ تھا اس نے مجھ کو جلانے اور غرق کرنے کی کوشش کی۔

۸ شائد آسمان کا سورج اتنا فرخندہ دیدار ہو اور شاید ایسے پاکیزہ اخلاق کا مالک آسمان کا کوئی فرشتہ ہی ہو گا۔

۹ میں شیروں سے جنگلوں میں ملا اور وہ مجھ کو جلا نہ سکے اور اس ہرنی نے اپنے خانداں میں رہتے ہوئے سمجھ لو اور میرے اخلاق کو جلا ڈالا۔

۱۰ نہ تو اس کا حسن کوئی انتہا رکھتا ہے اور نہ سعدی کی باتوں کی کوئی حد ہے استسقا والا پیاسا مرجاتا ہے اور دریا اسی طرح باقی رہتا ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! دنیا کے کاروبار میں تو کتنا مشغول ہے یہ کتنی اچھی بے کاری ہے ؎

کار دنیا چیست بیکاری ہمہ ۔ چیست بیکاری گرفتاری ہمہ

(دنیا کا کام کیا ہے سراسر بیکاری۔ بیکاری کیا ہے سراسر گرفتاری)

ہائے واویلاہ۔ ہائے واویلاہ۔ کل جب غفلت کا پردہ دور کر دیں گے جو کچھ تو تھا اور جو کچھ تو نے کیا ہو گا سب کچھ دکھا دیں گے جب تو گناہوں کا دفتر دیکھے گا تو ہزار پشیمانی اٹھائے گا حسرت اور ندامت سے بہت پانی آنکھوں سے گرائے گا لیکن کوئی فائدہ نہ ہو گا تجھ پر ہمیشہ سے کیا مصیبت پڑی ہے کہ ہوش میں نہیں آتا میں کیا کروں۔ گریبان چاک کروں یا خاک سر پر ڈالوں؟ یا اپنا سر دیوار سے پٹکوں؟ اے عزیز! جب فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ[1] (یعنی تجھ سے تیرا پردہ اٹھا دیا سو تیری نظر آج بڑی تیز ہے) کا پردہ اٹھا دیں گے تو کروڑوں نقصان اور لاکھوں ندامتیں پیش آئیں گی یہ پشیمانی تجھ کو کس وجہ سے ہو گی؟ محض اس لیے کہ تو نے دم بھر بھی اپنے آپ میں توجہ نہ کی اور ایک بار بھی عذر گناہ کرتے ہوئے نہ رویا ؎

۱	ہرگز نخورم غم کہ نہ خواہم مردن	یا اندوہ فردا کہ چہ خواہم خوردن
۲	لیکن غم آں خورم کہ این روئے سیاہ	در حضرت حق چگونہ خواہم بردن

[1] ق ۲۲۔

۱ مجھے اس بات کا غم نہیں ہے کہ میں مرنا نہیں چاہتا اور نہ اس غم میں ہوں کہ کل کیا کھاؤں گا۔
۲ مجھے غم ہے تو صرف اس بات کا ہے کہ اپنے اس سیاہ چہرے کو خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں کس طرح لیجاؤں گا۔

اے زخم خوردہ درویش! دنیا اتنی قیمت نہیں رکھتی کہ لوگ اس کے غم میں مبتلا ہوں، اسی میں مشغول رہیں اور اپنے دین کو برباد کر لیں اور اپنے آپ کو پورے طور پر اس کے سپرد کر دیں، اپنے قیمتی اوقات کو اس میں صرف کریں اور نقصان اٹھائیں۔ ہائے کم بختی وائے بد بختی۔ اتنا تو تُو جانتا ہے کہ سب کاروبار اس سے تعلق رکھتے ہیں جاہے دیدے جاہے لے سب اسی کی طرف سے ہے۔ اے عزیز! تجھے چاہئے کہ تو بھی پورے طور پر اس سے مل جائے تاکہ یہ تمام تیری ملکیت ہو جائے۔ توفیق صرف اسی کی طرف سے ہے۔ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں ؎

۱	گر ہمی خواہی کہ بفروزی چوں روز	ہستیٔ خود پیش یارے خود بسوز
۲	تا کہ تو آہوئے صید او شوی!	دام بگذاری بقید او شوی
۳	گوں بفگن خویش را غرہ مشو!	آفتابی را رہا کن ذرہ شو
۴	بر درش شو ساکن و بیخانہ باش	دعوئے شمع مکن پروانہ باش
۵	در پناہ او گریز اے ذو فنوں	تا کہ گردد مر ترا او رہنموں
٦	تا بہ بینی چاشنی در زندگی	سلطنت یابی نہاں در بندگی
۷	آزمودم عقل دور اندیش را	بعد ازاں دیوانہ خواہم خویش را
۸	عاشقم من بر فنِ دیوانگی	سیرم از فرہنگی و فرزانگی
۹	آتشے از عشق در جاں بر فروز	سروری و عقل رعنا را بسوز
۱۰	لب بہ بند و چشم بند و گوش بند	گر نیابی راز ہا بر ما بخند
۱۱	پنبۂ وسواس بیروں کن ز گوش	تا بگوشت آید از گردوں خروش
۱۲	ہیں توکل کن ملرزاں پا و دست	رزق تو بر تو ز تو عاشق تر ست
۱۳	آنکہ او از آسماں باراں دہد	ہم تواند کو ز رحمت ناں دہد
۱۴	عاقلاں از بے مرادی ہائے خویش	باخبر گشتند از مولائے خویش
۱۵	گوش سر بر بند از ہزل و دروغ	تا بہ بینی شہر جاں را با فروغ

۱۶	نارِ شہوت را بکش در ابتدا	ورنہ اینک گشت مارت اژدہا
۱۷	تا تو تن را چرب و شیریں میدہی	جوہرِ جاں را نہ بینی فربہی
۱۸	دل نگہدارید اے بے حاصلاں	در حضوری حضرت صاحبدلاں
۱۹	کار پاکاں را قیاس از خود مگیر	گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر
۲۰	جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد	کم کسے ز ابدالِ حق آگاہ شد
۲۱	ہمسری با انبیاء برداشتند	اولیاء را ہم چوں خود پنداشتند
۲۲	اولیاء اطفالِ حق اند اے پسر	غائب اند و حاضر و بس با خبر
۲۳	ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا	گو نشیں اندر حضورِ اولیاء
۲۴	چوں تو دوری از حضورِ اولیاء	در حقیقت گشتہ دوری از خدا
۲۵	ہر کرا افعال دیو و دد بود	با کریمانش گمانِ بد بود
۲۶	خدمتے کن برائے کردگار	با قبول و ردِ خلقانت چہ کار؟
۲۷	گر دو سہ ابلہ ترا منکر شوند	تلخ کے گردی چو ہستی کانِ قند
۲۸	آں خداونداں کہ رہ طے کردہ اند	گوش در بانگِ سگاں کے کردہ اند
۲۹	اشک کاں از بہرِ او بارند خلق	گوہرست و اشک پندارند خلق
۳۰	چوں غمی بینی تو استغفار کن	غم بامرِ خالق آمد کار کن!
۳۱	تو چہ دانی ذوقِ آبِ دیدگاں	عاشقِ نانی تو چوں نادیدگان
۳۲	دوست دارد یار ایں آشفتگی	کوششِ بیہودہ از خفتگی
۳۳	اندریں رہ می تراش و می خراش	تا دمِ آخر دمے غافل مباش
۳۴	گنگ و لنجو خفتہ شکل بے ادب	سوئے او مے غیژ او را می طلب

۱ اگر تو چاہتا ہے کہ دن کی طرح روشن ہو جائے تو اپنی ہستی کو اپنے دوست کے سامنے جلا ڈال۔

۲ تاکہ تو اس کے شکار کا ہرن بن جائے جال کو چھوڑ دے اور اس کی قید میں آجائے۔

۳ اے احمق اپنے آپ کو گرا دے۔ مغرور نہ ہو۔ آفتاب بننا چھوڑ دے ذرہ بن جا۔

۴ اس کے دروازہ پر بیٹھ اور بے گھر ہو جا۔ شمع بننے کا دعوی چھوڑ دے پروانہ بن جا

ـ اے ہنرمند! اس کی پناہ کی طرف دوڑ تاکہ وہ تیرا رہنما بن جائے۔

۶ تاکہ تو زندگی میں چاشنی دیکھے اور تو مخفی بادشاہی حاصل کرلے

۷ میں نے عقل دور اندیش کو آزما لیا ہے اب اس کے بعد میں اپنے آپ کو دیوانہ بنانا چاہتا ہوں۔

۸ میں دیوانگی کے فن کا عاشق ہوں، میں دانائی اور عقلمندی سے سیر ہو چکا ہوں۔

۹ عشق کی آگ اپنی جان میں روشن کر، سرداری اور اچھی عقل کو جلا ڈال۔

۱۰ لب، آنکھیں اور کان بند کر لے اگر پھر بھی تجھ کو راز معلوم نہ ہوں تو ہم پر ہنس دینا۔

۱۱ وسواس کی روئی کانوں سے باہر نکال تاکہ تیرے کانوں میں آسمانی آوازیں آنے لگیں۔

۱۲ خدا پر توکل کر ہاتھ پاؤں نہ ہلا۔ تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے۔

۱۳ وہ خدا جو آسمان سے بارش برساتا ہے وہ اپنی رحمت سے روٹی بھی دے سکتا ہے۔

۱۴ عقلمند اپنی بے مرادی کی وجہ سے اپنے خدا سے باخبر ہو چکے ہیں۔

۱۵ سر کے کانوں کو جھوٹ اور ٹھٹھے مذاق سے بند کر لے تاکہ تو جان کے شہر کو بارونق دیکھے۔

۱۶ شہوت کے سانپ کو ابتدا ہی میں مار ڈال ورنہ تیرا یہ سانپ کسی دن اژدہا بن جائے گا۔

۱۷ جب تک تو نفس کو مرغن اور شیریں چیزیں دیگا تو اپنی جان کو فربہ نہ دیکھے گا۔

۱۸ اے بے حاصلو! صاحبدلوں کی حضوری کی بارگاہ میں اپنے دلوں کو نگاہ رکھو۔

۱۹ پاک لوگوں کے کام کو اپنے آپ پر قیاس نہ کر اگرچہ لکھنے اور پڑھنے بولنے میں شیر اور شیر کی شکل ایک جیسی ہے (لیکن حقیقت مختلف ہے)

۲۰ جہاں اسی سبب سے گمراہ ہوا ہے بہت تھوڑے لوگ ابدالان حق سے واقف ہوتے ہیں۔

۲۱ انھوں نے نبیوں کیساتھ برابری کی اور اولیاء اللہ کو اپنے جیسا سمجھا۔

۲۲ اے بیٹا اولیاء اللہ خدا کے اطفال ہیں وہ غائب بھی ہیں، حاضر بھی ہیں اور باخبر بھی ہیں۔

۲۳ جو آدمی خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہے اسے کہو کہ اولیاء کی بارگاہ میں بیٹھے۔

۲۴ جب تو اولیاء کے دربار سے دور ہے تو حقیقت میں تو خدا سے دور ہو چکا ہے۔

۲۵ جس کے افعال شیطان اور درندوں جیسے ہوتے ہیں کریم لوگوں کے متعلق اس کو بدگمانی ہوتی ہے۔

۲۶ خدا تعالیٰ کے لیے خدمت کر، خلقت کے ردّ و قبول سے تجھ کو کیا کام؟

۲۷ اگر کوئی دو تین بیوقوف تیرے منکر ہو جائیں تو جب تو قند کی کان ہے تو تلخ کیسے ہو جائے گا۔

۲۸ جن بزرگوں نے یہ راستہ طے کیا ہے انہوں نے کتوں کی آوازوں پر کان کب دھرے ہیں؟

۲۹ وہ آنسو جو خلقت اُس (خدا) کے لیے بہاتی ہے وہ آنسو حقیقت میں ہیرے ہیں لیکن خلقت ان کو آنسو سمجھتی ہے۔

۳۰ جب تو کوئی غم دیکھے تو استغفار کر۔ غم خالق کے حکم سے آتا ہے تو اپنے کام میں لگا رہ۔

۳۱ تو آنکھوں کے پانی کے ذوق کو کیا جانے؟ تو اندھوں کی طرح صرف روٹی کا عاشق ہے۔

۳۲ دوست اس پریشانی کو پسند کرتا ہے تو اپنی غفلت کی وجہ سے بیہودہ کوشش کر رہا ہے۔

۳۳ اس راہ میں تراش خراش کرتا رہ اور آخری دم تک غافل نہ ہو۔

۳۴ گونگا بہرہ بن کر بے ادب کی طرح سو یا پڑا ہے اپنے آپ کو اس میں گم کر دے اور اس کی طلب میں لگا رہ۔

نوٹ:۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "زہد یہ نہیں ہے کہ حلال چیزوں کے استعمال سے آدمی پرہیز کرے یا اپنا مال واسباب لٹا دے بلکہ زہد یہ ہے کہ آدمی کو خدا تعالےٰ پر اس طرح کا اعتماد ہو کہ جو چیز اس کے اپنے قبضہ میں ہے اس پر اس چیز سے زیادہ اعتماد نہ ہو جو اللہ تعالےٰ کے قبضہ میں ہے اور آدمی مصیبت میں پریشان ہونے کی بجائے اس کے ثواب میں اس طرح رغبت کرے کہ اس کی خواہش ہو کہ کاش یہ مصیبت ہمیشہ رہتی۔

بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک نبی کا حال بیان فرمایا کہ اس کی قوم نے اس کو مارا۔ اس کا چہرہ خون آلود ہو گیا وہ نبی اپنے چہرہ سے خون صاف کرتے جاتے تھے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے جاتے تھے "اے میرے خدا میری قوم کو معاف کر دے وہ نادان ہیں"۔ (یعنی اگر ان کو میرے مقام و مرتبہ کا علم ہوتا تو وہ میرے ساتھ ایسا سلوک کبھی نہ کرتے یہ کام ان سے نادانی میں سرزد ہوا ہے)

سبحان اللہ تحمل اور بردباری کی حد ہے کہ اپنی تکلیف کا احساس نہیں بجائے اس کے کہ اُن کے حق میں بددعا کرتے یہ خیال آیا کہ اگر قیامت کے دن ان کے اس ظلم کی سزا ان کو ملی تو یہ لوگ بہت تکلیف پائیں گے۔ تحمل ہو تو ایسا ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو یہ واقعہ ایک نبی کے متعلق ذکر فرمایا۔ بحمد اللہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بہت سے بزرگانِ دین ایسے گذرے ہیں جنہوں نے انبیا کی سی بردباری دکھائی ہے۔ جن کے حوصلہ اور صبر و تحمل کی داستانیں ہماری تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو خلق قرآن کے مسئلہ کے متعلق جو سزائیں دی گئیں ان سے آدمی لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ روزانہ ننگی پیٹھ پر کئی کئی درجن بیت لگائے جاتے خون جاری ہو جاتا۔ جگہ جگہ سے گوشت اور چمڑا اڑ گیا تھا ہڈیاں ننگی ہو چکی تھیں اور بایں ہمہ دوسرے روز پھر بیت لگائے جاتے۔ قید و بند کی سختیاں اس کے علاوہ تھیں۔ ان بزرگان دین کا اصلی قصور یہ نہیں تھا کہ وہ کسی مسئلہ میں حکومت سے اختلاف کرتے تھے بلکہ ان کا اصلی قصور یہ تھا کہ وہ حکومت کے ظلم و ستم کا ساتھ نہ دیتے تھے ان کی زیادتیوں پر خاموش نہیں رہتے تھے۔ حکومت کی نگاہوں میں کانٹا بن کر کھٹکتے تھے۔ ان کا وجود حکومت کے دل میں ایک ایسی پھانس تھی جو نکالے نہ نکلتی تھی۔

حضرت الامام نے تین حکومتوں کے ظلم و ستم برداشت کئے آخر معتصم باللہ کے زمانہ میں جب امام احمد اور عبد العزیز کنانی اور دوسرے بزرگان دین کی کوششوں سے فضا بدل گئی تو معتصم نے بظاہر امام احمد کو قید خانہ سے نکالا اپنے ہاتھوں سے بیڑیاں کھولیں، اپنے کندھوں پر اٹھا کر باہر لایا۔ خلعت فاخرہ عطا فرمائی، جلوس نکالا گیا۔ لیکن پوشیدہ طور پر ڈاکٹر کو ہدایت کی کہ زخموں کے علاج کے دوران امام احمد بن حنبل کو ختم کر دیا جائے۔

ڈاکٹر نے پیٹھ کے ایک زخم پر زہر آلود پٹی رکھ کر اوپر سے زخم کو سی دیا اور مرہم لگا دی۔ جتنا علاج ہوتا اتنا ہی مرض بڑھتا گیا۔ آخر امام صاحب کے ایک معتقد ڈاکٹر نے ہسپتال سے نکال کر اپنے پاس نجی طور پر علاج شروع کیا اصل بیماری کا پتہ چل گیا۔ پٹی گوشت میں پیوست ہو چکی تھی بالآخر کو گرم کر کے پٹی کے نیچے داخل کر دیا تا کہ پٹی اکھڑ جائے۔ درد کی شدت میں امام احمد کی زبان مبارک سے بے اختیار نکل گیا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُعْتَصِمْ (اے اللہ معتصم کو معاف کر دینا)

یا الٰہی اس پاکباز امام کو جنت الفردوس کا اعلیٰ ترین مقام عطا فرما۔ آمین

اس فصل میں خاموشی[1]، گوشہ نشینی[2]، کمال کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنے[3]، حسرت[4]، ندامت[5]، غم قیامت[6]، ذوق محبت[7]، عشق[8]، اشتیاق[9]، جوانمردی[10]، تواضع[11]، مخلوق پر شفقت[12]، دن کی محنت[13] اور شب بیداری[14] کا بیان کیا گیا ہے۔

اس فصل میں چار باب ہیں۔ پہلے باب میں خاموشی اور گوشہ نشینی، دوسرے میں ذوق اور محبت تیسرے میں شوق اور چوتھے میں تواضع کا بیان ہے۔

بابِ اوّل

(اس میں خاموشی کا بیان ہے)

اے زخم خوردہ درویش! طالب حق کو چاہئے کہ اپنی زبان کو بیہودہ باتوں سے نگاہ رکھے اور خدا کی یاد کے سوا زبان کو نہ کھولے اگر بات کرے تو بقدر حاجت و ضرورت کرے۔ اے عزیز! خاموشی ایک بیکراں دولت ہے اور دونوں جہان کی عزیمت ہے اور دنیا جہان کے فتنوں اور آفات سے سلامت رہنے کا سبب ہے اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے قریب ہونے کا ذریعہ ہے۔ یہ ایک انمول ہیرا ہے اس سے محبت و معموری زیادہ ہوتی ہے، ذوق و عبادت کا سبب ہے، دل کی آبادی ہے۔ دشمن کے مقابلہ کے لیے ہتھیار ہے، ہر مصیبت کے لیے ایک حصار ہے۔ یہ اشعار جس نے بھی کہے ہیں بہت خوب کہے ہیں ؎

۱	یکے شد پیش مرد ہشیار	کہ مارا از حقیقت کن خبر دار
۲	جوابش داد آں پیر طریقت	کہ دہ چیز ست در معنی حقیقت
۳	بگویم با تو گر نیکو نیوشی	یکے کم گفتن ست دنہ خموشی

۱ ایک آدمی ایک بوڑھے ہوشیار آدمی کے پاس گیا اور کہا کہ ہم کو حقیقت سے مطلع کرو۔

۲ اس پیر طریقت نے اس کو جواب دیا کہ "حقیقت" کے معنی میں دس چیزیں شامل ہیں۔

۳ اگر تو اچھی طرح سے سنے تو میں تجھ سے بیان کرتا ہوں پہلی چیز کم بولنا اور خاموشی اختیار کرنا ہے۔

اے عزیز! جب تو نے یہ مقدمہ معلوم کر لیا تو اپنے آپ کو گوشۂ تنہائی میں لے آ اور آخرت کا توشہ لینا۔ خدا کی عبادت کا ہمیشہ اختیار کر۔ عبودیت کا توشہ حاصل کر۔ اپنے انجام کار کو سوچ۔ دیندار لوگوں کے حال اور صادق الیقین عورتوں کی زندگی کو دیکھ۔ دین کے کاموں میں دوڑ اور عمل کر۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ بی بی رابعہ بصری سات دن سے برابر روزہ سے تھی نہ کھایا نہ پیا اور نہ سوئی۔ تمام رات نماز میں مشغول رہتی۔ بھوک حد سے زیادہ بڑھ گئی کوئی آدمی ان کے دروازہ پر آیا اور کھانے کا پیالہ لایا۔ رابعہ نے لے لیا اور اندر چلی گئی تاکہ چراغ لے آئے جب واپس آئی تو دیکھا کہ کھانے کا پیالہ اوندھا پڑا ہوا ہے۔ اپنے دل میں کہا کہ میں اپنا کوزہ لا کر پانی سے روزہ کھول لیتی ہوں۔ جب کوزہ لیکر آئی تو دیکھا کہ چراغ بجھا ہوا ہے۔ ارادہ کیا کہ اندھیرے ہی میں پانی پی لے۔ کوزہ اس کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا۔ رابعہ آہ کرتے ہوئے رو پڑی۔ غم یہ تھا کہ گھر کا سارا سامان ختم ہو گیا کہنے لگی اے خداوند! یہ تو نے مجھ ضعیف سے کیا کیا۔ آواز آئی اے رابعہ! ہم دنیا کی تمام نعمتیں تجھ پر وقف نہیں کر سکتے۔ اپنا غم اپنے دل سے باہر نکال دے کہ ہم اور دنیا کی تمام نعمتیں اکٹھے نہیں ہو سکتے ؎

رو مراد یہا رہا کن نامرادیہا لیاز ‎ ‎ ‎ ‎ نامرادے تانہ گردی با مرادے کے رسی

دجا اور اپنی مرادیں چھوڑ دے اور نامرادی سے موافقت کر جب تک تو نامراد نہیں ہوگا اپنی مراد کو کیسے پہنچے گا) (یعنی دنیا سے نامراد ہو تاکہ آخرت کی مراد پائے)

میں نے سنا ہے کہ رابعہ ہمیشہ روتی رہتی تھی لوگوں نے پوچھا "اے عزیزۂ عالم! ظاہری طور پر ہم تجھ میں کوئی بیماری نہیں دیکھتے اور تو ہے کہ ہمیشہ نالہ و زاری کرتی رہتی ہے" کہنے لگی "ہاں مجھے بیماری ہے۔ اندر کا درد ہے کہ جہان کے تمام پاکیزہ لوگ اس سے عاجز آ چکے ہیں۔ ہمارے زخم کی مرہم دوست کا وصال ہے میں کچھ مدت صبر کروں گی تاکہ کل اس جہان میں اپنے مقصود کو پہنچ جاؤں"۔

اے زخم خوردہ درویش! یہ دنیا جلوہ گری کے بجائے نوحہ گری کا مقام ہے جب تو نے یہ معلوم کر لیا کہ یہ راستہ بغیر نالہ و زاری کے نہیں کھلتا تو چارہ کار یہی ہے کہ رویا جائے حضرت خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

۱ بنال بلبل اگر با منت سر یار یست ‎ ‎ ‎ ‎ کہ ما دو عاشق زاریم کار ما زاریست

۲	دراں زمیں کہ نسیمے ورذ ز طرۂ دوست	چہ جائے دم زدن نافہائے تاتاریست
۳	بیار بادہ کہ رنگیں کنیم جامۂ دلق	کہ مست جام غروریم ونام ہشیاریست
۴	کہ رفتگان طریقت بہ نیم جو نخرند	قبائے اطلس و دیبا ہزار بیزاریست
۵	خیال زلف تو پختن نہ کار خامانست	کہ زیر سلسلہ رفتن طریق عیاریست
۶	لطیفہ ایست نہانی کہ عشق ازاں خیزد	کہ نام او نہ بماند کہ ایں زیانکاریست
۷	بر آستان توکل تواں رسید آرے	عروج بر فلک سروری بدشواریست
۸	سحر کرشمۂ وصلش بخواب میدیدم	زہے مراتب خوابے کہ بہ ز بیداریست
۹	دلش بنالہ میازار ختم کن حافظ	کہ رستگاری جاوید در کم آزاریست

۱ اے بلبل اگر تو میرے ساتھ دوستی کا خیال رکھتی ہے تو رو کہ ہم دونوں عاشق زار ہیں ہمارا کام آہ وزاری کرنا ہے۔

۲ جب دوست کی زلفوں کی خوشبو لے کر باد نسیم چلنے لگے تو اس وقت نافۂ تاتاری کے لیے دم مارنے کا کونسا مقام ہے۔

۳ شراب لا کہ ہم اس سے اپنی گودڑی کو رنگین کریں کہ ہم غرور کے جام سے مست ہیں اور اس کا نام ہم نے ہوشیاری رکھ لیا ہے۔

۴ رفتگان طریقت کو دیکھ کہ آدھے جو سے بھی قبائے اطلس و دیبا کو نہیں خریدتے ان کو اس سے ہزار بیزاری ہے۔

۵ تیری زلفوں کا تصور باندھنا خام لوگوں کا کام نہیں ہے کہ اس سلسلہ کے نیچے جانا عیاری (چالاکی) کا کام ہے۔

۶ یہ ایک پوشیدہ لطیفہ ہے کہ عشق اس آدمی میں پیدا ہوتا ہے جس کا نام و نشان باقی نہ رہ جائے کہ یہ نقصان کا کام ہے۔

۷ توکل کے آستانہ تک تو پہنچا جا سکتا ہے لیکن آخرت کی سروری (سرداری) کے آسمان پر عروج کرنا بڑا مشکل ہے۔

۸ سحری کے وقت میں نے خواب میں وصل کا کرشمہ دیکھا۔ کتنا بڑا مرتبہ ہے اس نیند کا جو بیداری

سے بہتر ہو۔

۹ اے حافظ اس کے دل کو آہ و نالہ سے آزردہ نہ کر کہ ہمیشہ کی نجات کم آزاری میں ہے۔

عبداللہ عامر کہتے ہیں کہ میں اور سفیان ثوری دونوں مل کر ایک دن رابعہ بصری کی بیمار پرسی کے لیے گئے اول اول تو ہم اس کی ہیبت کی وجہ سے اس سے بات بھی نہ کہہ سکے۔ رابعہ نے کہا "اے سفیان! کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہ دکھ خدا نے چاہا ہے"؟ میں نے کہا "ہاں"۔ کہنے لگیں "جب تو جانتا ہے تو پھر کیوں کہتا ہے کہ میں اس سے درخواست کردں۔ کیونکہ دوست کی "چاہت" کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے"۔ پھر سفیان نے پوچھا "اے رابعہ تیری آرزو کیا ہے"؟ کہنے لگیں "اے سفیان! تو ایک اہل علم آدمی ہونے کے باوجود اس طرح کی بات کہتا ہے کہ "تیری آرزو کیا ہے"؟ خدا تعالیٰ کے سوا میری کوئی آرزو نہیں ہے اور بندہ کا کسی دوسری آرزو کا کیا کام؟ اگر میں چاہوں اور خدا نہ چاہے تو یہ کفر ہو گا۔ وہی "چاہت" چاہیئے جو وہ چاہے تاکہ وہ حقیقتاً بندہ بن جائے اگر وہ کوئی چیز خود بخود دیدے تو یہ الگ بات ہے"۔ سفیان نے کہا تیرے کام میں تو بات کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔ میرے کام کے متعلق کچھ فرمائیے"۔ کہنے لگیں تو ایک نیک مرد ہے بشرطیکہ تو دنیا کی آگ کو پسند نہ کرے"۔ میں نے کہا "وہ کیا ہے"؟ کہنے لگیں "تو روایت کہنے اور حدیث بیان کرنے کو پسند کرتا ہے"۔ یعنی یہ بھی ایک قسم کی "جاہ طلبی" ہے۔ سفیان نے کہا میرے اندر رقت پیدا ہو گئی۔ میں نے کہا خداوند تعالیٰ مجھ سے راضی ہو۔ رابعہ نے کہا تجھ کو شرم نہیں آتی کہ اس کی رضا طلب کرتا ہے کہ جس سے تو خود راضی نہیں ہے۔

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں رابعہ کے پاس گیا۔ میں نے اس کو اس حال میں دیکھا کہ ایک ٹوٹے ہوئے لوٹے سے پانی پی رہی تھی اور ساتھ ہی وضو کر رہی تھی ایک پرانا ٹاٹ اور ایک اینٹ پڑی ہوئی تھی۔ کہنے لگی کہ جب میں اپنا سر اس اینٹ پر رکھتی ہوں تو میرے دل میں درد اٹھتا ہے۔ میں نے کہا "میرے بہت سے دولتمند دوست ہیں اگر تو چاہے تو میں تیرے لیے ان سے کوئی چیز مانگوں"؟ کہنے لگی "اے مالک بن دینار تو نے بہت بڑی غلطی کھائی ہے۔ ہم کو اور ان کو روزی دینے والا ایک ہی ہے"۔ میں نے کہا "ہاں روزی دینے والا تو ایک ہی ہے"۔ کہنے لگی کیا دینے والے نے درویشوں کو ان کی درویشی کے سبب بھلا دیا ہے اور دولتمندوں کو ان کی دولت کی وجہ سے یاد رکھتا ہے"؟ میں نے کہا "ایسا تو نہیں ہے"۔ کہنے لگی جب وہ حال جانتا ہے کہ کیا ہونا چاہئیے اور ہوتا بھی وہی ہے جو وہ چاہتا ہے تو اس کی رضامندی تلاش

کرنی چاہیئے اور اپنے آپ کو درمیان سے بری کر لینا چاہیئے تاکہ ہم اس کو اپنا حقیقی دوست رکھنے والے بن سکیں۔

اے زخم خوردہ درویش! کچھ تو سوچ ؎

۱ چوں دانستی کہ ایں درد تو از کیست ز رنج خویشتن می باش خرم!

۲ گرت زہرت دہد بہتر ز شکر ور او زحمت دہد بہتر ز مرہم

۱ جب تو جانتا ہے کہ یہ تیرا دکھ کس کی طرف سے ہے تو اپنے دکھ سے تو خوش رہ۔

۲ اگر وہ تجھے زہر دے تو وہ شکر سے بہتر ہے اور اگر وہ زخم لگائے تو یہ مرہم سے بہتر ہے۔

اگر ہم اس کے متحمل نہ ہو سکیں تو پھر کسی اور سے درخواست کرنا اچھا نہیں ہے اسی سے مانگنا چاہیئے۔

چنانچہ ایک عزیز کہتے ہیں ؎

۱ از و خواہ یاری کہ یاری دہ اوست بدو التجا کن کہ زیشاں بہ اوست

۲ کسے را کہ او آرد در پناہ! چہ غم دارد از فتنۂ کینہ خواہ

۱ اسی سے مانگ کہ مدد دینے والا وہی ہے اسی سے التجا کر کہ وہ دوسروں سے بہتر ہے۔

۲ جس کو وہ اپنی پناہ میں لے آئے اسے کینہ خواہ کے فتنہ سے کیا ڈر؟

منقول ہے کہ ایک دفعہ رابعہ بصریہؒ نے حسن بصریؒ کو تین چیزیں بھیجیں۔ موم کا ایک ٹکڑا۔ سوئی اور بال اور کہا کہ تو موم کی طرح ہو جا جو کہ جہان کو روشن کرتی ہے اور اپنے آپ کو جلاتی ہے پھر سوئی کی طرح برہنہ ہو جا کہ تیرے پاس دنیا کا کوئی سامان نہ رہے اور ہر وقت کام میں لگا رہ جب تو یہ دونوں کام کر لے گا تو تیرا ہزار سال کا کام ایک بال برابر ہو جائیگا۔

ایک دفعہ حسن بصریؒ نے رابعہ سے کہا کہ "اگر تو رغبت رکھے تو مجھ سے نکاح کر لے"۔ رابعہ نے کہا کہ "عقد نکاح کا حکم وجود پر ہے اور یہاں وجود ہی ختم ہو چکا ہے۔ ہم محض "نیست" ہو چکے ہیں "ہست" صرف وہی ہے۔ ہم اسی کی ملکیت ہیں اور اسی کے حکم کے سایہ میں ہیں۔ منگنی اس سے کرنی چاہیئے نہ کہ مجھ سے"۔

حسن نے کہا "اے رابعہ یہ سمجھ تو نے کہاں سے حاصل کی ہے؟" کہنے لگی "جو کچھ میں نے سمجھ رکھا تھا اس کو اس میں گم کر دیا تو یہ سمجھ حاصل کر لی"۔

حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ اگر بہشت میں ایک لحظہ بھی میں دیدار خداوندی سے محروم ہو جاؤں تو اتنا

روؤں کہ تمام اہل بہشت کو مجھ پر ترس آنے لگے۔ رابعہ بصری نے یہ سنا تو کہا یہ بڑی اچھی بات ہے اگر ایسا ہے کہ دنیا میں ذکر حق سے ایک دم غافل رہنے سے یہی نالہ و گریہ و ماتم ظاہر ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ آخرت میں بھی ایسا ہی ہو گا۔

منقول ہے کہ رابعہ بصریہؒ کو کسی نے کہا کہ تو نکاح کیوں نہیں کر لیتی؟ کہنے لگیں میں تم سے تین باتیں پوچھتی ہوں مجھ کو ان کا جواب دیدو تاکہ میں تمہاری فرمانبرداری کر سکوں۔ اول یہ کہ مجھ کو بتایا جائے کہ موت کے وقت میں اپنا ایمان سلامت لے جا سکوں گی یا نہیں؟ اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ دوم یہ کہ جس وقت نامۂ اعمال لوگوں کو دیئے جائیں گے تو میرا نامۂ اعمال مجھ کو دائیں ہاتھ میں دیں گے یا بائیں ہاتھ میں؟ اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ سوم یہ کہ جب ایک جماعت کو دائیں طرف لے جائیں گے اور ایک جماعت کو بائیں طرف تو بتایا جائے کہ اس وقت مجھ کو کس طرف لے جائیں گے؟ اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ کہنے لگی جس کے سامنے اتنے ماتم ہوں اس کو دلہن بننا کیسے جائز ہے؟۔ اے عزیز! کبھی عورتوں کی ہمت بھی ایسی ہوتی ہے۔ چاہئے کہ مردوں کی ہمت اس سے بہت زیادہ بلند ہو کیونکہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے مردوں کو عورتوں پر بزرگی کا شرف عطا فرمایا ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! اگر تو چاہے کہ سلامت رہے تو زبان کو بیہودہ کہنے سے نگاہ رکھ جھوٹ نہ بول۔ حلال کھانے کی کوشش کر۔ اپنے آپ کو گوشۂ تنہائی میں لے جا۔ عذر مافات کے لیے حسرت و ندامت سے اپنی آنکھوں سے آنسو برسا۔ جب تو اس کام پر ہمیشگی کرے گا تو امید ہے کہ جو دعا بھی تو کرے گا حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے کرم سے اس کو قبول کر لیں گے۔ حلال روزی کی توفیق دیں گے۔ نیک لوگوں کی جماعت میں داخل فرمائیں گے یہاں تک کہ تو مردان الٰہی میں سے ایک مرد بن جائے گا۔ جب تو یہ جانتا ہے کہ آخری خلوت خانہ قبر ہے اور تیرا جسم کیڑوں مکوڑوں کی خوراک ہے۔ جب منہ پر خاموشی کی مہر لگا دیں گے نہ کوئی دوست رہے گا نہ فرزند نہ گھر نہ مال نہ مونس نہ چراغ نہ یہ نہ وہ اس وقت سوائے حسرت اور پشیمانی کے اور کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اے عزیز باتمیز! اس دن کی فکر کیوں نہیں کرتا کہ جس دن تیرا واسطہ خدا تعالیٰ سے ہو گا اور اعمال صالح کے بغیر کوئی دوست نہ ہو گا نہ کوئی کام آئے گا۔ اے عزیز! نیک عمل کی ضرورت ہے جو ہمیشہ تیرے ساتھ رہے گا کبھی تجھ سے منہ نہ موڑے گا نہ کبھی بیزار ہو گا۔ اگر آخر کار تعلق خالق ہی سے ہے تو اور کسی سے تعلق قائم نہ کر کیونکہ تمام تعلقات

تجھ سے ٹوٹ جائیں گے۔ دوستی صرف خدا تعالیٰ کی ہے۔ خدا کا واسطہ کسی چیز سے دوستی نہ رکھ ؎

ما ہیچ جہاں ہیچ غم و شادی ما ہیچ   اے ہیچ ز بہر ہیچ در ہیچ ہیچ

(ہم کچھ نہیں جہان کچھ نہیں ہماری غمی شادی سب ہیچ ہیں اے ہیچ سے ہیچ تو اس ہیچ میں نہ الجھ۔

اس وقت کو یاد رکھ کہ ناگہاں موت کا وقت آپہنچے گا۔ ایک طرف جان نکلنے کی تکلیف اور دوسری طرف زن و فرزند کی جدائی۔ دوستوں سے بات کہنے کی طاقت نہ ہوگی جگر کے ٹکڑے روتے اور سامان کفن اور قبر کے سپرد کرنے میں لگے ہوں گے اس وقت ہزار فریاد تیری جان سے اٹھے گی کہ کچھ مہلت دیدو خدا کے لیے کچھ مہلت دیدو اس وقت آواز آئے گی کہ اے مسافر فرصت کا وقت کہاں ہے؟ اب تو جان سپرد کرنے کا وقت ہے ؎

۱ چوں مرگ کشد گردن گردن در بند   نتواں بہ ستیزہ جست زاں خم کمند

۲ واں لحظہ کہ دست اجل از پا فگند   نے مال بفریاد رسد نہ زن نہ فرزند

۱ جب موت آ کر گردن دبوچ لے گی۔ قبضہ میں آجائے گا تو اس وقت لڑائی کر کے اس کمند کے پیچ سے نکل نہیں سکے گا۔

۲ اور جب موت کا ہاتھ پاؤں سے پکڑ کر گرا دے گا اس وقت نہ مال فریاد کو پہنچے گا نہ عورت نہ بیٹا۔

اے خستہ جان درویش! یہ شادی و فرصت کا کونسا مقام ہے ؎

۱ بساطے چرا باید آراستن   کز و ناگزیر است بر خاستن

۲ ازاں تنہائیے ملک غریبی شد ہوس مارا   کہ روزے چند نشناسیم ما کس را و کس ما را

۱ اس بساط کو کیوں آراستہ کیا جائے جس سے لازمی طور پر اٹھ جانا ہے۔

۲ ہمیں ملک غریبی کی تنہائی کی اس لیے خواہش ہے تاکہ اس چند روزہ زندگی میں نہ ہم کسی کو پہچانیں نہ کوئی ہمیں پہچانے۔

اگر تو سلامت رہنا چاہتا ہے تو مخلوق سے خالق کی طرف بھاگ فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ[1] کی ندا ہوش کے کانوں سے سن۔ اگر تو عقلمند ہے تو بات غور سے سن ہمیشہ خلوت میں بیٹھ اور یاد الٰہی میں مشغول رہ۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ "یہ خاموش رہنے اور گھروں میں بیٹھنے کا زمانہ ہے" اور دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا مَنْ اَنِسَ بِالْوَحْدَۃِ کَانَ اللّٰہُ مُوْنِسَہٗ (جو آدمی تنہائی سے مانوس ہو جائے

[1] ذاریات ۵۰

اللہ تعالے اس کے مونس ہو جاتے ہیں)

اے عزیز! چند ایک سانس جو زندگی کی فرصت سے باقی ہیں پورے اخلاص سے معبود کی عبادت میں مشغول رہ اور کسی کو تکلیف نہ پہنچا۔ چنانچہ ایک عزیز فرماتے ہیں ؎

۱	عمر بہ خوشنودئ دلہا گذار	تا ز تو خوشنود شود کردگار
۲	سایۂ خورشید سواراں طلب	رنج خود و راحت یاراں طلب
۳	دردستانی کن و درماں دہی!	تا بہ سانند بفرماں دہی
۴	گرم شو از مہر و زکیں سرد باش	چوں مہ و خورشید جوانمرد باش
۵	ہر کہ بہ نیکی عمل آغاز کرد	نیکی او در رُوئے بد و باز کرد
۶	گنبد گردندہ ز روئے قیاس	ہست بہ نیکی و بدی حق شناس
۷	حاصل دنیا چوں یکے ساعتست	طاعت کن کز ہمہ بہ طاعتست
۸	طاعت کن و روئے بتاب از گناہ	تا نشوی چوں خجلاں عذر خواہ
۹	عبادت باخلاص باطن نکوست	وگرنہ چہ آید ز بے مغز پوست
۱۰	چہ زنّار مغ درمیانت چہ دلق	کہ پوشی تو از بہر پندار خلق
۱۱	ہمہ جان من آب زر بر پشیز	کہ صراف دانا نہ گیرد بہ چیز
۱۲	زر اندودگاں را آتش برند	پدید آید آنگہ کہ مس یا زر اند
۱۳	کلید در دوزخ ست آں نماز	کہ در روئے مردم گذاری دراز
۱۴	اگر جز بہ حق میرود جادہ ات	در آتش نشانند سجادہ ات
۱۵	چوں روئے پرستیدنت باخداست	اگر کس نہ مثلت بہ بیند رواست

۱ اپنی زندگی دلوں کو خوش رکھنے میں گذار تاکہ تجھ سے خدا تعالیٰ راضی ہو جائے۔

۲ خورشید سواروں کا سایہ طلب کر اپنا رنج اور دوستوں کا آرام طلب کر۔

۳ دوستوں کو آرام پہنچا اور ان کا علاج بن تاکہ تجھے بادشاہی کے مرتبہ پر پہنچا دیں۔

۴ محبت میں گرم اور کینہ میں ٹھنڈا ہو جا۔ سورج اور چاند کی طرح جوانمرد بن۔

۵ جو آدمی نیکی کرتا ہے اس کی نیکی اسی کی طرف لوٹ کر آ جاتی ہے۔

۶ چکر کھانے والا آسمان عقلی طور پر نیکی اور بدی کا حق پہچاننے والا ہے۔

۷ حاصل دنیا جب ایک گھڑی کی گھڑی ہے تو اطاعت کر کہ اطاعت ہی سے سب کچھ ہے۔

۸ اطاعت کر اور گناہوں سے منہ پھیر لے تاکہ شرمندہ لوگوں کی طرح تجھ کو عذر خواہی نہ کرنی پڑے۔

۹ عبادت باطن کے اخلاص سے اچھی ہے ورنہ بے مغز چھلکے کی کیا قدر ہے؟

۱۰ جب تو خلقت کو ہی دکھلانا چاہے تو کوئی فرق نہیں خواہ تو برہمن کا زنّار پہن لے یا فقر کی گودڑی۔

۱۱ اے میری جان تانبے پر سونے کا پانی نہ چڑھا کہ دانا صرّاف اس کو ایک کوڑی سے بھی نہیں خریدیگا۔

۱۲ ملمع کی ہوئی چیز کو آگ میں رکھ دیتے ہیں اس وقت پتہ چل جاتا ہے کہ تانبہ ہے یا سونا۔

۱۳ دوزخ کے دروازہ کی چابی وہ نماز ہے جو لوگوں کے سامنے تولمبی کر کے ادا کرے۔

۱۴ اگر تیرا راستہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور طرف جاتا ہوگا تو تیرے مصلیٰ کو اٹھا کر دوزخ میں پھینک دینگے۔

۱۵ اگر تیری عبادت کا چہرہ خدا کی طرف ہے تو تیرے جیسا کوئی آدمی گرہن کو نہ بھی دیکھے گا تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں اور بیوقوفی کی باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ کسی وقت کوئی بزرگ نصیحت فرما رہے تھے۔ مجلس میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ شیخ حاضرین مجلس کے سامنے توحید کے مسئلہ پر گفتگو کر رہے تھے۔ ایک عورت نے جواب دیا کہ "اَلتَّوْحِیْدُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ" یعنی توحید ایک ایسی اکائی ہے کہ جس کے ساتھ دوئی کا تصوّر بھی نہ ہو۔ شیخ نے کہا "تو نے خوب کہا۔ اے عورت بتلا کہ تو کیا کام کرتی ہے"؟ عورت نے کہا کہ "میں کھیتی باڑی کا کام کرتی ہوں"۔ شیخ نے کہا "کھیتی باڑی کرنا تو مردوں کا کام ہے اس کے علاوہ میں کھیتی باڑی کے آثار بھی تجھ پر نہیں پاتا تم کس طرح کی زراعت کرتی ہو"؟ عورت نے کہا "میں نے اپنے نفس کو بیل بنایا ہے اور اپنی گردن کو میں نے اپنا جفت (جوڑا) بنایا ہے۔ میری زمین محراب ہے۔ بیج عبادت ہے۔ معرفت کی کھیتی بوؤں گی اور اپنے شوق سے اسکو کمال تک پہنچاؤں گی۔ رضا کی درانتی سے اس کو کاٹوں گی۔ عزت و شرف سے اس کو اٹھاؤں گی۔ محبت کے پیمانہ سے اس کو ناپوں گی اور چاروں حصے اٹھا کر عرش کے نیچے لے جاؤں گی۔ بادشاہوں کے بادشاہ کو اپنے اوقات کی مزدوری میں طلب کروں گی اور جو باقی (بہشت وغیرہ) بچے گا وہ حضرت محمد رسول اللہ کی امت میں تقسیم کر دوں گی"۔

شیخ نے اس سے جب یہ بات سنی تو کہا اے عورت "اس باغ میں تیرا کوئی مددگار بھی ہوگا؟" عورت نے کہا "ہاں اللہ کا فضل مددگار ہے۔ "مومنوں کے دلوں میں دس باغ ہیں" کے مطابق بڑی مدت سے مددگار رکھا ہوا ہے"۔ شیخ نے پوچھا "وہ دس باغ کون کون سے ہیں"؟ عورت نے کہا "پہلا باغ توحید دوسرا علم۔ تیسرا حلم۔ چوتھا تواضع۔ پانچواں سخاوت چھٹا توکل۔ ساتواں قسمت آٹھواں سنت۔ نواں خوف الٰہی اور دسواں باغ امید ہے

باغبانی کی شرط یہ ہے کہ جب تو تلاش وجستجو کرے اور اپنے باغ میں آئے تو جس جگہ کوئی کانٹا یا تنکا دیکھے اس کو اٹھا کر باہر پھینک دے اور اصلی شاخ کے علاوہ اور کسی چیز کو نہ چھوڑے۔ جب بندۂ مومن توحید کے باغ میں آئے تو شرک وکفر کے کانٹوں کو اٹھا کر باہر پھینک دے اور جب سخاوت کے باغ میں آئے تو بخل کے کانٹے کو نکال دے اور جب تواضع کے باغ میں آئے تو تکبر کے کانٹے کو باہر پھینکے اور جب توکل کے باغ میں آئے تو طمع کے کانٹے کو نکال باہر کرے اور جب قسمت کے باغ میں آئے تو جھگڑے کے کانٹے کو نکالے۔ جب امید کے باغ میں آئے تو خوف کے کانٹے کو باہر نکال دے اور جب توکل کے باغ میں آئے تو طمع کے کانٹے کو دور کردے"۔

جب اس عورت نے دس باغوں کا بیان کیا تو شیخ نے ایک آہ بھری۔ عورت نے کہا "اے شیخ! کیا تو بیمار ہے کہ آہیں بھرتا ہے؟ شیخ نے کہا "ہاں! میں دین کی بیکاری کا مریض ہوں اے عورت جا اور میرے حال کے مطابق کوئی دوائی لے آ"۔ عورت نے کہا "نامرادی کا ہاون پکڑ اور اس میں تقویٰ کا بلیلہ کوٹ اس کے بعد محبت کی دیگچی میں اس کو ڈال دے اس کو شوق کی آگ کی آنچ دے۔ شکستگی اور نیازمندی کی لکڑیاں اس کے نیچے جلا۔ خاموشی کا سرپوش مضبوطی سے اس پر باندھ۔ اس دوائی کی صبح وشام خوراک لیا کر تجھ کو صحت ہو جائے گی"۔

اے زخم خوردہ درویش! جب تو درد نہیں رکھتا تو علاج کی ضرورت نہیں ہے۔ مصرعہ

اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

(اے خواجہ درد ہی نہیں ہے ورنہ طبیب تو موجود ہے)

مرد کو چاہئے کہ مقصود کے جہان میں معبود کی محبت کے بغیر اور کوئی چیز نہ رکھے۔ یہ بخت کسی کی کیا مدد کرے گا یہ اللہ تعالیٰ کا احسان اور لاانتہا فضل ہے جس پر ہو جائے اس کو مبارک ہو۔ اے عزیز! عشق کا

راستہ عقل سے نہیں کھلتا ؎

ہر چند عقل بیش غم روزگار بیش ۔۔۔ دیوانہ باش تا غمِ تو دیگراں خورند

(جتنی عقل زیادہ ہو اتنا ہی زمانے کا غم زیادہ ہوتا ہے۔ دیوانہ بن جا تاکہ تیرا غم دوسرے لوگ کھائیں)

اے خداوند بحرمتِ حضرتِ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) و بحرمت حضرات عشرہ مبشّرہ و بحرمت دیوانگانِ اَلَست۔ ابھی عالم ظہور (قیامت) نہیں آیا اور ان لوگوں کے طفیل جو عشق مولیٰ میں الست کے روز سے قَالُوْا بَلٰی کی آواز سے مست ہی آئے اور مست ہی چلے گئے۔ میری جان ایسے لوگوں کی خاک راہ اور نقش پا پر قربان ہو ؎

ہنوز کعبہ و بتخانہ در مشیت بود ۔۔۔ کہ گرد کوئے تو دل اے صنم صنم میکرد

(ابھی کعبہ و بتخانہ کا وجود مشیت ہی میں تھا کہ تیرے کوچے کے گرد دل اے صنم (اے محبوب) اے صنم کی آواز لگاتا تھا)

کمال عشق یہی ہے جس کا عشق اس طرح کا نہ ہو وہ اپنی محبّت کے دعویٰ میں کذاب ہے اور اس کا دعویٰ یقیناً جھوٹا ہوگا ؎

عشق دوست از زلیخا کام جو عاشق نہ بود ۔۔۔ ورنہ ہمچو یوسفے را کے بزنداں مے برند

(زلیخا کا عشق سچا نہیں تھا عاشق کبھی اپنا مقصود نہیں تلاش کرتا۔ ورنہ یوسف علیہ السلام جیسے آدمی کو قید خانہ میں کیوں لے جاتے۔)

اے خستہ جان درویش! جس کا عشق مکمل ہے وہ اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ (اپنے رب کی طرف رجوع کر) کے نغمۂ ذوق و شوق سے مالا مال ہے۔ اس لیے کہ وہ اس حبیب کے ذوق و شوق کی محبت سے مست و بیخود ہیں۔ جہان اور اہل جہان میں سے کوئی چیز بھی نہیں رکھتے۔ جان قربان کرنے کے لیے پروانہ صفت ہیں درد و مصیبت کو عین عطا سمجھتے ہیں بلکہ جان سے اس کے خریدار ہیں۔ غیر کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے نعمت اور تکلیف میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ کیونکہ عاشق گرم سیر کو کونین کی فکر نہیں ہوتی بلکہ اگر دونوں جہان بھی اس کی نظروں میں لائیں تو ان کو گوشۂ چشم سے بھی نہیں دیکھتا۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی سے ان کی صفت ظہور میں آتی ہے یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ سے ان کی شان ظاہر ہوتی ہے ؎

کمانش رد ہے ہر اندیشہ بربست ۔۔۔ خود را پشت از یں اندیشہ بشکست

(اس کا کمال ہر فکر کے منہ کو بند کر دیتا ہے۔ عقل کی کمر اس کی فکر سے ٹوٹ جاتی ہے)

اے عزیز! یہاں عقل کی کیا حیثیت ہے؟ ؎

وگر ز عشق نگوئی سخن دریں مجلس   ہزار عقل بہ یک جو بہ مجلس مستان

(اگر تو اس مجلس میں عشق کی بات نہیں کہے گا تو مست لوگوں کی مجلس میں تو ہزار عقل بھی ایک جو کے برابر ہے)

یقینی طور پر جان لو کہ جہاں عشق استاد ہے وہاں عقل کا بازار کھوٹا ہے ؎

در عالم عشق آنچہ بے عقلاں راست   یک ذرہ بصد ہزار عقل ندہند

(عشق کے جہان میں جو کچھ بے عقلوں کو ملتا ہے اس کا لاکھواں حصہ بھی عقلمندوں کو نہیں ملتا۔

اے زخم خوردہ درویش! یہ دیوانگی کس کو میسر آسکتی ہے "یہ محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جس کو چاہے عنایت کرے"۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے بے انتہا خلعت ان کو عطا فرمائی ہے "اور اللہ اپنی رحمت کے لیے جس کو چاہتے ہیں خاص کر لیتے ہیں" اس کی ایک خاص نوازش ہے۔ ان برگزیدہ لوگوں کی ہمت جان کی بازی لگانا ہے اور جان دینے ہی میں سربلندی ہے وہ اسی میں راضی ہیں جس میں خدا تعالیٰ راضی ہے ان کو نہ آیندہ کی فکر ہے نہ گذشتہ کی۔ اس جگہ عقل کا کیا ٹھکانہ؟ شیخ نجم الدین قدس اللہ سرہ کا قول ہے آپ فرماتے ہیں ؎

بخرد ہاں بگرد عشق مگرد!   تو بہ عقل عقیل مشہوری

(عقل کے ساتھ عشق کے گرد نہ پھر۔ اے وہ کہ تو نہایت عقلمندی کے ساتھ مشہور ہے)

اے عزیز! ربوبیت کے راز کو بغیر ہدایت کے نہیں پایا جا سکتا۔ "اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہیں راہنمائی کریں"۔ جس کو یہ نور نہ پہنچا اس نے ہدایت نہ پائی اس نور کے کشف کو اس جہان میں "مشاہدہ" کہتے ہیں اور اُس جہان میں اس کا نام "رویت" ہے اہل ذوق کے سوا کوئی بھی ان اسرار سے واقف نہیں ہے ؎

اہل دل را ذوق فہمی دیگر ست   کان ز فہم ہر دو عالم برتر ست

(اہل دل کے سمجھنے کا ذوق کوئی دوسرا ہی ہے کہ وہ دونوں جہان کے فہم سے بلند و بالا ہے)

اے عزیز! آدمی کی عقل سے کیا میسر ہو سکتا ہے؟ وہ کیا عقدہ کشائی کر سکتی ہے؟ اپنے سایہ

کے رواں ہونے کو نہیں سمجھتا۔ کشتی میں بیٹھا ہوا کنارے کو رواں دواں کہتا ہے کیا خوب ہے یہ دانائی و عقلمندی کہ غلط کو درست اور درست کو غلط سمجھتی ہے۔ وہ عقل جو اس راہ (عشقیات) میں اتنی عاجز ہے اسے بیچون کی کیا خبر ہوگی؟ نہ وہ لذت کہ جس کا انجام پشیمانی، سرگردانی اور حیرانی ہے اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دینا عارفان سبک سیر کا کام نہیں ہے۔ اس لیے کہ عارف کا ماضی و مستقبل نہیں ہوتا۔ وہ ماسوی اللہ سے خلاصی پا چکا ہوتا ہے وہ جو کچھ کہتا ہے عشق سے کہتا ہے۔ عارف ہمیشہ اسی حال میں رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک عزیز اس حال کا بیان کرتے ہیں ؎

۱	کس دریں وادی بجز آتش مباد	آنکہ آتش نیست عیشش خوش مباد
۲	عاشق آں باشد کہ چوں آتش بود	گرم رو سوزندہ چوں آتش بود
۳	عاقبت اندیش نبود یک زماں	در کشد خوش خوش صد آتش در جہاں
۴	نہ خبر از کافری او را نہ دیں	در رہ او نہ شک شناسد نے یقیں
۵	نیک و بد در کار او یک ساں بود	خود چوں عشق آید نہ ایں نہ آں بود
۶	اے برادر! ایں سخن زان تو نیست	مژدۂ ایں ذوق در جان تو نیست
۷	ہر چہ دارد پاک در بازد بہ نقد	تا وصال دوست دریابد بہ نقد
۸	دیگراں را وعدۂ فردا بود	لیک ایں را نقد در اینجا بود
۹	تا نہ سوزد خویش را یکبارگی	کے تو اند رست از غم خوارگی
۱۰	مے طپید پیوستہ در سوز و گداز	تا بجائے خود رسد ناگاہ باز
۱۱	ماہی از دریا چو در صحرا فتد	مے طپد تا بو کہ در دریا فتد
۱۲	گر ترا آں چشم غیبی یار شد	با تو ذرات جہاں ہمراز شد
۱۳	ور بچشم عقل بکشائی نظر	عشق را ہرگز نہ بینی پا و سر

۱ کوئی بھی اس وادی میں بجز آگ کے نہ رہے جس میں یہ آتش نہ ہو خدا کرے اس کی عیش کبھی اچھی نہ رہے۔

۲ عاشق وہ ہوتا ہے کہ جب وہ آگ بن جائے تو آگ کی طرح جلانے میں گرم رو ہو۔

۳ وہ کسی وقت بھی عاقبت اندیش نہیں ہوتا اگرچہ اس کو جہان میں سینکڑوں آتشوں میں ڈالا جائے۔

تو وہ خوشی خوشی چلا جائے گا

۴ نہ اس کو کفر کی کوئی خبر ہوتی ہے نہ دین کی۔ اس راہ میں نہ وہ شک کو پہچانتا ہے نہ یقین کو۔
۵ نیک و بد اس کی نگاہ میں برابر ہوتا ہے جب عشق آجاتا ہے تو نہ "یہ" رہتا ہے نہ "وہ" رہتا ہے
۶ اے بھائی! یہ بات تیری سمجھ میں آنے والی نہیں ہے کیونکہ اس ذوق کی خوشخبری تیری جان میں نہیں ہے۔
۷ جو کچھ وہ رکھتا ہے سب نقدی ہار دیتا ہے تاکہ دوست کے وصال کی نقدی کو حاصل کرے
۸ دوسروں کے لیے توکل کا وعدہ ہوتا ہے لیکن اس کے لیے اسی جہان میں نقد ہوتا ہے۔
۹ جب تک وہ اپنے آپ کو یکبارگی جلا نہ ڈالے وہ غم کھانے سے کیسے چھوٹ سکتا ہے؟
۱۰ وہ ہمیشہ سوز و گداز میں تڑپتا رہتا ہے تاکہ اچانک وہ اپنی جگہ پر پہنچ جائے۔
۱۱ مچھلی جب دریا سے نکل کر خشکی پر جا پڑتی ہے تو تڑپتی رہتی ہے تاکہ پھر دریا میں جا پڑے۔
۱۲ اگر وہ غیبی آنکھ تیری دوست بن جائے تو جہان کے تمام ذرّے تیرے ہمراز ہو جائیں۔
۱۳ اور اگر عقل کی آنکھ سے تو نظر کھولے گا تو عشق کا کوئی پاؤں اور سر نہ پائے گا۔

اے زخم خوردہ درویش! وقت کو بیکار اور نکما چھوڑ دینے کا سبب محض حرص و ہوا ہے۔ جب یہ حرص و ہوا اٹھ جاتی ہے تو خدا سے دوری نہیں رہتی۔ پس معلوم ہوا کہ حق کی راہ میں سب سے بڑی دیوار یہی حرص و ہوا ہے۔ اے بھائی! اس سے آزاد ہونا بہت مشکل کام ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے راہنمائی فرما دیں۔ اس سے یہ معلوم کر لینا چاہیے ؎

خلق اطفال اند جز مست خدا　　　نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

(مستِ خدا کے سوا سب مخلوق نابالغ بچوں کی طرح ہے بالغ صرف وہی ہے جو خواہشات سے آزاد ہو جائے)

اے زخم خوردہ درویش! تجھے ہمیشہ چاہیے کہ خواہشات نفس کی مخالفت میں لگا رہے وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا تو اس کے لیے ٹھکانہ جنت ہے) کے مضمون کو جان لینا چاہیے۔ اس لیے کہ جو لذت معبود برحق کے ذکر کی لذت کے علاوہ ہے وہ حقیقت میں لذت نہیں ہے بلکہ زہر قاتل ہے جس کو تو اپنی جان کے لیے روا رکھتا

ہے۔ ہائے ہائے اس کا کیا کیا جائے اور کس سے علاج پوچھا جائے؟ پہلے وقتوں میں ایک بیمار ہوتا تھا تو اس کے لیے ہزار طبیب مل جاتے تھے اور اب ایسا وقت ہے کہ بیمار ہزاروں ہیں اور طبیب ایک بھی نہیں ملتا۔ کیا کیا جائے اور کس سے کہا جائے۔ فریاد ہزار فریاد افسوس ہزار افسوس ؎

۱ تا بہ کے دور م کنی از یار۔ جانی اے فلک — وہ چہ باشد گر مرا با او رسانی اے فلک

۲ یا مرا با او رساں یا جان بستاں اے اجل — پارۂ مرگ ست بے او زندگانی اے فلک

۱ اے آسمان! کب تک تو مجھ کو جانی دوست سے الگ رکھے گا۔ اے آسمان! اگر تو مجھ کو دوست تک پہنچا دے تو کیا ہو جائیگا؟

۲ یا مجھ کو اس تک پہنچا دے یا اے موت! تو میری جان لے لے۔ اے آسمان! اس کے بغیر زندگی گذارنا بھی تو موت ہی کا ایک حصہ ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ "تو دنیا میں اس طرح اپنی زندگی گذار گویا تو ایک پردیسی آدمی ہے یا راہ چلتا مسافر اور اپنے نفس کو اہل قبور میں سے شمار کر۔"

اے عزیز! جب تو جانتا ہے کہ تیری جگہ قبر ہے تو پھر یہ جگہ کونسی آرام وقرار کی جگہ ہے۔ اس فانی دنیا میں دل لگانا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔

۱ ز سودائے جہاں بگذر اگر سودائے ما داری — ہوا و حرص را بگذار اگر ما را ہوا داری

۲ تو ما را دور میدانی من از جاں نیز نزدیکم — چرا بیگانہ میگردی نشان آشنا داری

۳ بیا اے مرد میدانی سرت را گوئے میداں کن — بکن چوگاں اگر مردی کہ گوئے پیش ما داری

۴ بیا یک صبحدم بر در بگہم باد رد سوز دل — چوں کامت بر نمی آید برائے من گلہ داری

۵ طلب کردہ چوں آں فرعوں کہ گنج خشک شد دریا — بجان و دل طلب عثمان اگر میل بہ ما داری

۱ اگر تو ہمارا خیال رکھتا ہے تو جہان کا سودا چھوڑ دے اگر تو ہماری خواہش رکھتا ہے تو ہوا و حرص کو چھوڑ دے۔

۲ تو ہم کو دور سمجھتا ہے حالانکہ میں جان سے بھی زیادہ نزدیک ہوں۔ آخر تو بیگانہ کیوں ہو گیا ہے تو تو آشنائی کا نشان رکھتا تھا۔

۳ اے میدان کے مرد آ اور اپنے سر کو میدان کا گیند بنا۔ اس سر کو جو تو ہمارے سامنے لایا ہے اس کو

چوگان سے مار۔

۴ ایک دن سحری کے وقت درد اور سوز دل سے کہ ہماری بارگاہ میں آ کر دیکھ تو سہی اگر پھر بھی تیرا مقصود حاصل نہ ہوا تو پھر ہمارا گلہ کرنا۔

۵ جب فرعون نے خواہش کی تو دریا ایک خشک ندی بن گیا۔ اے عثمان! اگر تو ہماری طرف کچھ میلان رکھتا ہے تو جان و دل سے ہم کو طلب کر۔

اے زخم خوردہ درویش! زندگی کی توقع میں توبہ کو آجکل پر نہ ٹال فی الفور توبہ کر تمام جہان جو لذات دنیا میں گرفتار ہے اسی دھوکے میں مبتلا رہا کہ کل توبہ کر لیں گے آخر بے توبہ یہاں سے چلے گئے۔ اگر تو کل کو توبہ کرنا چاہتا ہے تو آج کر اور اگر آج کرنا چاہتا ہے تو ابھی کر ؎

۱ بس فرصت است این وقت و بس غنیمت ست　　دریاب حال شتاب کہ عمر تو در گذشت

۲ در بود ہم نہ بود اگر بود در گذشت　　بادیست این جہان بلاشک یقین بدان

۳ یا باد یا فسانہ در آمد و در گذشت

۱ یہ فرصت کا وقت بہت ہی غنیمت ہے۔ تیری زندگی ختم ہوتی جا رہی ہے اس کو جلدی سے حاصل کر لے (یعنی اس کو کسی کام میں خرچ کر۔)

۲ اگر تھی یہ بھی تو کچھ نہ تھی اور جو تھی وہ بھی گذر گئی۔ اے جوان یہ جہان بلاشک یقینی طور پر ایک کھیل اور تماشا ہے۔

۳ یا ہوا ہے یا افسانہ ہے جو آیا اور گذر گیا۔

اے زخم خوردہ درویش! کسی وقت سوچ بے دوست عیش حقیقت میں زہریلا ڈنگ ہے اور دوست کے ساتھ ڈنگ کھانا بھی عشرت ہے جس چیز سے خدا تعالیٰ کی دوستی میسر آئے اسے نیش نہیں کہنا چاہئے۔ بلکہ اسے کمال عیش سمجھنا چاہئے۔ لاکھوں جانیں بھی ہوں تو بھی اس پر قربان کر دینی چاہئیں اور پھر بھی اس کا احسان سمجھنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ تو اس سے غفلت کرے اگر غفلت کرے گا تو یہ سمجھ لے کہ غافلوں کا ٹھکانہ جہنم ہے خداوند تعالیٰ اپنے تمام دوستوں کو غفلت سے محفوظ رکھیں ؎

زہے غفلت کہ ما را کور کردہ است　　کہ یاد مرگ از یاد دور کردست

(یہ کتنی بڑی غفلت ہے جس نے ہم کو اندھا کر رکھا ہے اور ہم کو موت کی یاد بھلا دی ہے)

اے عزیز! اس وقت کو یاد کرنا چاہئے جب قیامت کا منظر سامنے ہوگا تو ہر ایک کی جان و دل پر اس دن کا ہول ہوگا و حسرت میں پڑے ہوئے اس ہول سے اس طرح بیخود ہونگے کہ ہوش ہی نہ آئے گی اس وقت سوائے فضل ربانی اور اعمال صالحہ کے اور کوئی چیز کام نہ آئے گی ۔ پس اے زخم خوردہ درویش! دوست وہی اچھا ہے جو ہمیشہ تیرے ساتھ رہے اور ہر مشکل میں مونس و غمگسار ہو اور کسی وقت بھی تجھ سے الگ نہ ہو اے عزیز! تجھے چاہئے کہ اس کے جمال کے بغیر کبھی اپنی آنکھیں نہ کھولے اور اسی سے انس رکھے ۔ اگر کوئی اس جگہ ہے تو اس کے لیے یہی ایک نکتہ کافی ہے ؎

چوں بد کاشتی چشم نیکی مدار　　　همانا کہ کاری براں چشم دار

(جب تو نے برائی کاشت کی تو نیکی کی توقع نہ رکھ جو کچھ تو بوئے اسی کی توقع رکھ ۔)

اے زخمی دل درویش! موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ یاد کرنا چاہئے کہ موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے سوال کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے! خضر علیہ السلام نے کہا مجھے تعجب ہے جب لوگ جانتے ہیں کہ نیکی سے بہشت اور حق سبحانہ و تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوتا ہے تو پھر برائی کیسے کر لیتے ہیں اور دوسری تعجب کی بات یہ ہے کہ لوگ جب سمجھتے ہیں کہ گناہ سے دوزخ میں جائیں گے تو پھر گناہ کیسے کرتے ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ رزق لوگوں کے پیچھے دوڑتا ہے اور یہ روزی کے پیچھے دوڑتے ہیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کے پہلو میں ایک ہی دل رکھا ہے اور ایک دل میں دو چیزوں کی محبت نہیں رہ سکتی ؎

حدیث عشق میگوئی دل در دیگراں بندی　　　دو تیغ آخر نمیدانی کجا در یک غلاف آید

(تو عشق کی بات کرتا ہے اور دل دوسری چیزوں میں لگاتا ہے یہ تو تو جانتا ہے کہ ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں)

بڑا خوش قسمت ہے وہ آدمی جس کا دل حق سبحانہ و تعالیٰ کی دوستی سے بھرا ہے ۔ یہ دوستی اس وقت میسر آتی ہے جب فکر ماسوی اللہ دور ہو جائے ۔ بڑی قسمت ہے اس آدمی کی جس کو یہ دولت میسر آجائے ؎

۱　بہار آمد نگارے نیست در بر　　　شگوفہ سے خلد چوں خار در دل

۲　ازاں حسرت کہ یارے نیست در بر　　　بدیدن سرو و گل مارا چہ حاصل

۳ چوں دل بر گلعذار نیست در بر دمادم جوئے خوں از دیدہ جاریست

۴ ز حسرت کاں نگار نیست در بر

۱ بہار آ گئی ہے اور معشوق پہلو میں نہیں ہے۔ شگوفے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتے ہیں۔

۲ اس حسرت سے کہ دوست پہلو میں نہیں ہے۔ ہم کو سرو اور پھول دیکھنے سے کیا حاصل؟

۳ جبکہ ہمارا پھول جیسا دلبر پہلو میں نہیں ہے۔ دمبدم آنکھوں سے خون کی ندیاں جاری ہیں۔

۴ اس حسرت سے کہ میرا معشوق پہلو میں نہیں ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! جس کو خدا تعالیٰ کی دوستی پوری پوری میسر ہو جائے اس میں ذوق وشوق پورا ہوتا ہے اور جس میں ذوق کمال درجہ کا ہو وہ عشق سے مالامال ہوتا ہے اور جو عشق سے مالامال ہو جائے وہ دوست کا ہم غمگین ہوتا ہے اور درد و رنج سے آزاد ہو جاتا ہے اس سے یہ معلوم کر لینا چاہئے کہ یہ راستہ سوائے خون جگر پینے، جان نثاری کرنے اور دلسوزی واشک ریزی کے سوا نہیں کھلتا۔ قطعہ

۱ چوں بود ایں درد دامنگیر تو پس بود ایں درد دائم پیر تو

۲ غافل مشو اے عاصی با درد و الم باش ہر دم دم آخر شمر و حاضر دم باش

۱ جب یہ درد تیرا دامن پکڑ لے گا تو پھر یہ درد ہمیشہ تیرا راہنما ہو گا۔

۲ اے گنہگار غافل نہ رہ ہمیشہ درد و الم کا ساتھی بن۔ ہر سانس کو آخری سانس سمجھ اور ہر سانس کی حفاظت کر۔

اے خستہ جان عاشق! جس کو حق سبحانہ وتعالیٰ رتبہ عطا فرماتے ہیں اس کو اپنے آپ سے بے خبر کر دیتے ہیں وہ اپنے وجود سے بھی اس طرح بیخبر ہو جاتا ہے جیسے کہ اپنی مسلمانی سے بھی اس کو کوئی خبر نہیں رہتی۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باوجود اس مرتبہ ومقام کے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایمان کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھتے ہیں اور دوسرے پلڑے میں تمام امت کے ایمان کو اور پھر حضرت صدیق کے ایمان کو راجح فرماتے ہیں) فرمایا کرتے تھے "یا رسول اللہ ایمان کیا چیز ہے؟" اور فرماتے "کاش! میں درخت کا ایک پتہ ہوتا کہ کوئی جانور مجھے کھا جاتا۔" اور حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح آہ وزاری کرتے اور نیازمندی اختیار فرماتے۔ حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ سے فریاد در وا ویلاہ بلند ہو جاتا اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے کاش! کہ میں حیض کا خون ہی رہتا تاکہ پیدا ہی نہ ہوتا۔ باوجود اس کے کہ یہ لوگ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

دوست تھے اور پھر بھی ان کا یہ حال تھا اور بکمال محبت وشوق وبیخودی. وہ اپنے آپ کو نہیں پہچانتے تھے نہ اپنے کمال کی کوئی خبر رکھتے تھے۔ ہمیشہ اپنی زبان پر مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ کا ورد جاری رکھتے۔ آنکھوں سے آنسو بہاتے۔ ہر وقت بے آرام رہتے۔ نہ انہیں رات کو آرام ملتا اور نہ دن کو کبھی چین نصیب ہوتا۔

اے زخم خوردہ درویش! جب تو جانتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کا یہ حال تھا تو پھر ہمیں اور تمہیں بات کرنے کی کیا مجال ہے کہ اپنے آپ کو کسی حساب وشمار میں لائیں۔ اپنے آپ کو مسلمان سمجھیں۔ آدمی جانیں اور دوستی کا دم بھریں۔ دوستوں کا حال تو وہ تھا جو پہلے بیان ہو چکا۔ اے مسکین یہ خوشی کا کونسا مقام ہے؟ اپنی زندگی کا ماتم کرنا چاہئے۔ شرمندگی سے سر نہیں اٹھانا چاہئے اور ماتم زدہ لوگوں کی طرح وقت بے وقت اپنی جان پر نوحہ کرنا چاہئے اور یہ اشعار پڑھنے چاہئیں ؎

۱ کاش کہ مادر نہ زادے بہ بدے جائے شیرم زہر دادے بہ بدے

۲ اندراں ساعت کہ نافم مے برید کارد اندر حلق راندے بہ بدے

۱ کاش! مجھے ماں نہ جنتی تو اچھا ہوتا دودھ پلانے کی بجائے زہر دیدیتی تو اچھا ہوتا۔

۲ جب دایہ میری ناف کاٹ رہی تھی تو اس وقت چھری میرے حلق میں چلا دی تو اچھا ہوتا۔

اے زخم خوردہ درویش! کمال دوستی کا نشان اپنے آپ کو اپنی نظروں سے پوشیدہ کر دینا ہے لیکن یہ کیفیت خدا تعالیٰ کی ایک خاص عنایت ہے ہر آدمی اس لائق نہیں ہوتا ؎

کمالِ عاشقی پروانہ دارد کہ غیر از سوختن پروانہ دارد

(کمال درجہ کا عشق پروانہ رکھتا ہے جو جلنے کے سوا اور کسی چیز سے سروکار نہیں رکھتا)

اے عزیز! مردہ نہیں ہے کہ اگر خاک میں ہاتھ ڈالے تو وہ سونا بن جائے۔ مرد وہ ہے جو سرتاپا پارس ہو چکا ہو کہ اس کی صحبت سے ہر طالب کے وجود کا تانبہ سونا بن جائے اور اپنے آپ کو نہ پہچانے حضرت مولانا علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیخ عبدالکبیر نے مجھ سے ذکر کے متعلق پوچھا تو میں نے کہا "لا الٰہ الا اللہ" اس پر آپ نے فرمایا "یہ ذکر نہیں بلکہ عبادت ہے"۔ میں نے عرض کیا "پھر آپ ہی فرمائیں"۔ فرمانے لگے کہ "ذکر وہ ہے جس کو تو جانتا ہے کہ اسے زبان سے بیان نہیں کیا جا سکتا"۔ اور شیخ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اپنا منہ جہالت کے قبلہ کی طرف کرنا چاہئے۔ نماز کی نیت اس طرح

کرنی چاہئے کہ میں خدا تعالیٰ کی ایسے طریق سے عبادت کرتا ہوں جس کو میں نہیں جانتا۔ اللہ اکبر۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا علاؤ الدین کی خدمت میں عرض کیا گیا ایک روز مجھ پر ایک ایسی بے کیف سی کیفیت طاری ہو گئی جس کو بدلا نہیں جا سکتا تھا۔ اسی عالم میں حضرت مولانا سعد الدین ظاہر ہوئے فرمانے لگے کہ اس کیفیت کو مضبوطی سے تھام کو شیخ کے سخن کہ "منہ جہالت کے قبلہ کی طرف کرنا چاہئے" کا یہی معنی ہے۔ اے عزیز جتنی "دریافت" ہو اتنی ہی نادانی حاصل ہوتی ہے اور نادانی جتنی زیادہ میسر آجائے اتنی ہی آگاہی زیادہ ہو جاتی ہے۔ جوں جوں آگاہی بڑھتی جاتی ہے عشق کے شعلے بھڑکنے لگتے ہیں اور عشق جتنا بھڑکتا جائے اتنا ہی سوز نصیب ہوتا ہے اور سوز جتنا بڑھتا جائے اتنی ہی دوست کی توقیر بڑھتی جاتی ہے اور جتنی توقیر بڑھتی جائے اتنی ہی بارگاہ الٰہی کی ہم جلیسی اور ہمنشینی میسر آتی ہے۔

اگر مولیٰ کی دوستی رکھتا ہے تو سر کی بازی لگا کیونکہ سر کی بازی اور جان سپاری کے بغیر اس راہ میں قدم نہیں رکھا جا سکتا اور جب تک تو اپنے سر پہ قدم نہ رکھے گا تب تک اس کوچہ میں قدم بھی نہ رکھ سکے گا۔ اے عزیز! یہ بے فکری، قرار اور آرام کی کونسی جگہ ہے۔ یقینی طور پر سمجھ لے کہ عاشق کے لیے قرار اور آرام حرام ہے ؎

۱	ہمیشہ مرد عاشق بیقرار است	ہمی گریاں چوں ابر نو بہار ست
۲	نہ آں مرد ست کو عاشق نباشد	بل آں سنگے درون کوہسار ست
۳	براہ عاشقی ساماں نباشد	کہ ساماں را دریں عالم چہ کار ست
۴	بیا در باز جاں در عشقبازی	کہ جاں در باختن مستانہ کار ست
۵	بنہ سر در رہ چوگان معشوق	کہ سر بازی کمینہ کار زار است
۶	اگر عاشق نہٖ رو و بدر شو	کہ سگ را با مساجد ہا چہ کار ست
۷	بیا در مجلس مستاں نظر کن	ہزاراں مست آویزاں دار است
۸	دراں مجلس کہ مستاں بادہ نوشند	دو عالم نزد ایشاں کاہ سار ست
۹	اگر صد بار عاشق را برانی!	رود باز آید و مشتاق یار ست
۱۰	نہ تنہا من بدو مشتاق او تم	بہر گوشہ ہزاراں در ہزار است

۱۱ هر نفسی ز جاں باید فنا شد — نہ راہ عاشقی آسان کار است

۱۲ بیا در باز عثماں جاں بجاناں — کہ جاں در باختن مردانہ کار است

۱ عاشق آدمی ہمیشہ بیقرار رہتا ہے اور بہار کے بادل کی طرح ہر وقت روتا رہتا ہے۔

۲ جو عاشق نہ ہو وہ مرد نہیں ہے بلکہ وہ پہاڑ کا ایک پتھر ہے۔

۳ عشق کی راہ میں ساماں کی ضرورت نہیں کہ اس جہان میں سامان بالکل بیکار ہے۔

۴ آ اور عشقبازی میں اپنی جان قربان کر دے کہ جان دینا مستوں کا شیوہ ہے۔

۵ معشوق کے چوگان کی راہ میں سر رکھ دے کہ سر کی بازی لگانا ایک معمولی کام ہے

۶ اگر تو عاشق نہیں ہے تو یہاں سے باہر نکل جا کہ کتّے کا مسجد سے کیا کام ہے؟

۷ مستوں کی مجلس میں آکر دیکھ کہ ہزاروں مست سولی پہ لٹکے ہوئے ہیں۔

۸ جس مجلس میں مست شراب نوشی کرتے ہیں اس مجلس میں دونوں جہاں ایک تنکے کی قیمت بھی نہیں رکھتے۔

۹ اگر عاشق کو سو دفعہ بھی دھتکار دیا جائے تو وہ چلا جائے گا اور پھر واپس آجائے گا کہ وہ دوست کا مشتاق ہے۔

۱۰ میں ہی صرف اس کا مشتاق نہیں ہوں بلکہ اس کے عاشق ہر گوشہ میں ہزار در ہزار ہیں۔

۱۱ ہر سانس میں اپنی جان سے فنا ہو جانا چاہئے۔ عاشقی کا راستہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔

۱۲ اے عثمان! اپنی جان محبوب پہ قربان کر دے کہ جان قربان کرنا ہی مردوں کا کام ہے۔

اے عزیز! جب بندہ پر خدا تعالیٰ کی عنایت ہوتی ہے تو بارگاہ خداوندی سے فرشتوں کو خطاب ہوتا ہے کہ "میرے اس بندہ کو رحمت، لطف اور مغفرت سے اپنی حمایت میں لے لو۔ میری غلامی کا طوق اس کی گردن میں ڈال دو۔ اس کو محبت کی آگ میں لے جاؤ اور میرے عاشقوں کی جماعت میں شامل کر دو تاکہ وہ ان کے درمیان بیٹھے اب وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔ ہم بھی حق سبحانہ و تعالیٰ کے کرم کے امیدوار ہیں کہ وہ ہم کو اس سعادت عظمیٰ پہ پہنچا دے۔ اے خستہ جان درویش! اگر تو اس دولت کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اپنی جان کو محبوب کی راہ میں نثار کر دے۔ رنج و محنت اپنے لیے اختیار کر کہ محنت و مشقت کے بغیر کبھی بھی یہ راہ کشادہ نہیں ہو سکتی۔

۱ هر کجا شمع بلا افروختند ‏ صد ہزاراں جان عاشق سوختند

۲ در میان جان ایشاں خانہ گیر ‏ در فلک خانہ کن اے بدر منیر

۳ مر ترا دشنام وسیلئ شہاں ‏ بہتر از حمد و ثنائے گمرہاں

۴ زہر شاہاں خور مخور شہد خساں ‏ تا کسے گردی ز اقبال شہاں

۱ جس جگہ بھی مصیبت کی شمع روشن کرتے ہیں وہاں لاکھوں عاشقوں کی جانیں جلا ڈالتے ہیں۔

۲ زخمی دلوں کے درمیان اپنا گھر بنا اور آسمان پہ بدر منیر بن کر چمک۔

۳ بادشاہوں کی گالیاں اور ملامتیں و گوشمالی تیرے لیے گمراہوں کی حمد و ثنا سے بہتر ہیں۔

۴ بادشاہوں کے ہاتھ سے زہر کا پیالہ پی لے لیکن کمینوں کے ہاتھ سے شہد نہ پی۔ تاکہ تو بادشاہوں کے اقبال کی بدولت انسان بن جائے۔

درویش کی قسمت میں ہے کہ محبت ذاتیہ کے میدان میں قدم رکھنے آتش و محنت، راحت و آرام اس کے لیے برابر ہے بلکہ وہ مصیبت کو عطا سے زیادہ بہتر سمجھتا ہے تب جا کر محبت میں پختہ ہوتا ہے[۵]

عاشقم بر قہر و لطف وے بجد ‏ اے عجب من عاشق ایں ہر دو ضد

(میں اپنے ارادہ سے اس کے قہر و لطف پہ عاشق ہوں تعجب کی بات ہے کہ میں دو ضدوں پر عاشق ہوں)

اے خستہ جان درویش! حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو ایسا دل عطا کر رکھا ہے کہ جو خیال ان کے دل میں آجائے وہ اسی وقت ہو جاتا ہے اگر بفرض محال مُردہ کو کہیں کہ زندہ ہو جا تو وہ فی الفور اسی وقت زندہ ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ ہم ایسے اولیاء اللہ کو کیسے پا سکتے ہیں اور ان کا نشان کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس خدا کے دوست کی پہچان یہ ہے کہ اس میں مندرجہ ذیل صفات ہوں۔

اگر اُس کے سر پہ تلوار بھی ماردیں تو اس کی طبیعت میں تغیر واقع نہ ہو۔

نفع و نقصان میں کوئی فرق نہ کرے

اُس میں کوئی کسی قسم کی آرزو باقی نہ رہ گئی ہو۔

اس وقت بھی حقیقت میں ولی کامل نہیں ہوتا۔ کامل ولی تب جا کر بنتا ہے کہ اتنا تصرّف

ہونے کے باوجود اپنے تصرف سے آزاد ہو جائے اپنی "چاہت" اور آرزو سے کنارہ کش ہو جائے۔ اے عزیز! آرزو اس وقت تک رہتی ہے جب تک کہ بشریت کا وجود ہو اس کے بعد نہ وجود باقی رہتا ہے نہ آرزو۔

اے زخم خوردہ درویش! زندہ دلوں کی صفت مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ہے وہ اپنے آپ سے آزاد ہو کر دوست کے ساتھ پیوستہ ہو جاتے ہیں۔ لاف زنی سے ہر آدمی کو یہ کام راست نہیں آسکتا۔ یک رنگی کے جہان میں دوئی نہیں رہتی جہاں دوئی نہ ہو وہاں غیر نہیں ہوتا جب غیر نہ ہو تو کون ہے جو لاف مارے۔ لاف زنی "میں" سے شروع ہوتی ہے۔ جب "میں" ہی چلی جائے تو لاف کہاں رہ سکتی ہے۔ اے خستہ جان درویش! اگر تو اپنی اس لاف وگزاف سے آزاد ہونا چاہتا ہے تو مردان خدا کے فتراک کو مضبوطی سے پکڑ لے تب جاکر تو اپنے مقصود کو حاصل کر سکے گا اور یہ چیز ایسے ہادی و مرشد کی اتباع کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتی جو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی اتباع میں مستقیم نہ ہو اور استقامت بھی اس طرح کی کہ ایک بال برابر بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے باہر نہ جائے۔ اے خستہ جان عاشق! اگر اس طرح کا کوئی تربیت کنندہ میسّر جائے تو یہ بہت بڑی دولت ہے بہت ہی بڑی دولت اور اگر ایسا آدمی نہ مل سکے تو بہت بڑی شرمندگی ہے؎

چوں نداری شادئ از وصل ما ۔۔۔ خیز بر خود ماتم ہجراں بدار

(اگر تو ہمارے وصل کی خوشی نہیں رکھتا تو اٹھ اپنی اس مہجوری پر ماتم کر)

ہائے کر کے رونا چاہئے اور اپنی زندگی کا ماتم کرنا چاہئے اور ماتم زدہ لوگوں کی طرح جینا چاہئے اس غم واندوہ و محنت سے کبھی بھی خالی نہیں رہنا چاہئے۔ یہ اشعار پڑھنے چاہئیں اور آنکھوں سے خون جگر برسانا چاہئے؎

۱ دلے دارم چہ دل محنت سرائے ۔۔۔ کہ در وے خوشدلی را نیست جائے

۲ دل مسکیں چرا غمگیں نباشد ۔۔۔ چوں در عالم نباشد دلربائے

۳ تن مہجور چوں رنجور نبود ۔۔۔ چہ تابے کو ہ دارد رستہ تائے

۴ مشامم تا از و بوئے ندارد ۔۔۔ نیابد جان بیمارم شفائے

۵	ازیں دریائے بے پایان خونخوارہ	بروں شد کے تواں بے آشنائے
۶	بمیرد دل چوں دلدارے نہ بیند	بکاہد جاں چوں نبود جانفزائے
۷	دگر از عشق جانم برلب آمد	نگویم چوں شدہ آن مبتلائے
۸	دریں وادی فرو شد کاروانہا	کہ کس نشنید آوازِ درائے
۹	دریں راہ ہر دمے صد خوں بریزد	نیارد خواستن کس خوں بہائے
۱۰	دلِ من چشم دارد کاندریں راہ	بگوش جانش آید مرحبائے
۱۱	تمنا میکند مسکیں عراقی	کہ دریابد بقا بعد از فنائے

۱ میں ایک دل رکھتا ہوں دل کیا ہے دکھوں کی سرائے ہے۔ اس میں خوش دلی کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔

۲ مسکین کا دل کیوں غمگین نہ ہو جبکہ جہان میں اس کا کوئی دلربا نہ ہو۔

۳ مہجور کا جسم بیمار کیوں نہ ہو۔ پہاڑوں کی طاقت نرم زمین کو کب حاصل ہو سکتی ہے؟

۴ جب تک میری ناک میں اسکی خوشبو نہ آئے گی میری بیمار جان کبھی شفا حاصل نہ کر سکے گی۔

۵ اس خونخوار بیکراں سمندر سے بغیر آشنا کے کیسے خلاصی پائی جا سکتی ہے۔

۶ جب دلدار نظر نہیں آتا تو دل مر جاتا ہے۔ جب کوئی جان بڑھانے والا نہ ہو تو آخر کو جان کم ہو جاتی ہے۔

۷ اگرچہ میری جان عشق کی وجہ سے لبوں پر آگئی ہے۔ میں پھر بھی یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میں کس طرح مبتلا ہوا تھا۔

۸ اس وادی میں کئی کارواں ختم ہو گئے کہ کسی نے ان کی گھنٹی کی آواز بھی نہ سنی۔

۹ اس راہ میں ہر وقت سینکڑوں خون کیے جاتے ہیں اور کوئی آدمی بھی خونبہا مانگنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

۱۰ میرا دل امید رکھتا ہے کہ اس راہ میں اس کی جان کے کانوں میں مرحبا کی آواز آئے۔

۱۱ مسکین عراقی خواہش رکھتا ہے کہ فنا کے بعد بقا کو حاصل کر لے۔

اے زخمی دل درویش! ابھی سوچ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے لکھا تھا اور فرمایا "اُس کا عرش پانی پر تھا"۔

مقادیر مقدار کی جمع کے طور پر استعمال نہیں ہوتا یعنی اس کا معنی ہے تقدیر خداوندی۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے

لوح محفوظ میں تمام مخلوقات کی تقدیر لکھی ہے وہ خواہ جواہر ہوں یا اعراض یا اجسام یا افعال و اقوال ہوں یا کلیات و جزئیات یا حرکات و سکنات ہوں سب کی تقدیر آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھی گئی تھی۔ اب یہ عجیب معاملہ ہے کہ جس کے ایجاد کا حکم آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے ہو چکا ہے اس میں بندہ کا کیا اختیار ہے اور ایجاد و تغیر میں اس کا کیا تصرف؟ جب تجھ کو یہ معلوم ہو گیا کہ معاملہ اس طرح ہے تو اب اپنے آپ کو درمیان میں رکھنا اور اپنے ارادے کا بیہودہ بوجھ اپنے کندھوں پر ڈالنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے اور نہ ہی سچے اور نیک لوگوں کا یہ شیوہ ہے۔ بہر تقدیر چند روز فرمان جل و علا میں اپنے آپ کو رکھنا اور بسر و چشم اس کے حکم کو قبول کرنا چاہیئے کیونکہ دم مارنا کوئی فائدہ نہیں رکھتا جو قلم چل گئی ہے اس کا کوئی علاج نہیں جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ۔

اے زخمی مل درویش! خدا تعالےٰ کے کارخانہ میں جو کچھ چلتا ہے اس پر تیرا کوئی اختیار نہیں ہے

ے جہاندار داند جہاں داشتن　　　یکے را بدین دگر کاشتن

(جہان رکھنے والا ہی جہان رکھنے کے انداز جانتا ہے۔ کسی کو کاٹنا اور کسی کو بونا)

اے عزیز! اپنا کام اسی کے سپرد کر دے اور اس پر خوش رہ اور جو کچھ وہ بھیجے اس کو دل و جان سے قبول کر اور شکر کی طرح اسے نوش کر۔ دوستوں کی راہ وہی ہے جو میں نے کہی ہے۔ بندگی کرنا زاہد لوگوں کا کام ہے اور عبودیت محبّ (عاشق) لوگوں کا شغل۔ بندگی زہد و تقویٰ کا نام ہے اور عبودیت رحمان کے حکم کو قبول کرنا۔ اگر کوئی سوال کرے کہ بندہ ہونے کے کیا معنی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو کچھ صاحب فرماتے اور جو کچھ وہ چاہے اسے ہزار جان سے ہزار احسان ہزار شکر لائے اور ہزار آرزو سے قبول کرے تاکہ حقیقت میں اسی کا بندہ بن جائے اگر تو اس بات کو سمجھ جائے گا تو کبھی بھی اپنے پروردگار کے حکم سے باہر نہ جائے گا ے

۱	چوں زبالا نہد قضا بہ تو روئے	رو تو اللہ گو و آہ مگوئے
۲	آہ اگر دم زند تو چوں مرداں	آہ را ہم ز راہ وا گرداں
۳	روئے چوں شمع پیش او خوش دار	کمر از آب تاج از آتش دار
۴	چوں چراغے بہ پیش مہر بلند	جاں ہمی دہ بذوق خوش میخند

٥ بار حکمش بنور دیدہ بہ کش — زہر دردش بجاں خریدہ بچش

٦ در کوئے تو از بسکہ خروش آورم — دریائے لطفت بجوش آورم

٧ چوں خاموشی ما پادر نگرفت — رفتیم و زبانہائے خموش آورم

١ جب اوپر سے تقدیر تیری طرف منہ کرے تو تیرے منہ سے اللہ نکلے آہ نہ نکلے۔

٢ جب آہ دم مارنے لگے تو مردوں کی طرح آہ کو راستہ سے پھیر دے۔

٣ اپنا منہ اسکے سامنے شمع کی طرح خوش رکھ کمر پانی کی اور تاج آتش کا بنالے۔

٤ جیسے سورج بلند قدر کے سامنے چراغ بجھ جاتا ہے تو اس کے سامنے اپنی جان ہنس کر قربان کر دے۔

٥ اس کے حکم کا بوجھ آنکھ کی پتلی سے اٹھا اس کے درد کا زہر جان سے خرید کر نوش کر۔

٦ میں تیرے کوچے میں اتنا شور کروں گا کہ تیری محبت کے دریا کو جوش میں لے آؤں گا۔

٧ جب ہماری خاموشی قائم نہ رہے گی تو جا کر خاموشی کی زبان لے آئیں گے۔

اے زخم خوردہ درویش! اگر ان تمام باتوں سے مضمون واضح نہیں ہوا تو حضرت مولانا رہ م سے سُن انہوں نے کیا اچھا کہا ہے ؎

١ اے کہ از عشق گلوئے سینہ چاک — واں گلو رخ از حُسن گشتہ تابناک

٢ بادہ خاک آلودہ تا مجنوں کند — صاف اگر باشد نہ دانم چوں کند

٣ جاں فشاں بر آفتاب معنوی — مر جہان کہنہ را بنما نوی

٤ سوئے تیغ عشق آئی یک زماں — صد ہزاراں جاں ببرد و سنگ ستاں

٥ تو مکن تہدید از کشتن کہ من — عاشقم اما بہ خون خویشتن

٦ گر بریزد خون من آں دوست رو — عاشقانہ جاں بر افشانم برو

١ اے وہ کہ تو کسی ماہرو کے عشق سے تو سینہ چاک ہے وہ ماہ رو جو کہ حُسن سے تابناک ہے۔

٢ اگر مٹی کی آمیزش والی شراب آدمی کو دیوانہ بنا سکتی ہے تو وہ شراب جو خالص ہے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کچھ اثر کرے گی۔

٣ اس معنی کے آفتاب پر اپنی جان قربان کر دے اس پرانے جہان کو نیا بنا کر دکھا۔

٤ کسی وقت عشق کی تلوار کے سامنے آ اور دیکھ کہ لاکھوں جانیں کس طرح کٹتی ہیں کیسے پتھر کھاتی ہیں

۵ تو مجھے قتل کرنے سے اس کو نہ روک کیونکہ میں عاشق ہوں (خود ہی اپنا خون پیش کر دوں گا)

۶ اگر میرا دوست میرا خون کرنا چاہے تو میں عاشقوں کی طرح اس پر اپنی جان چھڑک دوں گا۔

اے خستہ جان درویش! جو دل دوستی سے معمور ہو اس دل میں دنیا کا خیال نہیں ہوتا اور جس دل میں دنیا کے اندیشے اور افکار موجود ہوں اس دل میں حق سبحانہ و تعالےٰ کا خیال قرار نہیں پکڑ سکتا اور یہ ایک مجرب چیز ہے۔ اے عزیز! خدا تعالیٰ کی محبت کے سوا جو کچھ بھی ہے سب دنیا ہے جبتک تو اپنے دل کو تمام وساوس سے خالی نہ کر دے گا دوست تک کبھی نہ پہنچ سکے گا ؎

۱ جز محبت ہرچہ بردم سود در محشر نداشت	دین و دانش عرض کردم کس بچیزے برنداشت
۲ ہر عمل را اجر سنجیدند در میدان حشر	قیمت چشم پر آبم چشمۂ کوثر نہ داشت

۱ محبت کے سوا جو کچھ بھی میدان محشر میں لے کر گیا سب بے فائدہ ثابت ہوا۔ میں نے دین اور عقل کو پیش کیا کسی نے کسی قیمت پر بھی انکو قبول نہ کیا۔

۲ حشر کے میدان میں ہر چیز کا وزن کیا گیا اور اجر تجویز ہوا۔ میری پرنم آنکھوں کی قیمت کوثر کا چشمہ بھی نہ بن سکا۔

اے عزیز! میں کہاں تک کہتا جاؤں اگر کوئی گھر میں موجود ہے تو اس کو ایک اشارہ ہی کافی ہے ؎

۱ اے دل بہ ہوائے دوست جاں را درباز	جاں را چہ محل ہر دو جہاں را درباز!
۲ در کوچۂ عشق منزلے مے خواہم	بال و پر شمع محفلے مے خواہم
۳ نے دیں زکسے نخواہم و نے دنیا را	شائستۂ دوستی دلے مے خواہم

۱ اے دل! دوست کی خواہش میں اپنی جان قربان کر۔ جان کیا ہے؟ دونوں جہان قربان کر دے۔

۲ میں عشق کے کوچہ میں اپنی منزل چاہتا ہوں میں شمع محفل کے بال و پر بننا چاہتا ہوں۔

۳ میں نہ دنیا کسی سے مانگتا ہوں نہ دین میں صرف دوستی کے لائق ایک دل چاہتا ہوں۔

اے زخمی دل درویش! جب تک تو اپنے دل کو حرص و ہوا سے خالی نہیں کرے گا تجھے کبھی بھی عشق و محبت کی لذت کا پتہ نہ چل سکے گا بلکہ تو ایک ایسا حیوان ہے کہ جسے یہ بھی پتہ نہ ہو گا کہ تو انسان ہے۔ اے عزیز! یہ فرصت غنیمت ہے کاش کہ تو اپنے آپ کو آزاد کرا لے ؎

اے آنکہ زغیر دل بپرداختۂ چوں آئینہ با نقش فنا ساختۂ

۲ معذوری اگر ز جام صورت مستی — مستی ز خمار یار نشناختۂ

۱ اے وہ کہ جس نے اپنا دل غیر سے لگا لیا ہے اور آئینہ کی طرح فنا کے نقش سے موافقت کہلی ہے۔

۲ اگر تو صورت کے جام سے مست ہے تو معذور ہے تو اسی خمار کی وجہ سے مست رہے ہے۔ تو نے دوست کو نہ پہچانا۔

اے زخم خوردہ درویش! کبھی بھی اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کرنا۔ اگر تیرے پاس تمام جہان کے لوگوں کے برابر بھی نیک اعمال ہوں پھر بھی تکیہ اسی کے فضل پر ہونا چاہئے کہ عمل بھی اس کے فضل کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ اگر فضل خداوندی مدد کرے تو کبھی بھی کوئی برا کام انسان سے سرزد نہیں ہو سکتا جب بغیر فضل خداوندی کے نیک عمل نہیں ہو سکتا تو پھر حق سبحانہ و تعالیٰ کے فضل پر ہی تکیہ رہنا چاہئے جس کو خداوند تعالیٰ نیک عمل کی توفیق بخشیں تو اس کو بھی اسی کا فضل سمجھے اور اپنے معبود برحق کی بخشش اور عنایت جانے اس کی نسبت اپنی طرف نہ کرے بلکہ اپنے آپ کو درمیان سے اٹھا دے۔ یہ یقینی طور پر سمجھ لے اور اس کے سوا اور کوئی حقیقت ہے بھی نہیں کہ جس نے اپنے آپ کو نہ دیکھا وہ خدا تعالیٰ تک پہنچ گیا اور جس نے اپنے آپ کو دیکھا اسی کی گردن پر لعنت کا طوق رکھ دیا گیا اور ملعون ہو گیا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے تمام دوستوں کو خود بینی سے محفوظ رکھیں۔ آمین۔

حدیث میں آیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا۔ جس نے سو سال تک عبادت کی تھی چنانچہ دن کو روزہ سے ہوتا اور تمام رات نماز میں گذارتا۔ مستجاب الدعوات تھا۔ ایک دن اس نے اپنی مناجات میں عرض کیا اے خداوند! مجھے بہشت میں وہ جگہ دکھا دی جائے جو میرے لیے تیار کی گئی ہے اور اس سو سالہ عبادت کے بدلے میں جو مقام تو مجھے عنایت کرے گا اس سے مجھے باخبر کر دے خداوند تعالیٰ نے ایک فرشتے کو حکم دیا کہ وہ عابد کے پاس جائے اور اسے کہے کہ "میں ایک طبیب ہوں دردوں کا علاج جانتا ہوں لیکن مزدوری کے طور پر میں تیری عبادت لوں گا"۔ جب وہ فرشتہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو خداوند تعالیٰ نے اس کی تین سو ساٹھ رگوں میں سے جو بالکل آرام میں تھیں ایک رگ کو حرکت دی۔ اس درد سے عابد کا قرار و آرام جاتا رہا اس حال میں وہ فرشتہ آدمی کی شکل میں پہنچا عابد کو دیکھا کہ وہ زمین پر درد سے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ فرشتے نے پوچھا "آپ کو کیا ہے"؟ عابد نے کہا "خدا کی قسم میں درد کی وجہ سے فریاد کر رہا ہوں"۔ فرشتہ نے کہا "میں دردوں کا علاج کیا کرتا ہوں لیکن اس کے

بدلے میں تیری سو سالہ عبادت لونگا"۔ عابد نے کہا "میں کسی کو عبادت نہیں دوں گا"۔ طبیب نے کہا "اگر عبادت نہیں دے گا تو پھر درد اٹھاتا رہ"۔ خداوند تعالے نے اس کے درد میں اضافہ کر دیا اس کو صبر کی طاقت نہ رہی۔ پھر فرشتہ آیا۔ عابد کہنے لگا "میرا علاج کر میں تجھ کو اپنی سو سالہ عبادت دیتا ہوں"۔ فرشتہ نے کہا کہ میں طبیب نہیں ہوں لیکن خداوند تعالے نے مجھ کو بھیجا اور فرمایا ہے کہ میں نے سو سال تک تجھ کو تندرستی عنایت کی ہے کہ ان میں سے ایک گھڑی کی سلامتی کی قیمت سو سالہ عبادت ادا نہیں کر سکتی۔ اس کا شکر یہ ادا کر۔ عابد کو معلوم ہو گیا اور اپنی تقصیر سے واقف ہو کر معذرت کی ؎

صحت نفس و قوت یک روزہ   بہتر از تاج و تخت فیروزہ!

(ایک دن کی روٹی اور صحت فیروزہ کے تخت اور تاج سے بہتر ہے)

اے عزیز! یہ مسئلہ بہت باریک ہے سوائے خداوند تعالیٰ کے فضل کے نفس کی آلودگیوں سے چھٹکارا حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اے زخم خوردہ درویش! اللہ تعالیٰ سے فضل کا امیدوار رہنا چاہئے۔

؎ گر فضل کنی یک جو ہم جو ہم جوئے   گر عدل کنی یک مُوہم مو ہم موئے

(اگر تو اپنا فضل کرے تو میں ایک دریا ہوں۔ اگر تو انصاف کرے تو میں ایک بال برابر ہوں)

اس کے فضل کا امیدوار رہنا چاہئے تاکہ محرومی حاصل نہ ہو اور اس کی اطاعت میں سستی بھی نہیں ہونی چاہئے تاکہ بیکار نہ رہے جس سینہ میں خدا تعالے کے فضل کے سورج کا پرتو پڑ جاتا ہے اس کا منہ عبادت کی طرف ہو جاتا ہے اور پوری طرح حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اس کے وجود میں اس کی حرکات و سکنات میں کوئی برائی باقی نہیں رہ جاتی اور یہ کیفیت عبادت الٰہی کی توفیق کا نشان ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِیْنَ فِیْهَا (جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے ان کے لیے جنت الفردوس کی مہمانی ہے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں)[1] اور دوسری جگہ فرماتے ہیں اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ[2] (یقیناً خدا تعالیٰ کی رحمت نکوکاروں کے بالکل قریب ہے)

اے زخم خوردہ درویش! اگر چاہتا ہے کہ تو بھی ان لوگوں میں سے ہو جائے تو انہی کے ساتھ نشست و برخاست میل و محبت اور تعلق قائم رکھ جب تو ان سے تعلق رکھے گا تو انہی میں سے ہو جائیگا۔

[1] کہف ۱۰۷ ۔ [2] اعراف ۵۶

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ[1] (اللہ کی طرف سے مدد اور فتح قریب حاصل ہوگی) کی خوشخبری سے مشرف ہو جائے گا اور نجات یافتہ لوگوں میں شامل ہو جائے گا۔ پھر تجھ کو اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّہُمْ بِالْغَیْبِ لَہُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ[2] (جو لوگ اپنے رب سے غائبانہ طور پر ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے) کا مرتبہ عنایت کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ تو بھی اولیاء اللہ میں سے ایک ہو جائے گا۔ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ[3] (اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے لیے نہ کوئی خوف ہے نہ غم) کا انعام حاصل کرے گا۔ جس آدمی پر حق سبحانہ و تعالیٰ کی نظر رحمت ہوتی ہے اس کے دل کے میلان کو اپنے دوستوں کی طرف کر دیتے ہیں ؎

شرف خواہی بگرد مقبلاں گرد
کہ زود از مقبلاں مقبل شود مرد

(اگر تو شرف چاہتا ہے تو مقبولان بارگاہ الٰہی کی مجلس میں رہ کہ مقبول لوگوں کی صحبت سے آدمی جلدی مقبول ہو جاتا ہے)

---

[1] صف ۱۳ – [2] ملک ۱۲ [3] یونس ۶۲ –

بابِ دُوُم

(اس باب میں عشق کے ذوق و محبت کا بیان ہے)

اے زخم خوردہ درویش! دونوں جہانوں میں بہترین نعمت، کمال درجہ کا کرم، پوری سعادت اور بہترین کام خداوند تعالیٰ کی محبت و ذوق کو سمجھنا ہے۔ اگر تو شیر مرد اور شاہباز ہے تو اس کام کے علاوہ اور کوئی کام نہ کر سے

مسافرے کہ متاعش بود محبتِ تو　　　بہر دیار کہ رُو آورد زیاں نہ کند

(وہ مسافر جس کا سامان تیری محبت ہو وہ جس ملک میں بھی جائے گا نقصان نہ اٹھائے گا)

اے زخم خوردہ درویش! اپنے کام کے آغاز و انجام پر ایک نگاہ ڈال کہ تیرے پاس کیا چیز باقی رہ جائے گی۔ جب تو دیکھے گا تو تجھ کو یقین ہو جائے گا کہ محبت الٰہی کے سوا کسی چیز کو بقا نہیں ہے۔ جب تو نے یہ معلوم کر لیا تو اے درویش! اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا اور کیا چیز چاہتا ہے سے

خلل پذیر بود ہر بنا کہ مے بینی　　　مگر بنائے محبت کہ خالی از خلل ست

(تو جس عمارت کو بھی دیکھے گا اس کو خلل پذیر پائے گا۔ مگر محبت کی عمارت کہ یہ خلل سے بالکل پاک ہے)

پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں سے

از ہر چہ ہست عشق دگر ہر چہ ہست لا　　　گفتیم وَالسَّلَامُ عَلٰی تَابِعِ الْھُدٰی

(جو کچھ بھی ہے عشق ہی ہے اس کے علاوہ ہر چیز "نیست" ہے۔ ہم نے بات کہہ دی ہے اور ہدایت کی اتباع کرنے والے پر سلام ہو)

اے عزیز! جان اور جہان بلکہ دونوں جہانوں کو محبت میں ہار دے اور مردانہ وار اس میدان میں آ۔

سے　مترس از محبت کہ خاکت کند　　　کہ باقی شوی گر ہلاکت کند

(محبت سے نہ ڈر کہ تجھ کو خاک سیاہ کر دے گی　　　اگر وہ تجھ کو ہلاک کر دے گی تو تو باقی ہو جائیگا)

اے عزیز عشق کا یہی دستور چلا آیا ہے جو عشق کا منکر ہو وہ عاشق کے نزدیک بدبخت ہے عشق کے معتقد پر جب عشق کا سایہ پڑتا ہے تو اس کا درجہ اور زیادہ بلند ہو جاتا ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! ہر کام میں عقل پوری اترتی ہے لیکن عشق و محبت میں عقل نا تمام ہے۔ عشق اپنی جان قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار کھڑا ہے اور عقل کی راہ کشادہ ہے راستے کے ہزاروں راستے مل جاتے ہیں۔ نظم

۱	منکر بودم عشق بتاں را یک چند	انکارم مرا بدیں روز افگند
۲	عشق برنا بودہا سودا کند	عشق در دیوانہا غوغا کند
۳	عالمے بینم بہ گفت و گوئے عشق	درمیاں یک تن نہ دارد بوئے عشق
۴	عشق بر چرخ حقیقت اختر ست	وز محبت یک قدم بالاتر ست
۵	شہسوار عشق چوں لشکر کشد	خواجہ را در خدمت چاکر کشد
۶	در حقیقت حل مشکلہاست عشق	صیقل آئینۂ دلہاست عشق
۷	ضد عقل ست ایں حکایت گوش دار	تا بعقل اندر نہ گیئی زینہار
۸	عقل گوید جبہ و دستار کو	عشق گوید خانۂ خمار کو
۹	عقل ہستی میکند پس در خور ست	عشق مستی میکند کایں خوشتر ست
۱۰	عقل گوید کارسازی میکنم	عشق گوید پاک بازی میکنم
۱۱	عقل مے گوید پریشانی مکن	عشق مے خندد کہ نادانی مکن
۱۲	عقل می سازد کہ آں آسودگیست	عشق می سوزد کہ ایں آلودگیست
۱۳	عقل گوید کد خدائی مے کنم	عشق گوید پارسائی میکنم
۱۴	عشق ہم جویائے عشق ست اے پسر	جان جاناں جائے عشق ست ای پسر
۱۵	ملک عشق آمد ورائے کائنات	فارغ از غوغائے افعال و صفات
۱۶	عشق عاشق را قلم درکش بتمام	تا ہمہ معشوق ماند والسلام
۱۷	گر ز معشوقت خیال در سر است	نیست معشوق آں خیال دیگر ست
۱۸	ہر چہ در فہم تو آید آں توئی	در گذر کانجا نہ مے گنجد دوئی

۱۹ عشق را گوئی کہ در قرآں نہ گفت — عشق را در کنج مَا اَوْحٰی نہ گفت

۲۰ دَبِّ اَدِنِی از زبان عشق بود — لِی مَعَ اللہِ آں بیانِ عشق بود

۲۱ عشق نبود بیشۂ ہر بوالہوس — عشق راہم عاشقاں دانند و بس

۱ میں کچھ مدت تک عشق بتاں کا منکر رہا میرے انکار نے آج مجھ کو گرا دیا۔

۲ عشق نابود چیزوں میں بھی سودا پیدا کر دیتا ہے۔ عشق دیوانوں میں شور پیدا کر دیتا ہے۔

۳ عشق کی گفتگو میں تو میں ایک جہان کو مصروف گفتگو پاتا ہوں لیکن ایک آدمی میں بھی عشق کی بو نہیں پائی جاتی۔

۴ عشق حقیقت کے آسمان پہ ایک روشن ستارا ہے اور محبت سے بہت بالاتر ہے۔

۵ عشق کا شہسوار جب لشکر لے کر نکلتا ہے تو خواجہ کو اپنی نوکری میں کھڑا کر لیتا ہے۔

۶ حقیقت میں مشکلات کا حل عشق ہے۔ عشق دلوں کے آئینہ کا صیقل ہے۔

۷ یہ عقل کی مند ہے۔ یہ حکایت سُن تاکہ اس کے بعد تُو عقل کی تعریف میں کچھ نہ کہے۔

۸ عقل کہتی ہے جبہ و دستار کہاں ہے؟ عشق کہتا ہے شراب فروش کا گھر کس طرف ہے؟

۹ عقل مستی بناتی ہے اور اسی کے پیچھے لگی رہتی ہے۔ عشق مستی پیدا کرتا ہے کہ یہ بہت اچھی چیز ہے۔

۱۰ عقل کہتی ہے میں کام بناتی ہوں عشق کہتا ہے میں پاکبازی کرتا ہوں۔

۱۱ عقل کہتی ہے پریشانی اختیار نہ کر۔ عشق ہنستا ہے کہ بیوقوفی نہ کر۔

۱۲ عقل آرام سے موافقت کرتی ہے۔ عشق جلا دیتا ہے کہ یہ آلودگی ہے۔

۱۳ عقل کہتی ہے کہ میں گھر بناتی ہوں۔ عشق کہتا ہے کہ میں پارسائی کرتا ہوں

۱۴ اے بیٹا۔ عشق بھی عشق کا متلاشی ہے اور اے بیٹا! جان کی جان عشق کی جگہ ہے۔

۱۵ عشق کائنات سے بالاتر ہے افعال وصفات کے غوغا سے الگ تھلگ ہے۔

۱۶ عشق عاشق کے وجود پہ قلم کھینچ دیتا ہے تاکہ صرف معشوق ہی باقی رہ جائے۔

۱۷ اگر سَر میں معشوق کے علاوہ کوئی اور خیال بھی ہے تو وہاں معشوق نہیں ہے وہی دوسرا خیال ہے

۱۸ جو کچھ تیرے ذہن میں آئے تو وہی ہے کیونکہ عشق میں دوئی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۱۹ تو کہتا ہے کہ عشق کا تذکرہ قرآن میں نہیں ہے۔ عشق کا تذکرہ مَا اَوْحٰی (جو اس نے وحی کی)

کے خزانہ میں نہیں ہے

۲۰ رَبِّ اَرِنِیْ (اے میرے رب مجھے اپنا آپ دکھا) عشق کی زبان سے ہی ادا ہوا تھا اور لِیْ مَعَ اللّٰہِ (میرے لیے اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے) اسی عشق کا بیان تھا (رَبِّ اَرِنِیْ قرآن مجید کے الفاظ ہیں اور لی مع اللہ کے الفاظ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے)

۲۱ عشق کرنا ہر بوالہوس کا کام نہیں ہے عشق کو صرف عاشق ہی جانتے ہیں اور بس۔

اے زخم خوردہ درویش! کیا تجھے معلوم ہے کہ عاشقوں کی عبادت کیا ہے؟ عِبَادَۃُ الْفَقِیْرِ الْعَاشِقِ نَفْیُ الْخَوَاطِرِ (عاشق فقیر کی عبادت یہ ہے کہ خدا کے سوا جو چیز بھی دل میں آئے اس کی نفی کرے) اور کوئی لمحہ اور کوئی لحظہ دوست کی یاد سے خالی نہ رہے ؎

آنانکہ نیستند ہمیشہ بیاد دوست گر صد ہزار نکتہ بدانند جاہل اند

(جو لوگ، دوست کی یاد میں ہمیشہ مشغول نہیں ہیں اگر وہ لاکھوں نکات بھی پڑھ جائیں، تو پھر بھی وہ جاہل ہیں)

یاد رہے کہ اس کیفیت، کو اصطلاح میں "پاس انفاس" کہتے ہیں۔ سلطان العارفین و برہان العاشقین حضرت شیخ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں فقیر کے نزدیک عبادت "پاس انفاس" کا نام ہے۔ استاد طریقت حضرت شیخ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں "چار ہزار پیر طریقت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ عاشق کی انتہا یہ ہے کہ ہر وقت اپنے دل کی طرف رجوع کرے اور جب بھی اسکو دیکھے تو اس کو خدا کی یاد میں پائے"۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "مومن کا دل خدا کے حرم میں سے ایک حرم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں اللہ کے سوا ہر چیز کا داخلہ حرام کیا ہے"۔ اے عزیز کبھی بھی خدا تعالیٰ کی محبت کے سوا کسی چیز اور کسی کام میں مشغول نہ ہونا خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی اور نہ ہی اس کو یاد کرنا خدا کی قسم مکرر خدا کی قسم تجھے کسی چیز کی احتیاج نہ رہے گی۔ تو تمام جہان سے زیادہ تونگر ہوگا اور تمام جہان تیرے دروازے کا گداگر ہوگا ؎

ہر کہ او باہمت آمد مرد شد ہمچوں خورشید از بلندی فرد شد

(جو باہمت ہوا وہ مرد ہو گیا۔ سورج کی طرح بلند اور یگانہ ہو گیا)

ف ۱۴۳۔

اے میری جان! جب تو ہمت میں مضبوط ہو جائے گا تو دونوں جہانوں سے آزاد ہو جائے گا جس کے اندر حرص و ہوا پیدا ہو جائے وہ زنجیر در زنجیر مقید ہے۔ اگرچہ وہ بادشاہ ہو پھر بھی اسے غنی نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہ فقیروں سے بھی زیادہ فقیر ہے اس پر افسوس ہزار افسوس۔ یقینی طور پر جان لے اور اسکے سوا حقیقت ہے بھی نہیں کہ جو فقیر خواہش سے بادشاہ کے دستر خوان پر جا بیٹھا وہ مصیبت سے بچ نہیں سکے گا، طمع میں پڑ جائے گا، زہر کھائے گا اور مر جائے گا۔ بادشاہوں کی صحبت سمِ قاتل ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے تمام دوستوں کو اپنے ہم جنسوں کے ساتھ رکھیں۔ آمین یا رب العالمین۔

اے زخمی دل درویش! جو بادشاہ درویشوں سے محبت رکھے گا وہ بہشت میں جائے گا اور جو درویش دولتمندوں کی محبت میں گرفتار ہو گا دوزخ میں جائے گا۔ جو بادشاہ درویشوں سے محبت رکھے وہ دونوں جہانوں میں بادشاہ ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ بادشاہوں کی بہترین عبادت کونسی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ درویشوں کی صحبت۔ اور درویشوں کی بہترین عبادت یہ ہے کہ وہ دولتمندوں سے دور رہیں۔ یہاں یہ بات معلوم کر لینی چاہیئے کہ جب بادشاہ درویش کی صحبت میں آتا ہے تو عادل (منصف) ہو جاتا ہے اور تمام رعیت اس کے ظلم سے بچ جاتی ہے اور اس صورت میں بادشاہ اور رعیت دونوں قاضی الحاجات کی بارگاہ سے نجات حاصل کر لیں گے اور جب درویش بادشاہ کی طرف توجہ کرتا ہے تو وہ طمع سے خالی نہیں رہ سکتا، سچی بات اس کے منہ سے نہیں نکل سکتی اور جب سچی بات نہیں کہہ سکتا اور جھوٹ بولتا ہے تو اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور خود بھی ذلیل و خوار ہوتا ہے اور بادشاہ کو بھی مصیبت میں ڈال دیتا ہے۔ ایسی صورت میں بادشاہ سے انصاف نہیں ہو سکتا۔ مخلوق ظلم کی چکی میں پستی ہے۔ بادشاہ مناہی میں مبتلا ہو جاتا ہے آجکل میں درویشوں کو بادشاہوں کی بارگاہ میں دیکھتا ہوں عجب مصیبت بن گئی ہے۔ بادشاہوں سے انصاف چلا گیا ہے اور درویشوں سے درویشی۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ جہان میں درویش نہیں ہے یقیناً جہان درویشوں سے خالی نہیں ہے لیکن وہ مخفی ہیں ان کو ظہور سے روک دیا گیا ہے حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو اپنا آپ چھپانے کا حکم دیا ہے ایسے لوگوں کو اس زمانہ میں چاہیئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو قبول کریں اور ایک بال برابر اور ایک قدم بھی شریعت سے باہر نہ رکھیں جو

کچھ بھی ہے بس یہی شریعت ہے ~~~

۱	کسے کو در شریعت راسخ آید	حقیقت را بروئے خود کشاید
۲	باز بر اصل مدعا آئیم	گفت وگو لام وکاف نکشائیم
۳	تا بکے از حرص می سوزی چوں شمع	غرق شو در لجۂ دریائے جمع!
۴	جمع جمع داں کہ حق بینی تمام	از مراد خلق و عالم خاص و عام
۵	صاحب ایں مرتبہ کامل شود	زانکہ او ایں ہر دو را شامل بود
۶	تا توانی باش دائم در حضور	آنچہ غیر از حق ازاں طلبی نفور
۷	در دو عالم جز خدا اُنسش نیست کس	از چہ باید کردنش دیگر ہوس
۸	در توکل کوشش ہیں در آیتہ	قول در قرآں و امن دا یتہ
۹	در حدیث آمد و ہم در آیتہ	حُبّ دُنیا رَاْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ
۱۰	رحمت حق میرسد بر محسناں	دمبدم بر عاشقاں و صالحاں
۱۱	جز رضائے حق نباید دم زنی	دمبدم از عشق او جاں میکنی
۱۲	در نظر مرداں مرداں صف	کُلُّ شَیْءٍ ہَالِکٌ اِلَّا خُدا!
۱۳	نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ لَا تُبْصِرُوْنَ!	داں یقیں لاشک و ہم لا یبصرون
۱۴	چوں یقیں بر حق بیابی استوا	ہیچ مشکل را نیابی زینہار
۱۵	چوں نماند در دل از اغیار نام	پردہ بردار خیزد و السلام
۱۶	گفتۂ عثماں اگر آری بگوش	در فنائے غیر حق ہر دم بکوش

۱ جو شریعت میں مضبوط ہو جاتا ہے وہ اپنے لیے حقیقت کا دروازہ کھول لیتا ہے۔

۲ اب پھر ہم اصل مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں اور فضول گفتگو ختم کرتے ہیں۔

۳ تو کب تک حرص میں شمع کی طرح جلتا رہے گا۔ دریائے جمع کی موجوں میں غرق ہو جا۔

۴ اس جمع الجمع کو سمجھ کہ تو حق کو مخلوق، جہان، عام اور خاص کی مراد سے دیکھ لے گا۔

~~~ جمع الجمع صوفیاء کی ایک اصطلاح ہے۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے ۱۲ (مترجم)
~~~

۵ اس مرتبہ کا آدمی کامل ہو جاتا ہے اس لیے کہ وہ ان دونوں کو شامل ہوتا ہے۔

۶ جبتک تجھ سے ہو سکے حضوری میں رہ اور جو حق کے سوا ہے اس سے کلی طور پر نفرت رکھ۔

۷ دونوں جہانوں میں خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے پھر کسی سے خواہش کیوں رکھی جائے۔

۸ توکل کے لیے کوشش کر اور قرآن پاک کی اس آیت وَمَا مِنْ دَابَّةٍ پہ غور کر۔

۹ حدیث میں بھی آیا ہے اور قرآن پاک میں بھی کہ ہر گناہ کی بنیاد دنیا کی محبت ہے۔ (اس کے بعد تو اے بوالہوس قیامت کی فکر کر خدا کے لیے اس فضول دنیا کو چھوڑ دے۔)

۱۰ خدا کی رحمت نیکوں پر ہوتی ہے اور دمبدم عاشقوں اور صالحوں پر برستی ہے۔

۱۱ تجھے چاہئے کہ خدا کی رضا کے سوا دم نہ مارے اور دمبدم اس کے عشق میں اپنی جان کو قربان کرتا جائے

۱۲ مردان باصفا کی نگاہ میں خدا کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے۔

۱۳ ہم ہی نے ان کی روزی تقسیم کی کیا تم نہیں دیکھتے۔ اس پر یقین رکھ اس میں شک نہیں لیکن وہ دیکھ نہیں سکتے۔

۱۴ جب خداوند تعالیٰ پر تیرا یقین مضبوط ہو جائے گا تو پھر کسی قسم کی مشکل باقی نہ رہے گی۔

۱۵ جب دل میں غیر کا نام و نشان باقی نہ رہے گا تو غرور کا پردہ اٹھ جائے گا۔

۱۶ اگر عثمان کی باتوں کو تو غور سے سنے تو حق کے سوا ہر چیز کو فنا کرنے کی کوشش کر۔

اے زخم خوردہ درویش! جو دنیا کا طالب ہے وہ گداگر ہے جو عقبیٰ کا طالب ہے وہ مزدور ہے خدا کا عاشق نہیں ہے۔ جو خدا کا عاشق ہے وہ بے نہایت ہے بلکہ نور خدا ہے لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ (اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) اس کے سر کا خوشنما تاج ہے ایسے لوگوں کی برکت سے زمین و آسمان قائم ہیں اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی) انہی کے لیے کہا گیا ہے اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرْ (ہم نے تجھ کو خیر کثیر عطا فرمائی) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ظاہر ہوا ہے۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ محمدی کون لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے سینہ میں کسی کے متعلق کینہ نہیں ہوتا۔ کینہ کی بجائے ان کا تکیہ ذوق و محبت پر ہوتا ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ (کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا ہے) کا نشان انہی کے سینہ پر ہے۔ ہر آدمی حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت کے لائق نہیں ہے۔ ہزاروں میں کوئی خال خال ہے۔ ان کی نگاہوں میں دونوں جہان

ے مائدہ ۳ ۔ ۵ے کوثر ۱۔

برابر ہیں۔ دمبدم ان کی طرف بارگاہ خداوندی سے خطاب پہنچتا ہے کہ اے یگانہ دوست بیگانہ نہ بن۔ میں نے تجھ کو یگانگت کے لیے پیدا کیا ہے اور تو اپنے آپ کو بیگانگی میں ڈالتا ہے۔ افسوس ہزار افسوس تو نے اپنی قدر نہ پہچانی۔ اگر تو اپنی قیمت جانتا تو دوست کی طلب کے بغیر ایک لحظہ اور ایک لمحہ بھی نہ بیٹھتا۔ افسوس ہزار افسوس دریغ ہزار دریغ ؎

۱ مرا یار اگر ہست دگر ہیچ نیست	چوں ہست او مرا غم دگر ہیچ نیست
۲ بہ برداز جہاں دل اگر عاقلی	کہ کار جہاں سر بسر ہیچ نیست
۳ نیاید بہ مہمان دل جز غمش	بریں خواں بجز خوں جگر ہیچ نیست
۴ دلا! سر بیانداز در راہ او	کہ در راہش ایں مختصر ہیچ نیست

۱ اگر میرا کوئی دوست ہے تو پھر دوسرا کوئی نہیں ہے اگر وہ ہے تو مجھے دوسرا کوئی کسی قسم کا غم نہیں ہے۔

۲ اگر تو عقلمند ہے۔ اس جہان سے اپنا دل اٹھالے کہ پوری دنیا کا سارے کا سارا کام کچھ بھی نہیں ہے۔

۳ دل کے پاس اس کے غم کے سوا کوئی بھی مہمان نہیں آئے گا کیونکہ اس دستر خوان پر خون جگر کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔

۴ اے دل! اس کی راہ میں اپنا سر پھینک دے کہ اس کی راہ میں یہ مختصر ہدیہ کچھ بھی نہیں ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! اگر کوئی سوال کرے کہ محبت کس طرح معلوم ہو سکتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مُحبّ کے پہلو میں ایسا نیزہ ماردیں کہ اس سے اس کی جان نکل جائے تو بھی اس کو خبر نہ ہو۔ ہر آدمی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں مُحبّ اور عاشق ہوں۔ محب اور عاشق صرف وہی ہے جو محبت کے کارخانہ میں پہلے قدم پر جان کو ہار دے اور تمام آرزوؤں سے دل اٹھالے ؎

نہ لائق ہر کسے را باشد ایں کار	سر باید بریدہ ہمچوں عطار

(یہ کام ہر آدمی کے لائق نہیں ہے اس میں عطار کی طرح سر کٹانا پڑتا ہے)

اے عزیز! جب تک تو اپنے سر و قدم کی خبر رکھتا ہے تب تک محبت کا مقام حاصل نہیں کر سکے گا۔ جب تک جان نہ دے گا غم سے نجات نہ پائے گا اور بغیر جانبازی اور جان نثاری کے یہ راستہ قطع نہیں

کیا جا سکتا ہے

۱ ہر کس براہ دوست چوں بے پاؤ سر شود — روشن ز آفتاب جہاں بیشتر شود
۲ عاشق کسے بود کہ ز نام و نشان خویش — وز جز رضائے دوست بکلی حذر شود
۳ ہر دم با رزوئے محبت ز شوق دل — خون جگر ز دیدہ دمادم پدید شود
۴ عثمان ز سوز دل ہمہ شب اشک خوں فشاند — امید آنکہ شاید در و گہر شود

۱ ہر آدمی جب دوست کی راہ میں بے پاؤ سر ہو جاتا ہے تو اس جہان کے سورج سے بھی زیادہ روشن ہو جاتا ہے۔
۲ عاشق وہ ہوتا ہے کہ اپنے نام و نشان سے اور دوست کی رضا کے سوا ہر چیز سے کلی طور پر پرہیز کرے
۳ محبت کی آرزو میں دل کے شوق سے ہر وقت اس کی آنکھوں سے خون جگر رواں ہو۔
۴ عثمان نے سوز دل سے تمام رات خون کے آنسو برسائے اس امید پر کہ شاید ان میں سے کوئی گوہر اور موتی بھی ہو جائے۔

اے عزیز! ایک عمر گذر چکی ہے کہ دلدار کی طلب کے میدان میں گیند کی طرح ہر طرف سرگرداں اور چوگان کے خم پر ہر طرف لڑھکتا پھرتا ہوں، سر افگندہ اور حیران پھر رہا ہوں۔ نہ کوئی دلربا ہے نہ دلستاں۔ نہ میں خود سے آزاد ہوا نہ دوست سے مل سکا۔ اپنے زخمی دل کا حال کس سے کہوں؟ جان کے دکھ کا علاج کس سے پوچھوں؟ خواجہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم — کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

(میں بیگانوں سے ہرگز نہیں روتا۔ مجھ سے جو کچھ بھی کیا ہے آشنا نے کیا ہے)

اے زخم خوردہ درویش! عاشقوں کو وہ ایک گھڑی جو دوست کی یاد کے بغیر گذرے پچاس ہزار سال کے برابر نظر آتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے بَلَاءُ الْمَوْلٰی کَاللَّھَبِ لِلذَّھَبِ مولیٰ کی مصیبت ایسی ہے جیسے سونے کے لیے آگ، کہ وہ آگ میں پڑ کر میل کچیل سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

اے عزیز! اگر عاشق سے وعدہ کیا جائے کہ ہزار بار اپنی جان کو قربان کر تب دوست کا وصل میسّر ہوگا۔ اگر یہ شرط بجا لائے گا تو اس کو دوست کی بارگاہ میں شرف باریابی حاصل ہو جائے گا ورنہ اس کو دوسری طرف ہانک دیا جائے گا تو اگر وہ عاشق صادق ہوگا تو لاکھوں آرزوؤں اور ہزاروں

مقتول سے اس سودے کو جان سے خرید لے گا اور بصد شوق اس کو قبول کرے گا ؎

۱ یک لحظہ با تو بودن و با غیر دیدنت — با صد ہزار سال جدائی برابر ست

۲ ما نہ بہر سوز ہجرانیم کے یابیم وصل — دوزخ آشاماں چگونہ شربت کوثر چشند

۳ چناں در خاطرم جا کرد ذوق گفتگوئے او — کہ شب در خوابم و با خود حدیث یار میگویم

۴ رخ تو یک نظر دیدم بشد عمری ہنوز — ہستم از اں یک نگاہ مست ہلاک

۵ اگر بہ خیز داز دستم کہ با دلدار بنشینم! — ز جام وصل می نوشم ز باغ بخت گل چینم

۱ ایک لحظہ تیرے ساتھ رہنا اور تجھ کو غیر کے ساتھ دیکھنا لاکھوں سال کی جدائی کے برابر ہے۔

۲ ہم جدائی کے سوز کے لیے ہیں ہم وصل کیسے حاصل کر سکتے ہیں ۔ دوزخ کے رہنے والے کوثر کا پانی کیسے پی سکتے ہیں۔

۳ میرے دل میں اس کی گفتگو کا ذوق اس طرح گھر کر گیا ہے کہ رات کو جب نیند میں ہوتا ہوں تو دوست سے باتیں کرتا ہوں۔

۴ تیرے چہرہ کو ایک دفعہ دیکھا ہے اس کے بعد عمر گذر چکی ہے ابھی تک اس کی ایک نگاہ مست سے ہلاک ہوں۔

۵ اگر مجھ سے ہو سکے کہ میں دوست کے ساتھ بیٹھوں تو وصل کا جام پیوں اور قسمت کے باغ سے پھول چنوں۔

اے زخم خوردہ درویش! کیا جانتا ہے کہ عاشقوں کے لیے انتظار کیسا ہوتا ہے؟ جب مچھلی پانی سے باہر پڑی ہو تو اس کا کیا حال ہوتا ہے۔ عاشقوں کا حال بھی اسی طرح سمجھ لے۔ اے عزیز! عاشق کی راہ خالہ کا گھر نہیں ہے۔ کہ جو چاہے آ جائے اور ہر کوئی اندر آنے کی ہوس رکھے ؎

۱ کسے کو سر نہ می بازد کجا پائے نہد بالا — دلا ایں کوچہ عشق ست نباشد خانہ خالہ

۲ دوئی را دور کن از دل یکے بیں از تہ بالا — ترا گر ایں میسر شد ہمیں ست رتبۂ بالا

۱ جو سر دھڑ کی بازی نہیں لگاتا وہ بلند قدم کیسے رکھ سکتا ہے۔ اے دل یہ عشق کا کوچہ ہے خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔

۲ دوئی کو دل سے دور کر دے اور نیچے سے لے کر اوپر تک ایک ہی دیکھ۔ اگر تجھ کو یہ میسر ہو جائے

تو یہی بلند مقام ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! جب محبت کمال حاصل کر لیتی ہے تو ہر لحظہ نیا شوق ظاہر ہوتا ہے اور بے انتہا جمال کی تجلی اسماء و صفات کے پردہ سے نظر آتی ہے اور خالص خون آنکھوں سے رواں ہوتا ہے اور درد و بیقراری سے دیکھنے کا شوق دمبدم مناجات میں آجاتا ہے۔ جان بازی کے لیے پروانہ وار اس شمع جمال پر چکر لگاتا ہے۔ جمال جہاں آرا پر رقص کرتا ہے۔ جب اپنے آپ کو جلا لیتا ہے تو نہ اس کا نشان باقی رہ جاتا ہے نہ نام۔ اگر تو اس کا کوئی نشان ڈھونڈے تو تجھ کو نہ ملے گا۔ اگر کوئی پوچھے کہ وہ کیا ہوا یہ کون جان سکتا ہے کہ کیا ہوا؟ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ عشق کا نہنگ اس کو نگل گیا۔ اگر کوئی اس کا نشان بتائے گا تو گمراہوں میں سے ایک گمراہ ہوگا۔ اگر کوئی اس کی حالت بتائے گا تو وہ اندھوں میں سے ایک اندھا ہوگا۔

اے زخم خوردہ درویش! جن لوگوں کا عشق کی راہ میں سر گیند بن چکا ہے ان کی جان و دل سے یہی التجا ہے ؎

دمبدم در دادنِ جاں راغب اند　　　با حضور دوست از خود غائب اند

(وہ دمبدم جان دینے میں راغب ہیں۔ دوست کے حضور کی وجہ سے اپنے آپ سے غائب ہیں)

گم کردہ راہ عاشقوں اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے اور ان کے پیچھے دوڑنے والوں کی طفیل کہ جن میں رضائے دوست کے سوا کوئی آرزو نہیں رہی ہے کوئی تقاضا نہیں جمیع طالبان دین کو رَضِینَا بِقَضَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی کی استقامت پر خدا تعالی پابند رکھے اور لذت ذوقی کہ حق سبحانہ وتعالی اس میں راضی ہوں رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ دل و جان کو اپنی کمال مہربانی سے چکھائے۔ اے عزیز! یہ کس کی قسمت میں ہے اور کس دردمند کا نصیب ہے۔ جس کا بھی ہے اسکو مبارک ہو۔

مختلف اشعار ؎

۱	خوش ہوائیست دریں وقت خدایا برسال	نازنینے کہ بر درویش چی گلگوں نوشیم
۲	گر دولت بخت یار بودے مارا	در شہر کساں چہ کار بودے مارا
۳	گر ہر دو جہاں دہند مارا	چوں وصل تو نیست بلیو ائیم
۴	اگر بہر سر موئے ہزار جاں یابم!	وہر جان را قربانی بکنم مختصر دانم

۵ زیستن بے دوست ہر دم مردن است	دوری از جاناں خود جاں کندن است
۶ دلبرکہ جاں فرسود ازو کام دلم نکشود ازو	نومید نتواں بود ازو باشد کہ دلداری کند
۷ در دو عالم ہمیں وصال تو بس	بلکہ یک پرتو جمال تو بس
۸ مایہ خوشدلی آنجاست کہ دلدار آنجاست	میکنم جہد کہ خود را مگر آں جا فگنم
۹ فتادہ ایم براہ طلب تو ہمت دہ	بدیں امید کہ شاید بلطف بنوازد
۱۰ اگر بلطف نوازی مزید الطافست	وگر بقہر برانی درون ما صافست

۱ موسم بڑا اچھا ہے اے خداوند کسی نازنین کو بھیج دے کہ ہم اس کے سامنے بیٹھ کر سرخ رنگ کی شراب نوش کر سکیں۔

۲ اگر بخت کی دولت ہماری دوست ہوتی تو ان لوگوں کے شہر میں ہمارا آنا ہی کیوں ہوتا۔

۳ اگر دونوں جہان بھی ہم کو دیدیں جب تیرا وصل میسر نہیں تو ہم بلنوا ہیں۔

۴ اگر ہر ایک بال میں میری ہزار جان بھی ہو اور ہر جان کو ہزار دفعہ قربان بھی کردوں تو پھر بھی یہ مختصر ہے۔

۵ دوست کے بغیر جینا ہر وقت کی موت ہے اپنے دوست سے دور رہنا جان کندن ہے

۶ وہ دلبر کہ جس سے جان فرسودہ ہو چکی ہے میرے دل کا مقصود جس سے حاصل نہیں ہو سکا اس سے ناامید نہیں ہونا چاہئے ہو سکتا ہے کہ کبھی دلداری کرے۔

۷ دونوں جہان میں تیرا وصال کافی ہے بلکہ تیرے جمال کا ایک پرتو ہی کافی ہے۔

۸ خوشدلی کا سرمایہ وہاں ہے جہاں دلدار ہے میں کوشش کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو وہاں پھینک دوں۔

۹ ہم طلب کے راستہ پر آپڑے ہیں تو ہمت عطا فرما اس امید پر کہ شاید دوست اپنے لطف وکرم سے نوازے۔

۱۰ اگر تو اپنے لطف سے نوازے تو مزید مہربانی ہے اور اگر تو قہر سے ہانک دے تو ہمارا دل صاف ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! کسی کے لیے دنیا فتنہ بنی ہوئی ہے کوئی دین کے لیے دوڑتا ہے۔ میری

جان اس پر فدا ہو کہ جس نے شوق پایا۔ شوق نے اس پر حملہ کیا اس نے سب سے منہ پھیر لیا۔ سب کو اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ کسی چیز کو نہ پہچانا۔ سب کچھ ہار دیا۔ وہ حق کی طرف دوڑا اور تمام کو درمیان سے اٹھا دیا۔ یہ نیکو کاروں کے لیے اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اللہ تعالیٰ بحرمتہ سید المرسلین تمام طالبوں کی قسمت کرے۔

اے زخم خوردہ درویش! اگر سوال کیا جائے کہ عاشقوں کا ایمان کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا ایمان ذوق وشوق ہے اور میں اس میں ڈوبا ہوا ہوں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ ہمیشہ اپنے عاشقوں کو ذوق و فرح میں اپنی تجلی سے سرفراز کرتے ہیں اور اندوہ میں دوسری تجلی کے حصول کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ جتنا وصل کا شربت نوش کرتے ہیں اتنا ہی مالامال ہوتے ہیں۔ ہر وقت لحظہ بلحظہ پیتے جاتے ہیں لیکن پھر بھی پیاسے رہتے ہیں۔ ہر کام، طور واطوار، انوار واسرار میں اَعُوذُ بِكَ مِنْكَ کہہ کر نالہ کرتے ہیں اس لیے کہ اس کی کنہہ کی کوئی انتہا نہیں ہے اس بے نہایت کے پیچھے دمبدم آہ وزاری کرنے سے رہ نہیں سکتے۔ یقین کرو کہ کوئی نبی اور کوئی ولی اس خروش سے آزاد نہیں ہو سکا اور تمام اہل اللہ اس نکتہ کے قائل ہیں۔ کسی وحدت کے پیاسے اور احدیت کے سیراب نے کیا خوب کہا ہے ؂

۱	تعالی اللہ زہے دریائے پرشور	کہ دو برتشنہ آرد تشنگی زور
۲	گر از وے تشنہ صد جرعہ نوشد	برائے جرعۂ دیگر خروشد

۱ اللہ بلند ہے یہ کتنا پرشور دریا ہے کہ اس سے تشنہ پر تشنگی بڑھتی جاتی ہے۔

۲ اگر اس سے پیاسہ سو گھونٹ بھی پی لے تو کسی اور گھونٹ کے لیے آہ وزاری کرتا ہے۔

اے زخم خوردہ درویش اِجَاھِدُوْا فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ (اللہ کی راہ میں کوشش کرو) میں یہی امر ہے۔ رَجَعْنَا اِلَی الْجِھَادِ الْاَکْبَرِ (ہم بڑے جہاد کی طرف واپس آئے) کی حدیث میں یہی خبر ہے۔ کون جانے کہ اس جہاد میں کون مرد نکلے گا اور آگے بڑھنے میں کون سبقت لے جائے گا۔ اے بیچارہ عشاق! جب تو اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں رکھتا تو کیوں اپنی بیچارگی ہی میں اپنا چارہ تلاش نہیں کرتا کہ بے چارہ لوگوں کا چارہ کار خدا ہے

۱	چوں نداری شادی از وصل دوست	خیز بہ خود ماتم ہجراں بدار

(جب تو دوست کے وصل سے خوشی حاصل نہیں کر سکتا تو اٹھ ہجر سے آپ اپنا ماتم کر۔
اگر تو نے مردانہ وار قدم اٹھایا ہے تو مردوں کی طرح آگے بڑھ پیچھے نہ ہٹ) ے

مترس از محبت کہ خاکت کند — کہ باقی شوی گر ہلاکت کند

(محبت سے نہ ڈر کہ تجھ کو خاک سیاہ کر دے گی اگر وہ تجھے ہلاک کر دے گی تو تُو باقی ہو جائیگا)
خواہجی کی نصیحت قبول کر اور دوست کے شوق میں اپنی جان دیدے ے

۱ لعل سیراب بخون تشنہ لب یار منست — در پئے دیدن او دادن جاں کار منست
۲ شربت قند وگلاب از لب یارم فرمود — نرگس او کہ طبیب دل بیمار من ست

۱ خون سے سیراب شدہ لعل میرے یار کے لبوں کا پیاسا ہے۔ اس کے دیکھنے کے لیے جان دیدینا میرا کام ہے۔
۲ دوست نے مجھ کو گلاب اور قند پینے کا حکم دیا۔ اس کی نرگسی آنکھیں جو کہ میرے بیمار دل کی طبیب ہیں۔

اے زخم خوردہ درویش! اگرچہ وہ محبوب غائب ہے لیکن تمام عالم کا ظہور اسی سے ہے اور نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ کے لحاظ سے ہماری جان کی رگ سے بھی زیادہ ہمارے نزدیک ہے اور پھر وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ کتنا بڑا احسان ہے۔ جب تو نے یہ نکتہ معلوم کر لیا تو خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان ایک لمحہ ایک لحظہ بھی اس سے غافل نہ رہ اسی حالت پر مقیم رہ تاکہ کامل یقین پیدا ہو اور تو اپنے آپ سے بیخود ہو کر حق آگاہ ہو جائے اور اپنی حقیقت معلوم کر لے کہ تو کیا تھا اور کیا ہو گیا ہے جب یقین آجاتا ہے تو حجاب اٹھ جاتا ہے۔ اپنے آپ کو پوری طرح فراموش کر دیتا ہے اور زبان حال سے یہ بیت کہتا ہے ے

۱ معشوق عیاں بود نہ میدانستم — با من بمیاں بود نہ میدانستم
۲ گفتم بہ طلب مگر بجائے برسم — خود تفرقہ ایں بود نہ میدانستم

۱ معشوق تو ظاہر تھا میں نہیں جانتا تھا وہ تو میرے اندر ہی تھا میں نہیں جانتا تھا۔
۲ میں یہ سمجھا کہ طلب سے میں کسی جگہ پر پہنچ جاؤں گا۔ یہی خیال جدائی کی بنیاد تھا میں نہیں جانتا تھا
اے زخم خوردہ درویش! ہر چیز کی کوئی نہ کوئی انتہا ہے لیکن عشق اور محبت کی کوئی انتہا نہیں

یہی وجہ ہے کہ عاشق سیر نہیں ہوتے۔ دیکھی ہوئی چیزوں کو ان دیکھی سمجھتے ہیں، طلب سے ہاتھ کوتاہ نہیں کرتے، نہ تگ ودو سے کسی وقت باز نہیں آتے ان کو جتنا وصل میسّر آتا ہے اتنا ہی زیادہ دردمند ہوتے ہیں۔ جتنا زیادہ دردمند ہوتے ہیں اتنا ہی زیادہ واصل ہوتے ہیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کسی حال میں بھی ان سے کم نہیں ہوتی بلکہ دمبدم بڑھتی جاتی ہے ؎

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک　　　آتش شوق تیز تر گردد

(جب وصل کا وعدہ قریب آجاتا ہے تو شوق کی آگ تیز تر ہو جاتی ہے۔)

اے عزیز! جب تک تو سراسر آگ نہیں بن جائے گا تب تک جام جم کی بات نہیں کر سکے گا۔ ہر بے درد جو یہ دعویٰ کرے گا جھوٹ ہوگا۔ مدعی خام ہے خام اور پختہ برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور پختہ لوگوں کی باتیں خام کب جان سکتے ہیں؟ ؎

آنکہ بہ تبریز دید یک نظر از شمس دین　　　طعنہ زند بر دہہ سخرہ کند بر چلہ

(مولانا روم نے تبریز میں شمس دین سے جو کچھ ایک ہی نظارہ سے حاصل کیا وہ کئی دہوں پر طعنہ زنی کرتا اور کئی چلّوں کا مذاق اڑاتا ہے)

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے　　　بسیار بدی باید تا بد نام شود نامے

(بہت سا سفر چاہیئے تاکہ ایک خامکار پختہ ہو سکے ایک نام کو بدنام ہونے کے لیے بہت سی برائیاں درکار ہیں)

اے عزیز! تمام چیزیں آدمی کے اندر موجود ہیں لیکن خام ہیں جب تک عشق و محبت کی کٹھالی میں نہ پڑیں گی خالص سونا نہ بنیں گی۔ اگر خالص سونا بننا چاہتا ہے تو کسی کامل استاد کے پاس جا۔ تاکہ وہ تیرے حال کے مطابق تیرا علاج کرے بغیر کسی کامل رہبر کے تو اس مشکل کو حل نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ ایک عزیز فرماتے ہیں ؎

آنکہ بہ تبریز دید یک نظر از شمس دین　　　طعنہ زند بر دہہ سخرہ کند بر چلہ

(مولانا روم نے تبریز میں جو کچھ ایک ہی نظارہ سے حاصل کیا وہ کئی دہوں پر طعنہ زنی کرتا اور کئی چلّوں کا مذاق اڑاتا ہے)

ہائے افسوس میں ایسا مربی کہاں پاؤں؟ اگر کوئی سوال کرے کہ اگر ایسا مربی نہ مل سکے تو کیا کیا جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جلنا، پگھلنا، آہ وزاری کرنا، کم آزاری اور شب بیداری کرنی چاہئے کہ اس کے سوا اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ حضرت خواجہ شیرازی فرماتے ہیں ؎

۱ نیاز صبح و آہ شب کلید گنج مقصود ست — بدیں راہ و روش میرو کہ با دلدار پیوندی

۲ دلا بسوز کہ سوز تو کارہا بکند — نیاز نیم شبی دفع صد بلا بکند

۳ ز ملک تا ملکوتش حجاب بردارند — کسے کہ خدمت جام جہاں نما بکند

۴ عتاب یار پری چہرہ عاشقانہ بکش — کہ یک کرشمہ تلافی صد بلا بکند

۵ طبیب عشق مسیحا دم ست و مشفق لیک — چوں درد در تو نہ بیند کرا دوا بکند

۶ تو با خدائے خود انداز کار و دل خوش دار — کہ رحم گر نہ کند مدعی خدا بکند

۷ بسوخت حافظ و بوئے ز زلف یار نبرد — مگر دلالت ایں دولتش صبا بکند

۱ سحری کی نیاز مندی اور رات کی آہیں مقصود کے خزانہ کی چابی ہیں اسی راہ و روش پر چلا جا کہ آخر تو دوست سے مل جائے گا۔

۲ اے دل جلتا رہ کہ تیرا جلنا کئی کام بنائے گا۔ آدھی رات کی فریادیں سینکڑوں بلائیں دور کرتی ہیں۔

۳ جو جام جہاں نما کی خدمت سرانجام دیتا ہے اس کے لیے ملک سے لے کر ملکوت تک کے تمام حجاب اٹھا دیے جاتے ہیں۔

۴ پری چہرہ یار کے عتاب اور بوجھ کو عاشقوں کی طرح برداشت کر کہ اس کا ایک ہی کرشمہ سینکڑوں بلاؤں کی تلافی کرتا ہے۔

۵ عشق کا طبیب مسیحا دم بھی ہے اور مشفق بھی ہے لیکن جب تیرے اندر درد ہی نہ ہو تو وہ علاج کس چیز کا کرے؟

۶ تو دل کا معاملہ اپنے خدا کے سپرد کر دے اور خوش رہ کہ اگر مدعی رحم نہ کرے گا تو خدا رحم کرے گا۔

۷ حافظ جل گیا لیکن زلف یار کی خوشبو اس کو نہ مل سکی شاید باد صبا اس کی اس دولت پر کچھ دلالت کر سکے۔

اے زخم خوردہ درویش! جب تو کوئی مربی پالے گا تو تجھ کو اپنی قدر معلوم ہوگی۔ خدا کی قسم تو تو نہیں رہے گا تو اپنے آپ سے بیخود ہو کر حق آگاہی میں یہ غزل پڑھے گا ؎

۱	سالہا دل طلب جام جم از ما میکرد	آنچہ خود داشت زبیگانہ تمنا میکرد
۲	گوہرے کز صدف کون و مکاں بیروں بود	طلب از گمشدگاں لب دریا میکرد
۳	مشکل خویش بہ پیر مغاں بردم دوش	کو بتائید نظر حل معمّا میکرد
۴	دیدمش خورم و خنداں قدح بادہ بدست	واندراں آئینہ صد گونہ تماشا میکرد
۵	گفتم ایں جام جہاں بیں بتو کے داد حکیم	گفت آں روز کہ ایں گنبد مینا میکرد
۶	گفتمش زلف چوں زنجیر بتاں از پئے چیست	گفت حافظ گلۂ از دل شیدا میکرد

۱ کئی سال تک دل ہم سے جام جم طلب کرتا رہا جو کچھ وہ آپ رکھتا تھا اس کی بیگانوں سے تمنا کرتا رہا۔

۲ وہ گوہر جو کون و مکاں کے صدف سے باہر تھا۔ وہ گوہر دریا کا کنارہ گم کرنے والوں سے طلب کرتا رہا۔

۳ جب میں کل اپنی مشکل پیر کے پاس لے کر گیا جو کہ نظر کی تائید سے معمہ کو حل کیا کرتا تھا۔

۴ میں نے اس کو دیکھا کہ بڑا خوش و خرم ہاتھ میں شراب کا پیالہ لیے ہوئے تھا اور اس شیشہ میں سو طرح کی چیزیں ملاحظہ کرتا تھا۔

۵ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ جام جہاں بیں تجھ کو حکیم نے کب دیا تھا کہنے لگا کہ جس دن اس نے گنبد افلاک بنایا تھا۔

۶ میں نے اس سے پوچھا کہ زنجیر بتاں کی طرح یہ زلف کیوں ہے وہ کہنے لگا کہ حافظ اپنے دیوانے دل کا گلہ کرتا تھا (یعنی اسکے دل کو پکڑنے کے لیے یہ زنجیر رکھی ہے)

اے زخمی دل درویش! اس حال کی قدر وہی شخص جان سکتا ہے جو اس کمینی دنیا سے منہ پھیر لے

؎	بہ دنیا و عقبیٰ کسے قدر یافت	کہ او جانب خیر و تقوی شتافت

(دنیا اور عقبیٰ میں صرف اسی نے عزت پائی جو خیر و تقویٰ کی طرف دوڑا)

اے عزیز! جب دل دنیا کی گندگی سے آزاد ہو جاتا ہے تو جہان کا بادشاہ بن جاتا ہے اس کے بعد کوئی ڈر نہیں رہتا۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

۱	مارا نہ بود دریں جہاں از کس بیم	ایستادہ بہ پیش یار باشیم مقیم
۲	تجربہ یا۔ بہ کس نیست جاں را میلے	بر دل آہنم جہر جاہ و زر و سیم

۳ ما را نه بود دلے که خرم گردد	خود بر سر کوئے ما طرب گم گردد
۴ ہر شادی عالم که بما روئے دہد	یاد دل ما بر دو زو غم گردد!
۵ باید که غم عشق ترا خوبا شد	گر دست دہد غمش چه نیکو باشد
۶ مردی کن و در میان جان دارغمش	تا در نگری خود او غم اورا باشد

۱ ہم کو اس جہان میں کسی سے ڈر نہیں ہے ہم ہمیشہ دوست کے سامنے کھڑے ہیں۔
۲ دوست کے علاوہ جان کا میلان کسی طرف نہیں ہے ئیں دل میں جاہ، زر و سیم کی محبت نہیں رکھتا
۳ ہمارے پاس وہ دل ہی نہیں جو خوش ہو سکے ہمارے کوچہ پر تو خوشی بھی گم ہو جاتی ہے۔
۴ جہان کی ہر خوشی جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ ہمارے دل سے دوست کی یاد لے جاتی ہے اس سبب سے وہ غم بن جاتی ہے۔
۵ تجھ کو عشق کی غم ہونی چاہئے اگر اس کا غم حاصل ہو جائے تو کیسا اچھا ہو؟
۶ کچھ ہمت کر اور اس کے غم کو دل کے اندر رکھ تاکہ جب تو اپنے آپ کو دیکھے تو اسی کا غم ہو۔

اے زخم خوردہ درویش! خداوندی کارخانہ میں کسی کو بات کہنے کی مجال نہیں ہے اور عجز و نیاز کے بغیر کوئی وسیلہ نہیں ہے ؎

۱ اے در تو عیانہا و بیانہا ہمہ ہیچ	پندار یقینہا و گمانہا ہمہ ہیچ
۲ از ذات مقدست نشاں نتواں داد	کانجا که توئی بود نشانہا ہمہ ہیچ

۱ اے وہ کہ تیرے متعلق بیاں و عیاں سب ہیچ ہیں۔ خیال، گمان، یقین سب ہیچ ہیں۔
۲ تیری ذات اقدس کا نشان نہیں دیا جا سکتا جس جگہ تو ہو وہاں تمام نشان ہیچ ہیں۔

شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ قدس سرہ نے فرمایا کہ ایک دن میں ایک جماعت کے پاس پہنچا۔ امام غزالی کو دیکھا کہ سر زانو پر رکھا ہوا ہے اور دونوں انگلیوں کے درمیان قلم پکڑے حیران بیٹھے ہیں۔ میں نے سوال کیا کیا ہو رہا ہے؟ امام کس فکر میں ہیں؟ فرمانے لگے میں کیسے متفکر نہ ہوں کہ میں نے دنیا میں سیمرغ کے متعلق بہت کچھ معلومات لکھی تھیں اور اب معلوم ہو رہا ہے کہ وہ سب غلط تھیں مثنوی ؎

۱ ہلا اے مرغ زیرک بر بیندار	کہ ایں جا مشکل ست آہنگ پرواز

۲ درین وادی نہ راہ پیدا نہ منزل — ازیں پردہ نہ بانگ آید نہ آواز

۳ کسی واقف نہ میگردد ازیں حرف — کسے محرم نہ میگردد ازیں راز

۱ اے عقلمند پرندے اپنے پر ڈال دے کہ اس جگہ پرواز کا قصد کرنا مشکل ہے۔

۲ اس وادی میں نہ تو راستہ ظاہر ہے نہ منزل اس پردہ سے کوئی کسی قسم کی آواز نہیں آتی۔

۳ کوئی بھی اس حرف سے واقف نہیں ہو سکتا اور کوئی بھی اس راز سے محرم نہیں ہو سکتا۔

اے زخم خوردہ درویش! جتنا بھی تو عقل و ادراک سے قیاس کرے گا وہ اس سے برتر ہے۔ تو کبھی بھی ربوبیت کے اسرار معلوم نہیں کر سکتا کیونکہ کسی کو بھی اس میں مجال نہیں ہے اور علم و ادراک وہاں تک نہیں پہنچ سکتے ؎

۱ بر زباں حرف آید در دل خیال — برترست از ہر دو ملک لایزال

۲ نیست از راہ فکر عقل و قیاس — بے خدا ہیچکس خدا شناس

۱ زبان پر حرف آتے ہیں اور دل میں خیال اور لایزال بادشاہ ان دونوں سے بلند تر ہے۔

۲ فکر، عقل اور قیاس سے اس کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کی توفیق کے بغیر کسی نے بھی خدا کو نہیں پہچانا۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ خداوند تعالیٰ غیب الغیب ہیں اور کون و مکان کی نسبتوں سے پاک ہیں اسی لیے کہا گیا ہے کہ کنہہ خداوندی کی راہ بالکل مسدود ہے۔ اے عزیز! حق سبحانہ وتعالیٰ بے چون وبیچگون ہیں اور عالم ممکنات سے بالکل منزّہ و پاک۔ کوئی آدمی بھی اس کی ذات پاک کی راہ نہیں پا سکتا کہ کوئی آدمی بھی مرتبہ ذات حق سبحانہ وتعالیٰ میں کوئی پہ تو نہیں رکھتا وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ[۱] (اس کے علم میں سے کوئی چیز بھی معلوم نہیں کر سکتے مگر صرف وہی کچھ جو وہ چاہے)

مکتوبات میں حضرت شیخ عبد القدوس نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ[۲] (وہ اپنے بندوں پر غالب ہے) وہ عابدین کے نفوس کو اپنی سزا کے خوف سے مغلوب کرتے ہیں اور عارفین کے دلوں کو اپنے جمال کی شہود کی سطوت سے مقہور کرتے ہیں اور محبین کی ارواح کو اپنا جلال ظاہر کر کے دباتے ہیں۔ خواجہ ابو الوفا احراری فرماتے ہیں ؎

[۱] بقرہ ۲۵۵ - [۲] انعام ۱۸

۱ اے آنکہ بجز تو نیست اندر دو جہاں — بیروں ز خیال ہے و مبرّا ز مکاں
۲ ہر چند کہ عین ہر نشانی لیکن — اینست نشانت کہ ترا نیست نشاں

۱ اے وہ کہ تیرے سوا کوئی بھی دونوں جہان میں نہیں ہے تو وہم و خیال سے باہر ہے اور مکان سے مبرّا ہے۔

۲ ہر چند کہ تو ہر نشان کا عین ہے لیکن پھر بھی تیری نشانی یہی ہے کہ تیرا کوئی نشان نہیں ہے

عین المعانی میں امام علی موسیٰ رضا سے نقل کیا گیا ہے (ان کے آباء کرام اور اجداد عظام پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں) کہ آپ نے "اَللّٰہُ الصَّمَدُ"[1] کی تفسیر میں فرمایا کہ صمد وہ ہے کہ عقلیں اس کی کیفیت پر مطلع ہونے سے ناامید ہو جائیں ؎

کمالش روئے ہر اندیشہ بر بست — خرد را پشت ازیں اندیشہ بشکست

(اس کے کمال نے ہر سوچ بچار کا منہ بند کر دیا ہے اس سوچ و فکر سے عقل کی کمر ٹوٹ چکی ہے)

اے درویش لوگو! ہماری عقل و ادراک سے کیا بنے گا جبکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہ افصح العرب والعجم تھے اپنی عاجزی کا اقرار مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ کے لفظوں الفاظ سے کیا تو اس کے بعد کس کی طاقت ہے کہ یہاں دم مارے اور کوئی بات کر سکے۔ اے زخم خوردہ درویش! اگر تو تمام جہان کا علم بھی حاصل کر لے پھر بھی تو نادان ہے۔ جتنی پہچان تجھے زیادہ حاصل ہوتی جائے گی اپنے آپ کو اتنا ہی جاہل سمجھتا جائے گا ؎

اے برتر از خیال چہ گوئیم ثنائے تو — کس را رسد نہ فکر جمال صفائے تو

(اے خیالات سے بلند تر ہم تیری ثنا کیسے بیان کریں۔ تیرے صاف جمال تک کسی کی فکر نہیں پہنچ سکتی۔)

اے زخم خوردہ درویش۔ جب تجھ کو یہ نکتہ معلوم ہو گیا تو اب نامرادی کے کوچہ میں آ اور تکبر کے کانٹے کو نکال کر باہر پھینک دے اور عجز و نیاز و شکستگی کا تحفہ پیش کر اور اندوہ و حسرت کا ہدیہ صبح و شام بھیجتا رہ۔ غم و غربت کو اپنا ساتھی بنا۔ غم و فراق کا نقل دمبدم چکھ۔ خون جگر کی غذا کو اپنا قوت بنا۔ آنکھوں سے خون آلود آنسوؤں کا چشمہ رحمت جاری کر اور محبت کی گھاس کو دل کی زمین میں اس پانی سے پرورش کر تاکہ وہ سرسبز ہو جائے۔ بیداری کی حالت میں اس کی نگہبانی کرتا کہ وہ پختہ ہو جائے

[1] (اخلاص ۲)

اور مناسب وقت پر اس کے فصل کو اپنے قبضہ میں لا اور دل کی مراد کے مطابق خرمن تیار کر آدھا اپنی خوراک کے لیے رکھ اور دوسرا نصف حصہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر خرچ کر تاکہ تو ہمیشہ کی سرخروئی حاصل کر سکے۔

اے عزیز! حدیث میں آیا ہے کہ "حق سبحانہ وتعالیٰ ماں باپ سے زیادہ مہربان ہیں"۔ اور ماں باپ کی مہربانی ہر ایک کو معلوم ہے کہ اپنی اولاد کے لیے ان کے دل میں کس قدر محبت ہوتی ہے اگر ایک پل بھر بھی بچہ نظر سے غائب ہو جائے تو ہر طرف جستجو میں اس طرح بے اختیار و بیخود ہو جاتے ہیں کہ ان کو اپنی خبر نہیں رہتی۔ جب تک بچہ ان کو مل نہ جائے بیقرار رہتے ہیں۔ اگر بچہ بیمار ہو جائے تو ہر طرف جستجو میں پھرتے ہیں کہ کوئی طبیب ملے وہ خود بھی بیمار ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاج معالجہ میں پوری کوشش کرتے ہیں اور بچے کی صحت کے لیے تلخ دوا بھی اس کے حلق میں انڈیل دیتے ہیں اس وقت بچہ کے لیے تلخی پر تلخی بڑھ جاتی ہے۔ اگرچہ وہ وقت بچہ پر بڑا مشکل ہوتا ہے لیکن اس کی شفا اسی میں ہوتی ہے۔ اور اس وقت وہ تلخ دوا دینا عین مہربانی ہوتی ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! یقینی طور پر سمجھ لے اور اس کے علاوہ اور کوئی حقیقت ہے بھی نہیں کہ اگر حق تعالیٰ بندوں کو کوئی تلخی رنج وغم واندوہ چکھاتے ہیں تو یہ عین صواب ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ٥[1] "ہم ضرور آزمائیں گے تم کو کسی نہ کسی چیز سے خوف ہو یا بھوک مال کی کمی ہو یا جانوں اور پھلوں کی اور صابر لوگوں کو خوشخبری سنا دو۔ وہ لوگ کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ کی امانت ہیں اور اسی کی طرف پھر جانے والے ہیں" اے عزیز! حق سبحانہٗ تعالیٰ جو کچھ بھی بندہ پر بھیجیں عین صواب ہے۔ ہاں لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ یہ بھی اس کی مہربانی ہے۔ ہاں اس کی قدر وہی آدمی جان سکتا ہے جو صاحب حال ہو اور صاحب وقت کے سوا کوئی بھی وقت کی قیمت معلوم نہیں کر سکتا۔

حضرت رابعہ بصریہؒ صاحب وقت تھیں وہ ہمیشہ معبود کی عبادت میں مشغول رہتیں تاکہ کوئی دکھ نہ پہنچے۔ اپنی مناجات میں یہی کہا کرتی تھیں "اے بار خدایا! اے خداوند تو نے ردی تو بھیجدی

[1] بقرہ ۱۵۶

لیکن مجھے سالن دستیاب نہ ہوا مجھے نمک نہ مل سکا" - خدا کے دوست بلا کو عین عطا سمجھتے ہیں۔ اسے کبھی مصیبت نہیں جانتے - چنانچہ ایک عزیز فرماتے ہیں ؎

ما بلا خواہیم و زاہد عافیت — ہر متاعے را خریدارے بود

(ہم مصیبت مانگتے ہیں اور زاہد عافیت چاہتا ہے۔ ہر سامان کا کوئی نہ کوئی خریدار موجود ہوتا ہے)

ایک بزرگ سے منقول ہے کہ ایک نیک عورت جاگ رہی تھی۔ لیلۃ القدر کی رات اس کو میسر آ گئی - خدا تعالیٰ سے دعا کرنے لگی کہ "اے خداوند! میں تیری عطا چاہتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ مجھ پر کوئی مصیبت بھیج دے" جب صبح کو اٹھی تو اس کی انگلی پر ایک پھنسی نمودار ہوئی - جسم سڑنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کا ایک ایک بند علیحدہ ہو گیا اور وہ اسی حالت میں فوت ہو گئی ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است — زیر آں گنج کرم بنہادہ است

(ہر مصیبت جو کسی قوم پر اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے اس مصیبت کے نیچے اپنی بخشش کا خزانہ رکھ دیا ہے)

اے عزیز! جب تو نے یہ مقدمہ معلوم کر لیا تو اب جو کچھ بھی خداوند تعالیٰ تیرے لیے بھیجیں اس کو دل و جان سے قبول کر اور اگر ہو سکے تو اس نعمت کا شکریہ ادا کر کہ دوست تیرے معالجہ کی فکر میں ہے اور اسی میں اس کی عین مہربانی ہے اور یقینی طور پر سمجھ لے کہ میری تندرستی اسی میں ہے اور یہ عین صواب ہے ؎

۱ از مسبّب میرسد ہر خیر و شر — نیست از اسباب ثابت اے پسر

۲ اصل بیند دیدہ چوں اکحل بود — در غلط افتد چوں وے احول بود

۱ ہر خیر و شر مسبب الاسباب ہی کی طرف سے آتی ہے اسباب میں سے کوئی چیز بھی قائم بالذات نہیں ہے۔

۲ سرمگیں صحیح تندرست آنکھ ہمیشہ درست دیکھتی ہے اور جب آنکھ بھینگی ہو تو مغالطہ کھا جاتی ہے

ایک اور صاحب فرماتے ہیں ؎

زشت و زیبا ہر چہ بینی دست رو بر رو مزن — زانکہ عیب صنع کردن عیب آں صنعت گر است

(جو کچھ تو بھلا برا دیکھے اس پر رائے زنی نہ کر اس لیے کہ صنعت کا عیب بیان کرنا حقیقت میں صنعت گر کی عیب جوئی ہے)

حدیث میں آیا ہے کہ کسی وقت حضرت رسالت پناہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گاؤں میں تشریف لے گئے اس گاؤں میں ایک عورت روٹیاں پکا رہی تھی اور ایک خورد سال بچہ گود میں لیے ہوئے تھی۔ جب اس کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کی خبر ملی تو وہ استقبال کے لیے دوڑتی ہوئی آئی۔ آنحضرت کے پاؤں میں گر ہی اس کے بعد سوال کیا کہ میں نے سنا ہے آپ نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہ وتعالی ماں باپ سے زیادہ مہربان ہیں کیا یہ خبر صحیح ہے"؟ آنحضرت نے جواب میں فرمایا"ہاں درست ہے"۔ عورت نے کہا"اے اللہ کے رسول میں تو اس بچہ کو تنور میں نہیں پھینک سکتی"۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کی یہ بات سنی تو آپ رونے لگے۔ اس عورت نے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ جب اللہ تعالی ماں باپ سے زیادہ مہربان ہیں تو پھر اپنے بندوں کو دوزخ کے تنور میں کس طرح ڈالیں گے۔

اے زخم خوردہ درویش! خدا تعالی کی مہربانی کے متعلق ہم جو کچھ بھی کہیں وہ بہر حال اس سے بہت زیادہ ہے۔ قطعہ ؎

۱	ہر نقطہ کہ در دائرۂ قسمت اوست	بر حاشیہ مائدۂ نعمت اوست!
۲	در سینۂ ہر ذرہ اگر بشگافند	دریا پر از جہان رحمت اوست

۱ ہر نقطہ جو اس کی تقسیم کے دائرہ میں ہے اس کی نعمت کے دستر خوان کے حاشیہ پر ہے۔
۲ اگر ہر ذرہ کے سینہ کو پھاڑ دیا جائے تو اس میں اس کی رحمت اور نعمتوں کے دریا بہتے نظر آئیں گے

حضرت شیخ ابو الخیر سیف الدین باخرزی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں ؎

۱	اے سر تو در سینۂ ہر صاحب راز	پیوستہ در رحمت تو بر ہمہ باز!
۲	ہر کس کہ بدرگاہ تو آید بہ نیاز	محروم ز درگاہ تو کے گردد باز
۳ ؎	اے لطف عمیم تو خطا پوش ہمہ	وے حلقہ بندگیت در گوش ہمہ
۴	بردار خدایا ز کرم بار گناہ	در راہ فرو ماندہ است دوش ہمہ
۵	اے لطفِ تو آمال ہماں مار ہماں	در باغ تو گل بود ہماں خار ہماں!

۶ زاں برہمہ کس کشادہ باد درِ تو تا مست ہمی آید ہشیار ہماں

۱ اے وہ کہ تیرے اسرار ہر صاحب اسرار کے سینہ میں ہیں تیری رحمت کا دروازہ ہر ایک کے لیے کھلا ہوا ہے

۲ جو آدمی بھی نیاز مندی سے تیری بارگاہ میں آجائے پھر وہ تیری درگاہ سے کب محروم واپس جا سکتا ہے۔

۳ اے وہ کہ تیری عام بخشش ہر ایک کی خطا پوش ہے اے وہ کہ تیری غلامی کا حلقہ سب کے کانوں میں پڑا ہوا ہے۔

۴ اے خداوند! اپنی کرم نوازی سے گناہوں کا بوجھ اٹھالے کہ راہ میں ہر ایک کے کندھے بوجھ سے عاجز آگئے ہیں۔

۵ اے وہ کہ تیری مہربانی کے سامنے جس طرح ہماری امیدیں ہیں سانپ کی بھی ویسی ہی ہیں تیرے باغ میں پھول اور کانٹے کا ایک ہی مرتبہ ہے۔

۶ ہر ایک کے لیے تیرا دروازہ کھلا رہے تاکہ یہاں مست بھی آئیں اور ہشیار بھی۔

اب ہم پھر عشق کی باتوں کی طرف واپس آتے ہیں اور فضول گفتگو سے اپنی زبان بند کرتے ہیں۔ اے زخم خوردہ درویش! جو آدمی حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت کے سوا کوئی اور محبت اختیار کرے گا تو وہ محبت اس کو جلا ڈالے گی ؎

ہر کہ شد از غیر خدا قبلہ ساز سوختہ گردد ہم از اں قبلہ باز

(جو خدا تعالیٰ کے سوا اپنا کوئی قبلہ بنائے گا وہ خود بھی اور اس کا قبلہ بھی جل جائے گا

حق سبحانہ و تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہمارے خلیل کو جا کر کہو کہ اپنے بیٹے اسمٰعیل کو ہماری راہ میں قربان کردے کیونکہ ہماری اور کسی دوسرے کی محبت دونوں راس نہیں آسکتیں۔ اے زخم خوردہ درویش! جب مصر کی بادشاہی یوسف علیہ السلام کے ہاتھ میں آئی۔ قحط مسلط ہوگیا تو جبریل نے آکر کہا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسکینوں کے لیے مہمانی تیار کرو اور آپ خود بھی ان کے ہمراہ بیٹھو تاکہ قحط کے مارے ہوئے لوگ تیری روٹی کھائیں اور تیرے جمال کا مشاہدہ کریں اور تیرے جانفزا سخن سے اپنے غمگین دلوں کو تسلی دیں۔ یوسف علیہ السلام نے مہمانی تیار کی اور مصر کی تمام مخلوق کو بلایا جب سب لوگ دسترخوان پہ پہنچ گئے تو بارگاہ خداوندی سے جبریل پہنچے آپ نے یوسف

علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ خداوند تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ اس وقت تک روٹی نہیں کھا سکتے جب تک کہ ایک اور مہمان بھی نہ پہنچ جائے۔ جب وہ آجائے تو اس کے بعد کھانا کھاؤ اور آپ خود جا کر اس روٹی کے لیے اس مہمان کو تلاش کرو۔ یوسف علیہ السلام نے پوچھا اس کا نام کیا ہے؟ جبریل نے کہا زلیخا۔ جو کہ تیرے عشق و محبت میں گرفتہ ہو گئی۔ سلطنت اور بادشاہی کے تخت سے گر پڑی اور غربت کے گوشہ میں جا بیٹھی۔ یوسف علیہ السلام نے کہا اگر میں کسی اور کو بھیجدوں تو کیسا ہے؟ جبریل نے کہا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ مجھ سے زیادہ عزت والے نہیں ہیں۔ میں مالک ہوں تو میری مخلوق ہے اور میں تیرا خالق ہوں تو ہر وقت کا محتاج ہے اور میں بے نیاز ہوں۔ باوجود اس بے نیازی کے میں ہر رات آواز دیتا ہوں اور دستر خوان بچھاتا ہوں اور گنہگاروں کو میں خود آواز دے کر بلاتا ہوں کہ هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ اَغْفِرُ لَہٗ هَلْ مِنْ تَائِبٍ اَتُوْبُ عَلَيْهِ هَلْ مِنْ مُّسْتَرْزِقٍ اَرْزُقُہٗ هَلْ مِنْ مُّبْتَلیً فَاُعَافِيْهِ (کیا کوئی بخشش مانگنے والا ہے؟ کہ میں اس کے گناہ بخشدوں کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے؟ کہ میں اس کی توبہ قبول کروں کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے؟ کہ میں اس کو رزق دوں۔ کیا کوئی دکھی یا بیمار ہے؟ کہ میں اس کو عافیت عنایت کروں

یوسف علیہ السلام نے جب یہ حکم سنا تو اٹھ کر چلے گئے۔ جب زلیخا کے قریب پہنچے تو زلیخا نے اپنی لونڈی سے کہا اٹھ اور دروازہ کھول کہ یوسف آئے ہیں۔ یہ ہماری کتنی بڑی عزت افزائی ہے یہ ہم پر کتنا بڑا احسان ہے؟ اس لطف و مہربانی کو دیکھو کہ سحری کے وقت ندا ہوتی ہے کہ اے فرشتو! آسمان کے دروازے کھول دو کہ ہم گنہگاروں کو اپنی بارگاہ میں لائیں گے۔ لونڈی نے جواب میں کہا کہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ یوسف علیہ السلام آئے ہیں۔ زلیخا نے کہا میرے دل نے کہا ہے۔ لونڈی نے کہا دل تو تیرے پاس ہے اسے یوسف علیہ السلام کی کیا خبر؟ زلیخا نے کہا اے بے خبر! اگر دل میرے پاس ہوتا تو پھر نکہ ہی کیا تھا؟ ؎

قالبم اینجاست جاں در کوئے دوست ۔۔۔ خلق پندارد کہ جاں در قالب ست

(میرا جسم تو اس جگہ ہے اور جان دوست کے کوچہ میں ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ جان جسم کے اندر ہے)

اے نادان! میرا دل یوسف علیہ السلام کے پاس ہے بلکہ خود یوسف ہے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی ۔۔۔ تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

دمیں تُو ہو گیا تُو میں بن گیا میں جسم بن گیا تو جان ہو گیا تاکہ آج کے بعد کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ میں اور ہوں تُو اور ہے)

جب یوسف علیہ السلام اندر آئے تو سلام کہا۔ زلیخا نے سلام کا جواب دیا اور کہا ے

خوش آمدی و خوش آمد ہزار آمدنت ہزار جان گرامی فدائے ہر قدمت

(تیرا آنا مبارک تیرے آنے کی ہزار خوشی۔ ہزاروں گرامی جانیں تیرے ہر قدم پر نثار)

ذرات کے ہر ذرہ سے مبارکباد کی آواز پہنچی وہ خزاں کا وقت تھا گویا کہ تازہ بہار آ گئی ے

مبارک باد اے مستاں کہ ایام بہار آمد بشکل و چہرۂ زیبا بہ پیشم آں نگار آمد

(اے مست لوگو! مبارک ہو کہ بہار کے دن آ گئے۔ میں دیکھتا ہوں کہ زیبا چہرے اور خوشنما شکل میں وہ معشوق میرے سامنے آ گیا۔

اس کے بعد از روئے ناز یا درد فراق کی وجہ سے کہا اے جوانمرد اور اے ناجوانمرد! یوسف علیہ السلام نے کہا یہ تیری کلام متناقض ہے اگر میں جوانمرد ہوں تو پھر ناجوانمردی کا کیا معنی؟ زلیخا نے جواب میں کہا کہ تو جوانمرد تو اس لحاظ سے ہے کہ خدا تعالے کا پیغمبر ہے اور ناجوانمرد اس حیثیت سے ہے کہ تو نے مجھ کو جلا ڈالا ے

سوختم چنداں کہ دیگر نیست بر تن جائے داغ بعد ازیں خواہم نہادن داغ بر بالائے داغ

(میں اتنا جل گئی ہوں کہ میرے جسم پر اور کوئی جگہ داغ دینے کے لیے نہیں رہی ہے۔ اس کے بعد میں داغ کے اوپر داغ رکھوں گی)

تعجب کا مقام ہے کہ میں نے جوانی، خاندان، دنیا جہان اور بادشاہی تیرے لیے قربان کر دی، آنکھوں سے نابینا ہو گئی اور تو نے مجھ کو فراموش کر دیا اور کبھی بھول کر بھی اس عاجز شکستہ دل کو جو کہ تیری محبت میں فنا ہو چکی ہے یاد نہ کیا۔ یوسف علیہ السلام نے پوچھا جب میں آیا تو تو اٹھ کر کھڑی کیوں نہ ہوئی؟ زلیخا نے کہا کھڑا تو وہ ہو جس میں جان ہو یا پاؤں رکھتا ہو ے

بہ بیں مر عاشقاں را بے سر و پا کہ عاشق را سر و ساماں نباشد

(عاشقوں کو بے سر و پا دیکھ کہ عاشقوں کے پاس سر و سامان نہیں ہوتا)

یوسف علیہ السلام نے کہا تجھے میری دعوت کے دسترخوان پر آنا چاہئے۔ زلیخا نے کہا ابھی وَلَقَد

هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا وہ یوسف علیہ السلام سے اپنی بات پر اصرار کرتی رہی اور یوسف علیہ السلام اس سے اپنی بات پر اصرار کرتے رہے) کہ مہمان خانہ میں تیرے عشق کے دستر خوان پر بیٹھی ہوں تیرے جمال کا شوق میری غذا ہے میں کھانے کو کیا کروں گی؟ ؎

حلوہ بکسے دہ کہ محبت نہ چشیدہ

(حلوہ اس آدمی کو دے کہ جس نے محبت کا مزہ نہ چکھا ہو)

تعجب کا مقام ہے کہ قیامت کے روز جب بہشت میں جلوہ نمائی کریں گے تو منادی آواز دیگا "خدا تعالیٰ کی مغفرت اور ایسی جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض سب آسمان اور سب زمینیں ہے"۔ تو سب آدمی چلے جائیں گے مگر عاشق نہ جائیں گے ؎

عاشقے کز وصل جاناں خوردہ قُوت　　صد عدن پیشش نیرزد ترہ تُوت

(وہ عاشق جس نے وصل محبوب کی غذا کھالی ہے۔ اس کے نزدیک سینکڑوں جنت ایک تنکے کی حیثیت بھی نہیں رکھتے)

وہ کہیں گے ہم بہشت کو کیا کریں ہمیں تو وہ غذا چاہئے "جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہو اور نہ کسی کان نے سنی ہو اور نہ کسی دل پر اس کا گذر ہوا ہو"۔ بیوقوفوں کی غذا اور ہے اور صادقین کی غذا اور عاشقوں کی غذا اور چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

من بجنت نروم تا رخِ زیبا تو نہ بینم

(میں جنت میں اس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک کہ تیرے چہرہ کا دیدار نہ کر لوں گا)

اگر دوست پاس موجود ہو تو اسے فردوس کی کیا ضرورت ہے۔ عارفین کی غذا ذکر خدا ہے اور عاشقوں کی غذا دیدار حق وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ[1] (کئی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے)

جب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں لے گئے تو اٹھارہ ہزار جہان آپ کی نظروں میں لائے گئے آپ نے ان کو گوشۂ چشم سے بھی نہ دیکھا اس لیے کہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (نہ تو نگاہ ٹیڑھی ہوئی اور نہ حد سے بڑھی) کی ہمت رکھتے تھے اور کسی مقام پر بھی آپ نے سر نیچا نہ کیا اور کوئی مرتبہ قبول نہ کیا تو آپ عزت کے اس مقام پر پہنچے کہ عرش آپ کی جوتیوں کے نیچے آیا۔ جب تک خداوند

[1] قیامت ۲۳ -

تعالیٰ کو دیکھ نہ لیا آرام نہ کیا ۔عاشق آدمی کو چاہیئے کہ پانی اور آگ سے نہ ڈرے ؎

۱ چشمی بہ سحاب ہم نشیں می باید　　طبعے ز نشاط خشمگیں مے باید

۲ لب بر لب و دشنہ بر سینۂ تیغ !　　آسائش عاشقاں چنیں می باید

۱ آنکھ بادل کی حریف ہونی چاہیئے ۔طبیعت نشاط سے خشمگیں چاہیئے ۔

۲ لب خاموش ہوں اور سینہ خنجر کی دھار پر ہو ۔عاشقوں کو ایسا ہی آرام چاہیئے ۔

اے عزیز! حق کی توجہ اور ذکر میں مضبوط ہو جانا چاہیئے ۔ مخلوق کی بھلائی برائی کی طرف کوئی توجہ نہیں کرنی چاہیئے ۔عاشق کا کام ۔گرم رؤوں (سخت مزاجوں) کو دل و جان سے نکال دینا چاہیئے ۔ جب دل اس پر قوی ہو جاتا ہے تو پھر جو کچھ اس کے سامنے آتا ہے خدا کی طرف سے سمجھتا ہے وہ جو کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرتا ۔ اور کسی چیز سے مضطرب نہیں ہوتا ۔ایسے آدمی کو مبارک ہو جس کے پاس قلب سلیم ہو اور یہ اللہ تعالے کا بہت بڑا احسان ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس کے ساتھ تعلق قائم کرو جو تم سے کبھی الگ نہ ہو جو تجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کر دے جو تجھ سے برائی کرے اس کے ساتھ نیکی کر جو تجھے نہ دے تو اس کو دے اور یہ کہ تو حق کہے اگرچہ وہ کڑوا ہی کیوں نہ ہو ۔اے زخم خوردہ درویش! عاشق ایسے آدمی کو کہتے ہیں جو کسی چیز سے دلگیر نہ ہو اور کسی مخلوق کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے کسی کو برا نہ کہے کسی کی عیب جوئی نہ کرے ۔کسی کا حسد نہ کرے ۔خلقت کے ظلم کو عین وفا سمجھے ۔ مدح و ذم میں کوئی فرق نہ کرے ۔خواہشات نفسانی کا اس میں کوئی دخل نہ ہو اور ان کے اندر سوائے نام کے اور کوئی چیز نہ رہ گئی ہو چنانچہ ایک عزیز فرماتے ہیں ؎

چوں عاشق شد فنا در وجہ معشوق　　ہمہ معشوق ماند تا بدانی !

(جب عاشق معشوق کے چہرہ میں فنا ہو جاتا ہے تو پھر سب کچھ معشوق ہی رہ جاتا ہے تجھے سمجھ لینا چاہیئے)

اے زخم خوردہ درویش! اولیاء اللہ کی یہی صفات ہوتی ہیں جو بیان کی گئی ہیں اور انکو کوئی ڈر اور غم نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خبردار! اولیاء اللہ پر نہ تو کوئی خوف ہے نہ غم"۔ اگر کوئی سوال کرے کہ خوف اور غم تو کسی کامل ولی اللہ بلکہ کسی نبی سے بھی زائل نہیں ہوا ہے ۔تمام اہل اللہ

اس بات پر متفق ہیں پھر یہ خوف کیسا ہوتا ہے اور اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نہ دوزخ سے ڈرتے ہیں نہ ان کو بہشت کی آرزو ہے ان کا ڈر اور غم شوق کی وجہ سے ہوتا ہے اس لیے کہ یہ لوگ جتنا بھی معرفت کے آبحیات کا متقطر پانی نوش کر کے مالامال ہوتے جاتے ہیں اتنا ہی زیادہ پیاسے ہوتے جاتے ہیں اور گھونٹ کی آرزو میں آہ وزاری کرتے ہیں ان کو اس بات کا خوف وغم رہتا ہے کہ یہ آبحیات کہیں منقطع نہ ہو جائے۔

سبو سبو دہ خم خم دل نوید مرا ! قدح چوں آب زند آتش بلند مرا

(مجھ کو مٹکوں کے مٹکے اور سبو کے سبو دیدو میرے دل کو خوشخبری سنا دو۔ پیالہ جب پانی گرائے تو مجھے آتش بنا دو)

غرض ان لوگوں کو اس تعلق کے ٹوٹ جانے کا خوف رہتا ہے۔ اے زخم خوردہ درویش اعانتقول کی جان سخت مستسقی ہے ان کو اس کے علاوہ اور کوئی فکر نہیں ہوتی خواہ وہ خواب میں ہوں یا بیداری میں اسی جستجو میں رہتے ہیں دوسرے تمام غم واندیشے ان سے ختم ہو چکے ہوتے ہیں ہر لحہ اور ہر لحظہ ان کی طبیعت سے "ہل من مزید" کی فریاد اٹھتی ہے یعنی لاؤ اور لاؤ۔ دیدو۔ انڈیل دو میں جل گیا میں جل گیا۔ جب تک ان کی جان میں کوئی رمق باقی رہتی ہے اسی تشنگی میں رہتے ہیں، تاآنکہ قیامت قائم ہو جائے۔

۱ خوش وقت آں کساں کہ شباں روز روز شب	غافل نہ یک زمان شب و روز روز شب
۲ نالند ہمچوں لئے وگدازند ہمچوں موم	فارغ نیند زمان شبانروز روز و شب
۳ غرند ہمچوں رعد شتابند ہمچوں باد	ابرند دواں دواں وشب و روز روز و شب
۴ لرزند ہمچوں بید زباد غم فراق	میرند زماں زماں وشب و روز روز و شب
۵ مستند زجام عشق طلب میکنند جام	گونید بدہ دہاں شب و روز روز و شب
۶ دائم براہ او و تگاپوئے آورند ! !	فرصت نہ یک زمان وشب و روز روز و شب
۷ عثمان شتاب درپئے اوزم اسپ گیر	منشیں کو دائماً ن شبانروز روز و شب

۱ خوش وقت ہیں وہ لوگ جو رات سے دن اور دن سے رات تک اس کی یاد سے ایک لحظہ بھی غافل نہیں ہیں

۲ بانسری کی طرح فریاد کرتے ہیں اور موم کی طرح پگھلتے ہیں کسی وقت بھی دن رات میں اس سے فارغ نہیں ہیں۔

۳ رعد کی طرح گرجتے ہیں ہوا کی طرح دوڑتے ہیں وہ ایک ایسا بادل ہیں جو دن رات چلتا رہتا ہے۔

۴ فراق کے غم کی ہوا سے بید کی طرح کانپ جاتے ہیں اور دن رات ہر وقت ان کی موت ہوتی رہتی ہے۔

۵ عشق کے جام سے مست ہیں اور اور جام طلب کرتے ہیں منہ سے کہتے جاتے ہیں کہ اور لاؤ اور لاؤ۔

۶ ہمیشہ اس کی راہ میں دوڑتے رہتے ہیں۔ دن رات ان کو کسی وقت بھی فرصت نہیں ہے۔

۷ عثمان! ان کے پیچھے دوڑ ان کے گھوڑے کی دم پکڑ لے۔ اور کسی وقت بھی ان کی تلاش سے فارغ نہ رہ

اے زخم خوردہ درویش! عاشق کو پہچان جانتا ہے کہ عاشق کون ہوتا ہے؟ عاشق وہ ہے جو دنیا سے سیر ہو چکا ہو۔ دونوں جہانوں سے اٹھ گیا ہو۔ ہستی کی قید سے آزاد ہو چکا ہو اور دوست سے مل چکا ہو۔ ماسوی اللہ پر لات مار چکا ہو اپنی تدبیر اور حیلہ سے گزر چکا ہو اور اپنے آپ کو دوست کے اچھی طرح سپرد کر چکا ہو۔ اختیار کی لگام ہاتھ سے چھوڑ چکا ہو اور مخلوق کے تعلقات توڑ چکا ہو۔ ماسوی اللہ سے آنکھیں بند کر چکا ہو درد و اشتیاق سے سانپ کے ڈسے ہوئے کی طرح بیقراری میں ہو۔ بے سروسامان ہو، اپنی جان جلا چکا ہو ماسوی اللہ سے آنکھیں بند کر چکا ہو۔ اس کے دل میں آگ لگی ہوئی ہو خون جگر کھاتا ہو اور خاک سر پر ڈالتا ہو۔

۱	سیر آمدہ از خویشتن مے باید	برخاستہ ز جان تن می باید
۲	در ہر قدمے ہزار بند افزونست	زیں کم روی بند شکن می باید

۱ اپنے وجود سے بیزار ہو جانا چاہئے۔ جان و تن سے آزاد ہو جانا چاہئے۔

۲ ہر قدم پہ یہ ہزار نصیحت سے بھی زیادہ ہے اس تھوڑا چلنے سے کمر بند توڑ دینا بہتر ہے۔

افسوس تو نے دعویٰ تو کیا لیکن دلیل کہاں ہے؟ تو نے لاف تو ماری برہان کیا ہے؟ تو نے

دعویٰ کیا ہے تو اس کی دلیل بھی چاہیئے۔ مال وجان کی قربانی تیرا رویہ ہونا چاہیئے۔ موسیٰ علیہ السلام کی محبت اور خلیل علیہ السلام کا شوق ہونا چاہیئے اگر تجھے اس خوبصورت دوست کی صحبت درکار ہے تو یہ سب کچھ کرنا پڑے گا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی کمال محبت، کرم اور بزرگی کی وجہ سے بندوں کو آواز دیتے ہیں کہ یَا عَبْدِیْ اِشْتَغَلْتَ بِالْحُوْرِ وَالْقُصُوْرِ وَنَسِیْتَنِیْ وَذَرْتَنِیْ دَانِیْ وَحَقِّیْ مُشْتَاقٌ اِلٰی لِقَائِکَ اَلَا طَالَ شَوْقُ الْمُشْتَاقِ اِلَیَّ وَاَنَا اَشَدُّ شَوْقًا اِلَیْھِمْ مِنْھُمْ (یعنی اے میرے بندے تو حور وقصور میں مشغول ہو گیا اور تو نے مجھ کو فراموش کر دیا اور چھوڑ دیا اور حال یہ ہے کہ میں تیری ملاقات کا مشتاق ہوں۔ ہوش سے سن! کہ مشتاقوں کا شوق میرے لیے بہت بڑھ گیا ہے اور میں ان سے بڑھ کر ان کا مشتاق ہوں۔

یہ صحیح ہے کہ ہمارت کا ہاتھ کبریائے قدیم کے دامن تک کوشش اور طلب سے نہیں پہنچ سکتا کہ دریائے محبت میں غرق ہونے والے کے لیے اس بشارت کا اشارہ بہت بڑی دولت ہے کہ تو نے مجھے چھوڑ دیا حالانکہ میں تیری ملاقات کا مشتاق ہوں"۔ مشہور محاورہ اَلْغَرِیْقُ یَتَعَلَّقُ بِکُلِّ حُشَیْشٍ (ڈوبنے والا ہر تنکے کا سہارا لیتا ہے) کے مطابق ہاتھ پاؤں ضرور مارنے چاہئیں۔ اگر کامیابی کے کنارہ پر جا لگا تو فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا (اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی) اور اگر اسی تگ ودو میں جان چلی گئی تو فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ (اس کا اجر خدا تعالیٰ کے ذمہ ہو گیا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے (یعنی حدیث قدسی ہے) کہ جس کو میری محبت قتل کر ڈالے میں اس کو اپنے دیدار کا فدیہ دیتا ہوں"۔

اے زخم خوردہ درویش! اگر دوست کی دوستی کا کچھ خیال رکھتا ہے تو سر کی بازی لگا دے ؎

کمال از سر کن وانگہ قدم نہ در حریم او	کہ از بسیاری جانہا در انجا سر نمی گنجد

(سر کی بازی لگا کر کمال دکھا اور اس کے بعد اس کے حریم ناز میں قدم رکھ کہ جانوں کی کثرت کی وجہ سے وہاں سر کی گنجائش نہیں ہے)

اے درویش! تو عشق کا دعویٰ بھی کرے اور یہ بھی چاہے کہ تو سلامت رہے یہ بات نہیں ہو سکے گی ؎

کنی دعویٰ بہ عشق دوست وانگہ زود فنا خواہی	زہے دعویٰ دروغے کاندرو عیش وشفا خواہی

ل احزاب ۷۱ ۲ نساء ۱۰۰۔

دوست کے عشق کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور پھر اس سے وفا کی طلب بھی رکھتا ہے یہ کتنا جھوٹا دعویٰ ہے کہ اس میں عیش و شفا چاہتا ہے)

جس کے سر میں عشق کا سودا سما جائے جب تک وہ جان نہ دے دے تکلیف میں رہتا ہے

عشق بلاخانہ ایست ہر کہ در آید درو! | باز نیاید برون تا سر و جان نہ سپرد

(عشق ایک ایسا مصیبت خانہ ہے کہ جو بھی اس کے اندر آ جائے جب تک سر اور جان اس کے سپرد نہ کر دے واپس نہیں جا سکتا)

خواجہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

۱ عشقت نہ سرسری ست کہ از سر بدر شود | مہرت نہ عارضی ست کہ جائی دگر شود

۲ دردیست درد عشق کہ اندر علاج او | ہر چند سعی بیش نمائی بتر شود!

۱ تیرا عشق کوئی سرسری چیز نہیں ہے جو سر سے نکل جائے۔ تیری محبت عارضی نہیں ہے۔ جو کسی دوسری جگہ چلی جائے۔

۲ عشق ایک ایسی بیماری ہے کہ اس کے علاج میں تو جتنی بھی کوشش کریگا حالت بد سے بدتر ہوتی چلی جائے گی۔

اے زخم خوردہ درویش! اگرچہ عشق کی راہ بڑی مشکل ہے لیکن عشق کے بغیر زندہ رہنا اور مرنا دونوں برابر ہیں ؎

۱ بارہا با خود این قرار کنم | کہ روم ترک عشق یار کنم

۲ باز گویم بہ دل کہ بار دگر | نہ کنم عاشقی چہ کار کنم

۱ میں کئی دفعہ اپنے آپ میں ارادہ کرتا ہوں کہ میں آئندہ چلا جاؤں گا اور دوست کا عشق چھوڑ دوں گا۔

۲ پھر میں اپنے دل سے دوبارہ کہتا ہوں کہ اگر میں عاشقی نہیں کروں گا تو کیا کام کروں گا۔

اے زخم خوردہ درویش! اگر تو خداوند تعالیٰ کی دوستی و محبت کا اقرار کرتا ہے تو مردوں کی طرح قدم اٹھا۔ دائیں بائیں نہ جھانک۔ مخلوق سے اپنی امیدیں منقطع کر لے۔ اپنا بھروسہ خداوند تعالیٰ پر رکھ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَهُوَ حَسْبُهٗ[1] (جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے تو وہ اس کو کافی ہے)

[1] طلاق ۳۔

اور اپنے آپ کو مکمل طور پر خدا تعالیٰ کے سپرد کر دے اور پوری دلجمعی سے بیٹھ جا خداوند تعالیٰ کافی ہے ؎

۱ ہر کہ تولا بدر حق کند توسن افلاک شود رام او

۲ گرچہ شود جملہ جہاں دشمنش کچ نہ کند موئے ز اندام او

۱ جو خداوند تعالیٰ کے دروازہ کی دوستی رکھے افلاک کا گھوڑا اس کے لیے تابع ہو جاتا ہے

۲ اگر تمام دنیا بھی اس کی دشمن ہو جائے تو اس کے جسم کا ایک بال بھی ٹیڑھا نہیں کر سکتی۔

اگر تو مخلوق پہ بھروسہ کرے گا تو بغیر آسرے کے رہ جائے گا اور اگر خالق پہ تکیہ کرے گا تو دونوں جہانوں کا تونگر بن جائے گا۔ اپنا ہاتھ دونوں جہانوں سے اٹھا لے ؎

تکیہ بر دیوار کردم بر سرم بارید خاک خاک بادا بر سر آں کو تکیہ بر غیرے کند

(میں نے دیوار کا سہارا لیا میرے سر پہ خاک پڑی۔ جو غیر پہ تکیہ کرے خدا کرے اس کے سر پہ خاک پڑے)

اے زخم خوردہ درویش! جب تجھے معلوم ہے کہ ایسا بیمثال مالک کھلا ہے تو تجھے چاہیئے کہ اس کے سوا تو کسی چیز میں مشغول نہ ہو اور ہر چیز کو اس کی راہ میں قربان کر دے۔ سر دھڑ کی بازی کے بغیر تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ کبھی نہیں کبھی نہیں کبھی نہیں ؎

در طریق عشق بازی جاں بباید باختن گر جاں نخواہی باختن جاناں نخواہی یافتن

(عشق بازی کی راہ میں اپنی جان قربان کر دینی چاہیئے اگر جان قربان نہیں کرے گا تو محبوب کو بھی حاصل نہیں کر سکے گا)

جس نے بھی کہا ہے کیا اچھا کہا ہے ؎

۱ مارا نبود دریں جہاں از کس بیم استادہ پیش عشق باشیم مقیم!

۲ بر دل نہ نہیم مہر جاہ و زر و سیم مارا چہ بمند یارہ چہ دیباچہ گلیم

۱ ہمیں دنیا میں کسی کا ڈر نہیں ہے ہم ہمیشہ عشق کے دربار میں کھڑے ہیں۔

۲ ہم اپنے دل میں مرتبہ اور سونے چاندی کی محبت نہیں رکھتے۔ ہمارے لیے ٹاٹ۔ ریشم اور گودڑی سب برابر ہیں۔

اے زخم خوردہ درویش! یہ ہنرگاری کی عادت ڈال تاکہ تو محسن ہو جائے اور تو رحمت کی ہمسائیگی

میں آکر بخشا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ "اللہ کی رحمت نیکو کاروں کے بہت قریب ہے" اے عزیز! کیا تجھے معلوم ہے کہ متقی کس کو کہتے ہیں۔ شریعت میں تو متقی وہ ہے کہ جو اس کو حکم دیا گیا ہے خواہ وہ امر ہو یا نہی اس سے شریعت کے مطابق ایک بال برابر بھی تجاوز نہ کرے اور طریقت میں متقی وہ ہے جو اپنے دل کو خدا تعالیٰ کی محبت کے سوا اور چیزوں کی محبت کی گندگی سے پاک و صاف کر دے۔ اور حقیقت میں متقی وہ ہے کہ جس کے دل میں غیر کے خیال کے لیے کوئی جگہ نہ رہ جائے اور پورے طور پر احدیت کے مشاہدہ میں غرق ہو جائے اور خواہشات نفسانی میں اس کا کوئی دخل باقی نہ رہے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقین کے ساتھ ہیں) پرہیز گاری جتنی زیادہ ہو گی اتنی ہی رحمت زیادہ ہو گی اور جتنی رحمت زیادہ ہو گی اتنی ہی ترقی زیادہ ہو گی۔ پرہیز گاری رحمت کا نتیجہ ہے اور رحمت قرب کا نتیجہ ہے اور قرب ایمان کا نتیجہ ہے اور ایمان سارے کا سارا ذوق ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ "ایمان پورے کا پورا ذوق ہے" جس کا ذوق پورا ہے اس کا ایمان پورا ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! جب یقین اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو پورے طور پر حق تعالیٰ میں مشغول ہو جاتا ہے اور جب وہ پوری طرح حق تعالیٰ میں مشغول ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو تمام غیر فکروں سے آزاد کر دیتے ہیں اور اس کے دل میں کوئی آرزو باقی نہیں رہ جاتی۔ وہ سرتاپا ذوق بن جاتا ہے اور ایمان کی نشانی خدا تعالیٰ کی محبت اور ذوق ہی ہے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں "پھر جو لوگ ایمان لائے ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں"۔ جس آدمی میں پرہیز گاری کی کمی ہو گی اس سے عبادت نہیں ہو سکے گی۔ خواہشات نفسانی پیدا ہو جائیں گی اور کفر میں مبتلا ہو جائے گا۔ پناہ بخدا شیطان مردود سے پھر اس کا دل بیمار ہو جاتا ہے وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا وَّمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (اور جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے ان کی گندگی زیادہ ہو گئی اور وہ کفر ہی کی حالت میں مر گئے)

اے زخم خوردہ درویش! ہر حال اور ہر فعل میں لرزاں و ترساں رہنا چاہئے جو حق سبحانہ و تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ یقیناً اپنے مقصود پر پہنچ جاتا ہے اور پوری کی پوری پرہیز گاری صرف خداوند تعالیٰ کا خوف ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ (جو لوگ اپنے رب سے

غیب میں ڈرتے ہیں ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے)

منقول ہے کہ ایک دن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے تھے حضرت جبریل علیہ السلام پہنچے۔ عرض کیا اے اللہ کے رسول اس رونے کا کیا سبب ہے؟ فرمایا اے میرے بھائی! حق تعالیٰ کی بے نیازی کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ حضرت جبریل بھی رونے لگے۔ عرض کیا اے اللہ کے رسول! معاملہ تو اسی طرح کا ہے رونا ہی چاہیئے۔ اے عزیز! باتمیز! جہاں مقربان بارگاہ الٰہی کا یہ حال ہو وہاں میرے اور تیرے جیسے لوگوں کے دم مارنے کا کونسا مقام ہے؟ افسوس! افسوس! عمر کا آفتاب غروب ہونے کو آیا۔ لیکن ابھی تک دل میں عبرت نہ آئی۔ اس کے عشق و محبت کا دعویٰ کرتا ہوں لیکن اس کی قضا و قدر کے فیصلوں کو ایک لمحہ اور ایک لحظہ کے لیے بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ ہماری ہمت کے سر پہ خاک ہماری ہمت کے سر پہ ہزار خاک ؎

اے وائے باز کردہ پشیماں نمی شویم   درویش می شویم و مسلماں نمی شویم

(ہائے افسوس کہ ہم اپنے کیے ہوئے سے پشیمان نہیں ہوتے۔ درویش تو بن جاتے ہیں لیکن مسلمان نہیں ہوتے)

اے زخم خوردہ درویش! کسی وقت مردان خدا کی باتیں سن۔ اے عزیز! یقینی طور پہ سمجھ لو اور حقیقت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ عین قرب کی حالت میں اس لایزال جمال کے مشاہدہ سے اخص الخواص پہ اس جمال سے تشنگی چمک اٹھتی ہے اور عین مشاہدہ میں ترقی سمجھتے ہیں اور اس ترقی میں ترقی کرنے سے کبھی سیراب نہیں ہوتے بلکہ ان کی حالت ہمہ تن شوق و حزن و قلق و اضطراب بن جاتی ہے اور حق تعالے ہمیشہ اپنے عارفوں کو کشادگی کی تجلی میں اپنے ذوق سے سرفراز فرماتے ہیں اور حصول میں کوئی اور تجلی ہو جاتی ہے۔ ہر تجلی استعداد حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اور ہر استعداد تجلی کا سبب ہے اور حقیقی تجلیات کا یہ منظر و صاف چشمہ کبھی ختم نہیں ہوتا ؎

اگر در ساعتے صد بار رخسارش بصد دیدہ   ہمی بینی مشو قانع کہ رخسارے دگر دارد

(اگر تو ہر ساعت میں سینکڑوں مرتبہ اس کا رخسارہ سینکڑوں آنکھوں سے دیکھتا ہے تو اس پر قناعت نہ کر کہ اس کا اور بھی رخسارہ ہے)

اے عزیز! محققین حق آگاہ کے نزدیک خداوند تعالیٰ کی ذات کی کنہ مُدرَک و مفہوم نہیں ہو سکتی اس کے ادراک کا دروازہ بند ہے ان کے نزدیک پوری عقل وہ ہے جو کسی طرح بھی ادراک کی طلب سے آرام

نہ کرے پس اس لحاظ سے عاشقوں کا سکون و آرام ظاہری عقل کے مطابق نہیں ہوتا ہے

قرار و صبر ز حافظ طمع مدار اے دوست　　　قرار چیست صبوری کدام خواب کجا

(اے دوست! حافظ سے صبر اور قرار کی توقع نہ رکھ۔ قرار کیا ہے؟ صبر کون ہے؟ نیند کہاں ہے؟)

منقول ہے کہ ایک آدمی نے سلطان العارفین کو خط لکھا کہ اس جگہ ایک ایسا آدمی بھی ہے جس نے محبت کی شراب کا پیالہ پیا ہے اور ازل سے مست ہے۔ سلطان العارفین نے جواب میں فرمایا کہ یہاں ایسے آدمی بھی ہیں جو دریا کے دریا پی جاتے ہیں اور پھر بھی "ہَلْ مِنْ مَّزِیْد" (کیا کچھ اور بھی ہے؟) کی صدا لگاتے جاتے ہیں۔

اے زخم خوردہ درویش! اصل کام یہی ہے کہ حق کی تلاش میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ کسی مقام پر ٹھہر نہیں جانا چاہیئے۔ عاشق لوگ ہر وقت رَبِّ اَرِنِیْ (اے میرے رب مجھے اپنا آپ دکھا) کا نعرہ لگاتے ہیں اور لَنْ تَرَانِیْ (تو مجھے کبھی نہ دیکھ سکے گا) کے جواب کو اپنے کانوں میں نہیں لاتے اور اس کے زخم کی پرواہ نہیں کرتے۔ کیونکہ محبوب کا طمانچہ عاشق کے لیے ان کے عشق کی قیمت ہے۔ ناز ناز تو ہے لیکن محض بے نیاز نہیں ہے۔ معشوق اپنے حسن کی قیمت عاشق کی نیاز مندی اور اپنی ناز یازی کی صورت میں وصول کرتا ہے یہ نہیں کہ عاشق خود ہی اپنے آپ سے محروم ہو جاتا ہے۔ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (یقیناً وہ بخشش کرنے والا مہربان ہے) میں یہی اشارہ کیا گیا ہے۔ لیکن کس شہباز کی ایسی نگاہ ہے؟ معلوم نہیں۔ بہر حال جس کے پاس بھی ہے اس کو مبارک ہو کسی نے کیا اچھا کہا ہے

خرابم از دلِ بے رحم گاہ گاہ یاد کن مارا　　　سگِ کوئے توام آخر بسنگے شاد کن مارا

(میں اپنے دل بے رحم کی وجہ سے برباد ہو چکا ہوں کبھی تو ہم کو بھی یاد کر لیا کر۔ میں تیرے کوچہ کا ایک کتا ہوں کبھی مجھ کو پتھر مار کر ہی خوش کر دیا کر۔)

حضرت خواجہ حافظ فرماتے ہیں

بدم گفتی و خورسندم تعالی اللہ نکو گفتی　　　جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

(تو نے مجھے برا کہا میں خوش ہوں اللہ بلند ہے تو نے بڑا اچھا کہا لعل کی طرح کے سرخ اور میٹھے ہونٹوں سے تلخ جواب کتنا اچھا معلوم ہوتا ہے)

اے خستہ جان درویش! اس میدان میں سب سے پہلا قدم سر دھڑ کی بازی لگانا ہے یعنی سر بازی

اور جان نثاری کے بغیر تو اس راہ میں ایک قدم بھی نہیں رکھ سکے گا ؎

۱	اے دلا در عشق تو دیوانہ باش	وز خیال غیر حق بیگانہ باش
۲	سر بدہ وانگہ تو از مرداں بگو	جاں بدہ مردانہ و جانانہ باش
۳	تا نگردی در محبت سوختہ	از قطار عاشقاں بیگانہ باش
۴	بر جمالِ شمع تابانِ جہاں	دمبدم میرقص چوں پروانہ باش
۵	در تماشائی گل رخسارِ او	ہمچوں بلبل مست خوش الحانہ باش
۶	ہر زماں عثماں بیادش باز جاں	در رہ جاں باختن مردانہ باش

۱ اے دل تو عشق میں دیوانہ ہو جا۔ خدا تعالیٰ کے سوا دوسرے خیالات سے بیگانہ ہو جا۔

۲ پہلے اپنا سر قربان کر اور پھر مردوں کی بات کر۔ مردانہ وار جان کو قربان کر اور محبوب بن جا۔

۳ جبتک تو محبت میں جل نہ جائے۔ عاشقوں کی صف سے الگ رہ۔

۴ جہان کو روشن کرنے والی شمع کے جمال پر دمبدم رقص کر اور پروانہ کی طرح ہو جا

۵ اس کے رخسارہ کے پھول کے تماشہ میں بلبل کی طرح مست ہو کر خوش الحانی کر۔

۶ عثمان ہر وقت اس کی یاد میں جان قربان کر۔ معشوق کی راہ میں جان دینے میں مرد بن۔

اے زخم خوردہ درویش! عشق و محبت کی راہ عجیب راہ ہے کہ شکستگی اور نیاز کی سواری کے بغیر کسی صورت میں بھی یہاں قدم نہیں رکھا جا سکتا اور درد و آہ کے توشہ کے بغیر اس کی قوت کے لیے کوئی غذا نہیں ہے۔ آنکھوں کا پانی چھڑکنے کے بغیر راستے کی گرد سے بچنا مشکل ہے ؎

تا خوں نہ کنی دیدہ و دل پنجاہ سال   ہرگز نہ دہند رہ تراقال بہ حال

(جب تک تو پنجاہ سال تک آنکھوں اور دل کو خون نہ کرے گا تیرے قال کو حال کا راستہ نہ مل سکے گا)

یہاں نامرادی و نیاز مندی کے بغیر کوئی تحفہ قبول نہیں کرتے۔ اے عزیز! اگر تیرے دماغ میں یہ خیال ہے کہ میں منزل پر پہنچ جاؤں تو آدھی رات کے وقت پیشروؤں کے ہمراہ قافلہ میں آ جا۔ نیاز مندی اور شکستگی کی سواری اور درد و آہ کا توشہ بھی اپنے ہمراہ لے آ۔ آنسوؤں کے شربت کا پیالہ خوشی سے نوش کر۔ راستی کی لگام کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑ۔ لا الہ الا اللہ کی تلوار اپنی کمر میں باندھ

خاموشی کا نیزہ ہاتھ میں پکڑ۔ سرکش گھوڑے کو عشق کے تازیانہ سے مہمیز لگا۔ اس کے بعد عاجزی کی کمان پکڑ اور دعا کا تیر اجابت کے نشانہ پر لگا جو کچھ میں نے کہا ہے کسی صورت میں بھی اس کو نہ چھوڑ تو پھر امید ہے کہ تیری دعا کا تیر اجابت کے نشانہ پہ جا کر بیٹھے گا۔ چنانچہ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں ؎

۱	من بہائے خوبہا را یافتم	جانب جاں باختن بشتافتم
۲	من نہ دانم آنچہ اندیشیدۂ	اے دو دیدہ دوست راچوں دیدۂ
۳	غرقۂ عشقم کہ غرق ست اندریں	عشقہائے اولین و آخریں
۴	مجملش گفتم نہ کردم زاں بیاں	زانکہ ہم افہام سوزد ہم زباں
۵	شرح ایں بگذارم و گیرم گلہ	از جفائے آں نگارے دو دلہ
۶	چوں نباشم ہمچوں شب بے روز او	بے وصال نور روز افروز او
۷	شاد باش اے عشق خوش سودائے ما	اے طبیب جملہ علت ہائے ما
۸	سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق	تا بگویم شرح درد اشتیاق
۹	ملت عاشق ز ملت ہا جدا ست	عاشقاں را ملت و مذہب خدا ست
۱۰	شرح عشق ار من بگویم بر دوام	صد قیامت بگذرد آں ناتمام
۱۱	در نہ گنجد عشق در گفت و شنید	عشق دریائے ست قعرش ناپدید
۱۲	مثل صد یوسف جمال ذوالجلال	اے کم از زن شو فدائے آں جمال
۱۳	مرگ آشاماں ز عشقش زندہ اند	دل ز جاں و جاں ز تن بر کندہ اند
۱۴	وقت آں آمد کہ من عریاں شوم	نفس بگذارم سراسر جاں شوم
۱۵	با دو عالم عشق را بیگانگی ست	اندرو ہفتاد و دو دیوانگی ست
۱۶	عشق میگوید بگوشم پست پست	صید بودن بہتر از صیاد ہست
۱۷	ہر کجا شمع بلا افروختند	صد ہزاراں جان عاشق سوختند
۱۸	رحم بر روئے کہ چوں روئے تو دید	تلخئ ہجر تو چوں خواہد کشید
۱۹	صد ہزاراں مرگ تلخ زشت خو	نیست مانند فراق روئے تو

۲۰	بر امید وصل تو مردن خوش ست	تلخیٔ ہجر تو فوق آتش است
۲۱	راہ فانی گشتہ راہ دیگر است	زانکہ ہوشیاری گناہ دیگر ست
۲۲	ہیچکس را تا نہ گردد او فنا	نیست رہ در بارگاہ کبریا
۲۳	ہیچ کافر را بخواری منگرید	کہ مسلماں رفتنش ہستش امید
۲۴	چہ خبر داری ز ختم عمر او	کہ بگردانی ازو یک بارہ رو
۲۵	قرب نے بالا نہ پستی رفتن است	قرب حق از قید ہستی رستن ست
۲۶	راہ کن وز اندرون خویش را	دور کن ادراک دور اندیش را
۲۷	بے حس و بے گوش بیفکرت شوید	تا خطاب ارجعی را بشنوید
۲۸	من نہ دیدم در جہانِ جست و جو	ہیچ اہلیّت بہ از خوئے نکو
۲۹	ور عدو باشد ہمیں احساں نکوست	کہ باحساں بس عدو گشتہ ست دوست
۳۰	ور نہ گردد دوست کیں او کم شود	زانکہ احساں کینہ را مرہم شود
۳۱	پس بداں کیں صورت خوب و نکو	با خصال بد نیرزد نیم جو
۳۲	ور بود صورت حقیر و ناپذیر	چوں بود خلق نکو در پاش میر
۳۳	کعبۂ مرداں نہ از آب و گِل ست	طالب دل شو کہ دل بیت اللہ ست
۳۴	تا دلِ مردِ خدا ناید بہ درد	ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد
۳۵	اے جفائے خلق با تو در جہاں	گر بدانی گنج زر یابی نہاں
۳۶	خلق را با تو ازاں بدخو کنند	کہ ترا ناچار رو آں سو کنند
۳۷	در حقیقت دوستانت دشمن اند	کہ ز حضرت دور و مشغولت کنند
۳۸	غافلند ایں خلق از خود اے پسر	لاجرم گویند عیب یک دگر
۳۹	اے تو از حال گذشتہ توبہ جو	کے کنی توبہ ازیں توبہ بگو!
۴۰	ہیں بہ پستی آں مکن جرم و گناہ	گر کنی توبہ در آئیم در پناہ
۴۱	گر سیہ کردی تو نامہ عمر خویش	توبہ کن زانہا کہ کردستی تو پیش
۴۲	عمر گر بگذشت بیخش ایں دم ست	آب توبہ اش دہ اگر او بے نم ست

۴۳ از قناعت ہیچکس بے جاں نشد — در حرص ہم ہیچکس سلطاں نشد

۴۴ از قناعت کے تو جاں افروختی — در قناعتہا تو نام آموختی

۴۵ اندریں عالم ہزاراں جانور — میزیند خوش عیش نے زیر و زبر

۴۶ شکر میگوید خدارا فاختہ — در شب برگ و نوا ناساختہ

۴۷ حمد میگوید خدارا عندلیب — کہ اعتماد رزق بر تست اے مجیب

۴۸ باز دستِ شاہ را کردہ نوید — از ہمہ مردار ببریدہ امید

۴۹ ہمچنیں گہ پشہ گیری تا بہ پیل — شد عیال اللہ حق نعم الوکیل

۵۰ گفت پیغمبر کہ جنت از الہ! — گر ہمی خواہی زکس چیزے مخواہ

۵۱ گر نخواہی ضامن ہستم من ترا — جنت الماؤی و دیدار خدا

۵۲ ایں سخن شیرست در پستان جاں — بے کشیدن شیر کے گردد رواں

۵۳ گر سخن کش یابمت در انجمن — بشگفم مانند گلہائے چمن

۵۴ خوش نطق از دل نشان دوستی ست — بستگی و نطق از بے الفتی ست

۵۵ دل کہ دلبر دید کے ماند ترش — بلبل گل دیدہ کے ماند خمش!

۱ میں نے خوبنہا کی قیمت وصول کر لی ہے اسی لیے میں جان قربان کرنے کے لیے دوڑا۔

۲ میں نہیں جانتا تو نے کیا سوچا ہے؟ اے دونوں آنکھو! تم نے دوست کو کیسا دیکھا؟

۳ میں اس عشق میں غرق ہوں کہ جس میں پہلوں اور پچھلوں کے عشق غرق ہیں۔

۴ میں نے مجمل طور پر کہہ دیا اس کی تشریح بیان نہیں کی اس لیے کہ اس کے بیان کرنے سے سمجھ اور زبان دونوں جل جاتے ہیں۔

۵ میں اس کی شرح کو چھوڑتا ہوں اور اس معشوق دو دل کی جفاؤں کا گلہ کرتا ہوں۔

۶ میں اس کی روشنی کے بغیر رات کی طرح تاریک کیوں نہ ہو جاؤں اس کے روز افروز دن کے وصال کے بغیر۔

۷ اے عشق! اے ہمارے اچھے سودا (لگن) اے ہماری تمام بیماریوں کے طبیب تو خوش رہ۔

۸ میں فراق سے پارہ پارہ سینہ چاہتا ہوں تاکہ درد اشتیاق کی تشریح کر سکوں۔

۹ عاشق کا دین تمام دینوں سے علیحدہ ہے۔ عاشقوں کی ملت اور مذہب خدا ہے۔

۱۰ عشق کی تشریح اگر میں ہمیشہ بھی کرتا رہوں تو سینکڑوں قیامتیں گذر جائیں گی اور یہ مضمون پھر بھی نامکمل رہے گا۔

۱۱ عشق گفتگو میں نہیں سما سکتا۔ عشق ایک ایسا دریا ہے جس کی گہرائی آج تک معلوم نہیں ہو سکی۔

۱۲ خدا تعالیٰ کا جمال سینکڑوں یوسف کے حسن سے بھی زیادہ ہے اے وہ کہ تو عورت سے بھی کم ہے اس جمال پہ فدا ہو جا۔

۱۳ اس کے عشق میں مرنے والے زندہ ہیں ان کا دل جان سے اور جان جسم سے اکھڑ چکے ہیں۔

۱۴ وہ وقت اب آچکا ہے کہ میں ظاہر ہو جاؤں۔ نفس کو چھوڑ دوں اور خالص جان بن جاؤں۔

۱۵ عشق کو دونوں جہانوں سے بیگانگی ہے اس میں بہتر فرقوں کا تذکرہ کرنا دیوانگی ہے۔

۱۶ عشق آہستہ آہستہ میرے کان میں کہتا ہے کہ شکاری بننے سے شکار ہو جانا بہتر ہے۔

۱۷ جس جگہ بھی مصیبت کی شمع کو روشن کرتے ہیں۔ عاشقوں کی لاکھوں جانیں اس پہ جل جاتی ہیں (یعنی ہر مصیبت عاشق کے لیے ہے)

۱۸ اس پہ رحم کر جس نے تیرا چہرہ دیکھ لیا وہ تیرے ہجر کی تلخی کیسے برداشت کر سکے گا۔

۱۹ لاکھوں تلخ اور ترشت موتیں تیرے چہرے کی جدائی جتنی تلخ نہیں ہیں۔

۲۰ تیرے وصل کی امید پہ مرنا بھی بڑا خوشگوار ہے تیرے فراق کی تلخی آگ سے بھی زیادہ ہے۔

۲۱ فانی آدمی کی راہ اور ہی راہ ہے اس لیے کہ ہشیاری ایک دوسرا گناہ ہے۔

۲۲ جب تک کوئی آدمی فنا نہ ہو جائے اس کو کبریا کی بارگاہ میں رستہ نہیں مل سکتا۔

۲۳ کسی کافر کو بھی ذلیل نہ سمجھو کیونکہ مسلمان ہو کر اس کے مرنے کی توقع ابھی باقی ہے۔

۲۴ تو اس کی زندگی کے اختتام کی کیا خبر رکھتا ہے کہ اس سے یکبارگی منہ پھیر رہا ہے۔

۲۵ قُرب بلندی اور پستی پہ جانے کا نام نہیں ہے خدا کا قرب ہستی کی قید سے چھوٹنا ہے۔

۲۶ اپنے اندر کی طرف سے اپنا راستہ پیدا کر اور اپنی دور اندیش عقل کو دور کر دے۔

۲۷ بے حس، بے کان اور بے عقل بن جاؤ تاکہ تم ارجعی کے خطاب کو سن سکو (یعنی اپنے رب کی

کی طرف رجوع کر۔)

۲۸ میں نے اس جستجو کی دنیا میں اچھی خو سے زیادہ کوئی قابلیت نہیں دیکھی۔

۲۹ اگر دشمن بھی ہو تو پھر بھی احسان کرنا ہی اچھا ہے کہ احسان سے بہت سے دشمن دوست بن گئے ہیں۔

۳۰ اور اگر دشمن دوست نہ بھی بنے گا تو اس کا کینہ کم ضرور ہو جائے گا۔ کیونکہ احسان کینہ کے زخم کے لیے مرہم ہے۔

۳۱ یہ بھی سمجھ لو کہ بد خصلتوں کی موجودگی میں خوبصورتی ایک جو کی قیمت بھی نہیں رکھتی۔

۳۲ اور اگر صورت حقیر اور نفرت کے قابل بھی ہو اگر اس کے اخلاق اچھے ہوں تو وہ سرِدار ہے۔

۳۳ مردانِ خدا کا کعبہ پانی اور مٹی کا نہیں ہے دلوں کو تلاش کر کہ دل خدا کا گھر ہے۔

۳۴ جب تک کسی مردِ خدا کا دل رنجیدہ نہیں ہوا تب تک خدا نے کسی قوم کو ذلیل نہیں کیا۔

۳۵ اے وہ کہ خلقت تجھ پر ظلم کرتی ہے اگر تجھے معلوم ہو (کہ یہ ظلم خدا کی رحمت ہے) تو تُو اس کے نیچے سونے کا ایک چھپا ہوا خزانہ پائے گا۔

۳۶ خلقت کو تیرے حق میں اس لیے بدخو بنایا جاتا ہے کہ تو مجبور ہو کر اپنی توجہ خدا کی طرف کرے۔

۳۷ تیرے دوست حقیقت میں تیرے دشمن ہیں جو کہ تجھ کو بارگاہ خداوندی سے دور اور مشغول رکھتے ہیں

۳۸ اے بیٹا یہ خلقت اپنے آپ سے بیخبر ہے اسی لیے تو ہر آدمی دوسرے کی عیب جوئی کرتا ہے۔

۳۹ اے وہ کہ تیری حالت بدتر ہو چکی ہے توبہ کر۔ تُو توبہ کس طرح کرتا ہے اس توبہ سے بھی توبہ کر

۴۰ اس پستی میں ایسے جرم اور گناہ نہ کر۔ اگر تو توبہ کرے گا تو ہم تجھے اپنی پناہ میں لے آئیں گے۔

۴۱ اگر تو نے اپنی عمر کے نامۂ اعمال کو سیاہ کیا ہے تو ان کاموں سے جو تو پہلے کر چکا ہے اب توبہ کر لے

۴۲ اگرچہ عمر گذر چکی ہے لیکن اس کی جڑ یہی موجودہ سانس ہیں اگر یہ جڑ بے نم ہے تو اس کو توبہ کا پانی دے۔

۴۳ آج تک قناعت سے کوئی آدمی نہیں مرا اور نہ ہی کوئی آدمی حرص کر کے بادشاہ بن گیا ہے۔

۴۴ قناعت سے تو کب اپنی جان کو روشن کرے گا اور کب قناعت میں تو اپنا نام روشن کرے گا۔

۴۵ اس جہان میں ہزاروں جانور خوشی سے اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں - ان کے حالات بالکل زیر و زبر نہیں ہیں۔

۴۶ فاختہ رات کو خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتی ہے حالانکہ اس کے پاس کوئی سامان نہیں ہے

۴۷ عندلیب خدا تعالیٰ کی حمد بیان کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اے مُجیب (التجاؤں کو قبول کرنیوالے) میرا اعتماد روزی کے متعلق صرف تیری ذات پر ہے۔

۴۸ باز بادشاہ کے ہاتھ کو یہ خوشخبری سناتا ہے کہ ہر ایک مردار سے اپنی منقطع کرلے۔ اور کسی سے توقع نہ رکھ۔

۴۹ اگر تو اس طرح کا پیشہ اختیار کرے گا (یعنی خدا کی رزاقی پر یقین رکھے گا) تو دریائے نیل تک تمام (مخلوق) کو خدا کا عیال پائے گا اور خدا تعالیٰ بہترین کارساز ہیں (مخلوق خدا کی عیال و اطفال نہیں صرف یہ سمجھانا مقصود ہے کہ جس طرح باپ اپنے بال بچہ کے نفقہ کا ذمہ دار ہے اسی طرح خدا نے تمام مخلوق کے نفقہ کو اپنے ذمے لے رکھا ہے)

۵۰ پیغمبر نے فرمایا کہ اگر تو خدا تعالےٰ سے جنت حاصل کرنا چاہتا ہے تو کسی سے بھی کوئی چیز نہ مانگ

۵۱ اگر تو کسی سے کوئی چیز نہیں مانگے گا تو میں تیرے لیے جنت الماوی اور دیدار خداوندی کا ضامن ہوں (یعنی یہ دونوں چیزیں ضرور ملیں گی)

۵۲ آپ کا یہ قول جان کے پستان میں دودھ کی نہر ہے۔ کھینچنے کے بغیر دودھ کب جاری ہوتا ہے (یعنی ہر چیز طلب سے ملتی ہے)

۵۳ اگر میں یہ بات تجھ سے انجمن میں سن لوں تو میں باغ کے پھولوں کی طرح کھل جاؤں۔

۵۴ اچھا بولنا دل کی دوستی کا نشان ہے اور زبان کا بند ہونا بے الفتی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

۵۵ وہ دل جس نے دلبر کو دیکھ لیا وہ کب ترش رہ سکتا ہے۔ اور پھول دیکھ کر بلبل کب خاموش رہ سکتی ہے؟

اے خستہ جان درویش! جس نے بھی طلب کیا وہ اپنے مقصود پر پہنچ گیا۔ منقول ہے کہ جب زلیخا کو معلوم ہوا کہ بزرگوار حضرت یوسف علیہ السلام اسی سال کے بعد اپنے باپ سے مل گئے۔ زلیخا نے اپنا دل شکستگی میں دیا۔ کہنے لگی کہ میں خدا تعالےٰ سے بیگانہ تھی اور حضرت یعقوب علیہ السلام بارگاہ

خداوندی سے بیگانہ تھے ان کی وہ آنکھیں جو یوسف علیہ السلام کے فراق میں نابینا ہو چکی تھیں پھر بینا ہو گئیں اور ان کا فرزند دلبند ان کو جدائی کے بعد پھر مل گیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا عشق حقیقی تھا۔ آپ اپنے مقصود پر پہنچ گئے اور میرا عشق مجازی تھا اگر میری آنکھیں خدا کے عشق میں سفید ہو جاتیں تو میں بھی اپنے مقصود پر پہنچ جاتی۔ میں نے اپنی جوانی برباد کر دی۔ آنکھوں سے نابینا ہو گئی اپنی مصر کی حکومت برباد کر ڈالی۔ جب یہ شکستگی اور نامرادی اس کے دل کو پہنچی تو پوری نیاز مندی کے ساتھ روئی اور اس کی دعا کا تیر بھی اجابت کے نشانہ پر جا بیٹھا۔ خداوند تعالے نے اس کو اپنی رحمت کی نظر سے دیکھا ؎

ہر کس کہ بدرگاہ تو آید بہ نیاز　　محروم ز درگاہ تو کے گردد باز

(جو آدمی بھی تیری بارگاہ میں نیاز مندی سے آجائے وہ تیری بارگاہ سے کب محروم واپس جا سکتا ہے)

خداوند تعالیٰ کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام کو حکم پہنچا کہ اے یوسف! تو نے زلیخا کو کیوں جلا ڈالا۔ تو نے اپنے محبوب کو پا لیا لیکن اپنے شکستہ کی تیمار داری نہ کی جو کہ تیری محبت میں آہیں بھرتی ہے اسی وقت جا کر زلیخا کی حالت کو سنبھالو۔ خداوند تعالیٰ کے حکم سے اسی وقت منادی کروائی گئی کہ تمام لشکر کل شکار کے لیے حاضر ہو جائے۔ جب یہ آواز زلیخا کے کانوں میں پہنچی اس کے دل کی محبت حرکت میں آئی اور عشق کی آتش پہلے سے تیز تر ہو گئی اور نہایت بیقرار ہوئی ؎

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک　　آتش شوق تیز تر گردد!

(جب وصل کے وعدہ کا وقت قریب آجاتا ہے تو شوق کی آگ تیز تر ہو جاتی ہے)

جب زلیخا کو یوسف علیہ السلام کے لشکر آنے کے آثار معلوم ہوئے تو اپنی دایہ سے کہا اگرچہ میری آنکھوں کی بینائی چلی گئی ہے مجھے چاہیئے کہ میرے ہاتھ میں لاٹھی دیدے تاکہ میں اس کے راستہ پہ کھڑی ہو جاؤں جب خداوند تعالے اس کو میرے پاس پہنچائیں تو امید ہے کہ میری آنکھیں بھی روشن ہو جائیں تاکہ میں یوسف علیہ السلام کا جمال دیکھوں ؎

چہ خوش باشد کہ بعد از غم کشیدن　　خدا روزی کند دیدار دیدن

(کیسا اچھا ہو کہ غم کھانے کے بعد مجھے خداوند تعالے دیدار دیکھنا نصیب کر دیں)

اس امید پر لکڑی ہاتھ میں پکڑے ہوئے راستہ پر آکر کھڑی ہوگئی۔ جب یوسف علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی کہ زلیخا راستہ پر کھڑی ہے تو آپ نے حکم دیا کہ ہر فوجی جو بھی اس کے پاس پہنچے اس سے سوال کرے کہ کیا تو جانتی ہے کہ یوسف علیہ السلام ہمارے اندر موجود ہیں یا نہیں؟ ہر فوجی جو اس کے پاس پہنچتا اس سے سوال کرتا کہ تیرا یوسف ہمارے اندر موجود ہے یا نہیں؟ تو وہ سب کے جواب میں یہی کہتی کہ یوسف تمہارے اندر نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ یوسف علیہ السلام کی فوج کا دستہ بھی وہاں پہنچ گیا۔ زلیخا پر نظر پڑی اپنا گھوڑا اس کے قریب لائے اور بولے "اے زلیخا کیا تو جانتی ہے کہ تیرا یوسف کہاں ہے"؟ یوسف علیہ السلام کے سوال کرنے پر زلیخا خروش میں آئی۔ ہائے ہائے کر کے رونے لگی اور اس کا یہ رونا خوشی کی وجہ سے تھا ؎

چیست ازیں خوب تر در ہمہ آفاق کار ۔۔۔ دوست رسد نزد دوست یار بہ نزدیک یار

(زمانہ میں اس سے اچھا اور کیا کام ہو سکتا ہے کہ دوست دوست کے قریب آجائے اور یار یار کے پاس پہنچ جائے)

زلیخا نے کہا "یوسف تو آپ ہی ہیں"۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا "تجھے کیسے معلوم ہوا کہ میں یوسف ہوں"۔ کہنے لگی "اے یوسف! ہر فوجی جو میرے پاس آتا ان کے گھوڑوں کے سموں کی آواز زمین پر آتی تھی۔ جب تو نزدیک آیا تو تیرے گھوڑے کے سموں کی آواز میرے دل پر آئی میں نے معلوم کر لیا کہ تو ہی یوسف ہے"۔ یوسف علیہ السلام کو طاقت نہ رہی کہا "اے زلیخا! تو مجھ سے کیا چاہتی ہے تو نے اپنی جوانی برباد کر لی۔ تیری آنکھیں نابینا ہو گئیں۔ تیرے اعضاء سست ہو گئے لیکن ابھی تک تیری محبت کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی"۔ زلیخا نے جب یوسف علیہ السلام سے اس طرح کی بات سنی تو میٹھی زبان سے جواب دیا اور کہا ؎

۱ اے آنکہ ز نام تو ہمے باز د عشق ۔۔۔ از نامہ و پیغام تو ہمے باز د عشق

۲ عاشق شود آں کس کہ بکویت گذرد ۔۔۔ آرے ز در و بام تو ہمے باز د عشق

۱ اے وہ کہ تیرے نام سے عشق کھیلتا ہے تیرے نامہ و پیغام سے عشق کھیلتا ہے۔

۲ وہ عاشق ہو گیا جس کا تیرے کوچہ میں گذر ہو۔ ہاں تیرے در و بام سے عشق کھیلتا ہے۔

اے یوسف! اپنا تازیانہ مجھے پکڑاؤ۔ یوسف علیہ السلام نے زلیخا کے ہاتھ میں تازیانہ پکڑا[؟]

دیا اس نے تازیانہ کا ایک سرا اپنے سینہ پر رکھا اور کہا اے میرے سینہ میں جلنے والی آتش! اپنا ایک شرارہ باہر ڈال۔ اسی وقت زلیخا کے منہ سے ایک دھواں سا نکلا اس نے تازیانہ کا سر منہ پر رکھا اس کو آگ لگ گئی اور اسی وقت تازیانہ کی لکڑی تک جا پہنچی۔ آگ کے ڈر سے یوسف علیہ السلام نے اس کے ہاتھ سے تازیانہ پکڑ لیا۔ زلیخا نے کہا اے وہ کہ تو مجھ کو محبت سے ملامت کرتا تھا۔ تو میری عشق کی آگ کے ایک ذرہ کی تاب بھی نہ لا سکا۔ کیا تو اس پر غور نہیں کرتا کہ کتنے سال گذر چکے ہیں اور آج تک تیری محبت میں ایک ذرہ کی کمی بھی نہ ہوئی۔ تیری محبت میرے سینہ میں آج تک محفوظ ہے۔ آخر الامر حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس کو پھر وہی خوبصورتی اور جوانی عطا فرمائی اور پھر وہ اپنی مراد کو پہنچی جس نے بھی کہا ہے کیا خوب کہا ہے ؎

ہر کجا عشق سر بر افراز د   پیر صد سالہ را جواں سازد

(جہاں عشق اپنا سر بلند کرتا ہے سو سالہ بوڑھے کو بھی جوان کر دیتا ہے)

اے زخم خوردہ درویش! کوشش کر کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت کے سوا اور کسی کی محبت سے آزاد ہو جائے اور اسکو فراموش کر دے اس جہان میں جو کچھ بھی ہے وہ صرف حق تعالیٰ کی محبت ہے ؎

۱ بخشی با کسے مشو مشغول   مرد را شغل دیں تمام بود

۲ ہر کہ مشغول شد محبت حق   شغل دیگر برو حرام بود

۱ بخشی! کسی کے ساتھ مشغول نہ ہو۔ مرد کے لیے دین کا شغل ہی کافی ہے۔

۲ جو آدمی اللہ تعالیٰ کی محبت میں مشغول ہو جائے۔ دوسرے شغل اس پر حرام ہو جاتے ہیں۔

اے زخم خوردہ درویش! حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت بندگی اور فرمانبرداری میں ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ بندگی کس طرح سے درست ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بندگی دو چیزوں سے درست ہوتی ہے۔ پہلی یہ کہ بندہ وہ کام کرے جو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں پسندیدہ ہوں اور دوسری یہ کہ جو کچھ خدا تعالیٰ کریں بندہ ان پر راضی رہے۔ پہلی چیز کو عبادت کہتے ہیں اور دوسری کو عبودیت۔ عبادت بندگی کرنے کا نام ہے اور عبودیت بندہ ہونے کا۔ عبودیت سے خداوند تعالیٰ کی ایک ساعت عبادت کرنا پورے ایک سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔ اس چیز کو خداوند تعالےٰ کی ایک بہترین نعمت سمجھنا چاہئے ؎

پیش حق یک نالۂ از روئے نیاز ۔۔۔ بہ کہ عمرے بے نیاز اندر نماز

(خداوند تعالےٰ کے سامنے نیازمندی سے ایک آہ کھینچنا بے نیازی سے عمر بھر نماز ادا کرنے سے بہتر ہے)

اے زخم خوردہ درویش! اگر تو اس کا بندہ بننا چاہتا ہے تو رب العزت کے فرمان سے ایک بال برابر بھی تجاوز نہ کرنا۔ کوئی لمحہ کوئی لحظہ اس سے غافل نہ رہنا۔ اپنے آپ کو درمیان سے اٹھا دے یعنی تیری مراد و خواہش درمیان نہ رہے اور اگر کچھ باقی رہ جائے تو اس کی طرف سے باقی رہے مصرع

تو خود حجاب شدی حافظ از میاں برخیز

(حافظ! تو خود اپنا حجاب ہے تو درمیان سے اٹھ جا)

جو آدمی خواہشات کی قید سے آزاد ہو گیا۔ بندگی کے کمال تک پہنچ گیا اور اخلاص کو جا پہنچا۔ اس جہان میں جو کچھ ہے وہ اخلاص ہی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے اِیْمَانُكَ اَمَانُكَ وَ اِخْلَاصُكَ خَلَاصُكَ (تیرے ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ تو مطمئن ہو جائے اور تیرے اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ تو ہر چیز سے آزاد ہو جائے) جس میں ایمان ہے اس میں اخلاص ہے اور جس میں اخلاص ہے اس میں ایمان ہے۔ اخلاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہونا چاہیئے۔ تمام اعمال بے ریا بغیر کسی دھوکہ کھوٹ اور فریب کے ہونے چاہئیں ؎

طاعتے بہتر ز عجز و درد نیست ۔۔۔ توشۂ بہتر ز آہے سرد نیست

(عاجزی اور درد سے بہتر کوئی عبادت نہیں ہے اور سرد آہ سے بہتر کوئی توشہ نہیں ہے۔

اے عزیز! راستی درکار ہے۔ تجھے چاہیئے کہ مخلوق خدا کے ساتھ اچھی طرح اپنی زندگی گذارے۔ یعنی کسی چیز کو بھی اپنے ہاتھ اور زبان سے کوئی تکلیف نہ پہنچائے تاکہ تو بھی سچے لوگوں میں سے ایک ہو جائے ؎

راستی موجب رضائے خداست ۔۔۔ کس نہ دیدم کہ گم شد از راہ راست

(راستی خدا تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے۔ میں نے کسی آدمی کو سیدھے راہ چلتے ہوئے گمراہ ہوتے نہیں دیکھا ہے)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے صِدْقٌ مَّعَ الْحَقِّ وَالْخُلُقُ مَعَ الْخَلْقِ (یعنی خداوند تعالیٰ

کے ساتھ راستی اختیار کر اور مخلوق سے اچھا خلق رکھ ؎

راستاں رستہ اند روز شمار — جہد کن تا تو زاں شمار شوی

(سچے لوگ قیامت کے دن چھوٹ جائیں گے۔ کوشش کر کہ تو بھی ان میں شمار ہو جائے)

اے زخم خوردہ درویش! جب تو نے یہ مقدمہ معلوم کر لیا تو اب اس کام کے پیچھے دوڑ اور سب سے الگ ہو کر خداوند تعالےٰ سے اپنا تعلق جوڑ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا[1] (اس کے لیے پوری طرح ہر چیز سے الگ ہو جا) اللہ تعالیٰ کے فرمان کی طرف یکجان و دل آ اور پوری طرح خدا تعالےٰ کے ساتھ مشغول رہ۔ این و آن کا غم نہ کھا۔ کسی چیز کو دل میں جگہ نہ دے۔ خدا تعالےٰ کے وعدہ پر مطمئن رہ۔ روزی کا غم نہ کھا کہ جو قسمت میں لکھا ہے اس میں کمی بیشی نہ ہو گی۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ وعدہ فرماتے ہیں کہ وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ[2] (تمہارا رزق اور قیامت آسمانوں میں ہیں) رزق کی تلاش میں کوئی کوشش کرنا بالکل سست اعتقادی پر مبنی ہے۔ چنانچہ مشہور قول ہے کہ مَنْ طَلَبَ الرِّزْقَ فَاِنَّ الرِّزْقَ یَھْرُبُ مِنْہُ وَمَنْ طَلَبَ الْمَوْلٰی فَاِنَّ الرِّزْقَ یَطْلُبُہٗ (جو رزق کو تلاش کرتا ہے رزق اس سے بھاگتا ہے اور جو مولیٰ کی جستجو میں رہے رزق اسے تلاش کرتا ہے) اے عزیز! اگر تجھے ان نصیحتوں پر عمل کرنا پسند ہے تو کر۔ خدا تعالیٰ کی رحمت ہو اس پاک جان پر جس نے یہ موتی پروئے ؎

۱	اے دل مسکین من سخت چوں سنداں مباش	در پس دنیا مرو و طالب چنداں مباش
۲	راہ سلامت بجو و کوئے ملامت مرو	کبر و نخوت دور کن تو محرم زنداں مباش
۳	ترک ہوا ہا بگیر راحت خود گوشہ نہ	خدمت سبحاں بکن پیرو شیطاں مباش
۴	آنچہ گناہ کردہ بہر خدا توبہ کن	گرد گناہاں مگرد دشمن خود جاں مباش
۵	آنچہ مقسوم ست رزق بیش نیابی نہ کم	خاطر خود جمع دار ہیچ پریشاں مباش
۶	چونکہ ترا اے ظہیر زیر زمین خفتنی ست	ماتم خود خود لباز خوشدل و خنداں مباش

۱ اے میرے مسکین دل! تو لوہار کے اہرن کی طرح سخت نہ ہو جا۔ دنیا کے پیچھے نہ دوڑ اور اس کی طلب اتنی نہ کر۔

۲ سلامتی کا راستہ تلاش کر۔ ملامت کے کوچہ میں نہ جا۔ تکبر اور نخوت کو دور کر دے اور قید خانے

[1] مزمل ۸ [2] ذاریات ۲۲۔

کا محرم راز نہ بن

۳ خواہشات کو ترک کر دے اپنے آرام کو ایک گوشہ میں رکھ دے خدا کی خدمت کر اور شیطان کا پیرو نہ بن۔

۴ تو نے جو گناہ کئے ہیں خدا کے لیے ان سے توبہ کر۔ گناہوں کے ارد گرد نہ منڈلا اور اپنی جان کے ساتھ دشمنی نہ کر۔

۵ جو رزق تیری قسمت میں ہے وہ کم یا زیادہ نہیں ہوگا۔ اپنے دل میں تسلی رکھ اور خواہ مخواہ پریشان نہ ہو۔

۶ اے ظہیر چونکہ تجھے بالآخر زمین کے نیچے سونا ہے۔ اپنا ماتم آپ کر اور خوش دل اور ہنستا نہ رہ

نوٹ:۔ مصنف کتاب نے اللہ تعالے کی محبت کے متعلق بہت کچھ فرمایا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالے کی محبت تمام محبتوں کی اصل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالے سے اس لیے محبت کرو کہ وہ تمہارا خالق ہے اور ہر وقت تم کو نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ اور مجھ سے اللہ تعالی کی محبت کے سبب سے محبت رکھو اور میرے صحابہ سے میری وجہ سے محبت رکھو۔ (مشکوۃ شریف)

لیکن اللہ تعالی کی محبت کا تکملہ یہ ہے کہ ہر اس آدمی سے محبت رکھی جائے جو اللہ تعالی کا فرمانبردار ہو اور ہر اس آدمی سے عداوت رکھی جائے جو خدا تعالے کا نافرمان ہو۔ اور اس مضمون کی فضیلت حدیث شریف میں بہت زیادہ بیان کی گئی ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالے فرمائیں گے میرے لیے آپس میں محبت رکھنے والے کہاں ہیں آج جبکہ میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہے میں ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا (مسلم)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک نیک آدمی کسی دوسری بستی میں ایک نیک آدمی سے ملنے جا رہا تھا اللہ تعالے نے اس کے راستہ پر ایک فرشتہ کو مقرر کیا اس نے انسانی شکل میں اس سے ملاقات کی اور پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا میں اپنے بھائی سے ملاقات کرنے کے لیے فلاں بستی میں جا رہا ہوں۔ فرشتہ نے پوچھا کیا اس کے کسی احسان کا بدلہ آپ

چکانا چاہتے ہیں؟ اس نے کہا نہیں میں تو صرف خدا تعالےٰ کے لیے اس سے محبت رکھتا ہوں یہ سُن کر فرشتہ نے اس سے کہا کہ میں تمہارے پاس خدا تعالےٰ کا پیغام لے کر آیا ہوں کہ جیسے تم میرے لیے اس سے محبت رکھتے ہو ویسے ہی میں بھی تجھ سے محبت رکھتا ہوں (مسلم)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں یاقوت کے ستونوں پر سونے کے بالاخانے بنے ہوئے ہونگے ان کے دروازے کھلے ہوں گے۔ وہ ایسے چمکتے ہوں گے جیسے کوئی روشن ستارہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ان میں کون لوگ رہیں گے آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ کے لیے ایک دوسرے سے محبت رکھنے والے۔ اللہ کے لیے ایک دوسرے کے پاس بیٹھنے والے اور اللہ تعالےٰ کے لیے ایک دوسرے سے ملاقات کرنے والے۔ (شعب الایمان)

ایک آدمی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ "قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا "تجھ پر افسوس۔ تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے"؟ اس نے کہا "میں نے کوئی تیاری نہیں کی۔ ہاں میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت ضرور رکھتا ہوں"۔ آپ نے فرمایا "تو قیامت کے روز اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تیری محبت ہوگی"۔ حضور کے یہ الفاظ سن کر صحابہ کو اتنی خوشی ہوئی کہ مسلمان ہونے کے بعد اتنی خوشی ان کو کبھی نصیب نہ ہوئی تھی (بخاری، مسلم)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو نہ تو نبی ہیں اور نہ شہید۔ لیکن قیامت کے دن نبی اور شہید انکے مرتبہ پر رشک کریں گے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ کون لوگ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو بغیر کسی رشتہ داری اور بغیر کسی لالچ کے محض خدا تعالےٰ کے لیے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں۔ ان کے چہروں پر نور برستا ہوگا۔ ان کے منبر نور کے ہوں گے جب لوگوں پر خوف طاری ہوگا تو یہ لوگ بے خوف ہوں گے۔ جب دوسرے غمگین ہوں گے تو یہ لوگ بے غم ہوں گے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی خبردار! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم" (ابو داؤد)

باب سُوم

(اس میں شوق اور جوانمردی کا بیان ہے)

۵ اگر حدیث کنم تندرست را چہ خبر   کہ اندرون جراحت رسیدگاں چونست

(اگر میں تندرست کے سامنے زخم رسیدہ لوگوں کی حالت بیان کروں کہ انکی اندرونی حالت کیسی ہوتی ہے تو ان کو کیا خبر ہوگی)

اے زخم خوردہ درویش! تمام مسلمانوں پر دین کی مدد واجب ہے اگرچہ ظاہری اسباب نصرت اس وقت اختیار میں نہیں ہیں لیکن اپنی ہمت کے مطابق راتوں کو عاجزی اور زاری سے رونا چاہیئے اور بارگاہ مجیب الدعوات سے روشنی پھوٹنے کی امید رکھنی چاہیئے۔ اے عزیز! یہ بے فکری کا کونسا مقام ہے اور وعظ و نصیحت کی کونسی جگہ ہے۔ وہ جو ہم حق سے اٹھائیں گے اس کو آخر کس پر نثار کریں گے اور کس کے ساتھ لگائیں گے اس کام کی نازکی بہت باریک ہے جو بیان نہیں کی جا سکتی اِذَا اَتَیْتَ اللّٰہَ نَفَیْتَ النَّفْسَ وَاِنْ اَتَیْتَ النَّفْسَ نَفَیْتَ اللّٰہَ (جب تو خدا کی طرف آئے گا تو نفس کی نفی کرے گا اور اگر تو نفس کی طرف آئے گا تو خدا کی نفی کرے گا) حاصل مقصد یہ ہے کہ بہت بڑا ظلم ہوگا کہ ہم فانی سے ملیں اور اسی میں مشغول رہیں اور حق سے محروم رہ جائیں۔ مصرع

عاقل نہ دہد سرّ الٰہی بملاہی

(عقلمند آدمی خدا کے بھید کو کھیل تماشہ میں ضائع نہیں کرتا)

اے زخم خوردہ درویش! مردوں کے میدان میں اترنا چاہیئے اور گیند لے جانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اپنی جان کو اس راہ میں قربان کر دینا چاہیئے اگر ہاتھ مقصود کے دامن تک پہنچ گیا تو فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا (تو اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی) اور اگر اس راہ میں جان چلی گئی تو فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ (تو اس کا اجر اللہ تعالےٰ کے ذمہ لازم ہو گیا) جس آدمی کو خداوند تعالےٰ اخلاص کے ساتھ اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائیں وہ کسی دوسرے کام میں کیسے مشغول ہو سکتا ہے

اور زید و عمرو کی حکایت میں کیونکہ منہمک رہ سکتا ہے اگر ایسا ہو تو یہ بہت بڑا نقصان ہے۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ اس راہ میں پہلا قدم اپنے آپ سے فنا ہو جانا ہے جب تک اپنے آپ سے فانی نہیں ہو گا دوست کے ساتھ باقی نہ ہو سکے گا۔ اے عزیز! جب تک تو پوری طرح گم نہ ہو جائے گا محبت کی بو تک نہ پائے گا۔

اے زخم خوردہ درویش! وہ دل جو خدا تعالےٰ کے ذکر اور محبت مولا میں مشغول نہ ہو وہ مردہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (تو مُردوں کو نہیں سنا سکتا) پس اے ناداں والے مردِ وگم ہمت ہر لحظہ و ہر لمحہ اپنے دل کا تجسس اور ٹٹول کرتا رہ اور اغیار کے تنکے کانٹے اپنے دل کی زمین سے اکھاڑ کر پھینک دے جس نے بھی کہا ہے خوب کہا ہے ؎

خواہم کہ بیخ صحبتِ اغیار بر کنم   در باغ دل رہا نہ کنم جز نہال دوست

(میں چاہتا ہوں کہ اغیار کی صحبت کی جڑ کو اکھاڑ کر پھینک دوں میں اپنے دل کے باغ میں سوائے دوست کی شاخ کے اور کچھ نہ چھوڑوں گا)

اور جو خدا تعالیٰ کی یاد اور اس کے شوق لایزال کے اشتیاق سے اپنے دل کو زندہ رکھے اور غیر کے فکر کو اپنے دل میں نہ رکھے تو وہ ابدی زندہ ہو جائے گا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن دونوں جہانوں میں زندہ ہے۔ جو آدمی غیر آباد زمین کو آباد کرتا ہے تو اس کا فائدہ اسی کو پہنچتا ہے اور وہ اس زمین کا مالک ہو جاتا ہے اور جو نیکی کرے گا وہ اپنے لیے کرے گا اور جو برائی کرے گا وہ اپنے لیے کرے گا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ (جو نیک عمل کرے گا وہ اپنے لیے کرے گا) جو اپنے دل کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی یاد، شوق اور محبت میں زندہ رکھے گا تو اس کا فائدہ اس کو ہمیشہ پہنچتا رہے گا۔ صاحب دل اس آدمی کو کہا جاتا ہے کہ اس کے دل میں غیر کے خیال کے لیے کوئی جگہ باقی نہ رہ جائے ؎

چوں نہ ماند در دل از اغیار نام   پردۂ معشوق برخیزد تمام

(جب دل میں غیر کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہ جائے تو اس وقت معشوق کے تمام پردے اٹھ جاتے ہیں)

جب دل غیر کے خیال سے آزاد ہو جاتا ہے تو دل کا تعلق حق تعالےٰ کے ساتھ پختہ اور مضبوط ہو

جاتا ہے اور حق عز اسمہ دل کی لگام کے مالک و متصرف ہو جاتے ہیں۔ اے زخم خوردہ درویش! بہت زیادہ کوشش کر اس فرصت کو غنیمت سمجھ اپنے کام کے پیچھے دوڑ۔ کسی وقت بیکار نہ رہ اور اس کی ذات وصفات کے جمال کا خیال ہمیشہ اپنے دل میں اور تصور آنکھوں میں اور جان میں غم اور دل میں شکستگی رکھ کہ طالب کے لیے یہی شوق درکار ہے جس نے بھی کہا ہے بہت خوب کہا ہے ؎

۱	چشم من ہست ترا کاشانہ	مردمی کن و در آ در خانہ
۲	ہست در دیدہ خیال تو مقیم	نیست در خانہ کسے بیگانہ
۳	خانۂ از غیر تو بر داشتہ ام	من چہ دانم کہ در آئی یا نہ!
۴	بے رخ ہمچو تو یار بے مہ روئے	چہ کنم خانہ من دیوانہ
۵	مست عشقت را شراب لعل گوں درکار نیست	ضعف ہجرت را دوا جز شربت دیدار نیست

۱ میری آنکھیں تیرا گھر ہیں مردمی اور اپنے گھر میں آ جا۔

۲ آنکھوں میں تیرا خیال قائم ہے اس گھر میں کوئی بیگانہ نہیں ہے۔

۳ میں نے تیرے غیر سے گھر کو خالی کر لیا ہے میں کیا جانوں کہ تو اس میں آئے گا یا نہیں۔

۴ تیرے جیسے چاند کے چہرے والے دوست کے بغیر میں دیوانہ آدمی گھر کو کیا کروں گا۔

۵ تیرے عشق کے مست کو لعل گوں شراب کی ضرورت نہیں ہے تیرے ہجر کے ضعف کے لیے دیدار کے شربت کے سوا اور کسی دوا کی ضرورت نہیں ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! جب تک تو محبت کے شراب خانہ سے بیخودی کے گھونٹ نوش نہ کرے گا اور آتش شوق و درد و اشتیاق سے چیخ نہ اٹھے گا ماسوی اللہ کی قید سے آزاد نہیں ہو سکے گا۔ کبھی آزاد نہیں ہو سکے گا ؎

۱	سر اندازاں چوں در خلوت ز موج عشق در جوشند	یکے گوہر ازاں دُرہا بہ ہفت اقلیم نفروشند
۲	حجاب ما سوی اللہ را بیک نعرہ بر اندازند	چوں در میخانہ وحدت شراب بیخودی نوشند
۳	باستغنائے حق خود را کنند از غیر او عریاں	ولیکن در صف طاعت لباس فقر در پوشند
۴	نہ در بازیچہ دنیا نہ در اندیشۂ عقبیٰ	نہ در سودائے امروز اند نہ در افسانۂ دوشند

۱ جب سر انداز مراقبہ کرنے والے خلوت خانہ میں عشق کی موج سے جوش میں آتے ہیں تو ان موتیوں

میں سے ایک موتی بھی ہفت اقلیم کے عوض نہیں بیچتے۔
۲ ماسوی اللہ کے حجاب کو ایک نعرہ سے پھاڑ ڈالتے ہیں۔ جبکہ وہ وحدت کے میخانہ میں بے خودی کی شراب پی لیتے ہیں۔
۳ وہ خدا کی بے نیازی میں اپنے آپ کو اس کے غیر سے عُریاں کر لیتے ہیں لیکن طاعت کی صف میں فقر کا لباس پہن لیتے ہیں۔
۴ نہ وہ دنیا کی کھیل میں ہیں نہ آخرت کی فکر میں ہیں نہ وہ آج کے فکر میں ہیں اور نہ کل کے افسانہ میں مشغول ہیں۔

اے عزیز! جس کی آنکھیں جمال حقیقی کے سُرمہ سے منور ہو جائیں وہ کب کسی دوسری طرف دیکھ سکتا ہے؟ ؎

۱ دیدہ از دیدار جاناں برگرفتن مشکل ست — ہر کہ ما را ایں نصیحت میکند بے حاصل ست
۲ گر بصد منزل فراق افتد میان یار دوست — ہمچنانش در میان جان شیریں منزل ست

۱ آنکھوں کو محبوب کے دیدار سے روکنا بڑا مشکل ہے جو بھی ہم کو یہ نصیحت کرے گا بے حاصل ہوگی
۲ اگر دوست میں سینکڑوں منزل کی جدائی بھی ہو جائے تو کوئی بات نہیں۔ جان شیریں کے درمیان اس کی منزل اسی طرح موجود ہے۔

منقول ہے کہ جب فراق غالب آ جاتا ہے تو عشق میں جوش پیدا ہو جاتا ہے اور عشق کے جوش میں مستی اور بیخودی ظاہر ہوتی ہے اور پھر مستی و بیخودی کی وجہ سے خروش میں آ جاتا ہے اگر وہ اَنَا الْحَقّ (میں خدا ہوں) یا لَیْسَ فِی جُبَّتِیْ اِلَّا اللّٰہُ (میرے پہلو میں اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے) کا نعرہ لگائے تو معذور ہوگا اس کو سُکر کہتے ہیں اسی کا دوسرا نام دیوانگی بھی ہے ؎

ہر چہ از دیوانہ آید در وجود — عفو فرمایند از دیوانہ زود

(جو کچھ بھی دیوانہ سے وجود میں آئے تو دیوانے کو جلد ہی معاف کر دیا جاتا ہے۔)

اے عزیز! حق سبحانہ وتعالے نے آدمی کو اپنی شناخت کے لیے پیدا کیا ہے نہ کہ گھاس چرنے کے لیے (یعنی کھانے پینے کے لیے) ؎

۱ آدمی نے پئے علف خواری ست — از پئے زیرکی و ہوشیاری ست

۲ ہر کہ ز آموختن ندارد ننگ — دُر بر آرد ز آب و آب از سنگ
۳ آنکہ دانش نباشدش روزی — ننگ دارد ز دانش آموزی
۴ اے بسا تیز عقل کامل ہوش — کہ شد از غافلی سفالہ فروش
۵ خویشتن را چوں خضر بار شناس — تا خوری آب زندگی بقیاس
۶ چہ نیکو متاعیست کار آگہی — کزو نقد عالم مبادا تہی
۷ جہاں آں کسے راست اندر جہاں — بود کار آگاہ ز کار آگہاں

۱ آدمی کھانا کھانے کے لیے پیدا نہیں ہوا اسے زیر کی اور ہوشیاری کے لیے پیدا کیا گیا ہے
۲ جو آدمی کچھ سیکھ لینے کو عار نہ سمجھتا ہو وہ پانی سے سونا اور پتھر سے پانی لا سکتا ہے۔
۳ اور جس کی قسمت میں عقل نہ لکھی ہو وہ دانش آموزی سے عار کرتا ہے۔
۴ بہت سے تیز عقل والے اور کامل ہوش والے ایسے ہیں جو اپنی غفلت کی وجہ سے سفالہ فروش بن چکے ہیں۔
۵ اپنے آپ کو خضر کی طرح پہچان تاکہ تو اپنی عقل کی وجہ سے آب حیات نوش کر سکے۔
۶ کام کی واقفیت کتنا اچھا سامان ہے خدا کرے اس سے جہان کسی وقت بھی خالی نہ رہے۔
۷ اس جہان میں جہان صرف اسی کا ہے جو کہ کام کرنے والوں کے کام سے پوری طرح واقف ہو

اے زخم خوردہ درویش! جو اپنی حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے وہ کبھی این و آن میں مشغول نہیں ہوتا۔ جو اس غم میں پڑا وہ بیمار ہوا! پھر جتنا بھی اس مرض کا علاج کرتا چلا جائے گا بیماری بڑھتی جائے گی۔ مصرعہ ؎

ہر کہ او آگاہ تر پُر درد تر!

(جتنا کوئی آدمی آگاہ ہوگا اتنا ہی اس کا درد زیادہ ہوگا)

منقول ہے کہ سفیان ثوری دوست کے عشق و محبت میں بیمار ہو گئے تو خلیفہ وقت ان کا معتقد تھا اس کے پاس ایک مشرک طبیب تھا جو طب میں بڑا ماہر فن اور استاد حاذق تھا اس طبیب کو سفیان کے پاس بھیجا۔ جب طبیب نے اس کا قارورہ دیکھا تو کہنے لگا اس آدمی کا خدا کے خوف کی وجہ سے جگر پارہ پارہ ہو چکا ہے اور مثانہ سے وہی خون جگر باہر آرہا ہے۔ پھر کہا جس دین میں ایسے آدمی موجود ہوں وہ دین کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اسی وقت اس نے اپنا زنار توڑ ڈالا

اور مسلمان ہو گیا۔ خلیفہ نے کہا میں تو یہ خیال کر رہا تھا کہ میں نے طبیب کو بیمار کے پاس بھیجا ہے اب معلوم ہوا کہ میں نے بیمار کو طبیب کے پاس بھیجا تھا۔

اے زخم خوردہ درویش! یقین کر اور اس کے سوا اور کوئی حقیقت ہے بھی نہیں کہ جو کچھ بھی اس جہان میں ہے یعنی بہترین نعمت کمال درجہ کی سعادت، انتہائی مراتب۔ سلوک کا اتمام۔ پوری آگاہی اور دو جہان کی خلعت بس یہی خداوند تعالیٰ کی دوستی ہے ؎

۱ درختِ دوستی بنشاں کہ کامِ دل بیار آرد	نہالِ دشمنی برکن کہ رنج بے شمار آرد
۲ چو مہمانی بہ میخانہ بحرمت باش با رنداں	کہ در دِ سرکشی جاناں گرت مستی خمار آرد
۳ شبِ صحبت غنیمت داں کہ بعد از روزگارِ ما	بسے گردش کند گردوں بسے لیل و نہار آرد
۴ عماری دارِ لیلےٰ را کہ مہر و ماہ در حکم ست	خدایا در دل اندازش کہ بر مجنوں گذار آرد
۵ بہارِ عمر خواہ اے دل وگرنہ ایں چمن ہر سالی	چوں نسرین و گل آرد بار چوں بلبل ہزار آرد
۶ خدا را اے دل ریشم قرار ہست با زلفت	بفرما زلفِ مشکیں را کہ جانش با قرار آرد
۷ دعائے از خدا خواہد دریں پیرانہ سر حافظ	نشیند بر لبِ جوی و سروے در کنار آرد

۱ دوستی کا درخت لگا کہ دل کے مقصود کا پھل دے گا۔ دشمنی کی شاخ کو اکھاڑ دے کہ بے شمار تکلیفیں لاتی ہے۔

۲ جب تو شراب خانے کا مہمان ہے تو رندوں کے ساتھ عزت و آبرو سے رہ اے محبوب اگر تجھ کو مستی خمار میں لائے گی تو درد سر میں مبتلا ہو جائے گا۔

۳ صحبت کی رات کو غنیمت سمجھ کہ ہمارے زمانہ کے بعد آسمان بہت دفعہ چکر لگائے گا بہت سی راتیں اور دن لائے گا۔

۴ اے خداوندا لیلےٰ کے عماری دار کے دل میں یہ چیز ڈال دکہ جس کے ماتحت سورج اور چاند ہیں) کہ وہ مجنوں پہ گذر کرے۔

۵ اے دل! عمر کی بہار تلاش کر ورنہ یہ چمن ہر سال چنبیلی جیسے پھول لائے گا اور بلبل کی طرح ہزار دل دلستان گو لائے گا۔

۶ ہائے میرا زخمی دل کہ جس کو تیری زلفوں سے قرار ہے خدا کے لیے اپنی زلفوں کو فرما کہ دل

کی جان کو قرار ہیں لائیں۔

۷ حافظ اس پیرانہ سالی میں خدا تعالےٰ سے یہی دعا مانگتا ہے کہ وہ کسی نہر کے کنارے پر بیٹھا ہو اور کسی سرو کو اپنے پہلو میں رکھتا ہو۔

اے زخم خوردہ درویش! اگر تو چاہے کہ مرد اور نامرد اور جوانمرد کو پہچان سکے تو اس طرح پہچاننا چاہئے کہ مرد اس آدمی کو کہتے ہیں کہ اپنا ہاتھ تو کام میں رکھے اور دل یار میں اس طرح مشغول ہو جس طرح حکم دیا گیا ہے اور قدم دائرہ شریعت سے باہر نہ نکالے اور جو کام خدا تعالیٰ کو پسند ہیں ان میں مضبوط ہو جائے اور زبان حال وقال سے کہے کہ جس کام کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کو میں نے قبول کیا اور جس کام سے اس نے مجھ کو روکا ہے اس سے میں باز آگیا۔

نامرد ایسے آدمی کو کہتے ہیں جو بالکل ہی دنیا میں مشغول ہو جائے ایسا آدمی ایک چارپائے کی طرح ہے اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ (یہ لوگ چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ تر)

جوانمرد وہ آدمی ہے کہ جس کی قوت وغذا خواب و بیداری میں بالکل خداوند تعالیٰ کی محبت اور اس کا میلان ہو اور دنیا جہان کے نیک و بد کی اس کو کوئی خبر نہ ہو کتنا مبارک ہے یہ شخص۔ زہے سعادت زہے نصیب ؎

مستم کن آنچنانکہ ندانم زبیخودی	درعرصۂ خیال کہ آمد کدام رفت

(مجھ کو اس طرح مست کر دے کہ میں بیخودی سے یہ بھی نہ جان سکوں کہ خیال کے میدان میں کون آیا اور کون چلا گیا)

جس آدمی کو ایسا عروج نصیب ہو جائے وہی صاحب عروج ہے اور تمام عرفاء میں سے وہی فوج کا سردار ہے۔ اس لیے کہ وہ جہان کی زینت بن جاتا ہے اور زمان و مکان کی بساط کو لپیٹ لیتا ہے۔ چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کی زینت بن گئے جو آدمی بھی آپ کی پیروی میں راسخ ہو گیا وہی منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ مختلف اشعار ؎

۱	خلاف پیمبر کسے راہ گزید	کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید
۲	محمد عربی کہ آبروے ہر دو سرا است	کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او
۳	از در اہل صفا روئے مگرداں اے دل	ہر کہ دور است ازیں در بخدا نہ رسید ست

ﮯ اعراف ۱۷۹۔

۴ آں شاہ ہر دو عالم عربی محمد است — مقصودِ بودِ آدم عربی محمد است

۵ صد شکر آں خدائے کہ پشت پناہ خلق — شاہنشۂ مکرم عربی محمد است

۶ مارا ز جرم حال پریشاں خود چہ غم — چوں پیشوائے کارم عربی محمد ست

۷ شاہنشہے کہ دبدبۂ اوج رفعتش — برتر ز عرشِ اعظم عربی محمد ست

۸ گر جان و دل فدا کنم اندر رہش رواست — کاں جان دلنوازم عربی محمد است

۹ مارا نہ غم بود کہ چنیں سایہ بر سر است — غم خوار حال زارم عربی محمد است

۱۰ بختم مدد نمود کہ من اُمتش شدم — مطلوب جاں جہانم عربی محمد است

۱۱ ختم رسل چراغ رہ دین و نورِ حق! — آں رحمتِ دو عالم عربی محمد است

۱۲ آں سرورِ خلائق و آں راہنمائے دین — آں صدر بدر عالم عربی محمد است

۱۳ آں کعبۂ معارف و آں قبلۂ یقیں — آں شاہ دین پناہم و عربی محمد است

۱۴ کن پیروی راہ وے ار بایدت نجات — شاہنشۂ معظم عربی محمد است

۱۵ عثماں چوں شد غلام نبی و چہار یار — امیدش از مکارم عربی محمد است

۱ پیغمبرؐ کے خلاف صرف وہی آدمی راستہ اختیار کرے گا جو منزل پر نہیں پہنچنا چاہے گا۔

۲ محمدؐ عربی کہ جو دونوں جہان کی آبرو ہیں۔ جو آدمی کہ ان کے دروازے کی خاک نہیں ہے اس کے سر پر خاک۔

۳ اے دل! با اہل صفا کے دروازے سے منہ نہ پھیر کہ جو آدمی بھی اس دروازہ سے دور ہوا وہ خدا تک نہیں پہنچ سکا۔

۴ دونوں جہانوں کے سردار محمدؐ عربی ہیں۔ آدم کی تخلیق سے مقصود محمدؐ عربی ہیں۔

۵ خدا تعالیٰ کا ہزار شکر کہ خلقت کی پشت پناہ معزز بادشاہ محمدؐ عربی ہیں۔

۶ ہم کو اپنے پریشان حال کے گناہوں سے کیا ڈر ہے۔ جبکہ ہمارے کام کے پیشوا محمدؐ عربی ہیں

۷ ایسے شاہنشہ کہ ان کی بلندی کا دبدبہ عرش اعظم سے بھی برتر ہے محمدؐ عربی ہیں۔

۸ اگر میں ان کی راہ میں جان و دل کو فدا کر دوں تو جائز ہے کیونکہ میری دلنواز جان محمدؐ عربی ہے۔

۹ ہم کو کوئی غم نہیں ہے کہ ہمارے سر پر ایسا سایہ ہے۔ میرے حال زار کے غمخوار محمدؐ عربی ہیں۔

۱۰ میری قسمت نے میری مدد کی کہ میں آپ کی اُمت میں پیدا ہوا۔ میرے جہان اور جان کا مطلوب و مقصود محمدؐ عربی ہیں۔

۱۱ رسولوں کو ختم کرنے والے دین کی راہ کے چراغ۔ خدا تعالیٰ کا نور۔ دونوں جہانوں کی رحمت محمدؐ عربی ہیں۔

۱۲ وہ مخلوقات کے سردار وہ دین کے راہنما وہ جہان کا چاند وہ دنیا کے صدر محمد عربی ہیں۔

۱۳ وہ معارف کا کعبہ وہ یقین کا قبلہ وہ میرے دین کی پناہ بادشاہ محمد عربی ہیں۔

۱۴ اگر تجھے نجات کی ضرورت ہے تو ان کے راستہ کی پیروی کر بہت بڑے معزز بادشاہ محمد عربی ہیں۔

۱۵ عثمان حب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور چہار خلفاء کا غلام بن گیا تو اس کو محمدؐ عربی کے مکارم اخلاق سے بہت سی امیدیں ہیں۔

اے زخم خوردہ درویش! حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبوبیت الٰہی کے مقام پر اس لیے سرفراز ہوئے کہ آپ میں دو خصلتیں موجود تھیں ایک تو حق تعالیٰ کی خالص محبت اور دوسری مخلوقات پر شفقت جب وہ سرور دو عالم اپنی بے انتہا خودی میں پہنچتے تو "میری محبت! میری محبت"! کی فریاد میں "ہل من مزید" پکار اُٹھتے اور جب اس حال سے واپس آتے تو "میری امت میری امت" کی دعائیں مانگتے اور ان دونو حالتوں میں سے کسی وقت بھی خالی نہ رہتے۔ چونکہ اس وجہ سے حق سبحانہ وتعالیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کمال مہربانی رکھتے تھے لہٰذا ان کے نام کو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں اپنے نام کے ساتھ لکھا۔ آپ عالم لامتناہی یعنی عالم لاہوت میں احد احد پکارا کرتے تھے۔ لہٰذا عالم جبروت میں آپ کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوا اور عالم حس میں حضرت محمدؐ کہنے کا حکم جاری کیا گیا۔ چونکہ خداوند تعالیٰ کا کرم اور مہربانیاں اپنے بندہ پر پوری طرح مکمل ہوئی تھیں لہٰذا آپ کو لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ (اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) کی بشارت سنائی گئی۔ آپ نے اس بشارت میں اپنے آپ کو فراموش کر دیا اور احد احد کہتے رہے لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ (مجھ پر بعض اوقات ایسے بھی آتے ہیں کہ ان میں کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی نبی مرسل میرے مقام پر نہیں پہنچ سکتا) حق سبحانہ وتعالیٰ کو چونکہ اپنی مخلوق سے کمال محبت وشفقت تھی لہٰذا آپ کو عالم محسوسات میں بھیجا گیا اور آپ کے ذریعہ مخلوق کو دعوت دی گئی جس کی قسمت میں تھا اس نے اس دعوت سے حصہ لیا اور حضرت محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں آگیا اور صحابہ کرام کی جماعت میں شامل ہو گیا اور جس نے قبول نہ کیا کافر ہو گیا۔ اللہ تعالے فرماتے ہیں مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ (جس کو اللہ تعالے ہدایت دیں اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے) جو کچھ بھی ہے جتنا بھی ہے سب اسی کی طرف سے ہے ؎

۱ آنچہ کرد و میکند خوب و نکوست

۲ ہر کہ را رہبری کنی کس گم نہ کند وانکہ را گم کنی کسش رہبر نیست

۱ جو کچھ اس نے کیا اور جو کرتا ہے یا کرے گا سب خوب اور درست ہے۔

۲ جس کی تو رہبری کرے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو تو گمراہ کر دے اس کی رہبری کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہان کے لیے آفتاب عالمتاب تھے جو ان کے سایہ میں آگیا اس کی ہستی برقرار رہی اور جو اس سے محروم ہو گیا وہ معدوم ہو گیا ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ! چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

(اگر دن کو چمگادڑ کی آنکھ نہیں دیکھتی تو اس میں چشمۂ آفتاب کا کیا گناہ ہے؟)

یہ تمام توفیق خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہے کَنِیْلِ الْمِصْرِ مَآءٌ لِّلْمَحْبُوْبِیْنَ وَبَلَآءٌ لِّلْمَحْجُوْبِیْنَ (جیسے کہ دریائے نیل جو محبوبین کے لیے پانی ہے اور محجوبین کے لیے مصیبت ہے) مصر کا دریا قبطیوں کے لیے خون تھا اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لیے پانی تھا خون نہیں تھا یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا[۱] (بہت لوگوں کو اس کے ذریعہ سے گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے) حق سبحانہ وتعالے نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اس جہان میں بھیجا وہ محض خلقت کے فائدہ کے لیے بھیجا تاکہ اس کی کمال مہربانی سے جس کو وہ چاہے آنحضرت کی پیروی کرے اور بارگاہ کبریائی کے خاص لوگوں میں سے ہو جائے اور خاصان خدا کی جماعت میں شامل ہو جائے وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ[۲] (اور اللہ تعالی اپنی رحمت کے لیے جسے چاہتے ہیں خاص کر لیتے ہیں)

اے زخم خوردہ درویش! حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی خداوند تعالیٰ کی دوستی

[۱] بقرہ ۲۶ - [۲] آل عمران ۷۴ -

ہے اور دوستی کا نشان یہ ہے کہ ان کے فرمان کو جان و دل سے قبول کرے ان کے حکم سے ایک بال برابر بھی تجاوز نہ کرے انکا امر و نہی کو بجالائے بحضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک سمجھے اور اس کی عبادت میں مشغول رہے وَلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے) خلاصہ یہ کہ عبادت بے ریا جس میں شرک کا شائبہ تک نہ ہو بجالانا اور اپنے آپ کو بندگی میں رکھنا اور غلامی کے طوق کو گراں قیمت زیور کی طرح زینت کے لیے اپنی گردن میں ڈالنا۔

بدنیا و عقبیٰ کسے قدر یافت که در جانب خیر و تقویٰ شتافت

(دنیا اور عقبیٰ میں صرف اسی نے عزت حاصل کی جو خیر اور تقویٰ کی طرف دوڑا)

اے عزیز! خلاصہ یہ ہے کہ عبادت ذکر مولیٰ و توجہ بحضرت حق میں مشغول ہونے کا نام ہے اور اپنی طرف یا کسی اور مخلوق کی طرف کوئی توجہ نہ کرنا اور دل کی پوری ریاضت یہ ہے کہ دل کو حضرت حق کے علاوہ تمام اغیار سے پاک کر دے اور این و آن کے شکوہ کا بوجھ دل سے اٹھا لے جب دل اس حالت پر مستحکم ہو جاتا ہے تو پھر جو کچھ بھی قضاء و قدر میں سے اس کے سامنے آتا ہے اسکو خداوند تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہے اور کسی طرف توجہ نہیں کرتا اور کسی چیز سے تیرہ و تاریک نہیں ہوتا۔ جب یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو اس کا نام "تسلیم دل" ہے۔ یہ آیت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (مگر جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس سلامتی والا دل لایا) مبارک ہو اس آدمی کو جو دل سلامت رکھتا ہے فَطُوْبٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ سَلِیْمٌ۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔

اے زخم خوردہ درویش! اب ہم پھر پہلے مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ عالم علوی میں حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو احمد اور عالم سفلی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پکارتے ہیں۔ سوال:۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتی۔ جواب:۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالم غیب میں ہے جو کہ غیب الغیب ہے اور عالم صورت میں حضرت آدم علیہ السلام اس غیب مطلق کے مظہر ہیں بحکم ضرورت اَلشَّیْءُ مَا یَظْهَرُ بِهٖ ذٰلِكَ الشَّیْءُ (شے وہی ہے جس سے کوئی شے ظاہر ہو) پس ذات حق اور اس کے کمالات کے ظہور کی ظاہری صورت حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو کہ خلقت کے خلیفہ ہیں اور حقیقت میں بیچون ہیں اور بیچون کی صفت آدم علیہ السلام ہیں۔ پس آدم صفت

ڛ شعراء ۸۹

بیچون ہیں۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا یعنی اپنی صفت پر۔ امام غزالی آدم علیہ السلام کی صورت سے اس صفت کی خبر دیتے ہیں کہ جب اپنے آپ کو سمیع و بصیر و متکلم و خبیر و علیم و حکیم و قدیر و مختار اور اس کی مانند صفات سے متصف پائے تو حضرت حق کو اپنے آپ میں اپنی صفات سے پہچان لے۔

حضرت عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اے زخم خوردہ درویش! آدم علیہ السلام کو حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے جو وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ[1] اور وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ[2] کی فضیلت عطا فرمائی ہے اور اسکو ظہور میں لائے ہیں تو اس لیے کہ اُس (حق تعالیٰ) کی پہچان ہو سکے۔ اے عزیز! عالم ظہور میں جو کچھ بھی ہے وہ حقیقت کا نور ہے۔ جب آدمی اپنی حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے تو ظاہر صورت دیکھنے میں اس کے سوا کسی کو نہیں سمجھتا اور حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے اس کا یقین کامل ہو جاتا ہے۔ غرور اور خود بینی کے پردے پھٹ جاتے ہیں۔ دل اور آنکھ کی بینائی ایک ہو جاتی ہے اور خود پرستی سے آزاد ہو جاتا ہے تو پھر بے خودی کے عالم میں لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ[3] کا نعرہ اس سے ظاہر ہوتا ہے پھر جب اپنے وجود سے آگاہ ہوتا ہے تو کہتا ہے لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰهِ (کہ میرے جُبّہ میں اللہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے) اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی توحید میں غرق ہو جاتا ہے تو کہتا ہے سُبْحَانِیْ مَآ اَعْظَمَ شَانِیْ (میں پاک ہوں میری شان کتنی بلند ہے)

اے زخم خوردہ درویش! اس وقت یہ خود اپنے آپ میں نہیں ہوتا۔ منقول ہے کہ ایک آدمی سلطان العارفین بایزید بسطامی کے دروازہ پر آیا اور آواز دی "اے بایزید۔ اے بایزید"۔ آپ نے جواب دیا "اے عزیز! بایزید کے نفس کو ختم ہوئے تو چالیس سال گذر چکے ہیں"۔ حالانکہ بایزید اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن بایزید کو مشاہدہ حضرت حق نے ایسا مشغول کر رکھا تھا کہ وہ اپنے وجود سے بالکل بے خبر تھے اور یہ تو ایک طے شدہ امر ہے کہ جس دل میں حضرت حق کی محبت قرار پکڑ لیتی ہے دوسری تمام محبتیں اس دل سے ختم ہو جاتی ہیں۔ دوسرے لوگوں کی ہم نشینی۔ دوسرے تمام فکروں دوسروں کے نظارہ کرنے اور کسی کو یاد کرنے اور کسی کو سوچنے سے یکبارگی کلی طور پر باہر نکل جاتا ہے۔ ہاں جوانمردوں کا یہی شیوہ ہے اور اس کے علاوہ کوئی کام نہیں ہے۔ لیکن کونسا شہباز جان بازی کرے گا اور جان دینے میں کون غازی ہوگا؟

[1] بنی اسرائیل ۷۰ – [2] تین ۴ – [3] مومن ۱۶۔

اور کون آدمی تمام جہان اور جان کو اس بازی میں لگا دے گا اور سبقت کا گیند اس میدان سے لیجائیگا؟ معلوم نہیں خدا کی رحمت اسکی جان پر ہو جس نے کہا ہے ؎

قطرۂ کو غرقۂ دریا بود ‏ ‏ ‏ ‏ ہر دو کونش با خدا سودا بود

(وہ قطرہ جو دریا میں غرق ہو اس کا دونوں جہان میں خدا کے ساتھ لگاؤ ہوتا ہے۔)

اے عزیز! خدا کے عاشق دونوں جہان سے گذر چکے ہیں اور اپنے آپ سے فنا ہو کر دوست کے ساتھ باقی ہو چکے ہیں کہ عارف ربانی کو خدا کے سوا کسی کی خبر نہیں ہے اس کا کاروبار طریقۂ فنا کے بغیر اور کچھ نہیں ہے اس وقت وہ ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ "انا الحق" اور "سبحانی" کا دم مارنے لگتے ہیں۔ توحید کے دریا میں غوطہ لگاتے ہیں۔ خداوند تعالی کے سوا باقی ہر چیز کو وداع کر دیتے ہیں حقیقت یہی ہے یہ جوانمرد لوگ اپنے آپ سے بیخود ہو کر خدا میں ہو چکے ہوتے ہیں یہ لوگ خدا تعالی کے سوا اور کسی کو نہیں دیکھتے اور خود بین آدمی اپنے سوا اور کسی کو نہیں دیکھتا وہ دونوں جہانوں سے اندھا بہرہ ہوتا ہے اور اہل حقیقت کہاں کی بصیرت سوائے وجہ ذات باقی کے اور کسی کو نہیں دیکھتی جس کو یہ حالت میسر نہیں ہے حقیقت میں وہ اندھا ہے مَن کَانَ فِی هٰذِهٖۤ اَعۡمٰی فَهُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ اَعۡمٰی[1] (جو یہاں دنیا میں اندھا ہو گا وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا)۔ قسم بخدا۔ قسم بخدا اگر غیر کا ایک ذرہ بھی مدنظر ہے تو یہ درویش کے لیے سینکڑوں حجاب ہیں اس کا نہ دین ہے نہ مذہب۔

اے زخم خوردہ درویش! ہستی کا وجود خدا تعالی کی طرف سے ہے اور قیام بھی خدا تعالی ہی کے ساتھ ہے اس لیے کہ حقیقی ہستی خدا تعالی کے لیے ہے اور خدا تعالی کے سوا باقی سب چیزوں کے لیے نیستی ہے ؎

راہ زد مشغولئے عالم ترا ‏ ‏ ‏ ‏ نیست پروائے خدا یک دم ترا

(جہان کے شغل نے تیرا راستہ روک لیا۔ تجھ کو خدا تعالی کی ایک دم بھی پرواہ نہیں ہے)

اے عزیز! حس اور عقل کے لحاظ سے بندہ اپنے آپ کو غیر سمجھتا ہے اور غیر دیکھتا ہے اور غیر ہی رہتا ہے۔ محرومی کا اصلی سبب یہی ہے اور خسارے کا موجب بھی یہی ہے۔ یہ غیر کے لیے دلیل نہیں ہے۔ دھوکہ نہ کھا جانا مبادا ابدی بدنصیب ہو جائے۔ اگر توفیق خداوندی رفیق ہو جائے تو غیر سے منہ پھیر لیتا ہے اور غیر کی فکر دل میں نہیں رہتی اس وقت جو کچھ دیکھتا ہے حضرت حق ہی کو دیکھتا ہے اور

[1] بنی اسرائیل ۷۲

جو کچھ جانتا ہے وہ حق ہی کو جانتا ہے اور یہی کہتا ہے ؎

۱	ز ہستی مُردہ ام الحمد للہ	بہ جاناں زندہ ام الحمد للہ
۲	ز جامِ وحدتِ شُرب الٰہی	مصفّا خوردہ ام الحمد للہ
۳	وجود ما دریں راہ پردہؑ بود	فنا شد پردہ ام الحمد للہ

۱ میں اپنی ہستی کے لحاظ سے مُردہ ہوں سو اس پر خدا کا شکر ہے اور اپنے محبوب کے ساتھ زندہ ہو خدا کا شکر ہے۔

۲ توحید کے شراب الٰہی کے جام سے میں نے خالص شراب نوش کی ہے خدا کا شکر ہے۔

۳ ہمارا وجود اس راہ میں پردہ تھا اب وہ پردہ فنا ہو گیا ہے خدا کا شکر ہے۔

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے شبلی سے کہا کہ "وہ راز جو ہم پردہ میں کہتے ہیں آپ اسے جو بر بازار رسوا کر دیتے ہیں، منبر پر چڑھ کر بیان کر جاتے ہیں"۔ شبلی نے کہا "میں نہیں کہتا اور نہ میں سنتا ہوں کہ میرے سوا دونوں جہانوں میں کوئی اور بھی ہے"۔ ظاہری طور پر اس وقت شبلی خودی میں تھے جو گفت و شنید کر رہے تھے لیکن ان کا دل اس طرح خدا میں مشغول تھا کہ سوائے حق تعالے کے اور کسی کو نہیں دیکھتے تھے۔ سبحان اللہ یہ کیسے لوگ تھے کہ اپنے خدا کے ساتھ ایسے مشغول تھے۔ اگر ایسے لوگ انا الحق کا شور کریں اور سبحانی کا دم ماریں تو ان کو زیب دیتا ہے۔ اگر تو محبت چاہتا ہے تو سرور انبیاء سے سُن جو اپنے حق میں کہتے ہیں مَنْ رَاٰنِی فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ (جس نے مجھ کو دیکھا اس نے خدا کو دیکھا) یہی فناء تمام ہے جو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللہُ (جب فقر پورا ہو جائے تو پھر اللہ باقی رہ جاتا ہے) یہ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ اَلْفَقْرُ لَا یَحْتَاجُ (فقر کسی کا محتاج نہیں ہوتا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی قسم کسی کی احتیاج نہ تھی۔ خوشہ چینان خرمن حضرت محمد رسول اللہ بھی اس سے کچھ حصہ لیتے ہیں لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے اندازے کے مطابق۔ جو لوگ گندگی اور آلودگی سے پاک ہیں اپنی صفائی کے اندازے کے مطابق فنا کی لذت کو ہر مرتبہ میں پاک وصاف پا لیتے ہیں۔

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ میراں محی الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ جب بندہ کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت پیش آتی ہے تو خداوند تعالے کی مہربانی، شوق، جذبات و نظرات

اس کے مددگار ہو جاتے ہیں اور عالم ارواح سے انبیاء و رسول، صدیقین و ملائکہ اس کے وقت کے مصاحب ہو جاتے ہیں۔ پھر جو کچھ سابقہ عالم میں لکھا گیا تھا وہ پڑھنے لگتا ہے خواہ وہ کسی وقت اور کسی زمانہ کسی ساعت اور کسی لحظہ کے ساتھ مخصوص ہو۔ یہ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے جسے چاہے عنایت کرے۔

اے زخم خوردہ درویش! کبھی بھی اولیاء اللہ کے اقوال، انکی کرامات اور خوارق عادات کا منکر نہ ہونا اگر انکار کرے گا تو محروم رہ جائے گا، ان کے دل سے اتر جائے گا اور مردود ہو جائے گا ایک کا مردود سب کا مردود ہے اور ایک کا مقبول سب کا مقبول ہے۔ غیب کے تمام اسرار کو بیان کرنے کا حکم نہیں ہے اگر میں کہہ بھی دوں تو کوئی بھی ان کے سننے کی طاقت نہیں رکھتا اور غیب میں جا پڑے گا ؎

درین مشہد کہ انوار تجلّی ست　　　سخن دارم ولے ناگفتن اولیٰ ست

(اس نظارہ گاہ کے متعلق کہ جہاں تجلیات کے انوار ہیں میں بہت کچھ جانتا ہوں لیکن ان کا بیان نہ کرنا ہی بہتر ہے)

اے عزیز! طلب میں مرد بن اگر تو طلب کرے گا تو امید ہے کہ شاید پالے اور غیب کے اسرار تجھ پر ظاہر ہونے لگیں۔ تلاش کرنے والا آخر پا ہی لیتا ہے مَنْ طَلَبَ شَیْئًا وَجَدَّ فَقَدْ وَجَدَ (جو کسی چیز کو طلب کرے اور اس کے لیے کوشش بھی کرے تو وہ اس کو ضرور پا لیتا ہے) ؎

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند　　　آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

(جو لوگ خاک کو اپنی نگاہ سے کیمیا بنا دیتے ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ اپنی آنکھ کا کوئی گوشہ ہماری طرف بھی کریں)

؎ جائے کہ فیض از دو سہ پیمانہ دُرد یافت　　　مشکل کہ شیخ شہر بیابد بصد چلہ

(جس جگہ دو تین پیمانوں کی تلچھٹ سے وہ فیض حاصل ہوتا ہے جو مشکل ہے کہ شیخ شہر فیض سینکڑوں چلوں سے بھی حاصل کر سکے)

عارف اس فیض کو جانتے ہیں شیخ عطار فرماتے ہیں ؎

در ہمہ عالم گر آگاہی از و   رَو چہ بہ دانی کہ آں خواہی از و

(اگر تمام جہان میں تو اس سے آگاہ تر ہے تو جا وہ کونسی چیز ہے جسے تو اچھا سمجھ کر اس سے طلب کرے گا)

اے زخم خوردہ درویش! علوم الٰہی و کلمات لامتناہی کا کشف امرشد کامل کے بغیر ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس برگزیدہ کی صفائی کی وجہ سے جو کچھ ایک ساعت میں حاصل ہو جاتا ہے وہ کئی سالوں میں بھی از خود اپنی ریاضت سے حاصل نہیں کر سکتا۔ یقین جانو! کہ اس جہان میں ایسے آدمی بھی موجود ہیں جو ایک ہی نگاہ سے طالب کو مشرق سے لے کر مغرب تک اور ساتوں آسمانوں سے لے کر زمین تک کی سیر کرا سکتے ہیں۔ ان کی نگاہ سے کوئی چیز غائب نہیں ہوتی۔ تمام اولیاء و انبیاء اپنے مشاہدہ میں ان چیزوں کو دیکھتے ہیں اور اگر کوئی مشکل پیش آئے تو اس کو حل کرتے ہیں اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی اس طرح سیر کراتے ہیں کہ وہ گویا اپنے گھر کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جا رہے ہیں اور جس وقت بھی چاہیں جمال جہاں آرا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ کر سکتے ہیں اور عالم ممکنات سے کوئی چیز بھی ان سے پوشیدہ نہیں رہتی اور ہر وقت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے رہتے ہیں جو تصرف چاہتے ہیں کرتے ہیں اور کوئی چیز بھی ان کے حکم سے انکار نہیں کر سکتی۔

وہ اہل قبور کے تمام حالات کو جانتے ہیں۔ جب وہ قبرستان میں جاتے ہیں تو تمام اہل قبور ان کے پاس آتے ہیں اگر وہ بہشت کی سیر کرنا چاہیں تو ان کو میسر ہے اور اٹھارہ ہزار عالم سب کے سب ان کے تابع ہوتے ہیں یہ مراتب ولایت تو ولی کے ہیں اور قطب الاقطاب کے مراتب اس سے بڑھ کر ہیں وہ اور طرح کے تصرف کرتے ہیں کہ تمام جہان کے اولیاء اللہ ان کے تابع فرمان ہوتے ہیں جس کو چاہیں ولایت عنایت کریں اور جس سے چاہیں ولایت چھین لیں۔ آفتاب و ماہتاب ان کے حکم میں ہوتے ہیں وہ جہاں بھی ہوں کعبہ ان کے سامنے ہوتا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام ہمیشہ ان کی مجلس میں حاضر رہتے ہیں۔ تمام اولیاء اللہ ان کی زیارت کے لیے آتے ہیں اور جب ان کو رخصت کرتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ تمام جن ان کے سامنے خدمتگاروں کی طرح دست بستہ کھڑے رہتے ہیں اور ان کے حکم کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ حضرت محمد رسول اللہ کے جانشین ہیں۔

پس یقینی طور پر جان لو کہ قیامت تک دنیا اولیاء اللہ کے وجود سے خالی نہ رہے گی۔

حضرت مخدوم شرف الدین فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی نظر مشرق سے لے کر مغرب تک ہے بلکہ ساتوں آسمانوں سے لے کر زمین تک اور عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک پہنچتی ہے ہر چیز ان کی نظر میں ہوتی ہے کوئی چیز ان سے غائب نہیں ہوتی۔

ابراہیم خواص کہتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو لیٹے ہوئے دیکھا کہنے لگا "السلام علیک یا ابراہیم (اے ابراہیم! تجھ پر سلام ہو) میں نے کہا "آپ نے مجھ کو کیسے پہچان لیا؟" کہنے لگا "جو آدمی خدا تعالیٰ کو پہچان لے اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی"۔

"فصوص" میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں سے کہا کہ گیارہ سال ہو رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو اپنی بادشاہی میں تصرف دے دیا ہے۔ لیکن میں نے تصرف نہ کیا۔ اسی طرح ایک دن مریدوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے تصرف کیوں نہ کیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تصرف کو رب العزت کے لیے چھوڑ دیا۔ جس طرح وہ چاہے کرے۔ کیونکہ یہ اسی کی شان کے لائق ہے۔

ابو سعید بن شبلی کہتے ہیں کہ وہ پیر ہی کیا ہے جو کہ خود مشرق میں ہو اور اس کا مرید مغرب میں اور پیر کو مرید کے تمام حالات کی خبر نہ ہو اور اس حقیر کو مردوں کی باتوں سے کیا کام؟ لیکن پھر بھی ہمارے دوستوں میں سے ایک آدمی نوح نامی تھا۔ غائبانہ طور پر میرے بھائی جو ہر کی طرف رجوع کرتا تھا چھ یا سات ماہ ان کی خدمت میں رہا۔ کہنے لگا اس پوری مدت میں ایک لحظہ بھی تم سے جدا نہیں ہوا اور جو مشکل بھی مجھ کو پیش آتی تھی وہ فی الفور حل ہو جایا کرتی تھی وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ غریب نواز ہیں اگر ایسا ہوا ہو تو تعجب کی بات نہیں ہے ایک اور آدمی ہمارے دوستوں میں سے تھا اس کا نام "دوست محمد" تھا دو سال کے قریب اس فقیر کے پاس رہا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو ایک ایسا وقت عنایت فرمایا کہ اگر وہ دن میں دس مرتبہ بھی حضرت رسالت پناہ کی طرف توجہ کرتا تو ان کو موجود پاتا اور جو مشکل اس کو پیش آتی حل ہو جاتی۔ اور جس آدمی میں بھی وہ تصرف کرتا اس کو بھی معائنہ ہو جاتا۔ قریباً ڈیڑھ سو کے قریب مرد اور

عورتیں جو میرے پاس رہتے ہیں یہ کیفیت رکھتے ہیں۔ شاید کسی کے دل میں یہ خیال گذرے کہ یہ خود نمائی کرتا ہے۔ خدائے پاک کی قسم یہ سب اسی کی مہربانی ہے جو آدمی بھی اخلاص اور درست اعتقاد کے ساتھ اس کی اطاعت کرے یقیناً یقیناً وہ اپنے مقصود کو پہنچ جاتا ہے اور خداوند تعالےٰ کی عنایت میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے وہ ایسا قادر ہے کہ اگر ایک چیونٹی کو شان سلیمانی عطا کردے تو تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! یقین جان اور اس کے سوا حقیقت اور کچھ نہیں ہے کہ جب میوہ دار درخت پھل لیتا ہے تو اس کی شاخیں نیچے جھک جاتی ہیں اسی طرح یہ بھی معلوم کرلینا چاہئے کہ جب آدمی کو حق تعالےٰ کمال کے مقام پر پہنچاتے ہیں تو اس میں پوری فروتنی، عاجزی، شکست اور نیاز مندی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس حد تک کہ وہ اپنی کمالیت سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے اور جتنا اس کا مرتبہ بڑھتا جاتا ہے اتنی ہی اس میں عاجزی اور نیازمندی بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور پھر جتنی عاجزی بڑھتی ہے اتنا ہی مرتبہ بڑھتا جاتا ہے۔

اے عزیز! کیا تجھے معلوم ہے کہ ادب کا طریق کیا ہے؟ ہر چند کہ مالک اپنے غلام کو سرفراز کرے، محرم راز بنائے، تمام تصرفات اس کو بخش دے، خزانے کی چابیاں اس کے حوالے کردے اور تصرف کرنے کی اجازت دیدے کہ جس کو چاہے دے تو ایسی صورت میں غلام کو کیا کرنا چاہئے؟ اسے چاہئے کہ اپنی نالائقی کا ثبوت نہ دے۔ غلامی کے دائرے سے قدم باہر نہ رکھے۔ ادب کو ملحوظ رکھے۔ راستی سے منہ نہ پھیرے اس کے غضب وقہر سے ہمیشہ ترساں و لرزاں رہے اس کے حکم کی تعمیل میں جیسے گیند چوگان کے سامنے رواں دواں رہتا ہے اسی طرح دوڑتا پھرے کہ یہ جو کچھ بھی ہے خدمت اور راستی ہی کا نتیجہ ہے ؎

۱ راستی موجب رضائے خداست — کس نہ دیدم کہ گم شد از رہ راست

۲ خدمت تو کنی گوئے زمیدان بری — ور تو نہ کنی ہر کہ کند او ببرد

۱ راستی خدا تعالیٰ کی رضا کا باعث ہے میں نے کسی کو بھی سیدھے راستے پر جاتے ہوئے گمراہ ہوتے نہیں دیکھا ہے۔

۲ اگر تو خدمت کرے گا تو گیند تُو لے جائے گا اور اگر تُو نہ کرے گا تو جو کرنے گا وہ لے جائیگا۔

اے زخم خوردہ درویش! جوانمردی کا نشان حضرت حق جل سلطانہ کے حکم کی تعمیل اور فرمانبرداری میں اپنی گردن رکھنا اور خدمت کی کمر اپنی جان کے درمیان رکھنا اور عبادت خداوندی میں مشغول ہونا ہے تاکہ بندہ خدا تعالےٰ سے آشنا ہو جائے اور آشنائی سے روشنائی حاصل کرے اور بندگی میں حق کی راہ پالے اور غلامان حق جل وعلا کی راہنمائی کرے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْھٰرُ (اور جو آدمی اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اس کو خداوند تعالےٰ ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے ہمیشہ نہریں بہتی رہیں گی) اگر تو خداوند تعالےٰ کا کہا مانے گا تو خدا تعالیٰ بھی تیرا کہا مانیں گے جو آدمی فرمان حضرت حق پر راضی ہو جائے گا حق تعالیٰ بھی اس سے راضی ہو جائیں گے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ (خداوند تعالےٰ جل سلطانہ ان سے راضی ہوئے اور وہ خداوند تعالیٰ سے راضی ہوئے) کا قرب حاصل کرے گا۔

مہتری در قبول فرمان است ترک فرمان دلیل حرمان ست

(سرداری حکم قبول کرنے میں ہے اور فرمان کو چھوڑ دینا محروم ہونے کی دلیل ہے)

اے زخم خوردہ درویش! کیا تجھے معلوم ہے کہ فرمانبرداری کسے کہتے ہیں؟ فرمانبرداری صبر کا نام ہے یعنی ہر مصیبت جو پہنچے اس پر دم نہ مارے، روئے نہیں اور راضی برضائے حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ رہے تاکہ حق تعالےٰ بھی اس سے راضی رہیں۔ فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ (اپنے رب کے حکم پر صبر کر)۔

ہر کہ گردن نہد رضا او را مر او را حق نگاہبان باشد

(جو آدمی اس کی رضا اور اس کے امر پر گردن جھکا دے گا تو حق تعالےٰ اسکے نگہبان ہونگے۔)

اے عزیز! محبت کا نشان دوست کی رضا کے تابع ہونا ہے اگر دوست کی مرضی کے خلاف ایک بال برابر بھی چلے گا تو یہ دوستی کا نشان نہیں ہوگا۔

۱ بیان جان جمالش محبت ازلی ست	کہ حسن دوست قدیمی و عشق لم یزلیست
۲ دلا بہ مذہب صاحبدلان فتویٰ عشق	کسے کہ صبر کند بر جفائے دوست ولی ست
۳ خلاف ما نہ طریق وفا و شرط است	مگر ظیفۂ شوخی و رسم دل گسلی است

ملہ نساء ۱۳۔

۴ ز ہوش رفتم و دارد دلم تصور عقل — کہ در دماغ مجانین خیال بے خللی ست
۵ تمتعے کہ دلم بہر روئے او دارد! — ہمیں تو اصل وصال و ہمی دعشوۂ املی ست
۶ اگر ز سوز درون واقفی و رقّت قلب — چہ جائے چہرۂ شمعی و جامۂ عملی است
۷ سر طبیب ندارد غماد برک و فقہ — کہ عشق درد قدیمیست و حالت ازلیست

۱ جان کے اندر اس کا جمال ازلی محبت ہے کہ دوست کا حُسن قدیمی ہے اور اس کا عشق لم یزلی (ہمیشہ کا) ہے۔

۲ اے دل صاحب دلوں کے مذہب میں عشق کا فتویٰ یہی ہے کہ جو دوست کی جفا پر صبر کرے وہ ہی دلی ہے۔

۳ ہمارا حکم عدولی کہ نہ وفا کا طریق اور صفا کی شرط نہیں ہے۔ یہ شوخی کا طریق اور دل چھڑا لینے کا نشان ہے۔

۴ میں ہوش سے بیگانہ ہو گیا ہوں اور میرا دل عقل کا تصور رکھتا ہے کہ دیوانوں کے دماغ میں بے خللی (تندرستی) کا خیال باقی رہ جاتا ہے۔

۵ وہ فائدہ جو میرا دل اس کی محبت سے حاصل کرتا ہے یہی چہرے کا وصال اور امید کا طریق ہے۔

۶ اگر تو سوز دروں اور رقت قلب سے واقف ہے تو پھر شمع کے چہرے اور عمل کے جامہ کا ٹھکانہ کہاں ہے؟

۷ طبیب کا خیال رکھتا ہے نہ عقل کی روشنی کی پرواہ کرتا ہے۔ عشق ایک قدیمی درد ہے اور ازلی حالت ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! اپنا ہ ہزار پناہ اس ناپائیدار جہان سے اپنا دل اٹھا لے دراس کی طرف کوئی توجہ نہ کر۔ اس میں خواہ کسی کو کتنا ہی کمال کیوں نہ ہو بالآخر زوال ہے۔ شیخ حسن روایت کرتے ہیں کہ حضر علیہ السلام ایک بادشاہ کے پاس گئے اور کہا اے بادشاہ! اچھی طرح جان لے اور آگاہ رہ کہ میں نے ایک دفعہ اس شہر میں گذر کیا دیکھا کہ یہاں ایک بہت بڑا شہر آباد تھا۔ اس میں بیشمار مخلوق آباد تھی پھر میں چلا گیا۔ میں نے اس جگہ کو اس کے بعد تین سو سال بعد آ کر دیکھا تو شہر کی جگہ ایک بہت بڑا دریا بہ رہا تھا۔ سوداگر لوگ اس میں آمد و رفت کرتے تھے۔ پھر چار سو سال

کے بعد میرا گذر یہاں سے ہوا میں نے دیکھا کہ دریا خشک ہو چکا تھا اور یہاں ایک بہت بڑا جنگل تھا اس میں وحشی جانور اور پرندے آباد تھے لوگ اس جنگل میں شکار کرتے تھے میں چلا گیا۔ پانچ سو سال کے بعد جب دیکھا تو جنگل کو جلا دیا گیا تھا اور اس جگہ ایک بادشاہ زعفران کی کاشت کراتا تھا اور ایک بہت بڑا شہر آباد تھا اور ایک باہیبت اور محتشم بادشاہ تخت پر جلوہ افروز تھا۔ میں حیران رہ گیا اور چلا گیا۔ تین سو سال کے بعد اب آیا ہوں تو اب تجھ کو دیکھا ہے کہ تو تخت نشین ہے اب میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں کہ تو سنبھل جا اور اپنی زندگی برباد نہ کر۔ بادشاہ نے پوچھا تو کون آدمی ہے اس نے کہا میں خضر ہوں۔ بادشاہ نے اپنے دل میں سوچا اور دنیا سے عبرت حاصل کر لی اس کو معلوم ہو گیا کہ دنیا بے وفا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالے نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ (اور نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر ایک کھیل اور تماشہ) اس نے تاج و تخت کو چھوڑ دیا۔ بادشاہی سے الگ ہو گیا اور مرتے دم تک عبادت خداوندی میں مشغول رہا۔

منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نیک بخت عورت تھی اس کا خاوند بھی بڑا پارسا اور شہر کا قاضی تھا۔ اس کے دو خورد سال بچے تھے اپنے گھر کے صحن میں کھیل رہے تھے کہ ایک ان میں سے کنوئیں میں گر پڑا دوسرے نے اسکو پکڑنے کے لیئے ہاتھ لمبا کر کے نیچے لٹکایا تاکہ اس کو پکڑ کر باہر نکالے۔ بڑی کوشش کے بعد اس کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرا لڑکا بھی کنوئیں میں گر گیا اور دونوں ڈبکیاں کھا کر مر گئے ان کی ماں نے دونوں کو کنوئیں سے نکالا مکان کے اندر لے گئی اور انکو لٹا کر اوپر ایک چادر ڈال دی۔

اس نے اپنے دل میں سوچا کہ ان کا باپ عدالت کی کرسی پر بیٹھا ہے۔ ظہر کی نماز کے وقت بھوکا پیاسا گھر میں آئے گا اگر اس نے بچوں کے مرنے کی خبر سن لی تو کچھ بھی کھا پی نہیں سکے گا۔ اس نے کھانا منگوایا۔ جب اس کا شوہر آیا تو اس نے پوچھا لڑکے کہاں ہیں؟ عورت نے کہا سوئے ہوئے ہیں۔ قاضی نے کہا ان کو جگاؤ تاکہ میرے ساتھ بیٹھ کر روٹی کھائیں۔ اس کا دستور تھا کہ بیٹوں کے سوا کھانا نہیں کھایا کرتا تھا۔ عورت نے کہا آپ کھانا کھالیں وہ بھی اٹھ کر کھالیں گے اس نے کھانا کھا لیا۔ وضو کیا اور بچوں کو جگانے کے لیے چلا گیا۔ دیکھا کہ وہ خواب سے بیدار ہو چکے تھے اور کھیل رہے تھے دونوں دوڑ کر باپ کے پاس آ گئے۔ ماں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اس کی چیخ

۵؎ عنکبوت ۶۴-

نکل گئی۔ بیہوش ہو کر گر پڑی۔ جب وہ ہوش میں آئی تو اپنا سر سجدہ میں رکھ دیا اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ مرد نے پوچھا کیا بات ہے؟ عورت نے وہ تمام عجیب وغریب ماجرا بیان کر دیا۔ مرد نے کہا خدا تعالیٰ نے تجھے تیرے صبر کا پھل دیا۔ جب تجھے یہ مصیبت درپیش آئی تھی تو تو نے کیا کیا تھا؟ اس نے کہا صبر سے کام لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ[1] اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ مرد نے کہا تو نے میری عزت رکھ لی۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بیٹے واپس دیدیئے تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ مصیبت میں صبر کرنے کے کتنے فائدے ہیں اور کتنا اجر ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! دین کو دنیا کے بدلے نہ بیچ۔ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اپنی تنگدستی کا گلہ کیا۔ اور کہا "اے شیخ! دعا کرو کہ میں دولتمند بن جاؤں"۔ شیخ نے کہا سورہ قل ہو اللہ احد جانتا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا پڑھ جب اس نے پڑھی تو شیخ نے فرمایا ایک ہزار درم کے عوض اس کا ثواب مجھ کو دیدے اس نے انکار کر دیا۔ شیخ نے کہا دو ہزار لے لے اس نے پھر انکار کیا۔ یہاں تک کہ معاملہ دس ہزار تک پہنچ گیا۔ پھر بھی اس نے انکار کر دیا۔ شیخ نے کہا اے مرد اٹھ کر چلا جا تو تنگدست نہیں ہے تو کیسا آدمی ہے کہ دس ہزار کی رقم سے بھی اس کا ثواب فروخت نہیں کرتا؟ وہ آدمی اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے بعد شیخ نے دعا کی "اے خداوند! اس کو مالدار بنا دے۔ ناگہاں ایک بادل اٹھا اور بارش برسنے لگی اس آدمی نے راستہ میں ایک دیوار کے ساتھ اپنی پشت کی ٹیک لگائی اور کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک سبز پوش سوار آتا دیکھا اس نے پاس آ کر کہا۔ کیا تو ہی وہ شخص ہے جس نے قل ہو اللہ احد کا ثواب دس ہزار درہم میں فروخت نہ کیا؟ اس نے کہا ہاں۔ اس آدمی نے دس ہزار درہم نکال کر اس کو دیدیئے وہ آدمی خوش ہو گیا اور کہنے لگا یہ تو دنیا میں اس کا اجر ملا ہے اور آخرت کا ثواب بے انتہا ہے۔

پس اے عزیز! اچھی طرح سمجھ لے کہ خداوند تعالیٰ کسی کا نقصان نہیں کرتے جو کوئی عمل کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ[2] جو آدمی ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو آدمی ایک ذرہ کے برابر بھی برائی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اے عزیز! جو آدمی تھوڑی سی چیز پر قناعت کرے گا

[1] بقرہ - ۱۵۳ - [2] زلزال ۸ -

اور فقر و فاقہ سے منہ نہ پھیرے گا اور اپنی قسمت پر راضی رہے گا تو یقیناً وہ ایک ایسی خوشی میں رہے گا جس کو کبھی زوال نہ ہوگا اور وہ خوشی کبھی اس سے منہ نہ پھیرے گی۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَعِیْشَتَھُمْ (ہم نے ان کے درمیان ان کی روزی تقسیم کر رکھی ہے) اس پر اپنا یقین محکم رکھ۔

اے زخم خوردہ درویش! اگر تو محبت کا سودا رکھتا ہے تو نامرادی کے کوچہ میں آ اور فقر و فاقہ کا یار و مونس بن اور غیر کے اندیشہ کو دل سے نکال دے۔ موت کا سامان کر۔ وقت کو غنیمت سمجھ اور آخرت کے کام کے پیچھے دوڑ۔ جب تک کوچ کا نقارہ نہیں بجتا اس کام سے نہ تھک جب آخری وقت پہنچ جائے گا تو اللہ تعالےٰ کے قول کے مطابق کہ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ (نہ ایک سیکنڈ پیچھے رہ سکیں گے نہ آگے بڑھ سکیں گے) تو اس وقت تو ندامت و افسوس کھائے گا۔ لیکن اس وقت کا افسوس کھانا اور پشیمان ہونا کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اگر تو سلامت رہنا چاہتا ہے تو فقر و فاقہ اختیار کر۔

۱ فاقہ و فقر و فقیری ترک دنیا کردن ست	ہر کرا اینہا بود او را بجنّت مسکن ست
۲ جائے پاکاں ست آنجا جائے ہر ناپاک نیست	رفتن اندر راہ پاکاں پاک بازی کردن ست
۳ مرد ایں رہ را نشاں عاشقی باید یقین	حلقہا در گوش طوق بندگی در گردن ست
۴ منزلے دارم دراز و عقبۂ دارم بلند	کے رسد آنجا کسے کو اسپ نفس توسن ست
۵ جبہ و تاج و قبا ہم یک دو روزے بیش نیست	رفتن راہ حقیقت با یکے پیراہن ست
۶ کرتہ بے آستین ست از پئے ہر مرد و زن	بے گریباں ست او را تا کف پا دامن ست
۷ با چنیں کرتہ ترا در خانہ باید شدن	خانۂ تاریک و تنگ و نے درو نے روزن ست
۸ جز بفرمان خدا کار دگر کردن خطا ست	ہر کہ ایں فرماں برد تاریک برو روشن ست
۹ آسمان مانند مرغ و ایں جہاں داں خرمنے	آدمی افتادہ چوں دانہ بگرد خرمن ست
۱۰ بر سر گنج قناعت حجرۂ باید گرفت	نیم ناں ہم میرسد تا نیم جاں ہم در تن ست
۱۱ خاک شو خاقانیا از خاک خاقاں شد عجب	آخر ایں عمر عزیزت خاک خاقاں خفتن ست

۱ فاقہ، فقر اور فقیری دنیا چھوڑ دینے کا نام ہے۔ جس کو یہ چیزیں میسّر آجائیں اس کا جنت میں

ٹھکانہ ہے۔

۲ وہ جگہ پاک لوگوں کا ٹھکانہ ہے ہر ناپاک کی جگہ نہیں ہے پاک لوگوں کے راستہ پر جانے کے لیے پاک بازی اختیار کرنی چاہیئے۔

۳ اس راہ کے مرد کے لیے کوئی پختہ علامت چاہیئے۔ کانوں میں حلقے اور بندگی کا طوق گردن میں رکھنا ہے

۴ میری منزل بڑی دُور دراز ہے میرے سامنے بلند گھاٹیاں ہیں اس جگہ ایسا آدمی کیسے پہنچ سکتا ہے جس کے پاس نفس سرکش کا گھوڑا ہو۔

۵ جبّہ اور تاج وقبا صرف ایک دو دن کے مہمان ہیں۔ حقیقی راستہ (موت) پر ایک ہی پیراہن سے جانا پڑتا ہے۔

۶ ہر مرد، عورت کے لیے ایک ہی بے آستین کُرتہ ہے اور بغیر گریبان کے ہے جس کا دامن پاؤں تک پھیلا ہوا ہے۔

۷ ایسے کُرتے کے ساتھ تجھ کو ایسے گھر (قبر) میں جانا ہے جو کہ ایک تنگ و تاریک اور بغیر کسی روشندان اور دروازے کے گھر ہے۔

۸ خدا تعالیٰ کے فرمان کی تعمیل کے علاوہ کوئی اور کام کرنا غلطی ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے فرمان کی تعمیل کریگا تو تاریک اس پر روشن ہو جائے گا۔

۹ آسمان پرندے کی طرح ہے اور یہ جہاں ایک کھلیان ہے اور آدمی کی مثال ایسی ہے جیسے خرمن کے گرد دانے بکھرے پڑے ہوں۔

۱۰ قناعت کے خزانے پر اپنا حجرہ بنا لینا چاہیئے روٹی کا ٹکڑا تو جب تک جسم میں جان ہے پہنچتا ہی رہے گا

۱۱ اے بادشاہ! مٹی ہو جا یہ تعجب کی کونسی بات ہے آخر بادشاہ بھی تو مٹی ہی سے پیدا ہوتا ہے، اے بادشاہ! آخر تیری اس عمر عزیز نے خاک ہی میں سونا ہے (خاقان بادشاہوں کا لقب بھی ہے اور شاعر کا تخلص بھی خاقانی ہے۔ ضمیر کا مرجع دونوں بن سکتے ہیں۔ یعنی اے بادشاہ اور اے خاقانی خاک ہو جا)

اے زخم خوردہ درویش! کچھ تو سوچ بہت بڑی مشکل در پیش ہے جس سے صدیقین کے دل بھی پارہ پارہ ہیں۔ ہائے ہائے تو کس وہم میں پڑ گیا ہے کیا تو سمجھتا نہیں ہے؟ تو بہت نادان ہے۔ انسان نہیں ہے۔ آدمی اور حیوان میں اگر کوئی فرق ہے تو اسی عقل کا ہے جس کی عقل پوری ہے وہ پورا انسان ہے اور جس میں عقل نہیں ہے وہ حیوان ہے۔ جان کا قطرہ جو کہ ہر حیوان میں ہے صرف وہ عقل ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف راہنمائی کرے۔ وہ عقل عقل نہیں ہے جو دنیا میں مشغول کر دے۔ دنیا کی طلب میں مرنا پوری بے عقلی و جاہلیت ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ "دنیا کو چھوڑ دینا ہر عبادت کی بنیاد ہے اور دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے"۔

اے خستہ جان درویش! رب العالمین نے یہ ربانی کلام وحی کے ذریعہ بھیجی اور فرمایا اے اللہ کے رسول! فرمان خداوندی ہے کہ اس میری آیت کو راہ راستی کے طلب کرنے والوں (یعنی علماء و زہاد اور اپنی امت کے سامنے) بیان کرو اور تھوڑی شرح سے اس کے بیان کا اظہار کرو تاکہ زاہد و سالک غیر مجذوب لوگ میری "معرفت" حاصل کریں اور میرے طالب و دوست بنیں، میری طرف توجہ کریں اور مجھ تک پہنچ سکیں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ[1] (یعنی اے محمد! ہم نے بہت سے جن اور انسان جہنم کے لیے پیدا کیے ہیں ان کے دلوں میں میری معرفت نہیں پہنچتی ان کی آنکھیں ایسی ہیں جو دیکھ نہیں سکتیں ان کے کان ایسے ہیں جو سن نہیں سکتے۔ بشریت کا مضبوط تالا ان کے دلوں پر لگا ہوا ہے یہ لوگ حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ تر یہی لوگ غافل ہیں) یہ لوگ میری نعمتوں کو نہیں سوچتے کہ میں نے ان پر کیا کیا انعامات کئے ہیں اور اپنی کمال مہربانی سے ان کو مژدہ "يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ" سنایا اور ان کو بزرگی عطا فرمائی لیکن کیا فائدہ کہ وہ نعمت کی قدر نہیں جانتے اگر جانتے ہوتے تو کبھی فراغت سے نہ بیٹھتے بلکہ اس نعمت کے شکر ادا کرنے میں مشغول رہتے اور اس کا اقرار کرتے۔ ماں باپ کو تکلیف نہ دیتے۔ سائل کے سوال کو رد نہ کرتے اور ہمیشہ امید و خوف کی حالت میں لرزاں و ترساں رہتے اور عبادت معبود میں مشغول رہتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ[2]

[1] اعراف ۱۷۹ - [2] بروج ۱۱ -

(جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال بجا لائے ان کے لیے ایسے باغات ہیں کہ جن کے نیچے ہمیشہ نہریں بہتی رہیں گی یہ بہت بڑی کامیابی ہے) تمام نعمتوں میں سے بڑی نعمت پروردگار کا دیدار ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے حکم دیا کہ اے محمد! آپ اپنی امت سے کہیں کہ کب تک نفس کی خواہشات میں مشغول رہو گے اور کب تک خدا تعالیٰ کے سوا اور چیزوں کی یاد میں لگے رہو گے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا) اور دوسری جگہ فرمایا ہے اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (تم مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا)۔

اے بیوقوف! تو کس بیوقوفی میں مبتلا ہے۔ خدا تعالیٰ کی نوازش ہمیشہ تیری طرف متوجہ رہی ہے اور تو ہمیشہ بیہودہ چیزوں اور خواہشات نفسانی کی طرف راغب رہتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طلب سے رکا ہوا ہے شاید تو انسان نہیں ہے حیوان ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ (بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے) کیا تو اس آیت کو نہیں پڑھتا۔ اگر تو گناہ زیادہ رکھتا ہے تو توبہ کر کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہے ناامید نہ ہو کہ خداوند تعالیٰ کی بخشش بے انداز ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں) یہ بخشش عاصیوں کے لیے جاں نواز ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! یہ لطف وکرامت گنہگاروں کے لیے ہے ؎

مشو نومید اگر داری گناہے   کہ سلطان کریماں ہست خوشخو

(اگر تو گناہ رکھتا ہے تو ناامید مت ہو کہ سخیوں کا بادشاہ بڑا خوش خلق ہے)

حق سبحانہ وتعالیٰ بے نیاز ہیں اور اس بے نیازی کے باوجود اپنے بندہ کی نازبرداری کرتے ہیں کتنا بڑا ظلم ہے کہ بندہ اپنے آپ کو نہ پہچانے اور ایسے صاحب سے محروم رہے یہ کتنی بڑی بدبختی ہے کتنی ہی بڑی بدبختی ہے ؎

افگند رخت دلم بہ منزل گاہے   کانجا نبرد بصد دلیل آں راہے

¹ غافر ۲ مومن ۶۰۔ ۳ اعراف ۵۶۔ ۴ زمر ۵۳۔

۲ از ہزاراں مرد یک گیرد سماع زانکہ محرم نیست کس بہ سرّ او

۱ تیرے چہرہ نے میرے دل کو ایسی منزل گاہ میں لا کر پھینک دیا ہے کہ اس جگہ سے سو دلیل سے بھی وہ راستہ تلاش نہیں کر سکتا۔

۲ ہزاروں آدمیوں میں سے ایک سماع کر سکتا ہے اس لیے کہ ہر آدمی اس کے اسرار کا محرم راز نہیں ہے۔

حق تعالے فرماتے ہیں کہ میں نے تمام چیز دل کو تیرے لیے اور تجھ کو اپنے لیے پیدا کیا ہے۔ کسی ایک چیز کی طرف اشارہ کرو کہ کونسی چیز مجھ سے اچھی اور بہتر ہے کہ جس میں تو مشغول ہے اے میرے بندے! جو کچھ بھی ہے اور جتنا بھی ہے صرف میری طرف سے ہے اور کوئی چیز بھی میرے بغیر نہیں مل سکتی تو کیوں پوری اُلفت مجھ ہی سے نہیں رکھتا تاکہ میں تیرے لیے ہو جاؤں اور تجھے اپنی رحمت کے قریب لے آؤں اور اپنے دیدار سے مشرف کروں اور گوناگوں نعمتیں عطا فرماؤں اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ[1] (تم میں جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے وہ سب سے زیادہ معزز ہے) کی بزرگی بخشوں۔ تمام پریشانیوں سے تجھ کو نجات دوں اور تمام خوفوں سے تجھ کو آزاد کروں اور موت کے وقت لَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ[2] (کوئی خوف نہ کر کوئی غم نہ کھا) کی بشارت تجھے سناؤں اور تمام باطل وسوسوں سے تجھ کو نگاہ رکھوں۔ محبت کی شراب پلاؤں۔ دوئی کا حجاب دور کر دوں جب دوئی کا حجاب نہ رہے گا تو تو پوری طرح اپنے آپ کو بحر ناپیدا کنار میں گم پائے گا اور جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ[3] (حق آیا اور باطل مٹ گیا) کی کیفیت ظاہر ہوگی۔ جب تو اپنی حقیقت سے واقف ہو جائے گا تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تو اصل میں کیا تھا اور اب کیا ہو گیا ہے ؎

دریں مشہد کہ انوار تجلّی ست سخن دارم ولے ناگفتن اولیٰ ست

(اس نظارہ گاہ میں جو تجلیات کے انوار ہیں ان کے متعلق میں بہت سی باتیں جانتا ہوں لیکن ان کا نہ بیان کرنا ہی بہتر ہے)

اے زخم خوردہ درویش! مومن کو جب قبر میں رکھتے ہیں تو فرشتے بشارت لے کر آتے ہیں ایک کہتا ہے رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا (اے میرے رب مجھے مبارک منزل میں اتار) اور دوسرا

[1] حجرات ۱۳۔ [2] قصص ۷۔ [3] بنی اسرائیل ۸۱۔

کہتا ہے نَمْ کَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ (نئی دلہن کی طرح سوجا) ؎

راستاں رُستہ اندر روز شمار   جہد کن تا تو ہم از ایشاں گردی

(سچے لوگ قیامت کے دن چھوٹ جائیں گے۔ کوشش کر تا کہ تو بھی ان میں سے ہوجائے)
اور جب مومن قبر سے اٹھیں گے تو سچے لوگوں اور اَصْحَابُ الْیَمَنَۃِ کی صف میں کھڑے ہوں گے۔ اپنا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں پائیں گے، پڑھیں گے، خوشحال ہوں گے اور خدا تعالےٰ کو سجدہ کریں گے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ ان سے راضی ہوں گے اور وہ خدا تعالےٰ سے خوش۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ[1] اور حکم ہوگا اَلسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ[2] (نیکی کی طرف دوڑنے والے ہی قیامت کو پیش پیش ہوں گے۔ یہی لوگ مقربین بارگاہ الٰہی ہیں۔ نعمتوں والی جنت میں ہوں گے) ان لوگوں کو کتنی خوشی ہوگی۔ معلوم نہیں کہ یہ کس کی قسمت ہو یہ اللہ کا احسان ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے ؎

۱	اے شاہ ہر شاہ شاہ لقا با گدا نما	اے ماہ ماہ ماہ وفا با گدا نما
۲	از محنت چہ گوئم و گوئم چہ درد دل	از شربت وصال عطا با گدا نما
۳	دردم ز حد گذشت نہ دانم چہا کنم	از مرہم لقائی شفا با گدا نما
۴	دریاب حال بے دل بے صبر و بے قرار	ویں درد را دوا صنما با گدا نما
۵	ہستم گدائے کوئے تو خواہم لقائے تو	شاہا جمال خود ز سخا با گدا نما
۶	ہم حاضری و ناظری در کُل کائنات	انوار ذات عزّ و علا با گدا نما
۷	عثماں مدام از تو ترا خواہد از کرم	او را بخود کش و ز عنایت لقا نما

۱ اے بادشاہ! بادشاہوں کے بادشاہ ایک گدا کو شرف ملاقات عطا فرما۔ اے چاند! اے چاند کے بھی چاند ایک گدا سے وفاداری کر۔

۲ تیری محنت اور اپنے درد دل کے متعلق میں کیا کہوں (کہ کس حد تک ہے) ایک فقیر کو شربت وصال عطا فرما۔

۳ میرا درد حد سے گذر چکا ہے میں نہیں جانتا کہ کیا کروں۔ ملاقات کی مرہم سے گدا کو شفا بخش

۴ ایک بے دل، بے صبر اور بیقرار کے حال کو سنبھال۔ اے محبوب! اس درد کی دوا فقیر کو بتلادے

[1] مائدہ ۱۱۹ - [2] واقعہ ۱۰ - ۱۱ -

۵ میں تیرے کوچے کا گدا گر ہوں تیری ملاقات چاہتا ہوں۔ اے بادشاہ! اپنا جمال از راہ سخاوت فقیر کو دکھا۔

۶ تو ہی کل کائنات میں حاضر و ناظر ہے۔ اپنی ذات عز و علا کے انوار اس فقیر کو دکھا۔

۷ عثمان نے ہمیشہ تجھ سے تجھ ہی کو مانگا ہے اس کو اپنے کرم سے اپنی طرف کھینچ اور عنایت و لطف سے ملاقات فرما۔

اے زخم خوردہ درویش! طالب حق تعالےٰ کو غم وصال کے سوا اور کوئی غم نہ ہونا چاہئے۔ شیخ محقق خاوند سید کابلی فرماتے ہیں ؎

۱ گر مرا دوزخ بسوزد خاک سازد گو بسوز　　　　در مرا جنت نباشد بوستانے گو مباش

۲ من سگِ اصحاب کہفم بر درِ مرداں مقیم　　　　گرد ہر درِ مے نگردم استخوانے گو مباش

۱ اگر مجھ کو دوزخ جلا ڈالے، خاک سیاہ کر دے اسے کہو جلائے اگر مجھ کو جنت نہ ملے باغ نہ ہوں تو کوئی ڈر نہیں نہ ہوں۔

۲ میں اصحاب کہف کا کتا ہوں مردوں کے دروازے پر مقیم ہوں۔ میں ہر دروازے پر نہیں پھروں گا خواہ ہڈی نہ ملے۔

یہ مقام محبتِ ذات ہے اَللّٰھُمَّ اُرْزُقْنَا (اے اللہ ہماری قسمت کر) اور عبودیت مقام وصال ہے اور وہ رضا بالقضا ہے ؎

اگر کمال طلب میکنی چو کار افتاد　　　　قضاء عمر کنی و رضا دہی بقضا

(اگر تو کمال حاصل کرنا چاہتا ہے تو جب کوئی کام پڑے تو اپنی تمام زندگی کے فیصلے کو خدا کی رضا میں دیدے)

اے خستہ جان درویش! اچھے چاہئے کہ چون و چرا ترک کر دے۔ جب تو نے بندہ ہونے کا شرف حاصل کر لیا اور امامت کا تاج کرامت و خلعت زیب تن کر لی جو کہ سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ (پاک ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی) میں اس کا اشارہ ہے اور جس کا نتیجہ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ (نہ تو تم پر کوئی خوف ہے اور نہ ہی کبھی غمگین ہو گے) حکیم سنائی غزنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

در گہِ خلق ہمہ زرق و فریب ست کار درگاہ خداوند جہاں دارد لیس

(مخلوق کی بارگاہ تمام فریب اور دھوکہ ہے۔ خداوند دوجہاں کی بارگاہ ہی کام کی بارگاہ ہے)
اس درگاہ کی خاک بن کہ جس کے غلاموں کی عزت وآبرو روشن ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں
اَلَا طَالَ شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰی لِقَائِیْ وَاَنَا بِلِقَائِہِمْ اَشَدُّ شَوْقًا آگاہ رہو کہ نیکو کاروں کا شوق
میری ملاقات کے لیے بہت دراز ہو چکا ہے اور حالت یہ ہے کہ میں ان کی ملاقات کے لیے ان سے
زیادہ ان کا شوق رکھتا ہوں۔

خداوند تعالٰے فرماتے ہیں اے محمد! میں اس آدمی کو دوست رکھتا ہوں جو مجھے دوست رکھتا
ہے اور میں ان کو ہر وقت یاد رکھتا ہوں اور کسی وقت بھی غافل نہیں رہتا۔ مرشد کامل کی تلقین سے
میری "معرفت" تلاش کرو میں ان کا مونس وہمنشیں ہوں۔ جو شخص معرفت، جذبہ اور اصلاح باطن سے میری
طرف متوجہ ہوگا اور میرے عشق ومحبت میں خلوت میں بیٹھے گا، ہر وقت میری طرف دوڑے گا، ہر دم
اور ہر قدم پر میری یاد میں رہے گا، دن رات، میرے سوا اور کسی کو نہ ڈھونڈے گا، میرے سوا کسی کو
نہ دیکھے گا میرے سوا کسی کی نہ سنے گا میرے سوا کسی کو نہ پکارے گا اور مجھ کو دل سے فراموش نہیں
کرے گا، میری شناخت کو پائے گا تو مجھ تک پہنچ جائے گا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے" ہر عبادت
سے اچھی عبادت دل میں اللہ تعالٰی کا ذکر کرنا ہے، خلوت وجلوت میں رات اور دن میں سفر اور حضر
میں، قیام وقعود میں اور پہلو پر لیٹے ہوئے، ظاہر اور پوشیدہ غرض ہر حال میں جو کسی چیز سے محبت رکھتا
ہے اکثر اس کا ذکر کرتا ہے" (یعنی جو کسی چیز سے محبت رکھتا ہے اس چیز کو زیادہ یاد کرتا ہے۔ پس خدا تعالٰے
کو دل میں زیادہ یاد کرنا۔ محبوب کی دوستی اور عشق کی علامت ہے ؎

۱ چنانی در دلم حاضر کہ جان در جسم خوں در رگ فراموشم نہ ہرگز کہ دیگر بار یاد آئی!
۲ چناں مستغرقم با تو کہ از خود نیز بیزارم بغیرت گر بپردازم سزائے من جدا باشد

۱ تو میرے دل میں اس طرح بستا ہے جیسے جسم میں جان اور رگوں میں خون۔ تو مجھے کسی وقت بھی بھولا
ہوا نہیں ہے کہ تو مجھے دوبارہ یاد آئے۔
۲ میں تجھ میں ایسا غرق ہوں کہ اپنے آپ سے بھی بیزار ہوں اگر میں کسی اور میں مشغول ہو جاؤں تو
میری وہ سزا ہے جو جہان سے نرالی ہو۔

اے زخم خوردہ درویش! زیادہ باتیں کرنے سے دل مرجاتا ہے اور مُردہ دل سے نیکی نہیں ہوسکتی۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے منقول ہے کہ آنحضرت اکثر اوقات سنگریزے اپنے منہ میں رکھتے تاکہ باتیں نہ کی جاسکیں۔ بعضے بزرگانِ دین ایسے بھی گذرے ہیں کہ اگر ان کو بات کرنے کی ضرورت پڑتی تو قرآن مجید کے الفاظ زبان پر لاتے۔

حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز سے منقول ہے کہ "جب میں کوئی بیہودہ بات کرتا ہوں یا سنتا ہوں تو عبادت کی حلاوت نہیں پاتا"۔ ضرور بالضرور اپنی زبان کو لایعنی باتوں سے نگاہ رکھ جو کچھ بھی طالبِ حق کے لیے آفت و شامت ہے وہ یہی زبان ہے ؎

دل ز پُر گفتن بمیرد در بدن — گرچہ گفتارش بود دُرِّ عدن

(زیادہ باتیں کرنے سے جسم میں دل مرجاتا ہے اگرچہ اس کی باتیں عدن کے موتیوں جیسی قیمتی ہی کیوں نہ ہوں)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں بیت اللہ شریف کے حرم کی طرف آرہا تھا میں نے ایک عورت دیکھی جس نے گودڑی پہن رکھی تھی۔ گودڑی کے چیتھڑے لٹک رہے تھے۔ پاؤں میں ٹوٹی پھوٹی پاپوش تھی۔ جب میں نے اس کو دیکھا تو معلوم کرلیا کہ یہ راستہ سے بھٹکی ہوئی ہے۔ میں نے اس کو راستہ دکھانے کا ارادہ کیا۔ میں نے کہا اے فقیر! شاید تو راستہ بھول چکی ہے اس نے جواب میں کہا۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ (جس کو حق تعالیٰ راہنمائی کریں اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا ؎

آں را کہ تو رہبری کُنی کَسش گم نہ کند — واں را کہ تو گم کنی کَسش رہبر نیست

(جسکو تو راہنمائی کرے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو تو گمراہ کردے اس کے لیے کوئی رہبر نہیں ہے)

اے زخم خوردہ درویش! راہ محبت کے علاوہ تُو جس راہ پر بھی جائے گا اپنا راستہ گم کرے گا اور کبھی مقصود پر نہیں پہنچے گا ؎

جامی رہِ ہُدیٰ بخدا غیر عشق نیست — گُفتیم وَالسَّلَامُ عَلٰی تَابِعِ الْھُدٰی

(اے جامی! خدا تک پہنچنے کا راستہ عشق کے سوا کوئی نہیں ہے ہم نے بات کہہ دی ہے اور ہدایت

کی پیروی کرنے والے پر سلام ہو)

عبداللہ بن مبارک نے پوچھا اے عورت! تو کہاں سے آئی ہے؟ اس نے جواب میں کہا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ[1] (شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان ہے ہمیشہ رحمت کرنے والا ہے۔ پاک ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے کو ایک ہی رات میں مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی وہ مسجد اقصیٰ جس کے ماحول میں ہم نے برکت رکھی ہے) تو میں نے معلوم کر لیا کہ کہنا چاہتی ہے "بیت المقدس سے آرہی ہوں" پھر میں نے سوال کیا "کہاں جائے گی"؟ اس نے کہا وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا[2] (جن آدمیوں کو راستہ پر جانے کی توفیق ہو ان کے ذمہ بیت اللہ شریف کا حج کرنا خدا کا فرض ہے) تو معلوم ہوا کہ کہنا چاہتی ہے کہ حج کو جا رہی ہوں۔ میرے پاس ایک اونٹ تھا میں نے کہا کچھ دیر اونٹ پر سوار ہو جائیے اور میں نے اونٹ کو آگے بڑھا دیا کہنے لگی قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ[3] (آپ ایمانداروں سے فرمائیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں) میں سمجھ گیا کہ کہہ رہی ہے اپنی آنکھیں بند کر لے تاکہ میں سوار ہو جاؤں۔ جب میں نے آنکھیں بند کر لیں تو وہ سوار ہو گئی اور کہا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ (پاک ہے وہ اللہ جس نے اس سواری کو ہمارے تابع بنایا ہم تو اس کے قریب بھی نہ آسکتے تھے) معلوم ہوا کہ اونٹ کی پشت پر سوار ہو چکی ہے اور اپنے خدا کو حمد و ثنا سے یاد کر رہی ہے اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ[5] (تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کی پرورش کرنے والا ہے) میں نے پوچھا اگر کہیں تو میں آپ کو کچھ کھانے کے لیے دیدوں کہنے لگی وَمَا جَعَلْنٰھُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ (اور ہم نے ان کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھائیں) معلوم ہوا کہ کھانا مانگ رہی ہے میں نے اس کو کچھ کھانا دیدیا اور پوچھا کیا پانی بھی دوں؟ کہنے لگی وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ (اور ہم نے ہر چیز کی زندگی پانی سے برقرار رکھی ہے) معلوم ہوا کہ پانی بھی چاہتی ہے، میں نے اس کو پانی دے دیا۔ مقام حج کے قریب ایک قافلہ میں پہنچی اس قافلہ میں اس نے نظر دوڑائی اور کہا اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ (تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک آزمائش ہیں) معلوم ہوا کہ اس قافلہ میں اس کے لڑکے ہیں۔ اسی وقت دو نوجوان قافلہ سے باہر نکلے ایک کا نام یحییٰ تھا اور دوسرے کا

[1] بنی اسرائیل ۱۔ [2] آل عمران ۹۷۔ [3] نور ۳۰۔ [4] بنی اسرائیل ۱۳۔ [5] فاتحہ ۱۔

عیسٰی۔ انہوں نے جب اپنی ماں کو دیکھا تو اس کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا۔ ماں نے جب اپنے بیٹوں کو دیکھا تو اس قافلہ کی طرف منہ کیا اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ (تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو ہم سے غم کو لے گیا) معلوم ہوا کہ بیٹوں کے مل جانے سے شکر الٰہی ادا کر رہی ہے۔ میں نے اس نوجوان کی طرف توجہ کی اور اس سے پوچھا کہ اس عورت سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟ دونوں نے کہا کہ ہماری ماں ہے۔ تیس سال کی مدت جا رہی ہے کہ اس نے قرآن مجید کے سوا کبھی کوئی بات نہیں کی ہے۔ اگر کسی چیز کی ضرورت پیش آتی ہے تو قرآن مجید ہی سے ہم کو معلوم کراتی ہے ہم سمجھ جاتے ہیں اس کے بعد میں نے جانے کا ارادہ کیا تو میں نے سوال کیا اماں جان! آپ کا نام کیا ہے؟ کہنے لگی رَاضِیَۃً[1] مَّرْضِیَّۃً میں نے عرض کیا میں اب جانا چاہتا ہوں تو اس نے اپنے بیٹوں کی طرف منہ کیا اور کہا وَتَزَوَّدُوْا[2] فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی (اور خرچ لے لیا کرو بہترین خرچ پرہیزگاری ہے) مطلب یہ کہ اس آدمی کو راہ کا توشہ دیدو۔

اگر کوئی یہاں ہے تو اس کے لیے ایک نکتہ ہی کافی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں فَاتَّقُوا اللّٰہَ یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ (عقلمندو! اللہ سے ڈرو) اس کے بیٹے چلے گئے اور چند کھجوریں لاکر انہوں نے مجھ کو دیدیں۔ میں واپس آگیا۔ جس آدمی کو خاموش رہنے کی توفیق مل گئی سمجھو کہ اس پر رحمت کا دروازہ کھل گیا۔ نظم ؎

۱ در سخن گفتن زیان ست لَاتَقُلْ دم در مزن — خاموشی سرّ نہاں ست لَاتَقُلْ دم در مزن!

۲ از جفائے دہر اگر خواہی خلاصی بہرہ آں — خاموشی حصن اماں ست لَاتَقُلْ دم در مزن

۳ در خموشی امن ز آفات دو عالم داں تقیں — خاموشی کار نہانست لَاتَقُلْ دم در مزن

۴ محنت و درد و بلاؤ فیض و امراضِ قلوب — جملہ از شوخی زبان ست لَاتَقُلْ دم در مزن

۵ در دو عالم آبروئے مرد اندر خاموشی ست — ایں شرف بیشک عیان ست لَاتَقُلْ دم در مزن

۶ بے وقاری آورد بسیار گفتن مر ترا! — کار شغل عاقلاں ست لَاتَقُلْ دم در مزن

۷ دل ز پُر گفتن بمیرد گرچہ گوید سرّ حق — مردہ دل را زیں نشان ست لَاتَقُلْ دم در مزن

۸ خاموشی را چون نبات سبزہ داں و داس داں — از مقالات لسان ست لَاتَقُلْ دم در مزن

۹ گر خدا را دوست داری خاموشی بگزیں کہ آں — پیشۂ صاحبدلاں ست لَاتَقُلْ دم در مزن

[1] فجر ۲۸ ۔ [2] بقرہ ۲۱۷

۱۰ خاموشی راداں چراغ سالکان و عارفاں — زینت پیغمبران ست لاتقل دم درمزن!

۱۱ قیمت خاموشی ار یابی بیابی در سخن — کل عارف رانشان ست لاتقل دم درمزن

۱۲ خاموشی درخاموشی باید کہ بند دراہ دیو — ویں مقام کاملان ست لاتقل دم درمزن

۱۳ ہمچوں عثمان غوطہ زن در بحر خاموشی کزو — حاصلت دُرِّ گہران ست لاتقل دم درمزن

۱ باتیں کرنے میں سراسر نقصان ہے کچھ نہ بول دم نہ مار۔ خاموشی ایک مخفی راز ہے کچھ نہ بول، دم نہ مار۔

۲ زمانے کی مصیبتوں سے اگر تو چھٹکارا چاہتا ہے تو اس کے لیے خاموشی ایک محفوظ قلعہ ہے کچھ نہ بول دم نہ مار۔

۳ خاموشی سے دونوں جہان کی آفتوں سے امن مل سکتا ہے اس کو یقینی طور پر سمجھ لے خاموشی ایک مخفی عمل ہے کچھ نہ بول دم نہ مار۔

۴ محنت، درد، بلا، مصیبت۔ فیض، دل کے امراض یہ سب زبان کی آفتیں ہیں کچھ نہ بول دم نہ مار۔

۵ دونوں جہانوں میں آدمی کی خاموشی ہی سے عزت ہے اور خاموشی کا یہ شرف بالکل ظاہر ہے کچھ نہ بول دم نہ مار۔

۶ زیادہ باتیں کرنا تجھ کو بے وقار بنا دے گا عقلمندوں کا شغل اور کام یہی ہے کہ کچھ نہ بول دم نہ مار۔

۷ زیادہ باتیں کرنے سے دل مرجاتا ہے اگرچہ وہ اسرارِ حق ہی کیوں نہ کہے۔ مردہ دل کا نشان زیادہ باتیں کرنا ہے کچھ نہ بول دم نہ مار۔

۸ خاموشی کو سبز انگوری سمجھو اور زبان کی باتوں کو اس کے لیے درانتی جانو۔ (انگوری کو محفوظ رکھنے کے لیے) کچھ نہ بول دم نہ مار۔

۹ اگر تو خدا تعالےٰ کو چاہتا ہے تو خاموشی اختیار کر کہ خاموشی صاحب دلوں کا پیشہ ہے کچھ نہ بول دم نہ مار۔

۱۰ خاموشی سالکوں اور عارفوں کے لیے چراغ راہ ہے اور پیغمبروں کی زینت ہے کچھ نہ بول

دم نہ مار۔

۱۱ خاموشی کی قیمت خواہ تجھے خاموشی میں ملے یا نہ ملے بہر حال تمام عارفوں کا یہ نشان ہے کچھ نہ بول دم نہ مار۔

۱۲ خاموشی در خاموشی چاہیئے کہ یہ شیطان کی راہ بند کر دیتی ہے اور یہ کامل لوگوں کا مقام ہے کچھ نہ بول دم نہ مار۔

۱۳ عثمان کی طرح خاموشی کے سمندر میں غوطہ لگا کہ اس سے گراں قیمت موتی حاصل ہوتے ہیں کچھ نہ بول دم نہ مار۔

نظم

۱ چوں زباں بندی دلت خندد بصد فرخندگی	ہمچوں گلہائے بہاری خاموشی باید گزید
۲ خاموشی مس وجودت را کند زر بیخلاف	در دو عالم سر براری خاموشی باید گزید
۳ دار دائم در حضور دوست خود را دمبدم	جملگی با حق گذاری خاموشی باید گزید
۴ در زمین دل ہمیں تخم محبت را بکار	ز آب دیدہ کشتکاری خاموشی باید گزید
۵ گفتگو باد خزاں ست مر بہارِ قلب را	نیست در وے رستگاری خاموشی باید گزید
۶ دمبدم می باش جاناں باسبانی باغِ دل	یکزماں غفلت نیاری خاموشی باید گزید
۷ در طلب گاری وصلش بندۂ عثماں ہمے	میکند شب روز زاری خاموشی باید گزید

۱ جب تو زبان بند کرے گا تو تیرا دل سینکڑوں خوشیوں سے ہنسے گا۔ بہار کے پھولوں کی طرح خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔

۲ خاموشی تیرے وجود کو تانبہ سے سونا بنا دے گی اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے تو دونوں جہانوں میں سربلند ہو جائیگا خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔

۳ دمبدم تو اپنے آپ کو دوست کی حضوری میں رکھ اپنے جملہ اوقات حق کے ساتھ گذار خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔

۴ دل کی زمین میں محبت کا بیج بو اور آنکھوں کے پانی سے اس کی آبیاری کر خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔

۵ گفتگو دل کی بہار کے لیے خزاں کی ہوا ہے اس سے نجات کی کوئی صورت نہیں ہے خاموشی

اختیار کرنی چاہئے۔

۶ اے محبوب دل کے باغ کی پاسبانی ہر وقت کرنی چاہئے اس سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔

۷ اس کے وصل کی طلب میں بندۂ عثمان دن رات آہ وزاری کرتا رہتا ہے خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔

اب ہم پھر اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اے زخم خوردہ درویش! یقینی طور پر سمجھ لے اور اس کے علاوہ اور کوئی حقیقت ہے بھی نہیں کہ جس نے مخلوق سے امید رکھی وہ ناامید ہوا۔ اس کو یقینی طور پر سمجھ لو کہ بہت دفعہ کی مجرّب اور آزمودہ بات ہے کہ جس نے خالق سے امید رکھی وہ ایسی جگہ سے اس کی امید پوری کرتا ہے کہ اس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ حضرت امیر المومنین امام المتقین اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب فرماتے ہیں ؎

۱	رَضِیْنَا قِسْمَۃَ الْجَبَّارِ فِیْنَا	لَنَا عِلْمٌ وَّلِلْاَعْدَاءِ مَالٌ
۲	فَاِنَّ الْمَالَ یَفْنٰی عَنْ قَرِیْبٍ	وَاِنَّ الْعِلْمَ بَاقٍ لَّا یَزَالُ

۱ ہم اپنے متعلق خدا تعالیٰ کی تقسیم پر خوش ہیں کہ اس نے ہم کو علم دے دیا اور دشمنوں کو مال۔

۲ سو مال تو عنقریب فنا ہو جائے گا اور علم باقی رہے گا اسے کوئی زوال نہیں ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! جب تو نے یہ معلوم کر لیا کہ دونوں جہانوں میں خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی بھی غمخوار نہیں ہے تو پھر تو اپنے اوقات عزیزہ کو کیوں دوسروں کی فکر میں ضائع کرتا ہے اور کیوں ہمیشہ کی نقصان اٹھاتا ہے اور فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا (بے شک اس نے ظاہر خسارہ اٹھایا) کی کیفیت کو اپنے لئے کیوں پسند کرتا ہے؟ یہ کتنی بڑی بدبختی ہے۔ کتنی بدنصیبی ہے۔ حضرت قطب الاقطاب شیخ الاسلام احمد جامی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں ؎

۱	مارا نبود دلے کہ کار آید ازو	جز نالہ کہ در دمے ہزار آید ازو
۲	چنداں گریم کہ خاک ہا گل گردد	نے روید نالہائے زار آید ازو
۳	؎ با ستر تو ہر سوختہ سازے دارد	با ناز تو ہر بندہ نیازے دارد
۴	اے قادر پر کمال ناامید مکن	آں را کہ بدرگاہ تو رازے دارد

۵ باید کہ غم عشق ترا خو باشد — گر دست دہد غمش چہ نیکو باشد

۶ مردی کن در میان جان دار غمش — تا در نگری خود غم او او باشد

۱ ہمارے پاس ایسا دل نہیں ہے کہ اس سے کوئی کام ہو سکے سوائے اس کے کہ ایک ایک دم میں اس سے ہزاروں نالے پیدا ہوں۔

۲ ہم اتنا روئیں گے کہ مٹی کیچڑ بن جائے گی پھر اس سے بانسری پیدا ہو گی جس سے ہزاروں نالے پیدا ہوں گے۔

۳ تیرے راز کا ہر سوختہ دل ایک ساز رکھتا ہے اور تیرے ناز کے ساتھ ہر بندہ نیازمندی رکھتا ہے

۴ اے قادر مطلق اس آدمی کو نا امید نہ کر جو تیری بارگاہ میں کوئی راز رکھتا ہو۔

۵ چاہیئے کہ عشق کے غم کی تجھے خو ہو اگر اس کا غم میسر آجائے تو کتنا اچھا ہو۔

۶ مرد بن اور اس کے غم کو جان کے اندر رکھ تاکہ جب بھی تو اپنے اندر جھانکے تو اسی کا غم دیکھے

اے زخم خوردہ درویش! کیا تجھے معلوم ہے کہ بلند ترین مقام اور بلند تر درجہ خدا تعالیٰ کی محبت ہے۔ محبت کے حصول کے بعد کوئی بھی مقام اس سے بلند تر نہیں ہے۔ اے جوانمردو! آج جو کچھ کرو خداوند تعالیٰ کے لیے کرو نہ بہشت کی امید پر اور نہ دوزخ کے ڈر سے۔ اس گروہ کو ہمتوں کا بادشاہ کہا جاتا ہے ان کی ہمت میں خدا تعالےٰ کی محبت کے سوا کسی چیز کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ یہ ایسا گروہ ہے کہ اگر حق تعالےٰ اپنے وصل کا خیمہ اور اپنے قرب کا قبہ دوزخ میں لگا لیں تو دوزخ کی آگ کو اپنے لیے آنکھوں کا سرمہ بنائیں اور اگر جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام پر وہ کسی حجاب میں مبتلا ہو جائیں تو اتنی فریاد کریں کہ دوزخ والوں کو ان پر رحم آنے لگے۔

اے زخم خوردہ درویش! حضرت عیسیٰ علیہ السلام سفر کرتے ہوئے عابدوں کی ایک جماعت کے پاس پہنچے۔ فرمایا عبادت سے تمہارا مقصد کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہم دوزخ سے ڈرتے ہیں اور جنت کی امید رکھتے ہیں آپ نے فرمایا تم مخلوق سے ڈرتے ہو اور مخلوق ہی سے امید رکھتے ہو پھر آپ عابدوں کی ایک اور جماعت کے پاس پہنچے ان سے بھی پوچھا کہ عبادت سے تمہارا مقصود کیا ہے؟ کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی محبت اور بس۔ آپ نے فرمایا تم خدا کے دوست ہو مجھے حکم ہے کہ میں آپ ہی کے ساتھ رہوں ؎

۱	گر شود یک ذرہ خُلّت حاصلت	باز خندد آفتابے در دلت
۲	ہر کرا دل در مودت زندہ شد	در خصوصیّت خدا را بندہ شد

۱ اگر محبوب کی دوستی تیرا حاصل ہو تو تیرے دل میں آفتاب روشن ہو جائے گا۔

۲ جس کا دل محبت میں زندہ ہو گیا وہ خدا کا خاص بندہ ہو گیا۔

اے عزیز! طالب حق کی کیفیت اس طرح کی ہونی چاہیئے کہ شوق و محبت کے غلبہ سے اس طرح دردمند ہو کہ اس کو اپنے تن بدن کا ہوش نہ رہے اس درد میں ہر چیز کو بھول جائے اور رسم و عادات کے قیود سے باہر ہو جائے کہ اس کو عشق کہتے ہیں اور عوام لوگ اس سے دور ہیں ؎

۱	عشق وصفِ نہانِ سلطان ست	سرّ او را ز پاسبان مطلب
۲	روح قدسی فدائے عشق بود	عشق را بس تو رائیگان مطلب
۳	عشق بر کائنات سلطان ست	قرب او را از این و آن مطلب

۱ عشق بادشاہ کا پوشیدہ راز ہے اس کے راز کو پاسبان سے طلب نہ کر۔

۲ روح قدسی عشق پر فدا ہوتی ہے۔ عشق کو فضول چیز مت سمجھ۔

۳ عشق کائنات پر حکومت کرتا ہے اس کا قرب ایرے غیرے سے مت ڈھونڈ۔

اے درویش! خداوند تعالیٰ کی پوری محبت یہ ہے کہ آدمی حق سبحانہ وتعالیٰ کو جان و دل سے دوست رکھے اور دل میں اس کی محبت کے بغیر اور کوئی چیز باقی نہ رہ جائے اس کیفیت کا نام "استغراق" ہے اور محبت میں اس طرح بجو د ہو جائے کہ کوئی میلان و محبت و آرزو اس کے وجود میں نہ رہ جائے جب اس طرح ہو جائے گا تو محبوب کے دل کا محبوب وہ خود بن جائے گا۔ اس کا معبود اس کا محبوب ہو گا اس کے دل کا منظور بھی وہی ہو گا۔ لیکن اس کام کے سرمایے کا خمیر درد و اندوہ سے اٹھایا جاتا ہے حدیث میں ہے کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ الْحُزْنِ دَائِمَ الْفِکْرِ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غمگین اور ہمیشہ متفکر رہا کرتے تھے)

اے عزیز! کبھی بھی یہ درد مشتاق لوگوں سے زائل نہیں ہوتا ہر لحظہ ان میں ایک نیا زخم لگتا ہے اور یہ کیفیت ملاقات (قیامت یا موت) کے دن تک باقی رہتی ہے۔ چنانچہ ایک عزیز فرماتے ہیں اور خوب فرماتے ہیں ؎

۱ از مار غمش گزیدہ دارم جگرے — کاں را نہ کند ہیچ فسونے اثرے

۲ جز یار کہ من شیفتۂ روئے ویم — دارو ئے علاج من چہ داند دگرے

۱ میں اس کے غم کے سانپ کا ڈسا ہوا جگر رکھتا ہوں۔ وہ سانپ کہ جس پر کوئی جھاڑ پھونک اثر نہیں کرتا۔

۲ سوائے دوست کے کہ میں جس کے چہرے پر فدا ہوں کوئی بھی دوسرا آدمی میرے علاج کے لیے دوا نہیں جانتا۔

اے زخم خوردہ درویش! جس دل میں بھی محبت کا زخم ہے اس کا علاج وصال کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور جو بھی وصال کا طالب ہے اس کے دل میں زخم پر زخم ہیں اور محبوب کا زخم دوستوں اور عاشقوں کے لیے عین راحت ہے۔ اے عزیز! جب محبت اپنے کمال پر پہنچ جاتی ہے تو عاشق اپنی جان سے ہاتھ دھو لیتا ہے اور ہر لحظہ اور ہر لمحہ اس کی یہی آرزو رہتی ہے کہ میں وجود کے قفس کو توڑ ڈالوں اور اپنے اصلی وطن کو واپس چلا جاؤں اس لیے کہ ان کے اندر حظِّ نفسانی کا کوئی شائبہ بھی باقی نہیں رہتا ان کے وجود کے اندر یہی وجود کا قفس حجاب ہے۔ عاشق کب گوارا کرتا ہے کہ برزخ کا پردہ معشوق کے سامنے حائل رہے۔ لیکن اس کے وجود شریف کا قفس جہان والوں کی نجات کا باعث ہے۔ اسی لیے انہوں نے اپنے آپ کو محبت میں قائم رکھا ہوا ہے ؂

قفس شکستنِ ما شیوۂ مروّت نیست — نجات آفت مرغان ایں چمن باشد

(ہمارا قفس کو توڑ دینا مروّت کا شیوہ نہیں ہے۔ مرغانِ چمن کی آفات کے لیے یہ نجات کا باعث ہے)

اے عزیز! عاشقوں کا کام اور نوعیت کا ہے اور زاہدوں کا کام اور طرح کا یہ کام ایک دوسرے کو راس نہیں آسکتے ؂

زاہداں از مرگ مہلت خواستند — عاشقاں گفتند نے نے زود باش!

(زاہد لوگ موت سے مہلت مانگتے ہیں اور عاشق کہتے ہیں نہیں جلدی ہو جاؤ)

بیان کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام ایک صحرا میں سے گذر رہے تھے کہ ملک الموت علیہ السلام پہنچ گئے۔ کہنے لگے اے موسیٰ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کی پاک روح کو قبض کروں۔ موسیٰ علیہ السلام

نے فرمایا اے ارواح کے قبض کرنے والے! خدا تعالیٰ نے مجھے اپنا دوست کہا ہے اور کوئی دوست یہ نہیں چاہتا کہ اپنے دوست کی جان نکالے اور اس کو بے جان کر دے۔ عزرائیل علیہ السلام واپس چلے گئے۔ پھر دوبارہ واپس آئے تو کہا اے موسیٰ! کوئی دوست یہ نہیں چاہتا کہ اس کا دوست اس سے جدا رہے اور اس کو قرار آ جائے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ "موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے"۔ اس جگہ یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ عاشقوں کی بے آرامی و بیقراری اور عارفوں کی سرانداز ی اصلی مقصود پر پہنچنے کے لیے ہوتی ہے۔ جب تک وہ اپنے دوست سے مل نہیں جاتے اس وقت تک ان کا قرار بیقراری ہی میں ہوتا ہے اور ان کا سکون بے سکونی میں وہ ہمیشہ اسی ذوق و شوق میں رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے اصلی مقصود پر پہنچ جاتے ہیں جس نے بھی کہا کیا خوب کہا ہے ؎

۱ عشاق ہر کجا رقم کلکِ آں نگار!	یابند بروے از مژہ گوہر فشاں کنند
۲ ہر یک گرفتہ حرفے از انجا بیادگار	تعویذ جاں و حرز دل ناتواں کنند
۳ تا کے بجستجوئے تو باشم ببام و در	چوں ماہ شبے بروزنِ چشم نہاں در آ
۴ در اندرون سینہ ز رخ نور بر فروز	تا جان و دل لقیں شود ت بے گماں در آ
۵ چوں آشکار دین و دلم بردہ ز دست	بارے ز لطف ہم بنہانی نہاں در آ

۱ عاشق جہاں کہیں بھی اس معشوق کے قلم کی تحریر دیکھتے ہیں اس پر اپنی پلکوں کے گوہر (آنسو) نثار کرتے ہیں۔

۲ ہر ایک نے کسی کسی حرف کو اس کی یادگار سمجھ کر سینہ سے لگا رکھا ہے اور اپنی جان کا تعویذ اور اپنے ناتواں دل کا حرز بنا لیا ہے۔

۳ میں کب تک تیری جستجو میں بام کو در کو دیکھتا رہوں چاند کی طرح کسی رات آنکھوں کے روزن سے چھپ کر اندر آ جا۔

۴ تو میرے سینہ میں ایک روشن نور جلا (روشن کر) پھر تجھے میری جان و دل کی کیفیت معلوم ہو گی۔ بیشک چلا آ۔

۵ جب تو کھلم کھلا میرے دین اور دل کو مجھ سے چھین کر لے گیا ہے تو کسی وقت اپنے لطف و کرم سے پردہ اٹھا کر پوشیدہ طور پر چلا آ۔

میں کیا کہوں اور کیا لکھوں؟ کہ شوق سے میرا دل کباب اور چشم پُرآب اور جان پُردرد اور میرے چہرہ کا رنگ زرد ہے ؎

۱	از دردِ جدائی من حیراں چہ نویسم	حیرانم ازیں درد بجاناں چہ نویسم
۲	پیوستہ مرا بگذرد عمر بہ تلخی	از روئے وصال و غم ہجراں چہ نویسم
۳	وصفِ ترا چنانکہ توئی چوں کنم خیال	کہ ہر چہ در خیال من آید زیادہٗ
۴	آں روز چہ روزیست کہ من با تو نشینم	آں وقت چہ وقت ست کہ روئے تو بہ بینم

۱ میں جدائی کے درد سے حیران ہوں میں کیا لکھوں؟ میں اس درد کے متعلق حیران ہوں میں اپنے محبوب کو کیا لکھوں؟

۲ میری زندگی تو ہمیشہ تلخی سے گذر رہی ہے۔ وصال کے چہرہ اور ہجر کے غم کے متعلق کیا لکھوں؟

۳ تیری صفت کو جیسا کہ تو ہے میں خیال میں کیسے لا سکتا ہوں کہ میں جو کچھ بھی اپنے خیال میں لاؤں تو اس سے زیادہ ہے۔

۴ وہ دن کیسا اچھا دن ہوگا کہ میں تیرے ساتھ بیٹھوں گا وہ وقت کیسا اچھا وقت ہوگا کہ میں تیرے چہرہ کو دیکھوں گا۔

اے زخم خوردہ درویش! کیا تجھ کو معلوم ہے کہ اس بخشش کے لائق کون ہے؟ اس کے لائق وہ ہے جس نے اپنی جان قربان کر دی ہو، جلا ہوا ہو، دردمند ہو، نیازمند ہو، شکستہ جان ہو، بے سر و سامان ہو۔ اپنے آپ سے آزاد ہو چکا ہو اور دوست کے ساتھ مل چکا ہو۔ مثنوی ؎

۱	گر یارِ منی بے سر و ساماں میباش	ور زانِ منی قرینِ ہجراں میباش
	جور و ستم و جفائے دشمن برکش	خوں میخور و جاں ممیدہ و خنداں میباش

۱ اگر تو میرا دوست ہے تو بے سر و سامان ہو جا۔ اگر تو میری ملکیت ہے تو ہجر کا ساتھی بن جا۔

۲ دشمن کے جور و ستم اور جفا کو برداشت کر۔ خون جگر پی، جان دے اور ہنستا رہ ؎

اے عزیز! ہر آدمی ایسی باتوں کے لائق نہیں ہے۔ شاید ہزاروں میں سے کوئی ایک ہوگا ؎

۱	اے برادر عاشقی را درد باید درد کو!	بہرِ کوئے محبت مرد باید مرد کو
۲	چند ازیں علم فسردہ چند ازیں ذکر دراز	نعرہ ہائے آتشین و چہرہ ہائے زرد کو

۱ اے بھائی عاشقی کے لیے درد چاہئے لیکن درد کہاں ہے؟ محبت کے کوچے پر آنے والا مرد چاہیئے لیکن مرد کہاں ہیں؟

۲ یہ پرانا علم کب تک؟ یہ لمبے لمبے وظیفے کہاں تک؟ آتشیں نعروں اور زرد چہروں کی ضرورت ہے لیکن وہ کہاں ہیں؟

جس آدمی کو خداوند تعالے یہ نعمت نصیب کریں صرف وہی اس کی کیفیت کو جانتا ہے چنانچہ مولانا عراقی فرماتے ہیں ؎

۱	خوشا دردے کہ درمانش تو باشی	خوش آں راہے کہ پایانش تو باشی
۲	خوشی و خرمی و شادمانی	کسے دارد کہ خواہانش تو باشی
۳	مپرس از کفر واز ایماں کسے را	کہ ہم کفر و ہم ایمانش تو باشی
۴	خوشا چشمے کہ رخسارِ تو بیند	خوشا جانے کہ جانانش تو باشی
۵	چہ خوش باشد دلے امیدوارے	کہ امید دل و جانش تو باشی
۶	ہمہ شادی و عشرت باشد اے دوست	دراں خانہ کہ مہمانش تو باشی
۷	گل و گلزار خوش آید کسے را	کہ گلزار و گلستانش تو باشی
۸	چہ باک از کسے آں کس کہ اورا	نگہدار و نگہبانش تو باشی
۹	مشو پنہاں ازاں عاشق کہ پیوست	ہمہ پیدا و پنہانش تو باشی
۱۰	عراقی طالب درد ست دائم	بوئے آنکہ درمانش تو باشی

۱ وہ درد کتنا اچھا ہے کہ جس کا علاج تو ہو۔ وہ راستہ کتنا اچھا ہے جسکی انتہا تو ہو۔

۲ خوشی، خرمی اور شادمانی اس آدمی کی ہے جسکو چاہنے والا تو ہو۔

۳ اس آدمی کے کفر و ایمان کو نہ پوچھ جس کا کفر و ایمان تو ہو۔

۴ کتنی مبارک ہے وہ آنکھ جو تیرے رخسارہ کو دیکھے اور کتنی اچھی ہے وہ جان جس کی جان تو ہو

۵ وہ امیدوار دل کتنا اچھا ہے جس کے دل و جان کی امید تو ہو۔

۶ اے دوست! تمام عشرت اور خوشی اس گھر میں ہے جس میں تو مہمان ہو۔

۷ اس آدمی کو گل و گلزار مبارک ہوں جس کا گل و گلزار تو ہو۔

۸ اس آدمی کو کسی سے کیا ڈر جس کا نگہبان و پاسبان تو ہو۔

۹ اس اپنے عاشق سے پوشیدہ نہ رہ کہ جس کا ظاہر اور باطن تو ہو۔

۱۰ عراقی ہمیشہ سے درد کا طالب ہے اس امید پر کہ شاید اس کا علاج تو ہو جائے۔

اے زخم خوردہ درویش! جس کے سر میں عشق کا شوق ہے اس کو نہ دوزخ کا ڈر ہے نہ جنت کی آرزو ہے ؎

تخویف من از آتش دوزخ کم کن　　　چو با تو بوم ز آتشم باکے نیست

(مجھ کو دوزخ کی آگ سے ڈرانا کم کر دے جب میں تیرے ساتھ ہوں تو مجھ کو دوزخ کی آگ سے کچھ ڈر نہیں ہے)

اے عزیز! کیا تو جانتا ہے کہ عاشقوں کو اس وقت فرحت نصیب ہوتی ہے جبکہ محبوب غیرت کو برانگیختہ کرے اور عاشق کی جان اس تاب میں جلے مگر غیرت کی آگ سوائے مغائرت کے خس و خاشاک کے اور کسی چیز کو نہیں جلاتی جس آدمی کو اس معنی کی خبر ہو جائے وہ عالم وحدت میں باریابی حاصل کر لیتا ہے۔ عرفی نے اس مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے ؎

۱ آتش در زن ز کبریا در کویت　　　تا رہ نبرد ہیچ فضولے سویت

۲ واں روئے نکو ز ما مپوش از مویت　　　زیرا آنکہ بما دریغ باشد رویت

۱ اپنے کوچے میں کبریائی کی آگ روشن کر تا کہ کوئی فضول آدمی تیری طرف راہ نہ پا سکے۔

۲ اپنے چہرے کو ہم سے اپنے بالوں سے نہ چھپا کیونکہ ہم سے تیرا اپنے چہرے کو چھپانا افسوس کا مقام ہے

شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مناجات میں کہا "اے اللہ مجھ کو قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھا کہ تو اس سے بہت بلند و برتر ہے کہ تجھ کو میرے جیسا آدمی دیکھے"۔ اسی معنی کا راز ہے۔ عاشق جب اپنے اندر اپنے وصول کی استعداد مشاہدہ نہیں کرتا تو یقیناً اس کو ابدی فراق نظر آنے لگتا ہے وہ ایک بے کراں درد ہوتا ہے پس اسی سبب سے وہ مدام چاہتا ہے لیکن اس کو نہیں پا سکتا۔ بیچارہ ہمیشہ اس درد سے روتا رہتا ہے اور اسی ذلت میں خاک پر لوٹتا رہتا ہے اور بعد عاجزی کہتا ہے ؎ رباعی

اندر رہ عشق حاصلے باید و نیست　　　در کوئے امید منزلے باید و نیست

۲ گفتی کہ بصبر کار تو نیک شود ۔ با صبر تو دانی کہ دلے باید و نیست

۱ عشق کی راہ میں کچھ حاصل چاہئیے اور وہ نہیں ہے ۔ امید کے کوچے میں کوئی منزل چاہئیے اور وہ نہیں ہے ۔

۲ تو نے کہا ہے کہ تیرا کام صبر سے درست ہوگا اور صبر کرنے کے لیے کوئی دل چاہئیے اور ایسا دل ہی نہیں ہے ۔

اے زخم خوردہ درویش ! اس راہ میں سوائے جان کندن اور خاک و خون میں لوٹنے اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے کے سوا عاشق کو کوئی چارہ نہیں ہے ۔ جس نے بھی کہا ہے بڑا اچھا کہا ہے ۔ رباعی ؎

۱ دل عشق ترا مرید یادا ہمہ عمر ۔ در دیدۂ ما پدید بادا ہمہ عمر

۲ لطف کردی کہ زنار ہا ندی مارا ۔ الطاف تو مزید بادا ہمہ عمر

۱ دل تیرے عشق کا تمام عمر مرید رہے ۔ ہماری نگاہوں میں تمام عمر ظاہر ہے

۲ وہ مہربانی جو تو نے ہم پہ کی کہ ہم کو ہم سے آزاد کرا دیا ۔ تیری مہربانیاں ہمیشہ زیادہ ہوتی رہیں ۔

بابِ چہارم

(اس باب میں تواضع، مہربانی، خوش اخلاقی، شب بیداری اور سوز و محبت کا بیان ہے)

اے زخم خوردہ درویش! تواضع اس وقت میسّر آئے گی جب تو تکبر سے نجات حاصل کرلے گا جس کے دماغ میں تکبر ہے اس سے کبھی تواضع نہیں ہوسکتی۔ تکبر خود بینی کو کہتے ہیں اور خود بین کبھی خدا بین نہیں ہو سکتا خدا بین ہمیشہ تواضع میں جمال الٰہی کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے اور خود بین کے اندر ہمیشہ خواہشات نفسانی رہتی ہیں۔ ابلیس نے اپنے آپ کو دیکھا سو وہ ملعون و مردود ہوگیا اور آدم علیہ السلام نے اپنے آپ کو نہ دیکھا وہ پیغمبر ہو گئے۔ یہ محض الٰہی داد ہے جس پر عنایت ہوگئی اس کو مل گئی جس کو دیدی دیدی اور جس کو نہ دی نہ دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[1] (جسے چاہے تو عزت بخشے اور جسے چاہے ذلیل کر دے بھلائی صرف تیرے ہی ہاتھ میں ہے تو ہر چیز پر قادر ہے)

اے خستہ جان درویش! تواضع اختیار رکھنا پیغمبروں کی عادت ہے اور تکبر شیطان کی خصلت ہے خدا بین غیر کو نہیں دیکھتے۔ ان کی نگاہ جہاں بھی پڑتی ہے خاص اسی کے چہرہ پر پڑتی ہے وہ جس طرف بھی منہ کرتے ہیں ان کو حقیقی قبلہ نظر آتا ہے۔ وہ حقیقت میں خود قبلہ ہیں اس لیے کہ اس جہان کا ہر ذرہ اس کے جمال لاتناہی کا آئینہ ہے کہ جس کو حقیقی قبلہ کہتے ہیں۔ پس یقین جان کہ وہ اپنے چہرے کے آئینہ میں بھی اسی کو دیکھتے ہیں جس کو حق تعالےٰ نے خدا بین آنکھیں عطا فرمائی ہیں اس سے خود بینی کی نظر چھین لی ہے۔ وہ جو کچھ بھی دیکھتا ہے اسی کی طرف سے دیکھتا ہے اور ہر ایک کے ساتھ تواضع سے پیش آتا ہے۔ جو آدمی تواضع کرتا ہے خدا کے لیے کرتا ہے۔ تواضع کی علامت خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت ہے اور نفس و شیطان سے بیزاری۔ اس جگہ یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ جو بھی میوہ دار درخت ہوگا اس کی شاخیں زمین پر جھک پڑیں گی اور جو درخت خالی ہوگا اس کی شاخیں آسمان کی طرف جائیں گی۔ جو نشیبی زمین ہوگی پانی اس کی طرف چلا جائے گا اور جو بلند زمین ہوگی وہ خشک رہ جائے گی۔

[1] آل عمران ۲۶۔

اے زخم خوردہ درویش! دونوں جہان کے گردن فراز اور حقیقی بادشاہ اور خداوند تعالیٰ کے خلیفے یہی صاحب تواضع لوگ ہیں۔ ان کو صاحب تفکر بھی کہتے ہیں اور سر حلقۂ فقر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جب دونوں جہان کی چابیاں ان کے سپرد کی گئیں تو آپ نے قبول نہ فرمائیں حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی کبریاء کے استغناء کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف توجہ نہ فرمائی۔ نہ ہی کوئی چیز آپ کی نگاہ شریف میں کوئی قدر رکھتی تھی اور نہ ہی آپ نے نظر کی۔ آپ نے کمال ہمت دکھائی اس لیے کہ آپ جمال لا متناہی کے پیاسے تھے۔ شوق محبت بے نہایت رکھتے تھے۔ اسی سبب سے آپ نے نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا اور فقر کو اختیار کیا اور تواضع وشکست اور فقر کے ساتھ پیش آئے۔ آپ ہمیشہ دعا کیا کرتے تھے کہ "اے اللہ مجھ کو زندگی میں بھی مسکین رکھ مجھے موت بھی مسکینی میں عطا فرما اور مجھے قیامت کے روز بھی مسکینوں کی جماعت میں اٹھا" جب آپ نے ان تمام چیزوں کو قبول نہ کیا تو رب العزت کی بارگاہ سے ان کو اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کا خطاب ملا اور باوجود پورے کمال اور فخر تمام کے آپ نے حقیقی قبلہ کے آستانہ سے اپنی تواضع وبندگی کا سر نہ اٹھایا۔

چونکہ یہ تمام عالم بطفیل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجود میں آیا اور شرک وکفر اور خودنمائی یہ سب چیزیں وجود سے تعلق رکھتی ہیں جب آپ نے ان کی طرف نگاہ اٹھائی اور دیکھا کہ وحدہ لاشریک لہ کے لیے راس نہیں ہیں تو بے اختیار آپ نے نعرہ لگایا یَا رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یُخْلَقْ مُحَمَّدٌ (اے محمد کے رب کاش کہ محمد کو پیدا نہ کیا جاتا) دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ کو امت کا بہت غم تھا اور کوئی وقت ایسا نہ گذرتا تھا جبکہ آپ امت کی بخشش کی دعا نہ کرتے ہوں آپ ہمیشہ امتی امتی کہہ کر قبلہ حقیقی کے آستانہ پر سر رکھ کر امت کی نجات کے لیے درخواست کرتے اور جب آپ بعض لوگوں کو گمراہ دیکھتے تو کمال مہربانی سے آپ کا دل کڑھتا تو آپ بے اختیار نعرہ لگاتے یَا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یُخْلَقْ مُحَمَّدٌ (اے محمد کے رب کاش کہ محمد کو پیدا نہ کیا جاتا)

اے زخم خوردہ درویش! شاید تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کے متعلق پوری واقفیت نہیں رکھتا۔ کہ آپ اپنی امت کا کتنا غم کھاتے تھے میں خوش خوش تجھ سے بیان کرتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لیے کتنے شفیق ومہربان تھے۔ اس حکایت کو ذرا غور سے سن ؎

۱ یک حکایت دارم از درِ رسول — باد مقبول از ہمہ اہل قبول!

۲ تا کہ معلوم تو گردد ہمتش — تا چہ حدست امتاں را شفقتش

۳ بعد از آں آئم بہ مدح چار یار — اے برادر! یک زمانے گوش دار

۴ جملہ شبہا مصطفےٰ بیدار بود — اتفاقاً یک شبے خوابش ربود

۵ چوں محمد خفت اندر خوابِ ناز — ناگہاں آمد خطاب از بے نیاز

۶ کاے محمد خواب تو زیبندہ نیست — ہر کہ در خدمت نباشد بندہ نیست

۷ آفریدم من ترا از بہر آں — تا شوی پشت و پناہ امتاں

۸ چوں بپردازی بخواب نیم شب — کردم اکنوں امتانت را غضب

۹ دوزخ اندازم ہمہ از عام و خاص — یک تن از ایشاں نہ گردانم خلاص

۱۰ چوں شنید ایں قصہ را خیر البشر — شد از آنجا امتی گویاں بدر!

۱۱ رفت زانجا و نہ دیدش ہیچ کس — داند او را عالم الاسرار و بس

۱۲ چوں سہ روزے میگذشت ایں قصہ را — خونِ دل خوردند یاراں غصہ را

۱۳ جملۂ یاراں ز درد و اشتیاق — نالہ میکردند از درد و فراق

۱۴ عاقبت روزِ سیُم بعد از نماز — جملہ پیش عائشہ رفتند باز

۱۵ چوں بپرسیدند ز ام المومنین — داد ایشاں را جواب ایں چنیں

۱۶ گفت دو شنبہ رسید از حق عتاب — امتاں را آیت از بہر عذاب

۱۷ چونکہ ایں آیت بگوش او رسید — شد بروں از حجرہ او را کس ندید

۱۸ آں زماں برخاست از یاراں نفیر — لرزہ افتاد بر برنا و پیر

۱۹ جملہ یاراں آں زماں زاری کناں — رو بصحرا آوریدند آں زماں!

۲۰ ناگہاں دیدند یک چوپاں ز دور — گشت پیدا در دل ایشاں سرور

۲۱ پیش او رفتند پرسیدند ازو — کز خبر داری ز پیغمبر بگو!

۲۲ شد دو سہ روزے کہ گم کردیم ما — در فراقش خون دل خوردیم ما!

۲۳ آمدیم اکنوں بجست و جوئے او — نیست ما را زندگی بے روئے او

۲۴ گفت کے من مصطفیٰ را دیدہ ام — بلکہ نامش از کسے نشنیدہ ام

۲۵ لیک سہ روز ست کآواز خروش — از میانِ کوہ می آید بہ گوش

۲۶ می رسد در گوش ما ہر ساعتی — نالۂ یا امتی یا اُمتی!

۲۷ جانور از نالۂ او خستہ اند — از چرا کردن دہاں را بستہ اند

۲۸ ہر زماں از دیدہ میریزند آب — بستہ اند از راہ دیدہ راہ خواب

۲۹ من نمیدانم کہ ایں آواز کیست — ایں ہمہ نالیدنش از بہر چیست

۳۰ ایں خبر را چوں شنیدند آں گروہ — روئے آوردند جملہ سوئے کوہ!

۳۱ شد رواں اندر درونِ کوہ غار — در میان غار آں صدر کبار

۳۲ سر بسجدہ ماندہ پیشِ بے نیاز — با خدائے خویشتن میگفت راز

۳۳ بسکہ رفتہ از دو چشمش خونِ دل — روئے پاک او فرو رفتہ بگل

۳۴ گریہ میکرد و میگفت اے الٰہ — تا نہ بخشی امتانم را گناہ

۳۵ من نہ بردارم سر خود از زمیں — تا بروز حشر مانم ایں چنیں!

۳۶ ایں چنیں میگفت می نالید زار — اشک را بارید چوں ابر بہار

۳۷ چوں شنیدند ایں فغانش را ز در — جملہ را از نالہ اش خوں شد جگر

۳۸ گفت صدیق اے شفیع المذنبیں — از کرم بردار سر را از زمیں!

۳۹ آنچہ من در عمر طاعت کردہ ام — آنچہ در دنیا عبادت کردہ ام

۴۰ آں ثواب او برائے امتاں — دادم اے پیغمبر آخر زماں

۴۱ گفت پیغمبر مر او را اے رفیق — گرچہ ہستی تو مرا یار رفیق

۴۲ لیک از شفقت نیاید ہیچ نفع — ایں خطا با ایں نیاید ہیچ دفع

۴۳ بعد ازاں آمد عمر پیشش دواں — گفت اے غمخوار جملہ عاصیاں

۴۴ چونکہ خود فرمودہ بودی بارہا — عدل بہتر از جمیع کارہا!

۴۵ ہر عدالت کہ من آمد در وجود — آنچہ کردم در جمیع عمر شود

۴۶ کردم آں جملہ فدائے امتاں — دادم اے پیغمبرِ آخر زماں

۴۷ لطف کن بردار سر را از زمیں — تا ببینم آں جمال نازنیں

۴۸ گفت حضرت ایں سخن نبود روا — عدلِ تو نبود مرا درد بے دوا

۴۹ بعد ازانش گفت عثماں اینچنیں — کاے پیمبر سر برآور از زمیں

۵۰ آنچہ من خیرات کردم در جہاں — آنچہ قرآں جمع کردم آنچناں

۵۱ صرف کردم امتانت را ہمہ — امتاں عاصیانت را ہمہ

۵۲ جملہ را دادم بامّت اے رسول — التماس بندہ را مے کن قبول

۵۳ گفت نکشاید بایںہا کار من — کے بایں آساں شود دشوار من

۵۴ بعد ازاں آمد علیؑ المرتضےٰ — از سر اخلاص پیش مصطفےٰ

۵۵ آنچہ کردم از غزا در راہ حق — آنچہ کردم خیرہا در راہ حق

۵۶ صرف کردم امتانت را ہمہ — امتاں عاصیانت را ہمہ

۵۷ از سر لطف و کرم سر را بکن! — در مقام خویشتن شادی بکن

۵۸ تا ہمہ گردیم از تو مستفید — نامراداں را مگرداں ناامید

۵۹ گفت ازینہم ہیچ ما را سود نیست — ہیچ ازیں بخشش مرا بہبود نیست

۶۰ زیں سخن بہبود حاصل کے شود — بندہ را مقصود حاصل کے شود

۶۱ ہر کسے اعمال خود را نفل و فرض — پیش حضرت جملہ میکردند عرض

۶۲ عرض ایشاں را نیفتادے قبول — یک دم از گریہ نیاسود آں رسول

۶۳ ایں عزیزاں را شد چوں آبرو — جملہ عاجز آمدند از گفت و گو

۶۴ چوں نہ شد مقصود حاصل زیں ہمہ — کس فرستادند نزد فاطمہ

۶۵ چوں باں خیر النساء کردند خبر — در زماں بگرفت چادر را بسر

۶۶ شد رواں سوئے پدر مانند باد — پیش حضرت در رسید آں نیک زاد

۶۷ دید او را در عجائب حالتے — شد ازاں حالت مر او را وحشتے

۶۸ گفت اے بابا چرا گشتی چنیں — از چہ رو افتادہ سر بر زمیں

۶۹ ہیچ وقتے اینچنیں خوار و نزار — کس ندیدت بود زینساں بیقرار

۷۰ ایں چنیں در غم نبودی مبتلا — صبر مے کردی تو دائم در بلا

۷۱ گفت حضرت چوں نباشم اینچنیں — نیست چیزے نزد من بہتر ازیں

۷۲ ایں ندا آید مرا وقت سحر — امتانت را بسوزم در سقر

۷۳ درمیانِ امّتاں از شیخ و شاب — یک کسے خالی نباشد از عذاب

۷۴ من ز مادر وز پدر بگذشتہ ام — در دو عالم امتاں را گفتہ ام

۷۵ تا کہ ایشاں در سرائے آخرت — جملگی یابند از حق مغفرت

۷۶ فاطمہ گفتا اگر از بہر ایں — اے پدر گر اینچنیں باشی غمیں!

۷۷ آنچہ کردم طاعت از بہر خدا — جملہ را با امّتاں کردم فدا

۷۸ آنچہ خواہم کرد طاعت بعد ازیں — ہم بہ بخشم سر بہ بردار از زمیں

۷۹ گفت حضرت کار طاعت دیگر ست — کردن امت را شفاعت دیگر ست

۸۰ کس بہ طاعت میکند خود را خلاص — کے تواند کرد کار عام و خاص

۸۱ چوں رسید ایں حکم از پروردگار — کے کنم قول دگر را اعتبار

۸۲ گشت از پیش پدر چوں نا امید — رو بسوئے حق تعالی آورید

۸۳ فاطمہ چوں دید در پیش پدر — حیلہ جوئی او نیاید کارگر

۸۴ سر برہنہ کرد در سجدہ فتاد — سیل خونناب از مژگاں کشاد

۸۵ گفت اے پروردگار انس و جاں — دستگیر جملۂ درماندگاں

۸۶ اے خداوندا! کریما! کارساز — از نیاز جملہ عالم بے نیاز

۸۷ بیکساں را چوں توئی فریاد رس — کس نباشد غیر تو فریاد رس

۸۸ اے بحق حرمت اشک پدر — امتانش را ز دوزخ کن بدر!

۸۹ ہم بحق آب چشم ایں فقیر — امتانش را خدایا دستگیر!

۹۰ ایں کنیزک را خدایا شاد کن — جملہ امت را ز غم آزاد کن!

۹۱ در زماں از در در آمد جبرئیل — مژدہ آورد از نزد جلیل

۹۲ گفت میگوید خداوند رسول — من دعائے فاطمہ کردم قبول

۹۳	عفو کردم اے محمد دہ تنت	ہم بہ بخشیدم گناہ اُمتت
۹۴	چوں شفیع آور دیا ما آب چشم	آب چشم از ما فرو بنشاند خشم
۹۵	گر طلب کردے ہمہ خلق جہاں	جملہ را بخشیدمے در یک زماں
۹۶	جملہ امت رایبا مرزید مش	از سر لطف وکرم بخشید مش
۹۷	چوں شنید ایں مژدہ از روح الامیں	بعد ازاں برداشت سر را از زمیں
۹۸	تا نہ بخشید امتانش را خدا	آں علو ہمت نہ جنبیدہ ز جا
۹۹	ز آب چشم مصطفٰے و فاطمہ	آبرو شد امتاں را خاتمہ
۱۰۰	گر نبودے مصطفٰے پشت و پناہ	بود حال مردم عالم تباہ
۱۰۱	امتاں را مہر آں خیر البشر	بیشتر از مادرو مہر پدر را
۱۰۲	لطفش ار مارا نبودے دستگیر	جملہ مے گردیم در دوزخ اسیر
۱۰۳	ہر کسے کو دوستدار مصطفٰی ست	دوستدار چار یار با صفاست
۱۰۴	حب ایشاں مید ہد ز آتش نجات	ہر نفس بر روح ایشاں صد صلوٰت

ترجمہ

۱ میں تجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حکایت سناتا ہوں۔ اس حکایت کو تمام اہل قبول نے مقبول سمجھا ہے۔

۲ تاکہ تجھ کو آپ کی ہمت معلوم ہو جائے کہ آپ کی شفقت اپنی امت پر کس حد تک تھی۔

۳ اس کے بعد ہم چاروں خلفاء کی تعریف کریں گے اے بھائی کچھ دیر کان رکھ۔

۴ حضرت مصطفٰی تمام راتیں جاگ کر بسر کیا کرتے تھے اتفاقاً ایک رات آپ کو نیند آگئی۔

۵ جب آپ خواب ناز میں چلے گئے تو اس بے نیاز کی بارگاہ سے خطاب آیا۔

۶ کہ اے محمد! سو رہنا آپ کی شان کے لائق نہیں ہے۔ جو خدمت میں کھڑا نہ ہو وہ (حقیقت میں) بندہ نہیں ہے۔

۷ میں نے آپ کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ آپ امتوں کی پشت پناہی کریں۔

۸ جب تو آدھی رات کو سو رہا تو اب میں تیری امت کو عذاب کروں گا۔

۹ میں خاص و عام سب کو دوزخ میں ڈال دوں گا اور ان میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑوں گا۔

۱۰ جب اس قصہ کو خیر البشر نے سنا تو اس جگہ سے امتی امتی (میری امت، میری امت) کہتے باہر چلے گئے۔

۱۱ آپ اس جگہ سے چلے گئے پھر آپ کو اس جگہ کسی نے نہ دیکھا آپ کو صرف عالم الغیب ہی جانتا تھا

۱۲ جب اس قصہ کو تین روز گذر گئے تو آپ کے صحابہ اس غصہ سے خون دل پینے لگے۔

۱۳ تمام اصحاب شوق و فراق کے درد سے نالہ کرتے تھے۔

۱۴ آخر کار تیسرے روز نماز کے بعد تمام صحابہ حضرت عائشہ رضؓ کے پاس گئے۔

۱۵ جب انہوں نے ام المومنین سے پوچھا تو آپ نے انکو اس طرح جواب دیا۔

۱۶ کہا سوموار کے روز حضرت حق سے عتاب نازل ہوا اور امت کے عذاب کے لیے وحی اتری۔

۱۷ جب یہ وحی آپ کے کانوں میں پہنچی تو آپ حجرہ سے باہر تشریف لے گئے پھر اس کے بعد آپ کو کسی نے نہیں دیکھا۔

۱۸ اسی وقت تمام صحابہ کی جماعت اٹھ کھڑی ہوئی۔ جوانوں اور بوڑھوں سب پر خوف سے لرزہ طاری ہو گیا۔

۱۹ اسی وقت تمام صحابہ روتے ہوئے جنگل کی طرف چلے گئے۔

۲۰ ناگہاں انہوں نے دور سے ایک چرواہا دیکھا تو ان کے دل میں ایک خوشی پیدا ہوئی۔

۲۱ اس کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ کیا تجھ کو ہمارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کوئی خبر ہے؟ اگر خبر ہے تو بتا دو۔

۲۲ دو تین دن گذر چکے ہیں کہ ہم نے ان کو گم کر دیا ہے (یعنی مفقود ہیں) اور ان کے فراق میں ہم اپنے دل کا خون پی رہے ہیں۔

۲۳ اب ہم ان کی جستجو کے لیے آئے ہیں ان کے دیکھنے کے بغیر ہماری زندگی بیکار ہے۔

۲۴ اس نے کہا میں نے مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کب دیکھا ہے بلکہ میں نے تو ان کا نام بھی کسی سے نہیں سنا ہے۔

۲۵ لیکن تین دن رات سے میرے کانوں میں پہاڑ کی طرف سے رونے کی آواز آتی ہے۔

۲۶ ہمارے کانوں میں یہی آواز آتی رہتی ہے۔ یا رب امتی یا رب امتی اے میرے اللہ میری امت کو بخش میری امت کو بخش)

۲۷ جانور اس کے رونے سے نڈھال ہو چکے ہیں اور انہوں نے کھانے پینے سے اپنا منہ بند کر لیا ہے (چھوڑ دیا ہے)

۲۸ ہر وقت آنکھوں سے آنسو بہاتے رہتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے نیند اڑ چکی ہے۔

۲۹ مجھے معلوم نہیں کہ یہ آواز کیسی ہے اور اس قدر رونے کا مقصد کیا ہے؟

۳۰ اس گروہ نے جب یہ خبر سنی تو تمام لوگوں نے پہاڑ کی طرف منہ کر لیا۔

۳۱ وہ سب پہاڑ کی غار میں چلے گئے۔ اور اس غار کے اندر وہ بزرگوں کے سردار (صلی اللہ علیہ وسلم) نظر آئے۔

۳۲ اُس بے نیاز کی بارگاہ میں سر سجدہ میں رکھا تھا اور اپنے خدا سے راز کی باتیں کہہ رہے تھے۔

۳۳ چونکہ آپ کی آنکھوں سے خون دل بہتا رہا تھا لہذا آپ کا چہرہ مبارک کیچڑ میں لت پت تھا۔

۳۴ آپ روتے جاتے تھے اور کہتے تھے اے خداوندا جب تک آپ میری امت کے گناہ معاف نہیں کر دیں گے۔

۳۵ میں اپنا سر زمین سے نہیں اٹھاؤں گا اور قیامت تک اسی طرح پڑا رہوں گا۔

۳۶ آپ اس طرح کہتے اور زار زار روتے آپ کی آنکھوں سے بہار کے بادل کی طرح آنسو گرتے جاتے تھے۔

۳۷ جب صحابہ نے دروازہ سے آپ کی یہ فغاں سنی تو تمام صحابہ کے جگر خون ہو گئے۔

۳۸ حضرت صدیق نے عرض کیا اے گناہگاروں کے سفارش کرنے والے اپنے لطف و کرم سے سر زمین سے اٹھائیے۔

۳۹ میں نے اپنی عمر میں جو بھی عبادت کی ہے اور دنیا میں جو بھی کسی کی بیمار پرسی کی ہے۔

۴۰ اے آخر الزمان پیغمبر! میں نے ان سب چیزوں کا ثواب آپ کی امت کو بخشا۔

۴۱ پیغمبر نے صدیق سے کہا اے میرے ساتھی! اگرچہ تو میرا مشفق دوست ہے۔

۴۲ لیکن اس شفقت سے کوئی نفع نہ ہو گا اور یہ غلطی اتنی بات سے دور نہ ہو سکے گی۔

۴۳ اس کے بعد حضرت عمر آپ کے پاس دوڑ کر آئے اور کہا اے تمام گنہگاروں کے غمخوار۔

۴۴ چونکہ آپ نے کئی دفعہ فرمایا ہے کہ انصاف کرنا تمام نیکیوں سے بہتر ہے۔

۴۵ جو بھی مجھ سے انصاف وجود میں آیا ہے یا جو بھی میں نے اپنی تمام عمر میں کوئی نیکی کا کام کیا ہے۔

۴۶ اے آخر الزمان پیغمبر! وہ سب کچھ میں نے آپ کی امت پر نثار کر دیا۔

۴۷ مہربانی کرو اور اپنا سر زمین سے اٹھاؤ تاکہ میں اپنے محبوب کا جمال دیکھ سکوں۔

۴۸ حضرت نے فرمایا یہ بات ٹھیک نہیں ہے تیرا انصاف میرے درد کی دوا نہیں بن سکتا۔

۴۹ اس کے بعد حضرت عثمان رضؓ نے اس طرح عرض کیا کہ اے پیغمبر (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنا سر زمین سے اٹھاؤ۔

۵۰ جو بھی میں نے دنیا میں خیرات کی ہے یا جو میں نے قرآن جمع کیا ہے۔

۵۱ وہ سب کچھ میں نے آپ کی امت پر خرچ کر ڈالا آپ کی امت کے تمام گنہگاروں کو دیدیا۔

۵۲ میں نے آپ کی امت کو اپنی تمام نیکیاں دیدیں اے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) اس بندہ کی درخواست قبول فرمائیے۔

۵۳ آپ نے فرمایا اس سے میرا کام نہیں چلتا اور نہ ہی اس سے میری مشکل آسان ہو سکتی ہے

۵۴ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضؓ اخلاص کا پیکر بن کر مصطفیٰ ؐ کے سامنے حاضر ہوئے۔

۵۵ کہ میں نے جو بھی خدا کی راہ میں جہاد کیا ہے یا جو بھی میں نے خدا کے لیے کوئی نیکی کی ہے۔

۵۶ وہ سب کچھ میں نے آپ کی امت کے گنہگاروں کو دیدیا۔

۵۷ از راہ لطف و کرم اپنا سر اٹھائیے اور اپنے گھر تشریف لے چلیئے۔

۵۸ تاکہ ہم سب آپ سے مستفید ہوں آپ ہم بدنصیبوں کو نا امید نہ کریں۔

۵۹ آپ نے فرمایا اس سے بھی ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہے اور اس تیری بخشش سے میرا کام نہیں چل سکتا۔

۶۰ اس بات سے ہمیں کب فائدہ ہو سکتا ہے اور بندہ کا مقصود اس سے کیونکر حاصل ہو سکتا ہے

۶۱ غرض ہر ایک نے اپنے نفلی اور فرضی اعمال آنحضرت کے سامنے پیش کئے۔

۶۲ ان کی درخواست کو قبولیت کا شرف حاصل نہ ہو سکا اور رونے سے ایک دم بھی رسولؐ نے آرام نہ پایا۔

۶۳ جب ان عزیزوں کی آبرو باقی نہ رہی تو سب لوگ گفتگو سے عاجز آ گئے۔
۶۴ جب ان تمام سے مقصود حاصل نہ ہوا تو سب نے مل کر کسی کو فاطمہ کے پاس بھیجدیا۔
۶۵ جب اس خیر النساء (بہترین عورت) کو خبر ملی تو اسی وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سر پر چادر اوڑھ لی۔
۶۶ اور ہوا کی طرح تیزی سے وہ باپ کی طرف روانہ ہوئی اور وہ نیک زاد آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے پیش ہوئی۔
۶۷ تو فاطمہ نے آپ کو ایک عجیب حالت میں دیکھا کہ اس حالت کے دیکھنے سے حضرت فاطمہ پر ایک طرح کی وحشت طاری ہو گئی۔
۶۸ کہنے لگیں بابا آپ اس طرح کیوں ہو گئے ہیں اور آپ نے اپنا سر زمین پر کیوں رکھا ہوا ہے۔
۶۹ کسی وقت بھی آپ کو اس طرح عاجز زار اور بیقرار کبھی کسی نے نہیں دیکھا تھا۔
۷۰ آپ اس طرح کبھی غم میں مبتلا نہیں ہوئے تھے آپ ہمیشہ مصیبتوں میں صبر کرتے رہے۔
۷۱ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میں اس طرح کیوں نہ ہو جاؤں کہ مجھ کو اس سے بہتر کوئی چیز معلوم نہیں ہوتی۔
۷۲ مجھ کو سحری کے وقت یہ آواز آئی تھی کہ میں تیری امت کو دوزخ میں جلاؤں گا۔
۷۳ تیری امت میں سے کوئی بوڑھا اور کوئی جوان عذاب سے خالی نہ رہے گا۔
۷۴ میں نے اپنے ماں باپ کا خیال چھوڑ دیا اور دونوں جہانوں میں امتوں کے لیے کہا ہے (مطلب یہ کہ امت ہی کی سفارش کی ہے)
۷۵ کہ وہ آخرت کی سزا میں تمام کی تمام خدا تعالےٰ سے بخشش پا لے
۷۶ فاطمہ نے کہا اگر آپ اس لیے غمناک ہیں تو اے باپ!
۷۷ میں نے جو کچھ بھی خدا تعالےٰ کے لیے عبادت کی ہے میں نے وہ تمام عبادت آپ کی امت پر فدا کر دی۔
۷۸ اور جو آج کے بعد بھی کروں گی وہ بھی بخشش دوں گی آپ اپنا سر زمین سے اٹھائیں
۷۹ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اطاعت کا کام دوسری طرح کا ہے اور امت کی شفاعت

کرنا اور چیز ہے۔

۸۰ عبادت سے آدمی اپنے آپ کو تو چھڑا سکتا ہے لیکن اس سے خاص و عام کا کام کب چل سکتا ہے۔

۸۱ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم پہنچ چکا ہے تو میں کسی اور کی بات کا کیا اعتبار کروں۔

۸۲ جب حضرت فاطمہ باپ سے ناامید ہو گئیں تو پھر حق تعالیٰ کی طرف توجہ کی۔

۸۳ فاطمہ نے جب دیکھا کہ باپ کے سامنے ان کی گفتگو کارگر نہیں ہوئی۔

۸۴ تو اپنا سر ننگا کر لیا اور سجدے میں گر گئیں اور پلکوں کے راستے خون آلود آنسوؤں کا ایک سیلاب بہا دیا۔

۸۵ کہنے لگیں اے جن و انس کے پروردگار! اے عاجز لوگوں کا ہاتھ پکڑنے والے۔

۸۶ اے خداوند کریم۔ اے کارساز حقیقی! اور اے وہ کہ تو تمام جہان کی نیازمندیوں سے بے نیاز ہے،

۸۷ جبکہ بیکسوں کا تو ہی فریادرس ہے اور تیرے بغیر کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں ہے۔

۸۸ تو میرے باپ کے آنسوؤں کی حرمت کے طفیل ان کی امت کو دوزخ سے آزاد کر دے۔

۸۹ اور اس فقیر کے آنسوؤں کی طفیل اے خداوند! انکی امت کا ہاتھ پکڑ۔

۹۰ اے خداوند! اس لونڈی کو خوش کر اور تمام امت کو غم سے آزاد کر دے۔

۹۱ اسی وقت دروازہ سے جبریل داخل ہوئے اور رب جلیل کی طرف سے خوشخبری لائے۔

۹۲ کہا کہ رسول کے پروردگار فرماتے ہیں کہ میں نے فاطمہ کی دعا کو قبول کر لیا۔

۹۳ اے محمد! میں نے آپ کو دس تن (عشرہ مبشرہ) عطا کیئے اور آپ کی امت کے تمام گناہ بھی معاف کر دیئے۔

۹۴ جب فاطمہ ہمارے پاس اپنے آنسوؤں کو سفارشی بنا کر لائی تو اس کے آنسوؤں کے پانی نے ہمارے غصہ کو ٹھنڈا کر دیا۔

۹۵ اگر وہ تمام جہان کی مخلوق کو بھی مجھ سے مانگتی تو میں تمام لوگوں کو اسی وقت بخش دیتا (یعنی ابھی تو اس نے آپ کی امت کے لیے سفارش کی ہے جو کہ قبول کر لی گئی اگر بالفرض ساری دنیا کیلئے سفارش کرتی تو وہ بھی قبول ہوتی)

۹۶ میں نے اس کی تمام امت کو بخش دیا اور اپنے لطف و کرم سے انکو معاف کر دیا۔

۹۷ جب آپ نے روح الامین سے یہ خوشخبری سنی تو اس کے بعد اپنے سر کو زمین سے اٹھایا۔

۹۸ جب تک خداوند تعالیٰ ان کی امت کو بخش دیتے وہ عالی ہمت کبھی اپنی جگہ سے نہ ہلتے۔

۹۹ مصطفیٰ اور فاطمہ کی آنکھوں کے پانی سے آخری وقت میں امت کی آبرو رہ گئی

۱۰۰ اگر مصطفےٰ ہمارے پشت پناہ نہ ہوتے تو تمام جہان کے آدمیوں کی حالت تباہ ہو جاتی۔

۱۰۱ امت کے حق میں اس خیر البشر کی محبت ماں باپ سے بھی بڑھ کر ہے۔

۱۰۲ اگر اس کی مہربانی ہماری دستگیری نہ کرتی تو ہم سب دوزخ کے قیدی بن جاتے۔

۱۰۳ جو آدمی مصطفےٰ کا دوست ہے وہ چار خلفاء باصفاء کا بھی دوست ہے۔

۱۰۴ ان کی محبت آگ سے نجات دیتی ہے ہر دم ان کی روح پر ہزاروں درود ہوں۔

اے زخم خوردہ درویش! حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کو دیکھ کہ آپ امت پر کس قدر مہربانی رکھتے تھے کہ ہر وقت امت کے غم میں مبتلا رہتے اور کسی وقت بھی اس غم سے آزاد نہ ہوتے تھے۔ حضرت محمد مصطفےٰ کے دوستو! اے رسول اللہ کے یارو! ہمیں اور تمہیں چاہئے کہ ہر وقت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں رہیں تاکہ ہمیشہ کی سرخروئی حاصل کر سکیں اے درویش! حق تعالیٰ نے تجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے اس شکریہ میں کہ اللہ تعالےٰ نے تجھ کو آپ کی امت میں پیدا کیا ہے اس کے بعد وہ اپنے حبیب کو تیرے لیے دعا اور شفاعت کا حکم دیتے ہیں اس شکر گذاری میں کہ آپ کو تیرا پیغمبر بنایا۔ چنانچہ جس طرح تو آج آپ پر فخر کرتا ہے کل آپ تجھ پر فخر کریں گے اور جس طرح تو آج درود میں مشغول ہوگا اسی طرح آپ کل تیری شفاعت میں مشغول ہوں گے۔

منقول ہے کہ جب یہ آیت (درود والی) نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہر وہ دولت و سعادت جو کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے ہم کو بھی اس خرمن میں سے کوئی خوشہ اور اس دستر خوان سے کوئی لقمہ ملنا چاہئے۔ ہم کو آپ کے اس (درود کے) دستر خوان کیا فائدہ ملے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو کچھ جواب نہ دیا۔ جبرئیل علیہ السلام پہنچے اور یہ آیت لائے۔ هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ؀ وہ خدا ایسی ذات ہے کہ وہ تم پر اپنی رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے دعا کرتے ہیں تاکہ خدا تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی

۵؎ احزاب ۴۳

میں لے آئے) تو اس نقدی میں سے جو کہ خواجہ کو گن کر دی گئی تھی ان کے غلاموں کو بھی اسی سرمایہ سے تونگر بنا دیا گیا۔ اس واقعہ کا پس منظر یہ تھا کہ جب آیت مقرون بعنایت لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (تاکہ اللہ تعالےٰ تیرے پہلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے) نازل ہوئی تو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ کو یہ نعمت مبارک و خوشگوار ہو تو حق تعالےٰ نے ان مفلسین سنت لوگوں پر احسان فرمایا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی شراب خالص سے اس خاکدان پر ایک گھونٹ گرا دیا گیا۔ اور یہ آیت نازل فرمائی کہ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا (یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں) اس کے علاوہ جب یہ آیت وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا (اللہ تعالےٰ آپ کی بھرپور مدد کرے گا) نازل ہوئی تو اس امت کے تشنگان نے اس خوشخبری کی آواز کے نوالہ سے اپنی زبان کھولی اور مبارکباد کہی ؎

تو بر کنار فراتی و تشنہ خوش آب   ز سوز جان جگر تشنگاں تراچہ خبر

(تو دریائے فرات کے کنارے بیٹھا ہے۔ میٹھے پانی کے پیاسوں کے جان و جگر کی سوزش کی تجھ کو کیا خبر۔

تو لطف الٰہی جل وعلا نے اس چاشنی سے ایک گھونٹ ان سوختہ دل لوگوں کے مقصود کے حلق میں ٹپکایا اور پیغام بھیجا کہ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (ہم اپنے رسولوں اور ایمان دار لوگوں کی مدد کرتے ہیں) دوست نے جب یہ پیغام انشراح صدر اس صاحب صدر و بدر و صاحب قدر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا ہے؟) تو دردمندان امت نے انتہائی تنگ دلی اور نہایت حسرت سے کہا اے اللہ کے رسول! آپ کو مبارک ہو تو کرم خداوندی نے ان پیاسے لوگوں کا پاس خاطر فرمایا اور یہ آیت نازل فرمائی اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (کیا وہ شخص کہ جس کا سینہ اللہ تعالےٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو اور وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی میں ہو) اور ان مسکینوں کے زخموں پر مرہم رکھی۔

اے زخم خوردہ درویش! حق سبحانہ وتعالےٰ نے جب اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا تو اپنے غلاموں کو بھی فراموش نہ کیا ان کو بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے

ف مومن ۵۱ - ۲ انشراح ۱ - ۳ زمر ۲۲ -

اپنی صلوٰۃ (رحمت) سے مشرف فرمایا۔ ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ (وہ خدا تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے دعا کرتے ہیں) نازل فرمائی۔ جبکہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعداروں نے آپ کو اس دنیا میں درود سے یاد کیا تو کل بھی امید ہے کہ ان کو رحمت و مغفرت سے یاد کیا جائے گا اور رحمت خداوندی (جل سلطانہٗ) صرف آپ کی ذات تک ہی محدود نہ رہے گی۔

اے زخم خوردہ درویش! حدیث میں آیا ہے کہ تَنَاکَحُوْا وَتَوَالَدُوْا وَتَنَاسَلُوْا فَاِنِّیْ اُبَاھِیْ بِکُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَوْ بِالسِّقْطِ (یعنی نکاح کرو اور جنو اور نسل بڑھاؤ بے شک میں قیامت کے دن اپنی امت کی کثرت کے باعث دوسری امتوں پر فخر کروں گا اگرچہ کوئی کچا حمل ہی کیوں نہ ہو۔ حدیث میں آیا ہے کہ وہ بچہ جس کو سقط (کچا حمل) کہتے ہیں وہ جنت کے دروازے کو پکڑ لے گا اور کہے گا کہ میں اس وقت تک کسی کو جنت میں داخل نہ ہونے دوں گا جب تک کہ تو میرے ماں باپ کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوگا کہ ابھی میرا حساب ان کے ذمہ ہے۔ بچہ کہیگا اے بادشاہ اے مالک میں بھی آپ کے ساتھ کچھ حساب رکھتا ہوں۔ فرمان ہوگا کہ تو میرے ساتھ کیا حساب رکھتا ہے؟ وہ کہے گا کہ تو میرا مالک ہے اپنی کرم نوازی کے صدقے میرا انصاف دے۔ سب سے پہلے تو مجھے عدم سے وجود میں لایا نو ماہ تک ماں کے پیٹ کے قید خانہ میں رکھا ابھی میرے وجود کا میوہ ناپختہ تھا اور زندگانی کا مزہ نہیں چکھا تھا ابھی جوانی کا دور نہیں آیا تھا اور میں نے دنیا میں اپنی زندگی پوری نہیں کی تھی۔ جوانی کے صحراء کا تماشہ نہیں کیا تھا۔ اس زندگانی کا پھل نہیں کھایا تھا۔ نفس کے گھوڑے نے ابھی سفر شروع نہیں کیا تھا کہ کمین گاہ سے غلاموں کو قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ (آپ فرمائیں کہ تم کو موت کا فرشتہ فوت کرتا ہے) کا حکم دے کر بھیج دیا گیا۔ میری جان کے گھر کو برباد کر دیا گیا۔ میری جان کے پرندہ کو پکڑ کر لے گئے اب میں نے یہ تمام مصیبتیں برداشت کیں۔ پھر بھی میں تجھ سے خوش ہوں اور کوئی مطالبہ نہیں کرتا اور تو اس بے نیازی کے باوجود اگر میرے ماں باپ کو معاف کر دے اور کوئی مطالبہ نہ کرے تو تیری شان کے لائق ہے ان کو مجھے دیدے۔ خداوند تعالےٰ دو فرشتوں کو اس کے ماں باپ کی شکل میں اس کے پاس بھیجے گا۔ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نگاہ اٹھائیں گے

لـہ احزاب ۴۳ ۔ سـہ سجدہ ۱۱

پیغمبری کی شفقت حرکت کرے گی اسی وقت اس بچے کے پاس تشریف لائیں گے اور فرمائیں گے کہ یہ تیرے ماں باپ ہیں۔ بچہ کہے گا اے اللہ کے رسول ہیں ان کو نہیں پہچانتا اس لیے کہ میں نے ان کو دنیا میں نہیں دیکھا تھا۔ سید عالم فرمائیں گے ان کو سونگھ تا کہ تجھے معلوم ہو جائے وہ بچہ ان کو سونگھے گا اور فریاد کرے گا اور کہے گا اے بادشاہ! اے پروردگار! تو جانتا ہے کہ یہ میرے ماں باپ نہیں ہیں۔ خطاب ہوگا کہ تو نے کیسے پہچانا۔ بچہ کہے گا نہ تو ماں کے دل سے سوختہ جگر کی بو آتی ہے اور نہ باپ سے شفقت و مہربانی کی۔

حکم ہوگا کہ دوزخ میں چلا جا اور اپنے ماں باپ کو ڈھونڈ لے وہ دوزخ کی طرف جائے گا اور اپنے ماں باپ کو آواز دے گا کہ میں نے تم کو خدا تعالےٰ سے مانگ لیا ہے وہ کہیں گے کہ تیرے بھائی اور بہنیں دوزخ میں ہیں ہم ان کو کیونکر چھوڑ سکتے ہیں؟ وہ بچہ عرش کے نیچے جائے گا اور عرض کرے گا اے ملک! اے بادشاہ! میرے بھائی بہنوں کو بھی مجھے عنایت فرما چنانچہ وہ سب دوزخ سے باہر آ جائیں گے جنت میں چلے جائیں گے اور حق سبحانہ و تعالےٰ کی حمد و ثنا بجا لائیں گے۔

منقول ہے کہ جب حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات آسمانوں پر لے گئے تو فرشتوں نے کہا کہ عالم شہادت کا ایک مسافر آیا ہے۔ جوان، ظریف، لطیف، آدم قد، یوسف رُو، داؤد کے سوز والا، موسیٰ کی ملت والا، لقمان کی حکمت والا، عیسیٰ کی صفت والا سید عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے فرشتوں کی کلام سنی۔ تواضع اختیار کی اور فرمایا ایک غریب، ایک مسکین ایک یتیم ہے ایک فقیر ہے جو سر و پا سے برہنہ ہے۔ بینوا ہے۔ گودڑی پوش ہے، جفا نوش ہے جس کے باطن میں جوش اٹھتے ہیں۔

خطاب ہوا کہ اے فرشتو! دیکھو کہ خواجۂ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کیسی تواضع کرتے ہیں اسی لیے یہ کرامت و رفعت کے مستحق ہیں مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ جو اللہ کے لیے تواضع کرے اللہ تعالےٰ اس کو بلند کرتے ہیں خطاب ہوا تیرے سر اور جان کی قسم اسی طرح اپنے جوتوں سمیت ہمارے قرب کی بساط پر قدم رکھ تا کہ تیری فضیلت سب پر ظاہر ہو جائے۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی جوتیوں سمیت ہماری بارگاہ میں نہیں سما سکتے تو اپنی امت کے لاکھوں کروڑوں گناہوں کے ساتھ بھی ہماری خلوت گاہ اَوْ اَدْنٰی (یا اس سے بھی زیادہ قریب) میں سما سکتا ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ کیا کچھ سمجھ آئی اس

کریم کی اور اس گرامی قدر جہان کی ۔وہ سیلاب جو پہاڑ سے آتا ہے اگر طاقتور اور عظیم ہو تو ہر درخت اور ہر خس وخاشاک کو جو اس کی راہ میں ہوں بہا کر لے جاتا ہے ۔حق تعالیٰ کی رحمت کا سیلاب جو کہ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا (وہ ایمانداروں پر نہایت شفقت کرنے والا ہے) کے پہاڑ کی چوٹی سے آئے گا ۔تعجب کا کیا مقام ہے ؂

گر یار کند میل رہائی عجبے نیست ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

(اگر دوست میری رہائی کا کچھ خیال کرے تو یہ عجیب بات نہیں ہے ۔بادشاہوں سے کیا تعجب اگر وہ کسی فقیر کو سر بلند کر دیں)

کہ اگر تمام گنہگاروں کے گناہ کی بخشش ہو جائے ۔

غور سے سُن میں اس سے بھی ایک اچھی مثال بیان کرتا ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اژدہا کی شکل اختیار کر گئی اور فرعون کے جادوگروں کے ستر ڈھیر جادو کے کرشموں کو نگل گئی تو تعجب کا کونسا مقام ہے کہ اگر رحمان کی رحمت عاصی لوگوں کے گناہوں کو غفار کی بخشش کے چشمہ میں کہ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ (میں اس آدمی کے لیے بخشش کرنے والا ہوں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے عمل کرے اور پھر ہدایت پر قائم رہے) لے جائے اور ایک ہی لحظہ میں گناہوں کا قصہ پاک ہو جائے ۔

جب آدم علیہ السلام کو گندم کے خرمن سے تقدیر کے تیھر کی بیڑیاں پہنا دی گئیں اور زمین پر اُتر پڑے وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ (اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راستہ بھٹک گئے) تو سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا دامن پکڑ لیا کہ ایسا نہ ہو کہ دشمن خوش ہوں کہ یہ وجود کا سر چشمہ اور سجود کا قبلہ ہیں ۔اسی طرح مومن گناہ کرتا ہے تو خداوند تعالیٰ کی رحمت اس کی دستگیری کرتی ہے اور کہتی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ شیطان خوش ہو کہ بندہ میرے راز کو پانے والا ہے ۔اے بندے! اگر تو ایمان رکھتا ہے تو تجھے شیطان کا کیا ڈر ۔دوزخ سے کیا ڈر ۔پلصراط سے کیا ڈرتا ہے کہ تو رحمان رکھتا ہے مومن کو آتش نہیں جلا سکتی صرف اس کے گناہوں کو جلاتی ہے ۔

اگر تو سوال کرے کہ اگر آگ مومن کو نہیں جلا سکتی تو موسیٰ علیہ السلام کی زبان کیوں جل گئی تھی حالانکہ وہ پیغمبر تھے ۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تقدیر تھی جس نے موسیٰ علیہ السلام کی زبان جلائی

؂ ۵ طہ ۸۲ - ؂ ۵۳ طہ ۱۲۱

جس دن وادی ایمن میں اٰنَسَ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ نَارًا (اس نے طور کی جانب سے آگ کی روشنی محسوس کی) کی آگ تجلی کرتی تھی اس دن جلی تھی اور موسیٰ علیہ السلام اسی دم اس پر فدا ہو گئے تھے۔

غور سے سن اس سے بھی بہتر جواب کہتا ہوں۔ اس تقدیر نے فرعون کی آتش کے ذریعہ موسیٰ علیہ السلام کی زبان کو جلا دیا اس روز کہ وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوۡسٰی تَکۡلِیۡمًا اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے بول کر کلام کی) کی شراب چکھی تھی اور رَبِّ اَرِنِیۡ (کہا تھا تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اس فضا کے شعلہ نے تیری زبان کو جلا ڈالا۔ اب بھی تو نے عبرت حاصل نہیں کی کہ شمع اَرِنِیۡ کے گرد چکر لگاتا ہے۔ جاؤ یہ مصلحت نہیں ہے۔ لَنۡ تَرٰنِیۡ (تو مجھے کبھی نہ دیکھ سکے گا) جب فرعون کے جادوگروں نے جان و دل سے کہا اٰمَنَّا بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (ہم رب العالمین پر ایمان لائے) تو فرعون نے کہا اے ہامان ان کو پھانسی پر لٹکا دو۔ تو درگاہ خداوندی سے خطاب ہوا اے کرم! ان کو ہمارے وصل سے شادکام کرو۔ جب رسّی ان کی گردن میں ڈال کر ان کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا تو کائنات میں ایک زلزلہ آگیا کہ یہ کیسی تقدیر ہے یہ کیسی مصیبت ہے یہ کیا چلن ہے؟ جواب ملا کہ یہ کیسا طعنہ ہے۔ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ (میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) معلوم ہوا کہ تم یہ دیکھتے ہو کہ یہ لوگ جان دے رہے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ یہ ہمارے جمال پر فخر کر رہے ہیں۔

جب بندہ فراق کے بستر پر اپنا پہلو رکھتا ہے اور دوستوں کو الوداع کہتا ہے اور بارگاہ خداوندی سے فوت کرنے والا فرشتہ پہنچ جاتا ہے اور بشریت کی سرا میں آکر ڈیرہ لگا لیتا ہے اور دل کے قلعہ کا قصد کرتا ہے تاکہ جان کے مرغ کو پکڑے۔ بیمار جو ہاتھ پھیلاتا ہے اور پاؤں لمبے کرتا ہے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جان نکلنے کی سختی ہے۔ ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہ ملک الموت سے کہتا ہے کہ مجھ کو چھوڑ دے میرے دل کے قلعہ کو نہ کھول کہ وہ تیرا خزانہ نہیں ہے وہ جان کندن کی سختی جو تو دیکھتا ہے وہ اصل میں ملک الموت کے ساتھ جنگ کرتا ہے پھر آواز آتی ہے کہ اے رضوان جنت کا دروازہ کھول دے لطف جمال کے طاؤس کی جلوہ گری شروع کر۔ اِرۡجِعِیۡ کے نقارہ کو بجا۔ ملک الموت کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ جان کا پرندہ دل کے پردے سے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ چکا ہوتا ہے، وہ دنیا کی محنت سے آزاد ہو کر رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً کے تکیہ پر ٹیک لگا کر بیٹھتا ہے زہے خوش نصیبی۔

لہ قصص ۲۹، ۳۰ لہ نساء ۱۶۴۔ ۳۰ اعراف ۱۲۱۔ فجر ۲۸۔

نہ ہے شادی زہے سعادت جس وقت اس کو بشارت دیتے ہیں وہ ساتوں آسمانوں اور زمینوں سے باہر آجاتا ہے اور دوست دوست سے مل جاتا ہے ؎

شادیٔ جاوید کن از دوست تو — تا نہ گنجی ہمچو گل در پوست تو

(اپنے دوست کی ملاقات سے ہمیشہ کی خوشی حاصل کر تاکہ تو پھول کی طرح پوست میں نہ سمائے)

اے زخم خوردہ درویش! اگر اس ملاقات کا شوق رکھتا ہے تو وقت کو غنیمت سمجھ اور اعلیٰ کام میں دوڑ۔ وقت ضائع نہ کر اور کم آزاری اور زیادہ رونے کی عادت ڈال۔ زندگی بھر بیدار رہ اور تلافی مافات کے لیے خون جگر کے گھونٹ پی اور انتہا درجہ کی نیازمندی اس جبار کی بارگاہ میں پیش کر اور گناہ کی تقصیر سے اپنی شرمندگی کا سر نہ اٹھا۔ آنسو برسا تاکہ رحمت رب جلیل افق اعلیٰ سے نزول فرمائے اور دوست لطف و مرحمت سے دستگیری کرے اور گناہ کو عطا کے ساتھ بدل دے۔ غزل ؎

۱ برخیز ندا در دہ اے مرغ سحر خیزہ	واں خفتہ عزیزاں را از خواب برانگیز
۲ سرمایۂ عمرت بزیاں میرود اے دوست	گر دولت دیں خواہی با صبح برآمیز!
۳ کو احمد پیغمبر کو ملک سلیمانی	کو ہست اسکندر کو حاتم زر ریز
۴ کو یوسف کنعانی با مملکت مصر	کو شوق زلیخا را با حسن دلآویز
۵ لے شاہ جہاں ماند نے خانہ و بنیاد	لے پیر و جواں ماند نے لشکر نوخیز
۶ لے باغ جہاں ماند نے غلغل بلبل	لے گل بہ چمن ماند نے خار سر تیز
۷ یاراں ہمہ رفتند و کنوں نوبت ما شد	ایشاں بہ تگاپو یہ ما ماندہ بدم ریز!
۸ گر دولت دیں خواہی اے سعدی شیراز	از امر خدا بگذر و از نہی بپرہیز

۱ اے مرغ سحر خیز (بلبل) اٹھ اور آواز دے۔ ان سوئے ہوئے عزیزوں کو نیند سے بیدار کر دے۔

۲ اے دوست! تیری عمر کا سرمایہ خسارہ میں جا رہا ہے۔ اگر دین کی دولت چاہتا ہے تو صبح کے وقت سے گھل مل جا

۳ پیغمبر احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں۔ سلیمان علیہ السلام کی بادشاہی کہاں ہے۔ سکندر کہاں

کیا۔ حاتم دولت لٹانے والا کہاں ہے۔؟

۴ یوسف کنعانی (علیہ السلام) کہاں ہیں۔ مصر کی حکومت کہاں ہے؟ زلیخا کا حسن دلآویز اور شوق کہاں چلا گیا۔؟

۵ یہاں نہ کوئی شاہ جہاں رہے گا نہ گھر نہ بنیاد نہ بوڑھا رہے گا نہ جوان نہ کوئی نوخیز بچہ

۶ نہ یہاں کا باغ رہے گا نہ بلبل کا غلغلہ۔ باغ میں نہ کوئی پھول رہے گا نہ کوئی تیز نوک کانٹا۔

۷ دوست سب چلے گئے ہیں اب ہماری باری ہے وہ دوڑ کر چلے گئے ہم عاجزانہ سانس پورے کر رہے ہیں۔

۸ اے سعدی شیرازی اگر دین کی دولت چاہتا ہے تو خدا تعالے کے اوامر کو پورا کر اور اس کی نہی سے پرہیز کر۔

اے زخم خوردہ درویش! زندگی کی فرصت کو غنیمت سمجھ اور خداوند تعالی کی بندگی میں مشغول ہو اس لیے کہ تو دنیا میں چند روزہ مہمان ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں اس فانی مرتبہ پر فخر نہ کر اپنے کام کے آغاز وانجام پر نگاہ دوڑا کہ جس دن تو دنیا میں آیا تھا تو تو رو رہا تھا اور تیرے قرابتدار ہنستے تھے اب کوشش کر کہ تو اس مرتبہ پر پہنچ جائے کہ جس دن تو دنیا سے جائے تیرے دوست روتے ہوں اور تو ہنستا ہوا اس دنیا سے چلا جائے ؎

۱ یاد داری کہ وقت زادن تو ۔ ہمہ خنداں بودند تو گریاں

۲ آنچناں زی کہ وقتِ مردن تو ہمہ گریاں بودند و تو خنداں

۱ کیا تجھے یاد ہے کہ تیری پیدائش کے وقت سب ہنستے تھے اور تو روتا تھا۔

۲ اس طرح زندگی گذار کہ تیرے مرنے کے وقت سب روتے ہوں اور تو ہنستا ہو۔

اگر سوال کیا جائے کہ جان نکلتے وقت اتنی مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ جان شیریں جدا ہورہی ہوتی ہے۔ عزرائیل علیہ السلام اس کی جان کے قصد میں ہوتے ہیں اور شیطان مردود اس کے ایمان کا طمع لگائے بیٹھا ہوتا ہے وہ ہنسنے کا کونسا وقت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں وہ گروہ جو حجاب کی وجہ سے محجوب ہے ان کے لیے اس وقت حسرت و ندامت ہوتی ہے اور وہ جماعت جو قرب الٰہی سے مشرف اور فضل لامتناہی سے معزز ہے وہ شاداں و فرحاں

جاتی ہے کہ جس کی تفصیل پہلے بیان کر دی گئی ہے۔

قصہ مختصر اے عزیزو! کیا اس وقت کو یاد نہیں کرتے کہ جب عمر کی کشتی فنا کے کنارے جا لگے گی نہ کوئی مددگار ہوگا نہ دوست رہے گا اس وقت سوچو کیا حال ہوگا؟ اس بندہ کے ذہن میں تو کچھ نہیں آتا۔ اس وقت اپنی حالت سنبھالنی چاہئے اور اپنی واپسی کا خیال کرنا چاہئے۔ موت کے وقت جتنی بھی پشیمانی اٹھائے گا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ مثنوی ؎

۱ اے بردہ درایا م فریبندہ دمے چند	وائے عمر تلف کردہ نہ بہر درمے چند
۲ تو چند دمی چند ز عمرے تو دمے چند	دل بر درمے چند چہ بندی بدمے چند
۳ صیاد اجل در طلب بردن جان ست	تو در طلب خواجگی و ملک سمرقند
۴ نمرود کجا شد کہ جہاں قصر بنا کرد	قارون بہ کجا شد کہ چہل گنج در افگند
۵ مال و زن و فرزند ہمہ ہست و بالت	ہے ہے نہ کنی تکیہ بہ مال و زن و فرزند
۶ فردا کہ شود جائے تو اندر لحد تنگ	با خصم تو گیرد زن بے مہر تو پیوند!
۷ مال تو کند پیش کش شوہر دیگر!	آن عشوۂ جان پرور و آں غمزۂ دلکند
۸ زنہار ز اسباب جہاں دل منہ ای دوست	کو را نہ وفائے ست نہ پیمان نہ پیوند
۹ آزار دل خلق مجو از سر غفلت	تا نام نکوئے تو ز عالم نہ شود بند
۱۰ این پند اگر بشنوی از ناصر خسرو!	بہتر بود از ملک رے و گنج دماوند

۱ اے وہ کہ جس نے فریب دینے والے چند دن حاصل کر لیے ہیں اور اپنی عمر چند درموں کے لیے ضائع کر رہا ہے۔

۲ تو کتنے سانس ہے؟ تیری عمر کتنے سانس رہ گئی ہے اپنا دل چند درموں میں کیا لگاتا ہے چند سانس کی فکر کر۔

۳ موت کا شکاری جان لے جانے کی گھات میں ہے اور تو خواجگی (سرداری وحکمرانی) اور ملک سمرقند کی تلاش میں ہے۔

۴ نمرود کہاں گیا کہ جس نے محل تعمیر کیے تھے اور قارون کہاں ہے کہ جس کے پاس چالیس خزانے دولت کے بھرے ہوئے تھے۔

۵ مال و دولت، بیوی بچے سب تیرے لیے وبال ہیں ہائے ہائے مال و زن و فرزند سے فریاد

کیوں نہیں کرتا۔

۶ کل جب تیری جگہ تنگ و تاریک لحد میں ہوگی۔ تیرے دشمن سے تیری بے وفا بیوی اپنا تعلق جوڑ لے گی۔

۷ تیرے مال کو دوسرے شوہر کے سامنے پیش کر دے گی اور وہ جان پرور نخرے اور دل میں الجھنے والے غمزے بھی۔

۸ اے دوست! جہان کے اسباب پر اپنا دل نہ لگا کہ اس میں نہ وفا ہے نہ پیمان نہ پیوند۔

۹ اپنی غفلت کی وجہ سے غفلت کا آزار نہ ڈھونڈ تاکہ تیرا نیک نام جہان سے بند نہ ہو۔

۱۰ اگر تو ناصر خسرو سے یہ نصیحت قبول کر لے گا تو رے کے ملک کی حکومت اور دماوند کے خزانہ سے بہتر ہوگا۔

اے زخم خوردہ درویش! تو اس روسیاہی کے ساتھ دربار خداوندی جل وعلا میں کس منہ سے جائے گا؟ توبہ! توبہ! اے یارو! اے دوستو! اس وقت کا کچھ فکر کرو کہ کوئی بھی سوائے ایک ساعت کی اطاعت کے دوست نہ ہوگا۔ بے طاعت نہ رہو تاکہ تم اس وقت فضل و عنایت خداوندی کو حاصل کر لو۔ ہر بندہ جو اس صفت سے موصوف ہوگا اس کو خداوند جل وعلا اپنی بخششوں سے آوازیں دیں گے کہ لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ (یعنی اے میرے بندے! کوئی خوف نہ کر کوئی غم نہ کھا)

(جب یہ آواز سنے گا تو پھول کی طرح کھل اٹھے گا۔ ہنسنے لگے گا۔ الہام خداوندی دوسری مرتبہ یہ انعام کرے گا۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا (آپ کہہ دیں اے میرے ایسے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ اللہ تعالے سب گناہ معاف کر دیتے ہیں) یعنے اے بندے! اگر تو نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے تو میری رحمت سے ناامید نہ ہو کہ میں تیرے تمام گناہوں کو بخشنے والا ہوں۔

اے زخم خوردہ درویش! اگر تو اس طرح کا خالق رکھتا ہے تو پھر کیوں نہیں سمجھتا کہ اپنے آپ کو اس سے دور رکھتا ہے۔ خدا کی قسم تو کمزور بھی ہے اور نادان بھی اے عزیز! جب بندہ جان کندنی کی تلخی دیکھتا ہے اور دنیا کی زندگانی سے ناامید ہو جاتا ہے۔ سوچ کہ اس وقت کیا حاصل ہوگا۔

لے زمر ۵۳۔

ایک جان کندن کی سختی ۔ دوسرا بچوں کی جدائی تیسرا تنگ و تاریک قبر میں جا کر لیٹنا ۔ چوتھا منکر ونکیر کا جواب ۔ پانچواں کیڑوں مکوڑوں کا لقمہ ہونا چھٹا عذاب قبر دیکھنا اس وقت سوائے حسرت وندامت وپشیمانی کے اور کوئی چیز نہ ہوگی ۔ اے دوستو اے عزیزو! اس دن کا فکر کرو آج اس کا غم کھاؤ کوئی لحظہ اور کوئی لمحہ اس سے خالی نہ رہے تاکہ اس وقت قبر میں تیری عید اور نوروز کا دن ہو (یعنی موسم بہار آجائے)

اے زخم خوردہ درویش! خداوند تعالیٰ کا لطف دیکھ کہ وہ اپنے بندوں پر کیسا کرم کرتا ہے جب بندہ اس وقت ناامیدی کرے گا تو افسوس کھائے گا ۔ رب العزت کی طرف سے فرمان پہنچے گا کہ اے میرے بندے اگر تو نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے تو ہماری رحمت سے ناامید نہ ہو کہ ہم تیرے تمام گناہوں کو بخشنے والے ہیں پس بندہ کہے گا کہ اے خداوند اپنے لطف وکرم سے ہم کو بخش اور ہمارے

تعالیٰ کی محبت ہے وہ تمام رات بیدار رہتا ہے۔ آنکھوں سے خونیں رنگ کے آنسو بہاتا ہے نہ رات کو نیند نہ دن کو قرار ؎

۱ چشمے کہ درو خار بود چوں خسپد وانرا کہ غم یار بود چوں خسپد
۲ اے دیدہ گناہ کنی ومی خسپی آں کس کہ گنہگار بود چوں خسپد

۱ جس آنکھ میں کانٹا چبھا ہوا ہو وہ کیونکر سو سکتی ہے۔ جس کو دوست کا غم ہو وہ کیونکر سو سکتا ہے
۲ اے آنکھ تو گناہ کرتی ہے اور سوتی ہے جو گنہگار رہو وہ کیسے سو سکتا ہے۔؟

اے زخم خوردہ درویش! حق سبحانہ وتعالیٰ نے جب اپنے حبیب کو بھی حکم دیا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ (اے چادر اوڑھنے والے رات کو قیام کیا کر) تو پھر اور لوگوں کے سونے کا کونسا مقام ہے؟ فارغ مت بیٹھ کہ آج تو قیل وقال ہے اور تیرا کل ہاتھی کے پاؤں کے نیچے ہے (یعنی اس کے آنے کی امید نہیں) فارغ مت بیٹھ کہ آج تو آزاد ہے اور کل کو تیرا معاملہ حق لایموت کے ساتھ ہے۔ فارغ مت بیٹھ کہ آج تیری آواز ہے اور تیرا کل کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (ہر جان موت چکھنے والی ہے) کا مصداق ہے۔ فارغ مت بیٹھ کہ آج تیری فکر نا شتے اور یاقوت جمع کرنے میں ہے اور کل تجھ پر اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ (اس کو تابوت میں ڈال دے) کی ہیبت طاری ہوگی۔ فارغ مت بیٹھ کہ تیرا آج خدا تعالےٰ کے اوامر و نواہی ہیں اور تیرا کل قبر کی رات کی پشیمانی ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ قبر کی رات جیسا کہ طریقہ ہے تیرے گوشت و پوست پر دشمن و دوست سب مسلط ہوں گے۔ اَلْقَبْرُ یَاْکُلُ اللَّحْمَ وَالشَّحْمَ (قبر گوشت بھی کھا جاتی ہے اور چربی بھی) ؎

مشو غافل کہ ایں دریائے خاموش نکردست آدمی کردن فراموش

(غافل نہ ہو کہ اس خاموش دریا کو نہ تو کسی انسان نے فراموش کیا ہے نہ کر سکتا ہے)

؎ نہ دارد اعتبارے بر شب و روز کسانے را کہ خوف ست از شب گور

(وہ آدمی اپنے شب و روز (زندگی) پر کوئی اعتبار نہیں رکھ سکتا کہ جس کو قبر کی رات کا خوف ہو)

اے زخم خوردہ درویش! اپنی عمر ضائع نہ کر اسے اطاعت وعبادت الٰہی میں مصروف رکھ اور بارگاہ خداوندی کے لائق بن تاکہ خدا کی درگاہ میں یہ کچھ قیمت پا سکے اور اپنے اوقات شریف

؎ مزمل ۱۔ ؎ آل عمران ۱۸۵۔ ؎ طٰہٰ ۳۹

ولطیف کو خدا کی یاد اور تلاوت قرآن مجید سے معمور رکھ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ خصوصاً آخر رات میں نماز تہجد بارہ رکعت چھ سلام سے سورہ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورۃ اخلاص ہر رکعت میں پڑھے کہ وہ وقت صوفیا کی فتوحات اور طالبوں کی دریافت سعادت کا وقت ہے کہ دعا کرنے والوں کے لیے وہ قبولیت کی وعدہ گاہ ہے اور سوالیوں کو دینے کا وقت اور بخشش مانگنے والوں کی مغفرت کا وقت ہے جیسا کہ تو سن چکا ہے۔ هَلْ مِنْ دَاعٍ وَهَلْ مِنْ سَائِلٍ وَهَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ (کیا کوئی دعا کرنے والا ہے؟ کیا کوئی سوال کرنے والا ہے؟ کیا کوئی بخشش مانگنے والا ہے؟) شیخ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں ؎

۱	دوش دیدم در جہاں پر شور شاہے نیم شب	زاہ دلہا شور شے در بارگاہ نیم شب
۲	عشق دلبر گفت با من شاہ راہ ما توئی	زانکہ دادی رونقم در شاہراہ نیم شب
۳	ہیچ میدانی چہ خواہد شاہ عشق از طالباں	آب دیدہ تاب سینہ سوز آہ نیم شب
۴	فاسقاں را میبر دہم نفس و شیطاں سوئے فسق	صوفیاں را مست بیں در خانقاہ نیم شب
۵	روے عاشق تیرہ نبود تا بروز رست خیز	روز محشر بدنہ بیند عذر خواہ نیم شب
۶	گر خوش آید غافلاں را بستر خوش خواب صبح	ایں خوش آمد عاشقاں را سجدہ گاہ نیم شب
۷	دلبرا نور ضمیر عاشقاں دانی کہ چیست	پرتو خورشید صبح و عکس ماہ نیم شب
۸	اے فقیر بے نوا در روز صبر اتما	تا شوی شاہنشہ بر تختگاہ نیم شب
۹	عاشقا در روز باید نفی ملک سیم و زر	تا یابی دولت اقبال و جاہ نیم شب
۱۰	اے کہ غافل ماندۂ در وقت گاہ صبح دم	زندہ روز مست داری غافلی از نیم شب
۱۱	پیر انصاری دما دم اشک ریزاں میرود	آہ گویاں راہ جویاں در پناہ نیم شب

۱ کل میں نے اس پر شور جہاں میں آدھی رات کے بادشاہ کو دیکھا اور دلوں کی آہوں سے آدھی رات کی بارگاہ میں شورش سنی۔

۲ دلبر کے عشق نے مجھ کو کہا کہ ہمارے راستہ کا بادشاہ تو ہے اس لیے کہ تو نے ہی آدھی رات کی شاہراہ کو رونق بخشی ہے۔

۳ کیا تو جانتا ہے کہ عشق کا بادشاہ طالبوں سے کیا مطالبہ کرتا ہے؟ آنکھوں کا پانی، سینے کی جلن

اور آدھی رات کی آہیں۔

۴ فاسقوں کو نفس و شیطان فسق کی طرف لے جاتے ہیں اور صوفیوں کو اس وقت آدھی رات کی خانقاہ میں مست دیکھ۔

۵ عاشقوں کا چہرہ قیامت تک سیاہ نہیں ہوگا۔ آدھی رات کو عذر کرنے والا قیامت کے دن کوئی برائی نہ دیکھے گا۔

۶ اگر غافلوں کو صبح کی نیند کا بستر پسند ہے تو عاشقوں کو آدھی رات کی سجدہ گاہ میں آنسو بہانا پسند ہے۔

۷ اے دلبر! کیا تو جانتا ہے کہ عارفوں کے ضمیر کا نور کیا ہے؟ صبح کے خورشید کا پرتو اور آدھی رات کے چاند کا عکس۔

۸ اے بیٹھا فقیر! دن کے وقت صبر اختیار کر تا کہ تو آدھی رات کے تخت گاہ کا بادشاہ بن سکے۔

۹ اے عاشق! دن کے وقت تجھے سونے چاندی کے ملک کی نفی کرنی چاہئے تاکہ تو آدھی رات کے اقبال و جاہ کی دولت حاصل کر سکے۔

۱۰ اے وہ کہ تو صبح کے وقت سے غافل رہا ہے مستی میں دن کو زندہ رکھتا ہے اور آدھی رات کی برکات سے غافل ہے۔

۱۱ پیر انصاری دمبدم آنسو بہاتا، آہیں بھرتا، راہ تلاش کرتا آدھی رات کی پناہ میں چلا جارہا ہے۔ وہ طالب جو دن کے وقت نالۂ محبت پڑھے اسے رات کے وقت کی تجلیات و غلبات کی کیا قدر ہو سکتی ہے؟ سکندر کہ جس نے رات کے تاریک عالم کی نظر عنایت سے نجات کی مناجات کا آب حیات نہیں پیا ہے وہ صبح پھوٹنے کی قدر کب معلوم کر سکتا ہے؟

عبداللہ نے کہا آہ کہاں ہے وہ شب بیدار، اشک ریز، شیریں نفس، کستوری چھاننے والا کہ جس کا جسم فرشتی ہو اور پرندۂ روح عرشی۔ اس کا دن روزے میں گذرے اس کی راتیں قیام میں بسر ہوں اس کا شعور طور سینا ہو اس کا رہبر نور ہو۔ رب کی ملاقات کا مست ہو، رات کے دریا کی مچھلی ہو تاکہ وہ رات کی قدر پہچانے اور صبح کی قیمت نہ جانے۔" ان چیزوں کی قدر کوئی محبت والا ہی جان سکتا ہے

۱ سالک بغم تو خشک لب می باید! ۵ شیدائے تجلیات شب مے باید

۲ جائے کہ ز نور روز حظّے خواہد پیوستہ نیاز مندِ شب مے باید

۱ سالک کو تیرے غم میں خشک لب ہونا چاہئے۔ رات کی تجلیات کا عاشق ہونا چاہئے۔

۲ بجائے اس کے کہ دن کے نور سے کوئی حصہ پائے اسے ہمیشہ رات کا نیاز مند رہنا چاہئے۔

اے زخم خوردہ درویش آدم علیہ السلام دمبدم رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا[1] کا ورد رات ہی کو کہتے تھے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معدن صدق و صفا کو بھی آسمان کا سفر اور فرشتوں کا مصافحہ رات ہی کو میسر آیا تھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا[2] (پاک ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندہ کو رات میں سیر کرائی) ہر وہ آدمی جو اللہ تعالےٰ کا برگزیدہ ہے وہ ہمیشہ تب و تاب میں رہتا ہے ؎

۱ ہر حکم قضا کہ از حق آمد تسلیم رضا نمود و خپ بود

۲ آنہا کہ بحق شدند واصل طوفانِ نیاز جملہ شب بود

۱ ہر وہ آدمی کہ جس نے خدا تعالےٰ کی تقدیر کے حکم کو تسلیم کیا وہ بہادر آدمی ہے۔

۲ وہ لوگ جو حق سے واصل ہوئے ان کی نیاز مندی کا طوفان رات ہی کو اٹھتا تھا۔

اے عزیز رات کو بیدار ہونا شیر مردوں اور جاں نثار عاشقوں کا کام ہے۔ نہیں نہیں رات کو جاگنا تو دہقانوں کا پیشہ ہے اور اشک ریزی جوانمردوں کا کام ہے۔ نہیں نہیں شب خیزی اور اشک ریزی اس آدمی پر عاشق ہے جس کو اللہ تعالی بیداری کی توفیق عطا فرمائیں جس پر خداوند تعالی کی نصرت کی نگاہ ہو۔ جس آدمی پر خداوند تعالی کی نگاہ کرم ہو اس بندہ کا دل ہمیشہ زاری میں رہتا ہے۔ نہیں نہیں وہ زاری نہیں ہوتی بلکہ عین برخورداری ہوتی ہے۔ بندہ وہی ہے جو ہمیشہ بیدار رہے اور زاری سے زار ہو۔ آنکھوں سے آنسو بہائے اور کم آزاری میں سب سے آگے بڑھا ہوا ہو۔

اے زخم خوردہ درویش! رات کو بیدار ہونے کی دولت اور اشک ریزی کی سعادت صرف اس آدمی کو نصیب ہوتی ہے جو کہ خداوند تعالےٰ کی محبت کے سوا ہر چیز سے بیزار اور بے نصیب ہو ؎

[1] اعراف ۲۳ - [2] بنی اسرائیل ۱

۱ نہ ہر طالب تواند اشک ریزد | نہ ہر عاشق تواند صبح خیزد
۲ کسے را کو سعادت یار باشد | بہر جائے بسوئے حق گریزد

۱ ہر طالب آنسو نہیں بہا سکتا ہر عاشق صبح کو نہیں اٹھ سکتا۔
۲ جس کی سعادت دوست ہو وہ جہاں بھی ہو حق کی طرف دوڑتا ہے۔

جو آدمی شب بیدار ہے وہ دوست کا دلبر ہے۔ جنت و دوزخ سے اس کو کوئی کام نہیں ہے

ہر کہ شب خیز ست سوزندہ بود | خونِ دل از دیدہ ریزندہ بود!

(جو آدمی بھی شب بیدار ہوگا اس میں سوز ہوگا۔ وہ آنکھوں سے دل کا خون بہائے گا۔)

اے زخم خوردہ درویش، جس نے رات کی تنہائی کی قیمت کو پہچان لیا وہ عالم ہے جو شب بیدار دل کی قیمت نہیں جانتا وہ ظالم ہے۔ اے ظالم کہ جس کے دل کی آنکھیں مظلوم کی آہ کے دھوئیں سے اندھی ہیں۔ آگاہ ہو جا کہ تیری پہلی منزل قبر ہے۔ اے وہ ظالم کہ تیرا نامۂ اعمال ظلم کے دھوئیں سے سیاہ ہے۔ ہوش رکھ کہ مظلوموں کی آہ نیم شب خدا کا قہر ہے، بندہ کو جو کہ دن اور رات کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہے چاہئے کہ دن اور رات کے اوقات کو عبادت سے مزیّن کرے۔ دن رات خدا تعالےٰ میں مشغول رہے تا کہ ظالم نہ بنے۔ پس معلوم ہوا کہ جو آدمی اپنے دن رات کو غفلت میں گذارتا ہے وہ ظالموں کی جماعت میں شامل ہے نعوذ باللہ منہا۔ دن اور رات ظالم سے بیزار ہیں اسی بنا پر دن اور رات ظالم پر لعنت کرتے ہیں اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ[1] (خبردار اللہ کی لعنت ہو ظالموں پر) نہیں نہیں ظالم بدبخت ہے اس کے لیے جان نکلنے کا وقت بڑا سخت ہے۔ نہیں ظالم کی زندگی بے برکت ہے اس کے آغاز کا انجام جہنم کے طبقات ہیں۔ میں کھل کہ کہتا ہوں کہ ظالم کے لیے عذاب کی خوشخبری ہے۔ اس کو قید کرنے کے لیے عقاب الٰہی کا شکنجہ ہے۔ نہی کا ارتکاب ظالموں کی صفت ہے اور تپ (بخار) ظالموں کے لیے پرسش ہے۔ ظالموں کو ایمان کی حلاوت نصیب نہیں ہوتی۔ ظالموں کے ملک کی تباہی جلد ہو جاتی ہے۔ ظالموں کا چہرہ اور رائے شوم ہے۔ ظالموں کا شوق جہان کو خراب کرتا ہے۔ ظالموں کی صحبت حرام ہے۔ ظالموں کی محبت بھی ظلم ہے اور ظالموں کو نور ہدایت نصیب نہیں ہوتا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ[2] (اللہ تعالےٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتے) جب پاکبازی نصیب نہ ہو تو خدا تعالےٰ سے بُعد ہو جاتا ہے کہ لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ[3]

[1] ہود ۱۸۔ [2] بقرہ ۲۵۸۔ [3] واقعہ ۷۹

ارشاد خداوندی ہے۔ جب بُعد ہو جائے تو شیطان غالب آجاتا ہے۔ جب شیطان غالب آجائے تو آدمی متکبر ہو جاتا ہے۔ جب تکبر پیدا ہو تو آدمی اور زیادہ ظالم بن جاتا ہے اور خدا کا دشمن بن جاتا ہے اَلظَّالِمُ عَدُوُّ اللّٰہِ (ظالم خدا کا دشمن ہے) جب ظالم ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ کی لعنت اس پر برستی ہے پس جو ظالم ہے وہ اندھیروں میں بھٹکتا رہتا ہے اور جو اندھیرے میں ہو وہ رات جیسی تاریکی میں ہے اور جو رات میں ہو وہ خواب میں ہے جو خواب میں ہے وہ حسرت میں ہے اور جو حسرت میں ہے وہ بُعد میں ہے جو بُعد میں ہے وہ شیطنت میں ہے جو شیطنت میں ہے وہ جہالت میں ہے جو جہالت میں ہے اس کو جامۂ محبت نہیں پہنایا جاتا کہ مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلِیًّا جَاھِلاً (اللہ تعالیٰ کسی جاہل کو اپنا دوست نہیں بناتے) مشہور مقولہ ہے جو جاہل ہے اس کو دوستی کا لباس نہیں پہناتے۔ وہ نہ شب بیدار ہو سکتا ہے نہ اشک ریزی کر سکتا ہے۔

رات کو اٹھ کر اپنے اخلاص و افلاس کو اُس بارگاہ میں پیش کیا کہ جو ہر لحاظ سے پوری ہے تاکہ شب خیزی و اشک ریزی کے ذریعے تیرا ماتم خوشی میں بدل جائے تیرے اندھیرے نور سے بدل جائیں۔ جہالت کی تاریکی دور ہو جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خبر دی ہے کہ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ تَعَالیٰ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا ظَھَرَ یَنَابِیْعُ الْحِکْمَۃِ مِنْ قَلْبِہٖ عَلیٰ لِسَانِہٖ (جو آدمی چالیس سحریاں خدا تعالیٰ کے ساتھ گذارے اس کے دل سے حکمت کے چشمے پھوٹ کر اس کی زبان پر جاری ہو جائیں گے) ؎

۱ اے دل تو بہ تپش سینہ را گلشن کن   وے جان تو نیاز و نالہ را جوشن کن

۲ در نیم شبی چوں صبح روشن کردی   خود را بضمیر عاشقاں روشن کردی

۱ اے دل! تو اپنی تپش سے سینہ کو گلشن بنا دے اے جان تو اپنے نیاز و نالہ کو اپنی زرہ بنا۔

۲ جب تو نے آدھی رات کے وقت کو روشن صبح بنا لیا تو اپنے آپ کو عاشقوں کی ضمیر سے روشن کر لیا۔

اے خستہ جان درویش! اگر تو رات کی قدر نہیں پہچانے گا تو قبر کی رات میں اپنے آپ کو ضائع کرے گا۔ ربانی جذبات رات ہی میں پیدا ہوتے ہیں۔ الہامات کی حاضری بھی رات میں پیدا ہوتی ہے۔ خیرات و تہجد بھی رات میں ہے ؎

۱	از ابرِ دو دیدہ میرود نالہ بشب	در باغ دلم شگفتہ شد لالہ بشب
۲	اے دولتِ اقبال تو در روز شود	گر دست دہد ترا شبے نالہ بشب
۳	اے بندہ ز شوق اشک ریزی میکن	شیریں نفسی و مشک بیزی میکن
۴	انوار علوم گنج حکمت خواہی	دانی چہ کنی تو صبح خیزی می کن
۵	نالہ مے کن بہ شب از بیم جحیم	روز خنداں می باش بامید رحیم

۱ دونوں آنکھوں کے بادل سے رات کو نالہ باری ہوتی ہے۔ میرے دل کے باغ میں رات کو لالہ کے پھول کھلتے ہیں۔

۲ اے دولت دن کہ تجھے اقبال میسر ہو جائے اگر تجھ کو کسی رات رونا نصیب ہو جائے۔

۳ اے بندے شوق سے اشک ریزی کر۔ شیریں نفسی اور مشک بیزی کر۔

۴ اگر تو علوم وحکمت کے خزانے چاہتا ہے تو کیا تجھے معلوم ہے کہ کیا کرنا چاہیئے صبح سحری کے وقت بیدار ہوا کر۔

۵ رات کو جہنم کے ڈر سے نالہ کیا کر اور دن کو رحیم کی امید پہ خوش رہا کر۔

بڑی عجیب بات ہے کہ ایک دفعہ دن کا رات سے مباحثہ ہوا جو کچھ ان سے ہو سکا انہوں نے پوری طرح بیان کیا تو بھی کان رکھ کر سُن۔ دن نے کہا میں[۱] دوستوں کی زیارت گاہ ہوں۔ میں[۲] اسباب کی عمارت گاہ ہوں۔ میں[۳] بال بچوں کا نفقہ ہوں۔ میں[۴] خویش واقارب کا صدقہ ہوں۔ میں[۵] کھیتی باڑی کا وقت ہوں۔

رات نے کہا میں[۱] حضور دل کا عبادت خانہ ہوں۔ میں[۲] خوشی کا جائے نماز ہوں۔ میں[۳] دلوں کا آرام ہوں۔ میں[۴] رازوں کی تسلی ہوں۔

دن نے کہا کتنا کم ہمت ہے وہ وجود جس نے اپنے آپ کو سخاوت اور سجدے سے آراستہ نہ کیا[۵]

شرف مرد بجود است و کرامت بہ سجود	وانکہ ایں ہر دو ندارد عدمش بہ ز وجود!

(آدمی کی بزرگی سخاوت میں ہے اور کرامت سجدے میں اور جو آدمی یہ دونوں نہ رکھتا ہو اس کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے)

رات نے کہا ٹھہر ٹھہر اے دن! تو نے صحیح تعریف نہیں کی۔ نظر کی تین قسمیں ہیں۔ ایک نظر تو وہ

ہے جو خلقت کو تجھ پہ ہے اور ایک وہ نگاہ ہے جو تیری تجھ پہ ہے۔ اگر خلقت کی نظر تجھ پہ ہے تو وہ ریا ہے۔ اور اگر تیری نظر مخلوق پہ ہے تو وہ معنوی شرک ہے اور اگر تیری نظر تجھ پہ ہے تو وہ عُجب (نخوت) ہے۔ ان تینوں نظروں میں سوائے کدورت کے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی اگر تو دمِ افلاس وقدمِ اخلاص کے ساتھ دیکھے تو تیری نگاہ تجھ سے اٹھ جائے کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا) ؎

برمن نظر فگند ناگاہ دلدارے　　　زاں یک نظر کشود چنداں اسرارے

(مجھ پہ ناگاہ دلدار نے نگاہ ڈالی اس ایک نظر سے کتنے ہی راز کھل گئے)

پس جو آدمی راستی کے سجادہ پہ قدم نہ رکھے وہ آفات نظر ریا، شرک اور عُجب سے بچ نہیں سکتا دم وقدم للہ وفی اللہ کو کسی حال میں بھی جیسا کہ سُنا ہے چھوڑنا نہیں چاہئے۔ تاکہ جب مفلس لوگ خواب میں چلے جائیں اور اوباش لوگ سو جائیں اور درگاہ خالی ہو جائے تو جو وہ آہ بھرے اور جس راہ پہ چلے اس کو کوئی نہ دیکھے۔ اس کی نگاہ خدا تعالٰے پہ ہو اور خدا تعالیٰ کی نگاہ اس پہ ہو۔ میں اس سے بھی بہتر کہتا ہوں کہ محبت کا لباس جس نے بھی پہنا رات کو پہنا۔ رات کے بغیر شہاب ثاقب کا نور کسی نے کبھی نہیں دیکھا رات کا چراغ کہ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ[۱] (جیسے ایک طاقچہ ہو اس میں چراغ ہو) رات ہی کو چمکتا ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا[۲] (پاک ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے کو رات میں سیر کرائی) کا عروج رات کو ہی ہوتا ہے۔ نور آفتاب کی شمع رات میں چمکتی ہے۔ پروانہ دیوانہ رات کو ہی جلتا ہے۔ دیوانگانِ مست الست رات ہی کو جان کی بازی لگاتے ہیں جو کہ رات کی تجلیات میں روتے ہیں اور کبھی رحمان کی بارگاہ میں ہنستے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اَلْمُؤْمِنُ بَکَّاءٌ بِاللَّیْلِ صَوَّامٌ بِالنَّهَارِ (مومن رات کو روتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے جس نے بھی کہا بہت خوب کہا ؎

۱　مارا دلے ست گوہر دریائے نیم شب　　　گوہر فشان محبت تمنائے نیم شب

۲　مارا دلے ست عاشق وحیران و مستمند　　　سلطان وش سحرگہ وگدائے نیم شب

۳　جاناں چہ صبح بود کہ عشقِ تو در رسید　　　در گوش عقل رفت خبر ہائے نیم شب

۴　گو خواجہ صبحدم بتماشائے گل برو　　　ما را بس ست ذوق تماشائے نیم شب

[۱] نور ۳۵ - [۲] بنی اسرائیل ۱

۵ روحانیاں رسیدہ بپائے تو سر نہند	چوں سر نہاد نفس تو برپائے نیم شب
۶ آں قطرہ ہائے اشک تو در وقت صبحدم	بہتر ہزار بارہ ز درہائے نیم شب
۷ خوش دولتے کہ سیر تو باشد بسوئے عرش	ہر شب رواں ز مسجد اقصائے نیم شب
۸ سلطان ہر دو کون بود آں کسے کہ او	در نو صبح گشت مرتائے نیم شب
۹ مارا ہمیں بس ست تفاخر کہ ہر شبے	در مے کشیم جام غم افزائے نیم شب
۱۰ ما ملک نیمروز بیک جو نہ مے خریم	آرام ما ست نالہ و واوائے نیم شب
۱۱ ساقی بیار بادہ کہ تاراج گشت دل	از نغمہائے صبح و نواہائے نیم شب
۱۲ برخیز تا زِ کلبۂ دنیا بروں رویم	بس خیمہ مے زنیم بصحرائے نیم شب
۱۳ مطرب بساز ورنہ بسوزند عاشقاں	در سوزش سحر گہ سودائے نیم ست
۱۴ درویش را ز دنیائے فانی نصیب چیست	ابریق و روئے مال و مصلائے نیم شب
۱۵ انصاؔر یاد دار کہ ہر کس نہ مے شود	واقف ز سِر صبح و معمائے نیم شب

۱ ہمارے پاس ایسا دل ہے جو آدھی رات کے دریا کا موتی ہے آدھی رات کے تمنوں کی محبت کی گوہر فشانی کرتا ہے۔

۲ ہمارے پاس ایسا دل ہے جو عاشق و حیران اور حاجت مند ہے۔ دن کو وہ بادشاہ ہے اور آدھی رات کا فقیر ہے۔

۳ اے محبوب! وہ کیسی صبح تھی کہ تیرا عشق پہنچا اور عقل کے کانوں میں آدھی رات کی خبریں آئیں

۴ خواجہ سے کہو کہ صبح کو پھولوں کی سیر کو جایا کرے ہمارے لیے تو آدھی رات کے تماشہ کا ذوق ہی کافی ہے۔

۵ فرشتے آکر تیرے قدموں پر اپنا سر رکھتے ہیں۔ تیرا نفس آدھی رات کے قدموں پہ کب اپنا سر رکھے گا۔

۶ آنسوؤں کا وہ قطرہ جو دن کے وقت دریا سے نکلا ہے۔ وہ رات کے موتیوں سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

کتنی اچھی دولت ہے کہ تیری سیر عرش کی طرف ہو اور ہر رات تو آدھی رات کے وقت مسجد

اقصیٰ سے روانہ ہو۔

۸ وہ دونوں جہانوں کا بادشاہ ہے کہ جس نے صبح کی روشنی میں آدھی رات کی زمین کاشت کر لی ہے۔

۹ ہم کو یہی فخر کافی ہے کہ ہم ہر رات آدھی رات کا غم افزا جام پیتے ہیں

۱۰ ہم نیمروز کے ملک کو ایک جَو سے بھی نہیں خرید تے۔ ہمارا آرام نالہ میں ہے اور ہماری جائے پناہ آدھی رات ہے۔

۱۱ ساقی شراب لا کہ دل کی کھیتی صبح کے نغموں اور رات کے نالوں سے اجڑ چکی ہے۔

۱۲ اُٹھ کہ ہم اس دنیا کی جھونپڑی سے باہر چلے جائیں اور آدھی رات کے صحرا میں اپنا خیمہ لگالیں۔

۱۳ اے مطرب! ساز بجا ورنہ عاشق لوگ آدھی رات کے سودا اور صبح کی سوزش سے جل جائینگے۔

۱۴ اس دنیائے فانی سے درویش کا حصہ کیا ہے؟ ایک لوٹا ایک رومال اور آدھی رات کا مصلّےٰ۔

۱۵ اے انصاری! یاد رکھ کہ ہر آدمی آدھی رات کے معمّہ اور صبح کے اسرار سے واقف نہیں ہو سکتا۔

اے خستہ دل درویش جب تونے یہ مقدمہ معلوم کر لیا تو اب اپنے کام کے پیچھے دوڑ۔ کسی وقت بے کار نہ بیٹھ۔ بزرگوں کی نصیحت سن اور اس پر عمل کر۔ مثنوی ؎

۱	بگویم سخن اے دلاور شنو	میازارہ دل را بدی کس مگو
۲	چوں غیبت حرام ست و قہر خدا	تو بگریز جائے کہ باشد ازو
۳	بیاد خدا باش ہر دم حضور	اگر مرد عشقی سخن را شنو
۴	کہ یک دم بیاد خدا خوشتر ست	ز صد بادشاہی دہر چہ درو
۵	بعالم ترا بس محبت اگر	ز ہر نعمت و ہرچہ لذت درو
۶	بدہ جاں بجاناں اگر عاشقی	مزن دم بفرمان خالق درو
۷	فدا کن ز بہر خدا ہرچہ ہست	ہمہ خان و مال مرا و جاں ہم درو
۸	بیاد خدا باش دائم مدام	بہر کار و بارے و حالے درو
۹	دما دم بیاد خدا باش مست	اگر ہوش داری رضائے بجو
۱۰	مخور غم بروزی کہ بیشک ز غیب	رسد بے گماں رزق روزی بتو

۱۱ پئے دین محمد رسول خدا بپا ئے سر و چشم مے رو درو

۱۲ چوں عثمان میاسائے از درد حق مگر وقت خفتن بگور اندرو

۱ اے دلاور! میں بات کہتا ہوں اس کو سن۔ کسی دل کو آزردہ نہ کر کسی کی برائی بیان نہ کر۔

۲ جب غیبت کرنا حرام اور خدا کا قہر ہے تو اس جگہ سے بھاگ جہاں اس کا ارتکاب ہو۔

۳ ہر دم خدا تعالیٰ کی یاد میں حاضر رہ اگر تو عاشق مرد ہے تو بات سُن۔

۴ ایک دم خدا کی یاد میں رہنا سو بادشاہی وما فیہا سے بہتر ہے۔

۵ جہان میں تجھ کو ہر نعمت اور لذت کے بدلے خدا کی محبت کافی ہے۔

۶ اگر تو عاشق ہے تو اپنی جان محبوب کو دیدے اور اس میں فرمان خالق کے مقابل دم نہ مار۔

۷ خدا کے لیے جو کچھ بھی ہے تمام خانماں اور اپنی جان تک بھی قربان کر دے۔

۸ ہمیشہ، ہر دم، ہر کاروبار اور ہر حالت میں خدا کی یاد میں رہ۔

۹ دمبدم خدا کی یاد میں مست رہ اگر تجھے ہوش ہے تو اس کی رضا تلاش کر۔

۱۰ روزی کا فکر نہ کر کہ بیشک غیب سے تیری روزی ورزق تجھ کو پہنچ جائے گی۔

۱۱ حضرت محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے دین کے پیچھے سر اور آنکھوں کے بل دوڑتا چلا جا۔

۱۲ عثمان کی طرح خدا کے درد سے کسی وقت آرام نہ مانگ جب تک کہ تو قبر کے اندر جاکر نہ سو جائے

اے عزیز! کیا تو نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ نہیں سنا؟ کہ آپ نے حضرت اویس رض کو کہا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ اویس رض نے کہا اے عمر! کیا آپ خدا تعالیٰ کو پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں پہچانتا ہوں۔ اویس کہنے لگے اگر خدا تعالےٰ کے بغیر اور کسی کو نہ پہچانیں تو آپ کے لیے یہ بہتر ہوگا۔ حضرت عمر رض نے فرمایا کچھ اور بھی فرمائیے کہنے لگے اے عمرؓ! کیا خدا تعالےٰ آپ کو پہچانتے ہیں؟ حضرت عمر نے فرمایا ہاں جانتے ہیں تو اویس رض نے کہا تو اب تو خدا کے سوا اور کسی کو نہ جاننا۔ یہ آپ کے لیے بہتر رہے گا۔ آپ نے فرمایا کچھ اور فرمائیے؟ تو اویس نے کہا موت کو ہمیشہ اپنے سرہانے کھڑا تصور کرو اور اپنے سونے کو موت تصور کر لیا کرو۔ گناہ کو کبھی ہلکا نہ سمجھو۔ ہمیشہ اس ذات کی بزرگی مد نظر رہنی چاہیئے جس کی نافرمانی کی گئی ہے کیونکہ اگر تو گناہ کو چھوٹا سمجھے گا تو خدا تعالےٰ

کو بھی چھوٹا سمجھے گا۔ اور اگر تو گناہ کو بڑا سمجھے گا تو خدا تعالیٰ کو بھی بڑا سمجھے گا۔ آپ نے فرمایا کچھ اور فرمائیے۔ اویس رضؓ نے کہا آپ یہ یاد رکھیں کہ آپ کے باپ فوت ہو گئے۔ حضرت آدم و حوا علیہما السلام فوت ہو گئے۔ حضرت نوح و ابراہیم و حضرت موسیٰ و داؤد علیہم الصلوات والتسلیمات فوت ہو گئے اور خلیفۂ خدا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے۔ خلیفۂ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور میرا بھائی و دوست عمر بھی ایک دن فوت ہو جائے گا۔

آہ اے عمر! پھر میں کہوں گا۔ آہ عمر خدا تجھ پر رحم کرے آج تو بھی فوت ہو گیا۔ پس میں اور تو دونوں مرنے والے ہیں۔ اس کے بعد اویس رضؓ نے آپ کو دعا دی اور فرمایا میری وصیت یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی کتاب کو اپنا راہنما بناؤ اور اصلاح کی راہ اختیار کرو اور ایک لحظہ بھی موت کی یاد سے غافل نہ رہو ؎

۱	دلا در طلب باش ثابت قدم	بغیر از طلب بر میاور تو دم
۲	بہ صمصام لا ہر زماں نفس را	عدم ساز و فانی کنش واز عدم
۳	چوں حادث رود از میاں بالیقیں	بجائش کند جائے نورِ قدم
۴	بلا نفی کن ما سوے اللہ را	باثبات زن ضربہا از ہمم
۵	براہ خدا پیر کامل طلب!	کہ تا رہبر آید ترا دمبدم
۶	بجز پیر دی بنی ہیچ گاہ	مزن دم کہ تا رہ کنی در حرم
۷	مکن با ہوائے نفس آشتی	کہ رافع حجاب ست اے محترم
۸	ہمی باش تا پاس انفاس را	شوی زاں تو شاہنشہے محتشم
۹	ز ہستی فنا شو کہ تا خوش شوی	ز باغ آیدت میوہ ہائے ارم
۱۰	چوں عثمان رضا مند باشی ہمے	فراغت گزینی ز درد و الم

۱ اے دل تو طلب میں ثابت قدم رہ اور طلب کے بغیر ایک سانس بھی نہ لے۔

۲ لا کی تلوار سے ہر وقت اپنے نفس کو ختم کرتا رہ اور اس کو عدم کی طرح فنا کر دے۔

۳ جب حادث درمیان سے اٹھ جاتا ہے تو اس کی جگہ قدیم کا نور جگہ بنا لیتا ہے۔

۴ لا کے ساتھ ما سوی اللہ کی نفی کر اور ہمت سے اثبات کی ضربیں لگا۔

۵ خدا کی راہ کے لیے ایک کامل پیر تلاش کر تاکہ وہ دمبدم تیری رہنمائی کرے۔

۶ نبی کی پیروی کے بغیر کسی وقت بھی دم نہ مار تاکہ تو حرم میں اپنا رستہ بنالے۔

۷ نفس کی خواہش کے ساتھ کبھی صلح نہ کر۔ اے محترم! اس سے سب حجاب دور ہو جائیں گے۔

۸ اسی طرح تو "پاس انفاس" میں لگا رہ۔ اس سے تو ایک باحشمت بادشاہ بن جائے گا (پاس انفاس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی سانس بھی خدا کی یاد کے بغیر نہ لیا جائے)

۹ اپنی ہستی سے فنا ہو جا تاکہ تو خوش رہے اور تجھ کو باغ ارم کے پھل ملیں۔

۱۰ جب عثمان کی طرح تو رضامند ہو جائے گا تو تجھ کو تمام دردوں اور دکھوں سے نجات مل جائے گی۔

فصلِ چہارم

اس فصل میں تضرع شکستگی، عجز، نیازمندی اور عاشقوں کی جانبازی کا بیان اور نصائح وغیرہ اور عاشقوں کے حالات اور خاتمۂ کتاب کا بیان ہے۔ اس فصل میں چار باب ہیں پہلے باب میں تضرع وغیرہ کا بیان ہے۔ دوسرے باب میں عاشقوں کی جانبازی کا تیسرے باب میں نصیحت وغیرہ کا اور چوتھے باب میں کتاب کا خاتمہ ہے۔

بابِ اول

(اس باب میں تضرع کا بیان ہے)

در راہ ما شکستہ دلی میخرند و بس ؎ بازار خود فروشی از اں راہ دیگر ست

(ہماری راہ میں تو شکستہ دلی (منکسر مزاجی) کی خریداری ہے اسکے علاوہ کسی چیز کی پرسش نہیں اور خود فروشی کے بازار کا راستہ دوسرا ہے)

اے زخم خوردہ درویش! عجز و نیاز و شکستگی کو اپنا توشہ بنانا چاہئے۔ اس طرح ہو جا کہ جو بھی تجھ کو دیکھے اس کو تجھ پر ترس آنے لگے اور بغیر تمیز کے تجھے خدمت کرنی چاہئے یعنی خدمت کرتے وقت تجھ کو حیوان اور انسان میں کوئی فرق نہ کرنا چاہئے اور اس مذکورہ ورزش کو اتنی طویل مدت تک کرنا چاہئے کہ یہ تیرے نفس کا ملکہ ہو جائے کہ اگر تو اس کو کسی وقت دور بھی کرنا چاہے تو نہ کر سکے۔ اس صفت کو اتنا مضبوط کر کہ یہ تیرے نفس کی صفت بن جائے جیسے کہ آنکھوں میں بینائی اور کانوں میں شنوائی کی صفت ہے اور کمال خشوع و خضوع ہی کمال درجہ کی بندگی ہے۔

مختلف اشعار ؎

۱ نیازمند بلا گو رخ از غبار مشو ؎ کہ کیمیائے مرادات خاک کوئے نیاز

۲ چوں شکستگی میخرند لشکستہ بشو ؎ ہمچوں موسیٰ در رکاب خضر رو

۳ راہ بوحدت نبرد ہر کہ نشد در طلب — جملہ ذرات از دل و جان مرید

۴ راہ باللہ یافت قاسم ناگاہ یافت — زانکہ بشمشیر لا لازم عالم برید

۱ مصیبت کا نیاز مند کہاں ہے؟ اپنا چہرہ خاک سے نہ دھو (یعنی غبار آلود کر) کہ نیاز مندی کے کوچے کی خاک مرادات کے لیے کیمیا ہے۔

۲ جب شکستگی ہی کی خریداری ہے تو شکستہ ہو جا۔ موسیٰ (علیہ السلام) کی طرح خضر (علیہ السلام) کا ہم رکاب بن کر چل۔

۳ اس کو وحدت کا راستہ نہیں ملا جو طلب کے لیے نہیں نکلا۔ مرید کو چاہئے کہ جان و دل کے ہر ذرّے سے سراپا طلب بن جائے۔

۴ خدا کا راستہ قاسم کو ناگاہ مل گیا اس لیے کہ اس نے لاؔ کی شمشیر سے جہان کے تمام لوازمات کو کاٹ ڈالا ہے۔

ادراک کا معلوم کرنے سے عاجز آجانا بھی ایک قسم کا ادراک ہے۔ جب تو اس مقام پر پہنچے گا تو پھر جتنا بھی تو اپنے آپ میں غور کرے گا عاجزی، نیازمندی، شکستگی و خضوع کے سوا اور کوئی چیز اپنے اندر نہیں پائے گا اور مقام وحدت و یگانگت و یک رنگی حاصل کرے گا۔ اس وقت تیری بندگی تسلیم کی جائے گی۔ تو ایک بندۂ مقبول بن جائے گا اور تیری حالت یہاں تک پہنچے گی کہ ہر سانس میں کسب کمالات کے لیے زِدْنِیْ (مجھے زیادہ دے) کو مقدم رکھے گا۔ یعنی چالیس یا پچاس سال کی مدت میں جو تو نے کمایا ہو گا اب تجھ کو ایک ساعت اور ایک نفس (سانس) میں وہ معنی حاصل ہو جائیں گے۔

اے دل شکستہ درویش! تیری شکستگی و نیازمندی اس وقت مسلم ہو گی جبکہ تیری ہستی تیرے سامنے سے اٹھ جائے گی ؎

تا تو ہستی نیست در تو کے رسد — نیست شو تا ہستیت در پے رسد

(جب تک تو "تو" ہے تیرے اندر "نیست" کیسے آسکتا ہے۔ تو "نیست" ہو جا تاکہ "ہستی" تیرے پیچھے چلی آئے)

پھر وہی عابد ہو گا اور وہی معبود، وہی ساجد ہو گا اور وہی مسجود اور یقین حاصل ہونے کے بعد

تیری ہستی کا دوسرا کوئی نشان تیرے وجود میں باقی نہ رہے گا۔ مقام فنا و وحدت و بیرنگی اسی مقام کا نام ہے ؂

در بہ بیرنگی رسی کاں داشتی   موسیٰ و فرعون دارند آشتی

(اگر تو بیرنگی کے مقام میں پہنچ جائے گا تو یہ کیفیت دیکھے گا کہ اس مقام پر موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون میں پوری صلح صفاتی ہے)

اس وقت جو کچھ بھی طالب سے ظاہر ہو گا وہ اس کی اپنی طرف سے ظاہر نہیں ہو گا۔ چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی واقع ہوا۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی[1]۔

اے خستہ جان درویش! جو کچھ فانی سے ظاہر ہو وہ اس کی طرف سے نہیں ہوتا۔ معلوم ہونا چاہئے کہ دوست کی سیر ایک تو سیر الے اللہ ہے اور دوسری سیر فی اللہ کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے بے انتہا کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ پھر اس کو آگے لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ سُبْحَانَ[2] الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیَاتِنَا (پاک ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے کو مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک ایک ہی رات میں سیر کرائی۔ وہ مسجد اقصیٰ کہ جس کے ارد گرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ ہم اس کو اپنے نشانات دکھائیں) یہ راہ اس مقام تک جاتی ہے ؂

استادِ تو عشق ست چوں آنجا برسی   او خود بزبانِ حال گوید آن کُن

(تیرا استاد عشق ہے جب تو وہاں پہنچے گا تو وہ خود اپنی زبانِ حال سے کہے گا کہ یہ کر وہ کر)

یہ عشق کا مقام ہے۔ عشق کا انجام غلامی ہے اور عشق کا قرینہ ایک شعلہ ہے جبکہ وہ روشن ہو جائے

۱ عشق شعلہ ست کہ چوں بر فروخت ؂   ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

۲ تیغ لا در قتل غیر حق براند   در نگر زاں پس کہ بعد از لاچہ ماند

۳ ماند الا اللہ باقی جملہ رفت   شاد باش اے عشق شرکت سوز و رفت

۱ جب عشق کا شعلہ روشن ہوا تو معشوق کے سوا جو کچھ بھی تھا سب کو جلا دیا۔

۲ غیر حق میں لا کی تلوار چلا دی اب دیکھ کہ لا کے بعد کیا رہ گیا۔

[1] انفال ۱۷ – [2] بنی اسرائیل ۱۔

۳ الا اللہ رہ گیا باقی سب کچھ ختم ہوا اے عشق خوش رہ کہ تو نے شرکت کو جلا ڈالا اور چلا گیا۔
اے زخم خوردہ درویش! اس جگہ وہ مقام ہے کہ جہاں ہر وقت زندگی (مجھے زیادہ دے) کا کمال حاصل ہوتا ہے۔

سید الطائفہ جنید بغدادی و شیخ ابو الحسن نوری و شیخ بہلول و شیخ شبلی سے منقول ہے کہ اس زمانہ میں بادشاہ کا ایک نوکر تھا جس کا نام "غلام الخلیل" تھا۔ بادشاہ اس پر ناراض ہو گیا اور اس کو اپنے دربار سے نکال دیا۔ وہ غلام ان بزرگوں کے پاس چلا گیا۔ نہایت نالائق آدمی تھا کہ ان بزرگوں کی صحبت سے اس نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔

۱	ناقابلست آنکہ بدولت نمے رسد	ورنہ زمانہ در طلب مرد قابلست
۲	ناقابلان دہر بدولت رسیدہ اند	پس چون زمان در طلب مرد قابلست

۱ نالائق ہے وہ آدمی جو دولت تک نہ پہنچا ورنہ زمانہ خود مرد قابل کی تلاش میں ہے۔
۲ جب زمانہ کے قابل لوگ دولت تک پہنچ گئے ہیں۔ پس دیکھ لو کہ زمانہ کس طرح مرد قابل کی جستجو میں ہے۔

اس کے بعد پھر بادشاہ کے پاس واپس آگیا۔ بادشاہ کے پاس آکر اس نے ان لوگوں کی بہت غیبت کی۔ اس نے بادشاہ سے کہا کہ وہ ملحد و زندیق ہے جو یہ کہتا ہے کہ یہ بھی ایک جماعت ہے اور یہ بڑے قابل لوگ ہیں۔ اس بخیل کی شکایات سے بادشاہ کے مزاج میں بھی بخیلی پیدا ہو گئی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو حاضر کرو۔ کوئی گیا اور ان کو بادشاہ کے پاس لے آیا۔ بادشاہ نے ان کے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ جلاد نے جب ان کو قتل کرنا چاہا تو جس آدمی کو بھی وہ قتل کرنے کا ارادہ کرتا دوسرا اپنے آپ کو اس کے سامنے کر دیتا کہ پہلے مجھے قتل کر اس کے بعد میرے بھائی کو قتل کرنا۔ جب وہ اس کو قتل کرنا چاہتا تو دوسرا اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کر دیتا کہ پہلے مجھے قتل کرو اسی طرح کتنا ہی وقت گذر گیا۔ بادشاہ بھی چونکہ سامنے بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اس نے خیال کیا کہ یہ ایک عجیب جماعت ہے جو اپنے قتل ہونے میں ایک دوسرے پر اس طرح سبقت کرتی ہے۔ قاضی ان کے پاس آیا تو اس کو معلوم ہوا کہ ان میں سے ہر ایک ظاہری و باطنی علوم میں ایک سمندر ہے۔

حضرت شیخ بہلول چونکہ علماء کی سی وضع قطع اور شکل و صورت نہیں رکھتے تھے۔ قاضی نے ان

کو زیادہ بے سرو سامان معلوم کیا۔ ان کے پاس آیا اور ان سے حیض کے متعلق ایک مسئلہ دریافت کیا۔
آپ نے اس کو سترہ قسم کا جواب دیا۔ قاضی حیران رہ گیا۔ بادشاہ کے پاس آیا اور کہا یہ آپ نے
عجیب کام کیا اگر یہ لوگ مر جائیں گے تو ہمیشہ تک تیری گردن میں لعنت کا طوق پڑا رہے گا۔ کیونکہ اگر
تو صدیق کہے تو اس زمانہ میں یہی لوگ ہیں ان میں سے ہر ایک علوم ظاہری و باطنی میں ایک بحر ذخار ہے
بادشاہ نے ان کو اپنے پاس بلایا ملاقات کی تو جیسے قاضی نے کہا تھا ویسا ہی ان کو پایا۔ غلام الخلیل
کو طلب کیا اور اس کو صلیب پر لٹکا دیا ۔

۱ گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنۂ پاکاں برد !
۲ باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست در باغ لالہ روید و در شورہ بوم و خس

۱ اگر خداوند تعالےٰ کسی کا پردہ پھاڑنا چاہتے ہیں تو اس کی طبیعت کا رجحان پاک لوگوں پر طعنہ
کرنے کی طرف ہو جاتا ہے۔

۲ بارش سے کہ جس کی لطافت طبع میں کوئی اختلاف نہیں ہے باغوں میں لالہ پیدا ہوتا ہے اور
شور زمین میں اُلو اور جھاڑیاں۔

اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ جو ہیر ادوست ہے اس پر تیر چلائے اس پر اتنے تیر برسیں کہ
اس کے جسم کی کوئی جگہ خالی نہ رہ جائے۔ اس کے بعد بادشاہ نے ان کے متعلق پوچھا کہ یہ کس طرح کے
لوگ ہیں کہ اپنے قتل ہونے میں ایک دوسرے پر اس طرح سبقت کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا
کہ ہم چاروں ایثار کے مقام میں ہیں اور ہر دم کسب "کمالات" حاصل کر رہے ہیں اس لحاظ سے ہم
چاہتے ہیں کہ اپنی زندگی کو اپنے بھائیوں پر قربان کر دیں تاکہ وہ اس کمال کو ہمارے بعد حاصل کر سکے۔
بھائی کا یہی معنی ہے کہ وہ بھائی پر قربان ہو جائے۔

اے زخم خوردہ درویش! عارف جتنا بھی با کمال ہوتا جاتا ہے اس میں شکستگی اور عاجزی زیادہ ہوتی
جاتی ہے ولایت کے مراتب کی انتہا یہی شکست و نیاز ہے جس کو شکست و نیاز حاصل ہو وہ عاجز ہے
اور جو عاجزی میں ہے وہ دردمند ہے اور جو دردمند ہے اس میں محبت ہے۔ جس میں محبت ہے اس
میں سوز ہے جس میں سوز ہے اس میں ذوق ہے اور جس میں ذوق ہے اس میں ایمان ہے۔ اَلْاِیْمَانُ
ذَوْقٌ وَّ شَوْقٌ وَّ اَنَا غَرِیْقٌ فِیْھِمَا (کہ ایمان شوق و ذوق کا نام ہے اور میں اس میں غرق ہوں) مشہور

مقولہ ہے ؎

۱ گر دوست دارِ حقی دائم بشوق او باش	در محنت فراق او قائم بشوق او باش
۲ از درد بے قراری وز نالہ ہائے زاری	خود را بروں نیاری دائم بشوق او باش
۳ از درد گر محبت گردد ترا دل رحمت	یابی عطائے قربت دائم بشوق او باش
۴ گر قدر عجز و زاری دانی بزرگ واری	بل مرد شہسواری دائم بشوق او باش
۵ محبوب حق بگردی شب و روز گر بدردی	وندر زمانہ فردی دائم بشوق او باش
۶ شبہا بزاری آور با عجز نالہ مے بر	وز ما سوائے بگذر دائم بشوق او باش
۷ گر نیست از محبت گردی بدین زفکرت	جاوید گشت عمرت دائم بشوق او باش
۸ گر وقت صبح خیزی از دیدہ اشک ریزی	در ملک جاں عزیزی دائم بشوق او باش
۹ دیوانہ وار عثمان پیوستہ زار و نالان	با عجز و زاری لفغاں دائم بشوق او باش!

۱ اگر تو خدا تعالےٰ کا سچا دوست ہے تو ہمیشہ اس کے شوق میں رہ محنت اور اسکے فراق میں اس کے شوق میں قائم رہ۔

۲ بیقراری کے درد اور زاری کے نالوں سے اپنے آپ کو کبھی باہر نہ لا ہمیشہ اس کے شوق میں رہ۔

۳ درد و محبت سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے تو قرب کی بخشش حاصل کرلے گا ہمیشہ اس کے شوق میں قائم رہ۔

۴ اگر تو عجز و زاری کی قدر جانتا ہے تو تو بزرگ آدمی ہے بلکہ تو مرد شہسوار ہے ہمیشہ اس کے شوق میں قائم رہ۔

۵ اگر تو دن رات درد میں رہے گا تو حق تعالیٰ کا محبوب ہو جائیگا۔ اپنے زمانہ میں ایک فرد ہو گا ہمیشہ اس کے شوق میں قائم رہ۔

۶ راتوں کو رو یا کر عاجزی سے نالے کیا کر ماسوی اللہ سے گذر جا اور ہمیشہ اس کے شوق میں قائم رہ۔

۷ اگر تو اس کی محبت کے فکر میں نیست ہو گیا تو تیری عمر زندہ جاوید ہو جائے گی ہمیشہ اس کے شوق میں قائم رہ۔

۸ اگر تو صبح کے وقت اٹھے اور آنکھوں سے آنسو برسائے تو جان کے ملک میں تو بادشاہ بن جائیگا۔

ہمیشہ اس کے شوق میں رہ

۹ عثمان دیوانوں کی طرح زاری ونالے کرتا ہے۔ عاجزی وزاری سے فغاں میں رہتا ہے۔ ہمیشہ اس کے شوق میں قائم رہ۔

اے زخم خوردہ درویش! جب حضرت آدم علیہ السلام نے بہشت میں گندم کھائی اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی تو حکم ہوا کہ اے آدم! یہ جنت نافرمانی کی جگہ نہیں ہے۔ یہاں سے نکل جاؤ۔ دنیا میں جا بسو فرمان کے مطابق آدم علیہ السلام کو دنیا میں لے آئے آپ پانچ سو سال تک اس دنیا میں رہے اس مدت میں آپ نے کسی وقت بھی شرمندگی سے سر اوپر نہ اٹھایا۔ آسمان کی طرف نہ دیکھا۔ دن رات رونے ہی سے کام تھا وہ یہاں تک روئے کہ ان کی آنکھوں کے آنسوؤں کے چشمے زمین میں ظاہر ہو گئے۔ پرندے ہوا سے زمین پر اترے۔ انہوں نے ان چشموں سے پانی پیا تو آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے کبھی اس طرح کا میٹھا اور خوشبودار پانی نہ پیا تھا۔ پرندوں نے یہ بات کہی تو حضرت آدم علیہ السلام نے بھی یہ بات سن لی ان کے دل میں خیال آیا کہ شاید پرندے مذاق کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ پرندے ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ ٹوٹے دل کی آنکھوں کے آنسوؤں کا پانی اور ندامت کے آنسو ہماری بارگاہ میں شہد سے زیادہ اچھے ہیں۔ کیا خوب ہے یہ خوشبو۔ کیا اچھی ہے یہ خوشبو۔ جب آدم علیہ السلام کے پاس یہ فرمان پہنچا تو حضرت آدم علیہ السلام نے خدا تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا۔ اور پانچ سو سال کے بعد آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔ عرش عظیم تک کوئی حجاب نہیں تھا آپ نے دیکھا کہ عرش پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ہے۔ آدم علیہ السلام حیران رہ گئے کہ یہ کون خوش قسمت آدمی ہے جس کا نام خدا تعالیٰ کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ ارشاد ہوا کہ اے آدم آپ حیران کیوں ہیں؟ یہ آپ کے ایک فرزند ہیں۔ اگر اس تیرے فرزند کی تخلیق کائنات کا مقصد نہ ہوتی تو آپ بھی پیدا نہ ہوتے اور میں اپنی خدائی ظاہر نہ کرتا۔ آدم علیہ السلام نے جب اپنے بیٹے کی یہ بزرگی سنی تو ان کو خیال ہوا کہ درگاہ خداوندی میں بخشش کے لیے بہترین ذریعہ یہی ہیں۔ کہنے لگے اے میرے خداوندا! اس کلمہ کی برکت سے کہ میرے بیٹے کا نام آپ کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہے میری ذلت کو دور کر دے۔ ارشاد ہوا کہ آپ بڑا اچھا سفارشی لائے۔ ہم نے تیرا گناہ معاف کر دیا اور تیری اولاد کے گناہوں کو بھی میں اس کلمہ کی برکت سے معاف کر دوں گا۔ مومن و موحد کو چاہئے کہ کسی وقت بھی اس

کلمہ کو فراموش نہ کرے تاکہ خدا تعالےٰ کے دوستوں سے ہو جائے۔

اے خستہ جان درویش! جو آدمی بھی خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں اخلاص، عاجزی اور زاری سے آجائے تو یقیناً یقیناً وہ اپنے مقصود کو پہنچے گا۔

حکایت:۔ حضرت یونس پیغمبر علیہ السلام کو جب اللہ تعالےٰ نے نینوئی والوں کے پاس بھیجا تو آپ نے ان کو کچھ مدت تک خدا تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔ انہوں نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ان کو تکلیفیں بھی پہنچائیں۔ آخر آپ تنگ آ گئے اور عرض کیا اے خداوند! انہوں نے مجھ کو جھٹلا دیا ہے فَانْزِلْ عَلَيْهِمْ عِقَابَكَ (ان پر اپنا عذاب نازل فرما) حق سبحانہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنی قوم کو اطلاع دیدو کہ تین چار دن کے بعد ان پر عذاب نازل ہو جائے گا۔

یونس علیہ السلام نے ان کو خبر دیدی اور آپ خود اس قوم میں سے نکل گئے ایک پہاڑ کی غار میں جا کر چھپ گئے۔ جب وعدے کا وقت قریب آیا تو حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے دوزخ کے داروغے مالک (فرشتہ) کو حکم دیا کہ سوئی کے ناکے کے برابر دوزخ کی لُو اس قوم پر بھیجو۔ مالک نے خداوند ذوالجلال کے فرمان کی تعمیل کی اور وہ لُو ایک سیاہ بادل اور غلیظ دھوئیں کی صورت میں شعلہ بن گئی اور نینوئی شہر کے اردگرد پھیل گئی۔

اہل شہر کو معلوم ہو گیا کہ یونس علیہ السلام صحیح فرماتے تھے۔ وہ لوگ اپنے بادشاہ کے پاس آئے وہ ایک عقلمند آدمی تھا اس نے حکم دیا کہ یونس علیہ السلام کو تلاش کرو۔ تلاش بسیار کے باوجود بھی جب آپ نہ ملے تو بادشاہ نے کہا اگر یونس علیہ السلام چلے گئے ہیں تو کوئی بات نہیں وہ خدا جو ہم کو دعوت دے رہا تھا وہ ہمارے پاس ہی ہے وہ دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ عاجزی، شکستگی اور تضرع سے ہم اس کی بارگاہ میں جائیں۔ پس بادشاہ نے اپنا سر ننگا کیا۔ پاؤں سے جوتا اتار دیا۔ جسم پر ایک گودڑی پہن لی اور رعایا نے بھی اسی صورت میں جنگل کی طرف منہ کیا۔ مرد اور عورتیں چھوٹے اور بڑے سب رونے اور فریاد کرنے لگے۔ بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیا گیا۔ ایک ہی دفعہ انہوں نے اپنی نیت خالص کی اور آواز بلند کی اٰمَنَّا بِمَا جَآءَ بِهٖ يُوْنُسُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (ہم یونس علیہ السلام کی دعوت پر ایمان لے آئے)

شروع ذی الحجہ سے لے کر عاشورہ محرم تک اسی طرح روتے رہے اور اس مدت میں وہ نالہ و فغاں

سے آرام نہ کر سکے اور دردمندی و بے چارگی سے اپنی عرض بارگاہ خداوندی میں پہنچاتے رہے ؎

۱ چارۂ ما ساز کہ بے چارہ ایم　　گر تو میرانی بکہ رو ئے آوریم

۲ بے خبریم از ہمہ سازندۂ　　جز تو نداریم ۔ نوازندۂ

۳ پیش تو گہ بے سروپا آمدیم　　ہم باُمید تو خدا آمدیم

۱ ہمارے لیے کوئی چارہ کر کہ ہم بے چارہ ہیں۔ اگر تو ہم کو ہانک دے گا تو ہمیں بتا کہ ہم کس کی طرف توجہ کریں۔

۲ ہم تو سب چیزوں سے بےخبر ہیں ہم تیرے سوا کوئی نوازش کرنے والا نہیں رکھتے۔

۳ اگر ہم تیرے پاس بے سروپا آئے ہیں تو ہم تیری امید پر اے خدا آئے ہیں۔

کچھ لوگوں نے عرض کیا اے خداوند! یونس علیہ السلام نے ہم سے کہا تھا کہ میرا خدا حکم دیتا ہے کہ غلاموں کو خریدو اور آزاد کرو۔ ہم تیرے غلام ہیں ہم کو اپنے کرم سے اپنے عذاب سے آزاد کر دے۔

ایک جماعت نے عرض کیا اور روتے ہوئے کہا کہ اے خداوند یونس علیہ السلام نے ہم کو خبر دی تھی کہ تمہارا خدا فرماتا ہے کہ بے چارہ اور درماندہ لوگوں کی دستگیری کیا کرو اب ہم بیچارہ و درماندہ ہیں اپنے فضل سے ہماری دستگیری فرما اور کچھ لوگ عرض کرتے کہ اے پروردگار! تو نے ہمیں حکم دیا ہے کہ سائلوں کی حاجت روائی کیا کرو ہم تیری بارگاہ میں سوالی بن کر آئے ہیں تو ہماری حاجت روائی فرما ؎

۱ ما تہیدستاں برآوردیم دستے در دعا　　نقد فیض نہ بریں دست گنہگاراں ہمہ

۲ قاضی حاجات درویشان و محتاجاں توئی　　بس رواکن از کرم حاجات بسیاراں ہمہ!

۱ ہم تہیدستوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ہیں ہم تمام گنہگاروں کے ہاتھ پر اپنے فیض کی نقدی رکھ دے (یعنی ہماری جھولیاں بھر دے)

۲ محتاجوں اور درویشوں کی حاجتیں پوری کرنے والا تو ہی ہے۔ ہم تمام لوگوں کی حاجتیں اپنے کرم سے پوری کر دے۔

قصہ مختصر کہ چالیسویں دن جو کہ جمعہ کا دن اور عاشورہ کا روز تھا ان کو اپنی دعاؤں کا اثر معلوم ہونے لگا اور رحمت کی کچہری سے ان کے لیے نجات کا فرمان لکھا گیا۔ بادل کا اندھیرا اٹھنے لگا اور رحمت کے بادل نے ان کے سر پر مہربانی کا سایہ کیا۔

اے زخم خوردہ درویش! آدمی کو چاہئے کہ اپنے اوقات کو ضائع نہ کرے۔ ہمیشہ شکستگی و درماندگی میں رہے ورنہ قیامت کے دن حسرت و ندامت ہوگی۔ غزل ۵

۱ جز درد دل تو ہر چہ بیابی بکن رہا	در کار و بار عالم یک بارہ شو جدا
۲ با بد بکن بدی و وفا کن بجائے آن	با صلح پیش آ کہ تو حاصل کنی رضا
۳ از خلق بگسل و بخداوند کن رجوع	دل را ز اشتغال خیالی بکن صفا
۴ بسر را چوں گوئے در رہ چوگانِ او بنہ	تا از قضائے او نہ کنی ہیچ گاہ ابا!
۵ از غیر حق گریز و دل اندر خدا بہ بند	وز خویشتن فنا شو و آویز در بقا
۶ غیر از حضور حق تو میار و نفس گہے	دیں زنگِ غفلت دور کن از جانِ دل بیا
۷ اے دل بنال زار و بزاری طلب وصال	تا از رہ نیاز قبولت شود دعا
۸ عثمان مدام اشک ہی بار زار زار	وز بیخودی خود بخدا شو تو آشنا

۱ درد دل کے علاوہ جو کچھ بھی تو ہاتھ میں رکھتا ہے اسے چھوڑ دے اور جہان کے کاروبار سے یک قدم علیحدہ ہو جا۔

۲ بُرے آدمی کے ساتھ برائی نہ کر بلکہ اس کی بجائے وفاداری کر۔ صلح کے ساتھ پیش آ کہ تو خدا کی رضا حاصل کرلے گا۔

۳ خلقت سے علیحدہ ہو جا اور خداوند تعالیٰ کی طرف رجوع کر اور اپنے دل کو خیالی شغلوں سے پاک و صاف کر دے۔

۴ اس کے چوگان کے سامنے اپنے سر کو گیند کی طرح ڈال دے اور اس کی تقدیر سے کسی وقت بھی انکار نہ کر۔

۵ غیر حق سے بھاگ اور دل خدا میں لگا اپنے آپ سے فنا ہو جا اور بقا سے لپٹ جا۔

۶ خدا تعالیٰ کی حضوری کے بغیر کبھی ایک سانس بھی نہ لے اس غفلت کے زنگ کو دور کر دے اور دل کی جان سے آ۔

۷ اے دل زاری کے ساتھ رو اور زاری سے وصال کی طلب کر تاکہ تیری نیازمندی سے تیری دعا قبول ہو جائے۔

۸ عثمان! ہمیشہ اپنے آنسو زار زار برسا اور اپنی بے خودی میں اپنے خدا سے آشنا ہو جا۔

اے زخم خوردہ درویش! جب تیری شکست سے تجھ میں نیازمندی پیدا ہو جائے گی تو تو بندگی کے کمال مرتبہ پر پہنچ جائے گا چونکہ یہ صفت تیرے اندر پیدا ہو چکی ہو گی اس سخت صفت کی وجہ سے تیرا وجود بالکل لاشئے ہو جائے گا اور تیری ضمیر کی نگاہوں میں کوئی چیز باقی نہ رہ جائے گی جب یہ حال قوی ہو جائے گا تو تو اپنے آپ کو توحید میں گم پائے گا اور جب توحید کے بارونق میدان میں چلا جائے گا تو اپنے آپ کو فراموش کر دے گا۔ عالم شکر میں آجائے گا۔ جب عالم شکر میں پہنچے گا تو محبت کا غلبہ اس پر غالب آجائے گا۔ بشریت باقی نہ رہے گی۔ دل کی آنکھوں سے کانوں کی شنوائی آنکھوں کی بینائی۔ ضمیر و عقل کی فکر غرض تمام چیز دل کو خدا تعالیٰ کی طرف سے دیکھے گا۔ خداوند تعالےٰ کے ساتھ باقی ہو گا۔ حقیقی زندہ صرف اُسی کو سمجھے گا اُسی کو ہر شئے کا مدرک دیکھے گا کہ هُوَ الْحَیُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں)

جب حق کے ساتھ زندہ ہو جائے گا تو موت حقیقی سے نجات پالے گا کہ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ (کیا جو شخص کہ پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا) اور عندیت کا مقام حاصل کرلے گا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں) اپنے آپ کو ہمیشہ بارگاہ میں حاضر پائے گا۔ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ (وہ اپنے رب کے سامنے سروں کو جھکائے ہوئے ہوں گے) قیامت کو قریب ہی پائے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (قیامت کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے) اور اس سے آگاہ ہو گا کہ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ (کہ میں اور قیامت اکٹھے بھیجے گئے ہیں) اور آپ نے انگوٹھے کے ساتھ والی اور درمیانی انگلی کو ملا کر دکھایا۔

جو آدمی حیات فانی سے زندہ ہے اس کی زندگی عین موت ہے کہ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ (وہ مردہ ہیں زندہ نہیں ہیں) جب تک مریں گے نہیں زندہ نہیں ہوں گے اور اپنے آپ سے قیامت کے روز خبر نہ پائیں گے۔ چنانچہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کے رؤساء کو آواز دی کہ اے فلاں ابن فلاں اے فلاں ابن فلاں ہم سے جو وعدہ ہمارے رب نے کیا تھا وہ ہم نے سچا پایا کیا تم سے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ بھی پورا ہوا یا نہیں؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

اے اللہ کے رسول کیا آپ ان مُردوں سے باتیں کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے تم میری باتوں کو ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ سرداردوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو بھی اضافت میں شریک فرمایا۔ نور جمال کا ہم سے وعدہ تھا سو ہم نے پا لیا اور جلال کی آگ کا تم سے وعدہ تھا کیا تم نے بھی وہ پایا یا نہیں؟

وہ بعض لوگوں کا رب لطف وجمال کے ساتھ ہے اور بعضوں کا قہر وجلال سے اور مرجع ہر ایک کا وہی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کُلٌّ اِلَیْنَا رَاجِعُوْنَ[1] (سب ہی ہماری طرف رجوع کرنے والے ہیں۔) اے زخم خوردہ درویش! جب حق تعالےٰ کسی بندہ کو اپنا شناسا بنا دیتے ہیں تو وہ تجلی حق میں اپنے آپ کو گم کر دیتا ہے اور اپنی اس بیخودی میں اس گفتگو سے اپنی زبان کھولتا ہے کہ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ (جس نے مجھ کو دیکھا اس نے خدا کو دیکھا) اس کے کان، آنکھیں، زبان سب اپنے آپ سے ختم ہو جاتے ہیں تاکہ کوئی چیز اس کے لیے حجاب نہ بن سکے۔ پھر وہ خدا کے جمال کو خدا کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ خدا کی کلام کو خدا کے کانوں سے سنتا ہے اس کے منہ سے خدا کی آواز خدا کی زبان سے نکلتی ہے۔ حیات طیبہ کا راز معلوم کر لیتا ہے۔ اگر فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ[2] (جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے) کا خطاب سنتا ہے تو توحید میں غرق ہو جاتا ہے اور اگر اِتَّقِ اللّٰہَ (اللہ سے ڈر) کا خطاب سنتا ہے تو اس پر ہیبت خداوندی چھا جاتی ہے اگر فَاسْتَقِمْ (سیدھا کھڑا رہ) کا خطاب سنتا ہے تو محدثات کی ٹیڑھ سے نجات پا لیتا ہے اگر اُذْکُرِ اللّٰہَ (اللہ کا ذکر کر) کا خطاب سنتا ہے تو مشاہدہ مذکور میں اپنے آپ سے فانی ہو جاتا ہے۔ اگر وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا[3] (اس کے لیے تمام دنیا سے الگ ہو جا) کا خطاب سنتا ہے تو ماسوی اللہ سے منقطع ہو جاتا ہے اور رحمت کی خلعت پا لیتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے داؤد علیہ السلام سے فرمایا "اے داؤد تو دنیا سے الگ ہو کر میری طرف آ جا میں بادشاہوں کے سر تیرے سامنے جھکا دوں گا اور تیرے چہرہ پر ایک ہیبت ڈال دوں گا"۔ اسی مقام پر شیطان اس کے سایہ سے بھاگتا ہے کہ اِنَّ الشَّیْطَانَ لَیَفِرُّ مِنْ ظِلِّ عُمَرَ (کہ شیطان عمر کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے) دوزخ اس سے فریاد کرتا ہے۔ بہشت اس کی آرزو کرتی ہے۔ اِنَّ الْجَنَّۃَ

[1] انبیاء ۹۳۔ [2] محمد ۱۹ [3] مزمل ۸۔

مُشْتَاقٌ اِلٰی عَلِیٍّ وَّعَمَّارٍ وَّ سَلْمَانَ (جنت علی و عمار و سلمان کی مشتاق ہے) اور خداوند تعالے کے فخر خاص کا محل بن جاتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُبَاھِیْ بِکُمْ وَغَفَرَ لَکُمْ عَامَّۃً وَّلِعَلِیٍّ خَاصَّۃً (اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے فخر کرتے ہیں میں نے تم سب کو بخش دیا اور خصوصاً علی کو) مظہر خلافت الٰہی بن جاتا ہے جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ جب آپ نے بیعۃ الرضوان کا حکم دیا تو حضرت عثمان مکہ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی بن کر گئے ہوئے تھے۔ آپ نے لوگوں سے بیعت کی تو آپ نے فرمایا کہ عثمان اللہ تعالیٰ کے کام میں گئے ہوئے ہیں وہ بھی ایک ضروری کام تھا۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھا اور فرمایا یہ میرا ہاتھ ہے اور یہ عثمان کا ہاتھ ہے"۔ اور تجلی خاص کا مظہر بن جاتا ہے اِنَّ اللّٰہَ تَجَلّٰی لِلنَّاسِ عَامَّۃً وَّلِاَبِیْ بَکْرٍ خَاصَّۃً (اللہ تعالے نے عام لوگوں پر تجلی فرمائی اور خصوصاً ابوبکر پر) خدا تعالے کے سوا باقی سب کا خوف اس کے دل سے اٹھ جاتا ہے۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یَا اَبَا بَکْرٍ مَا ظَنُّکَ بِاثْنَیْنِ اللّٰہُ ثَالِثُھُمَا (کوئی فکر نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے اے ابوبکر تیرا ان دو کے متعلق کیا خیال ہے جن کا تیسرا خدا ہے) کبھی عین ذات میں تجلی عزیزی پاتا ہے تاکہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جداگانہ صفات میں عزیز ہے تاکہ تمام لوگ اس کی ذات کی کنہہ کے ادراک سے عاجز آجائیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عزیز و غفار ہے) وہ اپنے افعال میں بھی سب سے الگ ہے تاکہ سب اس کو اپنا محبوب بنائیں ھُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ (وہ طاقت ور غالب ہے) اور اس کے اختیار میں محو ہو جائیں یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ مَا کَانَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ (جو چاہے اور جو پسند کرے وہ پیدا کرتا ہے اس میں کسی کا کوئی اختیار نہیں ہے)

عارف اس مقام پر حیران رہ جاتا ہے اگر اس کی ابتدا تلاش کرتا ہے تو وہ اسے نہیں ملتی۔ اس لیے کہ اس کی کوئی ابتدا نہیں۔ اگر اس کی انتہا معلوم کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کو نہیں پا سکتا کہ اس کی انتہا نہیں ہے۔ اگر اس کا ظاہر طلب کرتا ہے تو وہ نہیں پاتا اس لیے کہ وہ ظہور سے ظاہر تر ہے اگر اس کے باطن کو پانا چاہتا ہے تو وہ نہیں ملتا اس لیے کہ وہ باطن سے بھی باطن تر ہے۔ اگر اس کا وجود ڈھونڈے تو وہ نہیں پاتا کیونکہ یہ خود وجود کا قطرہ ناچیز ہے۔ اس کی سخاوت کو پانا چاہتا ہے تو یہ بھی نہیں کر سکتا کیونکہ قطرہ سمندر سے کیونکر واقف ہو سکتا ہے مایوس و بیقرار ہو کر فریاد کرتا ہے یَا لَیْتَ

لہ توبہ - ۴۰ -

رَبُّ مُحَمَّدٍ لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا (اے کاش محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا)

اے خستہ جان درویش! اس وقت فقیر کیا کرے؟ سوائے عاجزی، نیازمندی اور شکستگی کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ سوائے غم و غربت کے تیرا کوئی ساتھی نہ ہو گا۔ درد ندامت کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہ ہو گی ہائے ہائے کیا کیا جائے کس کو کہا جا ہے سے

۱ اے پرتو جمالت دلہا ہمہ ربودہ — وے غربت قیامت باعاشقاں نمودہ

۲ در عمر خویش ہر کس لافے زدہ وصالت — نہ سایۂ تو دیدہ نہ بوئے تو شمیدہ

۱ اے وہ کہ تیرے جمال کے پرتو نے تمام دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے اے وہ کہ جس نے قیامت کی غربت اپنے عاشقوں کو دکھائی۔

۲ اپنی زندگی میں ہر ایک نے تیرے وصل کی لاف ماری ہے۔ نہ تیرا سایہ کسی نے دیکھا نہ تیری خوشبو کسی نے سونگھی۔

قاسم انوار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

۱ من بیچارہ سودا زدہ سر گردانم — کہ باوصاف خداوند سخن چوں رانم

۲ کردگارا، ملکا، پادشاہا، دیانا — تو کہ بیچونی و من بیچون ترا چوں دانم

۳ من بساماں صفات تو کجا راہ یابم — عاجزم خستہ دلم، بے سروسامانم

۱ میں بے چارہ، سودا زدہ اور سرگرداں ہوں۔ خداوندی صفات میں کیونکر گفتگو کر سکتا ہوں۔

۲ اے کردگار، اے ملک! اے بادشاہ! اے احسان کرنے والے! تو جو بیچون ہے اور میں چون تو میں تجھ کو کیسے جان سکتا ہوں؟

۳ میں تیری صفات کے سامان سے راہ کیونکر پا سکتا ہوں؟ میں عاجز، خستہ دل اور بے سروسامان ہوں۔

اے زخم خوردہ درویش! خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں غم، غریبی، عاجزی اور شکستگی کے سوا کوئی بھی بہترین تحفہ نہیں ہے اس لیے کسی وقت بھی کوئی لمحہ اس کے غم سے بے فکر ہو کر نہیں گذارنا چاہیئے جو دل اس کی محبت میں اجڑ جائے وہ حضوری سے آباد ہو جاتا ہے سے

۱ دریاب دل خراب کہ دل حج اکبر ست — بر گور مردگاں بزیارت چہ میروی

۲ دل را خراب کردہ نہ نیکو بود مدام — دل عرش خالق ست بکعبہ چہ میروی

۱ کسی ویران دل کو تسلی دے کہ یہ حج اکبر ہے۔ مُردوں کی قبروں پر زیارت کے لیے کیا جاتا ہے؟

۲ جو کسی کا دل رنجیدہ کرے وہ کبھی نیک نہیں ہو سکتا۔ دل خدا کا عرش ہے تو کعبہ کو کیا جاتا ہے۔

اے عزیز! جب تو نے یہ معلوم کر لیا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں یہی شکستہ دلی و نیازمندی ہی قیمت پاتے ہیں تو کسی وقت کوئی لمحہ بھی ان سے خالی نہیں رہنا چاہئے ؎

۱	ز غمخواری غم غم غریبم	ندارم جز غم غم غریبم
۲	نہ ماندہ در نہادم جز غریبی	غریبی در غریبی در غریبم
۳	نہ ماندہ در دلم تخم بغیر جاناں	غمش را دوستم ہر دم غریبم
۴	نہ دارم بے غمی را طاقت آورد	بہ غم خو کردہ ام زاں رو غریبم
۵	بجز غمخوارگی عشقت نہ دارم	دگر کارے ازاں با غم غریبم
۶	غم عشقت دلم را تازہ دارد	ہمیں بس درد را مرہم غریبم
۷	چوں عثماں جان و دل درباز و غم کش	بہ غم شو آشنا ہر دم غریبم

۱ غم کی غمخواری کا مجھ غریب کو غم ہے میں غریب غم کے غم کے سوا کوئی غم نہیں رکھتا۔

۲ میری طبیعت میں غریبی کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی ہے میں غریب در غریب در غریب ہوں

۳ میرے دل میں محبوب کے غم کے سوا اور کچھ نہیں رہا ہے۔ میں اس کے کام کا دوست ہوں میں غریب ہوں

۴ میں بے غمی کو تقویت نہیں دے سکتا۔ میں نے غم کی عادت ڈال لی ہے اس لیے میں غریب ہوں

۵ میں تیرے عشق کی غمخواری کے سوا کچھ نہیں رکھتا میں اس کے غم کے سوا دوسرا کوئی کام نہیں رکھتا میں غریب ہوں۔

۶ تیرے عشق کا غم میرے دل کو تازہ رکھتا ہے میرے درد کے لیے یہی مرہم ہے میں غریب ہوں۔

۷ عثمان کی طرح دل ہار دے اور غم کھینچ۔ ہر دم غم سے آشنا رہ میں غریب ہوں۔

اے زخم خوردہ درویش! کیا تو جانتا ہے کہ غم کیا ہے؟ دونوں جہان سے دل کو اٹھا لینا۔ آنکھوں کو غیر حق سے بند کر لینا۔ خون جگر پینا۔ اپنے آپ سے بیخود ہو جانا اور دوست حقیقی سے مل جانا، یہ ہے غم کی حقیقت ؎

قلندر شو قلندر شو در دل خود فرو میرو	بجز خون جگر خو خوبزن نخر بجا مو شی

(قلندرین قلندرین اپنے اندر غوطہ لگا خون جگر غٹ غٹ کرکے پی اور خاموشی سے قہقہے لگا)
جس نے بھی کہا ہے کیا خوب کہا ہے ؎

۱ گفتم بہ طبیب حال این درد نہان	گفتا بجز از یاد دوست بربند زبان
۲ گفتم کہ خوراک گفت ہمیں خون جگر	گفتم بہ پرہیز گفت از ہر دو جہان

۱ میں نے طبیب سے اس پوشیدہ درد کا حال بیان کیا۔ اس نے کہا دوست کی یاد کے سوا ہر چیز سے اپنی زبان بند کر لے۔

۲ میں نے پوچھا خوراک کیا ہے؟ اس نے کہا خون جگر۔ میں نے پوچھا پرہیز کیا ہے؟ اس نے کہا دونوں جہان سے۔

اے زخم خوردہ درد کیش جب تو یقین سے جانتا ہے کہ اس دنیا سے چلے جانا ہے تو پھر اس میں دل نہیں لگانا چاہئے۔ اور جتنا بھی دل لگائے گا اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ تو ضرور یہاں سے اکھڑے گا۔ ضرور یہاں سے جائے گا تو بہتر یہی ہے کہ ابھی سے تو اپنے دل کو یہاں سے اٹھا لے اور دنیا کی محبت کے سر پر خاک ڈال۔ مثنوی ؎

۱ چہ دل بندی دریں نابود آخر	کہ نتوانی درو آسود آخر
۲ بجز داد و ستد کارے نہ دارد	دہد لیکن ستاند زود آخر
۳ نہ بندد دل بدنیا مرد عاشق	ہر آں کو بست او مردود آخر
۴ کہ دنیا جائے حظ کافراں ست	بجائے دوستاں معبود آخر
۵ اگر دنیا تمامی گنج دارد	بود آں گنج زہر آلود آخر
۶ اگر مردے خدائی دل چہ بندی	نباشی زیں بلا خوشنود آخر
۷ فدا کن جان و تن در راہ جاناں	اگر خواہی رہائی زود آخر
۸ بیا عثمان بدر کن دل ز عالم	اگر خواہی ز حق بہبود آخر

۱ تو اس نابود دنیا میں اپنا دل کیا لگاتا ہے کہ جس میں تو کبھی آرام نہیں پا سکتا۔

۲ یہاں لینے اور دینے کے سوا اور کوئی کام نہیں ہے۔ یہاں کچھ دیتے تو ہیں لیکن بہت جلد واپس لے لیتے ہیں۔

۳ عاشق آدمی دنیا میں اپنا دل نہیں لگاتا جو اس میں دل لگائے وہ آخرت کا مردود ہے۔
۴ دنیا کافروں کے حصہ کی جگہ ہے اور خدا کے دوستوں کی جگہ آخرت ہے۔
۵ اگر تمام دنیا بھی خزانوں سے بھری ہوئی ہو تو وہ تمام خزانے آخرکار زہر آلود ہو جائیں گے۔
۶ اگر تو خدا کا بندہ ہے تو یہاں کیا دل لگاتا ہے آخر تو اس مصیبت سے خوش نہیں ہو گا۔
۷ اپنے محبوب کی راہ میں جان و تن کو فدا کر اگر آخرت کی رہائی جلدی چاہتا ہے۔
۸ اے عثمان اگر تو خدا تعالے سے آخرت کا حصہ لینا چاہتا ہے تو اپنے دل کو اس جہان سے اٹھا لے۔

اے عزیز! مرد کو چاہئے کہ عاشق ہو۔ نفس کے سر پر پاؤں رکھے۔ پوری ہوشیاری سے اس جہان سے دست بردار ہو جائے اور جو کچھ اس میں ہوا و خواہش جمع ہو اس کو ختم کر دے۔ ہمت کی آنکھ کے گوشہ سے بھی دنیا و آخرت کو نہ دیکھے۔ دنیا سے ہاتھ اٹھالے۔ عاقبت کی طرف پشت کر دے اور اپنی توجہ مولا کریم کی طرف کرے اگر مصیبتوں کے ہزار تیر بھی اس پر برسائے جائیں تو اس کے کوچہ کے سر سے نہ اٹھے اور منہ نہ پھیرے ؎

۱ عاشق ثابت قدم او نترسد از بلا	رو نگرداند اگر شمشیر بارد بر سرش
۲ زہرۂ مرداں نداری چوں زناں در خانہ باش	ور بمیداں میروی از تیر باراں بر مگرد
۳ عافیت خواہی بہ بند چشم از نکو رویاں بہ بند	عشق گر ورزی بساط نیکنامی در نورد

۱ اس کا ثابت قدم عاشق مصیبتوں سے نہیں ڈرتا۔ اگر اس کے سر پر تلوار بھی برسے تو منہ ہرگز نہیں پھیرتا۔
۲ اگر تو مردوں جیسا جگر گردہ نہیں رکھتا تو عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھا رہ اگر تو میدان میں اترتا ہے تو تیروں کی بارش سے منہ نہ پھیر۔
۳ اگر تو عافیت چاہتا ہے تو خوبصورت چہروں کو دیکھنے سے آنکھیں بند کرلے اور اگر عشق اختیار کرتا ہے تو نیک نامی کی بساط لپیٹ دے۔

اگر تیرا ہاتھ محبوب و مطلوب کے دامن تک پہنچ گیا تو فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (تو بڑی کامیابی حاصل کرلی) اور اگر کوئی چیز میسر نہ آسکی تو پھر بھی اس مجلس کا کمال حاصل کرلیا۔ کہ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا جو میری طرف ایک بالشت آتا ہے میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب

ہوتا ہوں) ؎

تو راہ نہ جستہٗ از اں راہ نہ نمودند　　　ورنہ کہ زد ایں در کہ برش نکشودند

(تو نے راستہ تلاش ہی نہیں کیا اس لیے تجھے راستہ نہ دکھایا گیا۔ ورنہ کون آدمی ایسا ہے کہ جس نے یہ دروازہ کھٹکھٹایا ہو اور اس پر نہ کھولا گیا ہو)

اے زخم خوردہ درویش! مولا کے طالب کو چاہئے کہ معشوق کی راہ میں اپنے سر کی بازی لگادے

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ

(جو اپنے گھر سے اللہ و رسول کی طرف ہجرت کے ارادہ سے نکلا پھر راستہ ہی میں اس کی موت واقع ہوگئی تو اس کا اجر اللہ کے ذمے واجب ہوگیا) ؎

گر بہ سر کوئے عشق ما کشتہ شوی　　　شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو منم

(اگر تو ہمارے عشق کے کوچہ میں قتل ہوجائے تو شکرانہ ادا کر کہ میں تیرا خوں بہا ہوں)

اس کا کام ہر وقت در سعادت ہے اور اس کے لیے ہر وقت ایک نئی زندگی ہے ؎

۱　کشتگانِ خنجرِ تسلیم را　　　ہر زماں از غیب جانے دیگر است

۲　اے دل ز غبار جسم گہ پاک شوی　　　تو روح مجردی بر افلاک شوی

۳　عرش ست نشیمن تو شرمت بادا　　　کامی مقیم آنکہ حظ خاک شوی

۱　تسلیم کے خنجر سے قتل شدہ لوگوں کو ہر وقت غیب کی طرف سے ایک نئی جان ملتی ہے۔

۲　اے دل! اگر تو جسم کے غبار سے پاک ہوجائے گا تو تو روح خالص بن جائے گا آسمانوں تک بلند ہوجائے گا۔

۳　عرش تیرا آشیانہ ہے مست نہ بن اس سے پہلے کہ تو خاک کا ایک حصہ بن جائے ہوش کر۔

اے زخم خوردہ درویش! شربت ناکامی و غم اور چند روزہ درد و الم برداشت کرلینا چاہئے کہ اس سے تو ہمیشہ خوش رہے گا ؎

۱　برائے عاشقی غم یار باید!　　　رخش زرد و تنش بیمار باید

۲　نباید فکر دیگر ہیچ گاہے　　　بلا و محنتش دشوار باید

۳　بخواری و محبت انس گیرد　　　بآہ و نالہ ہر دم زار باید

۴ نہ لذات جہاں آزاد گردد — ہمیشہ دیدہ اش خونبار باید

۵ تنش بیمار باشد در غم و درد — دلش از تیغ عشق افگار باید

۶ بیا عثماں اگر وصلش بخواہی — ترا اول قدم بردار باید

۷ پشمینہ پوشے عیب جو از عشق نشمید ست بو — از مستیش رمزے بگو تا ترک ہشیاری کند

۱ عاشقی کی راہ میں غم کو اپنا دوست بنانا چاہیئے۔ رخ زرد اور تن بیمار چاہیئے۔

۲ دوسری کوئی فکر کسی وقت بھی نہیں ہونی چاہیئے۔ دشوار محنتیں اور بلائیں درکار ہیں

۳ خواری اور محنت سے انس پکڑ لے۔ آہ و نالہ سے ہر دم اس کو زار ہونا چاہیئے۔

۴ جہان کی لذتوں سے آزاد ہو جائے اس کی آنکھیں ہمیشہ خونبار رہنی چاہئیں۔

۵ اس کا جسم غم و درد سے بیمار رہے اور اس کا دل عشق کی تلوار سے زخمی ہونا چاہیئے۔

۶ اے عثمان! اگر تو اس کا وصل چاہتا ہے تو تیرا پہلا قدم سولی پر ہونا چاہیئے۔

۷ گودڑی پہننے والا اگر عیب جو ہو تو اس نے عشق کی بو بھی نہیں سونگھی، اس کے سامنے مستی کی رمز بیان کر تا کہ وہ ہوشیاری چھوڑ دے۔

اے خستہ جان درویش! مرد کو چاہیئے کہ اپنے وقت کو ضائع نہ کرے۔ لحظہ بلحظہ اپنے دل سے خبردار رہے اور دل کے حالات کے مراقبے میں مصروف رہے کہ جتنی عمر گذری ہے وہ کس کام میں گذری ہے اور خدا تعالے کے لیے کون سے کام کیے ہیں۔ آخرت کے توشہ کے لیے کونسی چیز اکٹھی کی ہے اور اپنی گراں مایہ عمر دے کر کیا چیز خریدی ہے اور انفاس کے جواہرات کے بدلے کونسی کوڑیاں خریدی ہیں۔ دنیا خدا تعالے کی مغضوب ہے۔ آخرت کے نقصان کا باعث ہے یہ شیطان کی جاگیر ہے اس کی طرف کتنا ہاتھ بڑھایا اور کتنا اس سے کوتاہ کیا ؎

۱ گلخن دنیا کہ زنداں آمدہ — سر بسر اقطاع شیطاں آمدہ

۲ دست را ازوے ہمی کوتاہ کن — تا نزاردیچکس با تو سخن

۳ ہست دنیا آتشے افروختہ — ہر زماں خلق دگر را سوختہ

۱ دنیا کی بھٹی ایک قید خانہ ہے یہ سب کی سب شیطان کی جاگیر ہے۔

۲ اپنے ہاتھ کو اس سے کوتاہ کر دے تا کہ کوئی تیرے ساتھ جھگڑا نہ کرے۔

۳ دنیا ایک بھڑکتی ہوئی آگ ہے جو ہر وقت یکے بعد دیگرے مخلوق کو جلانے میں مصروف ہے۔
اے زخم خوردہ درویش! کچھ سوچ جو کہ کل کو تیرے لیے دستاویز ہو۔ تیرے پاس دستاویز کیا ہے۔
اے بے مایہ فقیر! تو نے اپنی عمر کو ضائع کر دیا ہے

۱	نہ کردی در جوانی ہیچ کارے	نہ دارد کار دنیا اعتبارے
۲	دو روزے یا سہ روزے یا چہارے	بہ غفلت میگذاری روزگارے
۳	مگر در گور خواہی کار کردن	

۱ تو نے جوانی میں کوئی کام نہ کیا۔ دنیا کا کام کوئی اعتبار نہیں رکھتا۔

۲ یہ دنیا دو روز یا تین یا چہار روز ہے تو اپنے اس زمانہ کو غفلت سے گذار رہا ہے۔

۳ شاید تو قبر میں جاکر کوئی کام کرے گا۔

اے زخم خوردہ درویش! کسی وقت ہوشیار رہو اور ہوشیاری میں بیدار ہو اپنے کام کے پیچھے لگ۔ خدا تعالے نے بندوں کی انتہائی غفلت کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ غَافِلُوْنَ (یعنی بندے امر معاش و کارسازی دنیا کو جانتے ہیں اور امر معاد و آخرت کی کارسازی سے غافل ہیں) کتنی بڑی غفلت ہے۔ کتنی ہی غفلت ہے۔ شاید تو نے نہیں سنا کہ خداوند تعالے نے فرشتہ کو حکم دے رکھا ہے کہ میرے بندوں کو فرمان خداوندی سے مطلع کر دے چنانچہ فرشتہ روزانہ تین وقت آواز دیتا ہے اول وقت میں کہتا ہے طُوْبٰی لِمَنْ فَارَقَ الدُّنْيَا سَالِمًا (مبارک ہے وہ جو دنیا سے صحیح سلامت نکل گیا) دوسرے وقت میں یہ آواز دیتا ہے طُوْبٰی لِمَنِ انْتَبَهَ قَبْلَ الْمَوْتِ (مبارک ہے وہ جو موت سے پہلے بیدار ہو گیا) اور آخر وقت میں آواز لگاتا ہے۔ طُوْبٰی لِمَنْ دَخَلَ الْقَبْرَ مُسْلِمًا وَقَضَاءَ اللّٰهِ وَاِيَّاكُمْ (مبارک ہے وہ جو قبر میں مسلمان ہو کر داخل ہوا۔ اللہ کی تقدیر سے بچو)

اے زخم خوردہ درویش! بزرگوں کا فرمان ہے کہ درویش کو کسی کے سامنے التجا نہیں کرنی چاہیئے۔ جب تو درویش ہو جائیگا تو در و دیوار سے ہر چیز پہنچے گی۔ یہ تجربہ شدہ چیز ہے۔ خدائے رب العزت کی قسم ہم نے اسی طرح پایا ہے ؎

۱	نہ میدانی نہ مے بینی چہ میورزی جہانداری	چہ نادانی نمیدانی چہ می ورزی جہانداری

۲ چرا بر خود ستم آری گہر مانی خزف چینی — مگر کوری نہ مے بینی چہ می ورزی جہانداری

۳ تو مرغے لامکاں بودی فروماندی دریں فانی — کہ تا داں تر ز نادانی چہ میورزی جہانداری

۴ بیک دم میتوانی ہر دو عالم را خریدن تو — و لے قیمت نمیدانی چہ میورزی جہانداری

۵ چہ مغروری دریں فانی کہ فانی خود نمی ماند — دریغا در چہ سامانی چہ میورزی جہانداری

۶ دریں بازی چہ می نازی کہ جائے ناز و بازی نیست — بیا بگذار ایں فانی چہ مے ورزی جہانداری

۷ بیا عثماں چہ درماندی فنا شو پیش ازاں مردن — نمیری چوں ز خود مردی چہ میورزی جہانداری

۱ تو نہیں جانتا۔ تو نہیں دیکھتا کہ دنیا رکھ کر کیا اختیار کر رہا ہے۔ تو کیسا بیوقوف ہے کہ یہ بھی نہیں جانتا کہ دنیا لے کر تو کیا اختیار کر رہا ہے۔؟

۲ تو اپنے آپ پر کیوں ظلم کرتا ہے ہیرے چھوڑتا ہے کوڑیاں چنتا ہے۔ شاید تو اندھا ہے دیکھتا نہیں ہے کہ دنیا لیکر کیا اختیار کر رہا ہے؟

۳ تو لامکانی پرندہ تھا اس فانی میں الجھ کر رہ گیا تو بیوقوفوں سے بھی زیادہ بیوقوف ہے دنیا سمیٹ رہا ہے کیا کر رہا ہے؟

۴ تو دونوں جہانوں کو ایک سانس سے خرید سکتا ہے لیکن تو اپنی قیمت نہیں جانتا دنیا سمیٹ کر کیا کر رہا ہے؟

۵ اس فانی پر کیا غرور کرتا ہے کہ فانی تو خود نہیں رہتا۔ افسوس تو کونسا سامان اکٹھا کر رہا ہے دنیا لے کر کیا کر رہا ہے؟

۶ اس کھیل پر کیا فخر کرتا ہے کہ یہ ناز و کھیل کی جگہ نہیں ہے آ۔ اس فانی کو چھوڑ دے دنیا اکٹھی کر کے کیا کر رہا ہے؟

۷ اے عثمان! تو کیسا عاجز ہے مرنے سے پہلے فنا ہو جا۔ جب تو خود مر جائے گا تو کبھی نہ مریگا دنیا سمیٹ کر کیا کر رہا ہے؟

اے خستہ جان درویش! کچھ سوچ اور قیمتی ہیرے کو بے قیمت کوڑیوں کے بدلے نہ بیچ۔ دنیا ایک بے قیمت کوڑی ہے اور آخرت خالص سونا۔ عقلمند آدمی سونے کو اختیار کرتا ہے نہ کہ کوڑی کو۔ حیرانی کی بات ہے کہ ٹھیکریوں کو سونے کی طرح اکٹھا کرتا اور ہیروں کو ٹھیکریوں کی طرح پھینک دیتا

یہ نالائق طالب دنیا کا کام ہے نہ کہ خدا کے دوستوں کا۔ ہائے ہائے تو کس غلطی میں مبتلا ہے؟ اور اس غلطی میں کتنا الجھ گیا ہے۔ تو کس خواہش میں ہے اگر تو کبھی ہوش میں نہیں آئے گا تو جب بارگاہ خداوندی میں پہنچے گا تو کیا منہ دکھائے گا۔ تیرا معاملہ آخرکار خداوند تعالیٰ کے ساتھ ہے تجھ سے ذرہ ذرہ کا حساب لیا جائے گا ؎

ز ذرہ ذرہ بہ نیکی حساب خواہند کرد ز قطرہ قطرہ حرامت عذاب خواہد بود

(تیری نیکی کے ایک ایک ذرہ کا حساب کریں گے۔ حرام کے ایک ایک قطرے پر تجھ کو سزا دیں گے)

تو عجیب بے غم ہے جو کوئی غم نہیں رکھتا اور عجیب طرح کا بیمار ہے جسے بیماری کا احساس بھی نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس بارگاہ میں قیامت کی صبح تیرے لیے کیسی پھوٹے گی اور میدان محشر میں تجھ کو کس رنگ میں لائیں گے۔ جب تیری تمام کوتاہیں شمار کریں گے۔ تیری تمام برائیاں سامنے آجائیں گی۔ کوئی نیک کام نہ ہوگا۔ نہ لڑائی کا مقام نہ بھاگنے کی جگہ۔ عاجز آجائے گا۔ ذلیل ہو جائے گا۔ بہت پشیمان ہوگا۔ اس بارگاہ میں حاضری کے وقت جب سوال ہوں گے تو کیسے رہائی حاصل کر سکے گا۔ کیا جواب دیگا۔ موت دولتمندوں کے بازار میں رؤسا کی منتظر کھڑی ہے اور خواجہ دوکان میں خوش خوش تجارت میں مصروف ہے پناہ بخدا۔ جب تک تیری زندگی کا آفتاب غروب نہیں ہو جاتا جلدی کرلے اس بے نظیر کی طرف ہر دم ہر قدم دوڑ کر آ۔ حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

۱	تو طمع مے کنی کہ بعد از مرگ	برخوری از وصال شمع طراز
۲	ہر کہ در زندگی نیافت ورا	چوں بمیرد چگونہ یابد باز
۳	زندہ چوں رہ نبرد در ہمہ عمر	مردہ کے راہ برد بپردۂ راز

۱ تو امید رکھتا ہے کہ موت کے بعد خوبصورت شمع کے وصال سے حصہ پالے گا۔

۲ جس نے اس کو زندگی میں نہ پایا جب مر جائے گا تو کیسے پالے گا۔

۳ زندگی میں جب اس نے ساری زندگی یہ راہ طے نہ کی تو مُردہ پردۂ راز میں کیسے راہ پالے گا۔

اے زخم خوردہ درویش! دنیا جو خدا تعالیٰ کی مغضوب ہے اس کا حصول بغیر شغل کے میسر نہیں
ہے اور حق تعالیٰ چونکہ غیور ہیں اپنے دوست کو دشمن کی مشغولی کی رضا کیسے دے سکتے ہیں۔ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ سے حکایت کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے۔ مَنْ رَضِیَ عَنَّا بِدُنْیَاہُ
عَجَّلْنَا لَہٗ مُنَاہُ وَاَوْصَلْنَا اِلَیْہِ ھَوَاہُ وَلٰکِنِ الْفُرْقَۃُ قَضَاہُ ثُمَّ الْجَحِیْمُ مَاوَاہُ (جو ہم سے
دنیا لے کر راضی ہو گیا ہم اس کی خواہشات اسی دنیا میں جلدی پوری کر دیں گے اس کی آرزوئیں بر آئیں
گی، پھر اس کے لیے ہماری جدائی کا فیصلہ ہو گا اور آخر کار جہنم اس کا ٹھکانہ بنے گا) نعوذ باللہ من ذلک
کون بد بخت ہو گا جو اس جال میں پھنسے گا۔ کوئی ازلی بد بخت کوئی ابدی مردود اور اگر تو دنیا اور
دین دونوں کے کاموں میں مشغول رہے گا تو ایسا کبھی نہ ہو سکے گا اَلضِّدَّانِ لَا یَجْتَمِعَانِ (دو
ضدیں کبھی آپس میں اکٹھی نہیں ہو سکتیں) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاہُ
اَضَرَّ بِاٰخِرَتِہٖ وَمَنْ اَحَبَّ بِاٰخِرَتِہٖ اَضَرَّ بِدُنْیَاہُ (جس نے دنیا سے محبت رکھی اس نے
اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے آخرت کو محبوب رکھا اس نے اپنی دنیا کا نقصان کیا)
اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے واللہ اعلم۔ خیال ہوتا ہے کہ اس مضمون کی کوئی حدیث
بھی ضرور ہو گی۔ مَثَلُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ کَمَثَلِ الضَّرَّتَیْنِ اِنْ رَضِیَتْ اِحْدَاھُمَا نَفَرَتِ
الْاُخْرٰی (یعنی دنیا و آخرت دو سوکنیں (سوت) ہیں اگر ایک راضی ہو گی تو دوسری ناراض ہو
جائے گی) ؎

۱ دین و دنیا چوں ضد یکدیگر اند — ہر کجا دین بود دنیا نخرند
۲ کار ہے بہ مراد خواہی و دین درست — ایں ہر دو نباشد نہ فلک بندۂ تست

۱ دین و دنیا ایک دوسرے کی ضد ہیں جہاں دین ہو گا وہاں دنیا کی خریداری نہیں ہے۔
۲ کام بھی اپنی مراد کے مطابق چاہیے اور دین بھی درست رکھنا چاہیے یہ دونوں باتیں نہیں ہو سکیں گی آسمان تیرا غلام نہیں ہے۔

اگر میں طالب حق ہوں تو مجھے دل کا مکان وسیع کرنا چاہیئے۔ مصرعہ

طلب ہم چوں توئی از چوں منی دشوار است

تیرے جیسے کی طلب مجھ جیسے سے بہت دشوار ہے

؎ عرض داری امکاں چہ خیال فاسد ست ہوس جمال جاناں بدل گدا فشستہ

(ممکن کا قدیم کے متعلق سوچنا کیسا فاسد خیال ہے۔ محبوب کے جمال کی ہوس ایک فقیر کے دل میں بیٹھی ہے)

اے زخم خوردہ درویش! یہ سمجھ لینا چاہئیے کہ جس کو بھی دنیا میں پیدا کیا گیا ہے مرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ پس گناہ کی کوشش نہیں کرنی چاہئیے کہ ہزاروں مشکلات درپیش ہیں۔ منکر و نکیر کا سوال و جواب کرنا۔ آخرت میں جا کر حساب دینا۔ اپنے نامۂ اعمال کو ہاتھ میں پکڑ کر پڑھنا۔ اور کل کو گناہوں کا میزان میں تلنا۔ میدان محشر کے ہولناک مناظر۔ پل صراط سے گذرنا۔ خدا تعالےٰ کے سامنے حساب کے لیے حاضر ہونا۔ جوابدہی کرنا اور اعمال کا اپنے سامنے پیش ہونا۔ عجب طرح کا بے شرم ہے کہ اتنی مصیبتیں اپنے سامنے رکھتا ہے اور پھر بھی آرام سے سویا پڑا ہے۔ یہ کتنی بڑی بدبختی ہے کتنی بدنصیبی ہے کتنی سخت دلی ہے جو ہم رکھتے ہیں۔ دن رات عیش و آرام میں گذار رہے ہیں شاید ہمیں حضرت پروردگار کو جواب نہیں دینا ہے یا اس کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہونا ہے۔ یا میدان محشر میں حاضر نہیں ہونا ہے۔ افسوس یہ کتنی غفلت ہے کتنی ہی غفلت ہے ؎

زہے غفلت کہ مارا کور کردست کہ یاد مرگ از دل دور کردست

(کتنی بڑی غفلت ہے جس نے ہم کو اندھا کر رکھا ہے اور موت کی یاد دل سے دور کر دی ہے) ہم نے اصلی علم چھوڑ دیا ہے۔ دوست سے دل برداشتہ ہو چکے ہیں۔ دشمن نفس سے محبت رکھتے ہیں۔ دنیا کی خواہشات دل میں بند کر رکھی ہیں۔ جان کو غفلت و معصیت میں ڈال رکھا ہے اپنی جان پر ظلم کو جائز کر رکھا ہے ؎

۱ اے بسا تیز عقل و کامل ہوش کہ شد از کاہلی سفالہ فروش

۲ خویشتن را چوں خضر بار شناس تا خوری آب زندگی بقیاس

۱ بہت سے تیز عقل و کامل ہوش آدمی اپنی سستی کی وجہ سے کوڑی فروش بن گئے۔

۲ اپنے آپ کو خضر کی طرح پہچان تاکہ تو اپنی عقل سے آب حیات نوش کر سکے۔

اے زخم خوردہ درویش! جاننا چاہئیے کہ حضرت شیخ اسمٰعیل عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بندے اور خداوند تعالےٰ کے درمیان دنیا کے حجاب سے بڑھ کر اور کوئی حجاب نہیں ہے۔ بندہ جس

قدر دنیا میں مشغول ہو گا اسی قدر خدا تعالیٰ سے دور ہو جائے گا پس آدمی کو چاہئے دنیا ہی میں مشغول نہ رہے جو دنیا پر فریفتہ ہو گیا وہ حق سے دور ہوا۔ اے عزیز! اس وقت تک کہ بندہ عشق و محبت میں ذکر کے صیقل سے دنیا کا زنگار دل کے آئینہ سے پاک نہ کر دے اور ذکر حق کے ساتھ انس نہ پکڑے اپنی ہستی کو درمیان سے اٹھا نہ دے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ یگانہ نہ ہو جائے کسی مراد کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگر اس طرح کی کیفیت نہ ہو تو وہ محبت حق کی بو بھی نہیں پا سکتا۔

اے زخم خوردہ درویش! بزرگوں نے فرمایا ہے جب دل لاف و گزاف اور کھانے پینے کی شہوات میں مبتلا ہو جاتا ہے تو غفلت اس میں اثر کرتی ہے۔ خواہشات اس پر غالب آجاتی ہیں ہر طرح کے وساوس و بیہودہ خیالات آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کی فکر چلی جاتی ہے اس وقت وہ دل بیکار ہو جاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کے احکام کی اطاعت نہیں کرتا جیسے کہ ہر وہ زمین جس میں خس و خاشاک اُگ آئیں اگر ان کو کاٹ نہ دیا جائے تو وہ بالآخر سیاہ ہو جاتے ہیں گویا کہ اب وہ زمین مردہ ہو گئی اسی طرح ہر وہ دل جس سے ذکر الٰہی نکل جائے اس پر شیطان غالب آجاتا ہے۔ پھر جو دل دیو و پری کی نشستگاہ بن جائے وہ مر جاتا ہے۔ کیونکہ محل سماع زندہ لوگ ہیں نہ کہ مردہ لیکن جب تعلق دنیا دل سے ختم ہو جائے اور خواہشات نفسانی اس سے دور ہو جائیں تب یہ شخص ہمیشہ ذکر میں مشغول رہتا ہے اور ذکر کے نور سے زندہ ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز کے عہد نامہ میں لکھا ہے جس آدمی میں اس راہ کی صلاحیت ہے اور ہر وہ دل جو صلاحیت سے آراستہ ہو جائے وہ غل و غش سے پاک ہو جاتا ہے اور درویشی کا جوہر چمک اٹھتا ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! درویشی کے جوہر کو پہچاننا چاہئے دنیائے فانی کی محبت اور حب جاہ کی کوڑی کے عوض اس کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے۔ ہر وہ درویش جو دنیا کے جاہ و مرتبہ کی طرف مائل ہو گیا اور دنیا کی بلندی اختیار کرنا چاہی وہ کنوئیں میں گر پڑا۔ درویشی کے ہیرے کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے۔ اے عزیز جاننا چاہئے کہ درویش کو دنیا سے اعراض کرنا ضروری ہے۔ عہد نامہ جنید میں مذکور ہے کہ درویش پر جملہ مذاہب میں حرام ہے کہ اہل دنیا کے ساتھ میل ملاپ رکھے اور ملوک و سلاطین کے پاس آمد و رفت کرے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ عراق کے بادشاہ کا ایک تین سالہ بچہ بیمار ہو گیا۔ خواجہ سہیل عبد اللہ تستری کو بلایا گیا اور دعا کی درخواست کی گئی جب وہ آئے اور دعا کے بعد ہاتھ نیچے کئے تو اللہ تعالےٰ نے اس بچہ کو شفا دیدی۔ حضرت خواجہ سہیل عبد اللہ تستری واپس آ گئے اور اس ایک ساعت کا کفارہ جو کہ وہ بادشاہ کے پاس گئے تھے یہ دیا کہ سات سال تک خلقت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اس بات کا مقصد یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے آپ کو آدمیوں سے بچاؤ اس لیے کہ صحبت کا اثر دل پر غالب آ جاتا ہے اور ایک محکم اثر چھوڑ جاتا ہے۔ دوسرے لوگوں کے لیے صحبت نقصان دہ چیز نہیں ہے اس لیے کہ فقر و تصوف کے مذہب میں طریقہ یہ ہے کہ دنیا کی دوستی کا ایک ذرہ بھی درویش کے دل میں نہ رہے تب کہیں جا کر بارگاہ میں قبولیت حاصل کرتا ہے۔

اس کے بعد ذکر کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے فرمایا درویش کو چاہیئے کہ ذکر میں اس طرح مشغول ہو کہ اس کے جسم کے ہر بال کا تار جو وہ اپنے وجود پر رکھتا ہے سب زبان بن جائیں چنانچہ کتاب اسرار العارفین میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ خواجہ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہ العزیز حضور باطن سے ذکر میں مشغول تھے آپ کے تمام بالوں اور اعضاء سے جیسا کہ دستور تھا پانی کی دھاریں بہنے لگیں ان کے ساتھیوں میں سے ایک نے لکڑی کا پیالہ شیخ کے بازو کے نیچے رکھ دیا جب وہ بھر گیا تو اس کو پی لیا۔ بعضے لوگوں کے مسامات سے خون کے قطرات ٹپکتے تھے۔

اے زخم خوردہ درویش! اصلی بنیاد اس راہ میں دل کی حضوری ہے اور دل کی حضوری اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ حلال کی روزی میسر نہ ہو اور حلال کی روزی اس وقت جا کر حاصل ہوتی ہے جب آدمی اہل دنیا سے اپنا دل اٹھا لے اور ان کی صحبت سے پرہیز کرے اور فقر و فاقہ میں اپنے اوقات بسر کرے۔ فرماتے ہیں کہ جب فقیر بادشاہوں اور اہل دنیا کی صحبت سے پرہیز نہ کرے تو اس کو صوف کی گودڑی جو کہ انبیاء کا لباس ہے پہننی حرام ہے۔ کیا تو جانتا ہے کہ صوف کی گودڑی کن لوگوں کا لباس تھا؟ اس کا جواب میں کہتا ہوں کہ یہ پیغمبروں ابدالوں اوتادوں اور زاہدوں کا لباس ہے۔ صوف کی گودڑی کی قدر کون پہچان سکتا ہے؟ اس کی قدر جانیں موسیٰ کلیم اللہ یا آدم صفی اللہ یا ابراہیم خلیل اللہ یا محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ جب

کوئی درویش بادشاہ و ملوک کے دروازہ پر جائے تو اس سے گودڑی چھین لینی چاہئے اور جو کچھ اس کے پاس درویشی کا اسباب ہو اس سے واپس لے لینا چاہئے اور اگر پھر بھی وہ ملوک و سلاطین کے دروازہ پر جانے سے باز نہ آئے تو اس کی گودڑی کو نذرِ آتش کر دینا چاہئے۔ جب کوئی درویش اہل دنیا کے پاس چلا جائے اور ان سے میل ملاپ رکھے تو صوفیاء سمجھتے ہیں کہ یہ درویش نہیں ہے بلکہ کذّاب و دروغ گو ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! اس زمانہ میں کون ہے جو درویش ہو اور اپنے آپ کو اہل دنیا سے دور رکھے شاید ہزاروں لاکھوں میں کوئی ایک ہو لیکن وہ بھی چھپا ہوا ہو گا ان کو اس زمانہ میں ظاہر ہونے سے روک دیا گیا ہے۔ اے زخم خوردہ درویش! درویشی ہر نامراد کا کام نہیں ہے۔ ہر چند کہ ہم درویشی رکھتے ہیں لیکن درویشوں کا سا حال نہیں رکھتے۔

منقول ہے کہ مدتی تاج الاولیاء خواجہ ثنائی رحمۃ اللہ علیہ قبرستان میں سکونت رکھتے تھے چھ سال کے بعد ایک دفعہ آبادی میں آرہے تھے کہ ناگاہ شہر کا بادشاہ خواجہ کی ملاقات کے لیے پہنچ گیا۔ ایک ساعت بیٹھا۔ باتیں شروع کیں۔ کہنے لگا اے خواجہ آپ کتنی مدت سے اس قبرستان میں ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں۔ آبادی میں مخلوق کے ساتھ نہیں رہتے اور ظاہری اطاعت میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں جمعہ کی نماز میں بھی حاضر نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا آج تیس سال کی مدت جا رہی ہے کہ میں نے اپنے بے راہ اور سرکش نفس کو قبرستان میں بند کر رکھا ہے اور خود اس کی پاسبانی کر رہا ہوں۔ اگر میں تھوڑا سا بھی اس دائرہ سے قدم باہر رکھوں تو تمام اعضاء خواہشات میں مبتلا ہو جائیں۔ دل خطرات میں جا پڑے۔ آنکھ، کان، زبان سب حرکت میں آجائیں اور کُل رحمانی اعضاء حیوانی بن جائیں۔ خواجہ نے فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جس نے عزلت وخلوت کی حلاوت چکھلی وہ تمام حلاوتوں سے بے نیاز ہو گیا"۔ فرمایا میں دن رات طاعت باطن میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں پوری نیازمندی اور پورے عجز سے خدا تعالیٰ کی یاد اور قرب حضرت دائم الحال کی پاسبانی میں رہتا ہوں۔ تاکہ جب خدا تعالیٰ کا وصال ہو تو کل قیامت کے روز حضرت رب العزت سے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ چنانچہ حضرت شیخ فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

۱	دل از غم کائنات برداشتہ بہ	جز یاد تو ہرچہ ہست بگذاشتہ بہ
۲	چشمے کہ ز آرزوئے تو نہ روشن باشد	بشگافتہ و بخاک انباشتہ بہ

۱ دل کو کائنات کے غم سے اٹھا لینا ہی بہتر ہے۔ تیری یاد کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اس کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔

۲ وہ آنکھ جو تیری آرزو میں روشن نہ ہو اس کا پھٹ جانا یا خاک سے بھر جانا ہی بہتر ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! اس کام میں بے فکر نہیں ہونا چاہیئے۔ خاص طور پر سلوک کے راستہ میں کامل لوگ دن رات عین وصال کی حالت میں فراق اور جدائی کے ڈر سے حیرانی اور غم میں ہیں۔ اس لیے کہ عافیت (بچاؤ) کی قدر کو وہی جان سکتا ہے جس کو معلوم ہو کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! اگر ابلیس اپنے انجام کار کو معلوم کر لیتا تو بلاشبہ آدم علیہ السلام کو ہزار سجدہ کرنے کے لیئے بھی تیار ہو جاتا۔ لیکن چونکہ اس کو انجام معلوم نہ تھا اس نے اپنی عبادت پر نظر رکھی اس میں غرور پیدا ہوا اس نے کہا میں خاک کو سجدہ نہیں کروں گا۔ جب اس نے سجدہ نہ کیا تو اس کی تمام عبادت ضائع کر کے اس کے منہ پر مار دی گئی۔

اے عزیز! مرد ہمیشہ اپنے آپ کو ملامت کے مقام میں رکھتے ہیں اور اپنی عبادت کو عین گناہ سمجھتے ہیں اور شرمندگی، ناپسندیدگی اور اپنی بندگی سے ہر وقت سر نیچا کیے رکھتے ہیں اور ہر وقت مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ (جیسا تیرے پہچاننے کا حق ہے ہم تجھے نہیں پہچان سکے) اپنی زبان حال پر جاری رکھتے ہیں۔ شاباش ان شیر مردوں کی ہمت پر، باوجود پوری بندگی کے تقصیرات کی شرمندگی کی وجہ سے سر اوپر نہیں اٹھاتے۔ دن رات روتے ہیں۔ ایک لحظہ بھی آرام نہیں کرتے اور ان اشعار پر عاجزی اور نیازمندی سے مداومت کرتے ہیں ؎

۱	گذشت عمر نہ کردیم ہیچ کار دریغ	چہ یک دریغ کہ ہردم ہزار بار دریغ
۲	بہار عمر بغایت شگفتہ بود و لے	گل بہار نہ چیدیم در بہار دریغ
۳	ہنوز دامن مقصود نارسیدہ بدست	بشد ز دست گریبان اختیار دریغ
۴	بدست بود مرا جام خوشگوار حیات	بخاک ریختم ان جام خوشگوار دریغ
۵	ہر آں طبیب کہ درمان درد ما میکرد	مرا گذاشت چنیں زار و دلفگار دریغ

۶ ہر آں نفس کہ بجز یاد دوست آوردیم — کنوں بہر نفسے ام ہزار بار دریغ

۱ عمر گذر گئی اور ہم نے کوئی کام نہ کیا افسوس۔ ایک افسوس کیا بلکہ ہزار بار افسوس۔

۲ عمر کی بہار انتہائی شگفتہ تھی لیکن ہم نے موسم بہار میں مراد کا پھول نہ چنا افسوس۔

۳ ابھی تک دامن مقصود ہاتھ میں نہیں آیا تھا کہ اختیار کا گریبان ہاتھ سے نکل گیا ہزار بار افسوس۔

۴ میرے ہاتھ میں زندگی کا خوشگوار جام تھا میں نے اس خوش گوار جام کو خاک پر گرا دیا افسوس۔

۵ ہر وہ طبیب جو دکھوں کا علاج کرتا تھا اس نے مجھے اسی طرح زخمی دل اور زاری کی حالت میں چھوڑ دیا۔ افسوس۔

۶ ہر وہ سانس جو اس کی یاد کے بغیر ہم نے لیا ہے۔ اب اس سانس پر ہر سانس میں ہزار بار افسوس

نوٹ:۔ تضرع کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی میں وہی کیفیت پیدا ہو جائے جو لفظ تضرع سے معلوم ہو رہی ہے۔ اس کا مادہ "ضرع" ہے۔ ضرع گائے، بھینس، بکری، اونٹنی وغیرہ کے دودھ کی جگہ (تھوانے) کو کہتے ہیں اور "تضرع" گائے، بھینس وغیرہ کے بچہ کی اس کیفیت کا نام ہے جبکہ اس کو دودھ پینے کے لیے کھولا جائے۔ اس وقت اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ کھولنے والا جب اس کے رسے کو ہاتھ لگاتا ہے تو وہ جلدی میں زور لگاتا ہے اور اپنی ماں کا دودھ پینے کے لیے انتہا درجہ کی بیقراری ظاہر کرتا ہے۔ بار بار زور لگاتا ہے کہ وہ اپنے مقصود پر جلد از جلد پہنچ سکے اور پھر جب اس کا رسہ کھل جاتا ہے تو اپنی ماں کی طرف اس زور سے دوڑتا ہے کہ بسا اوقات منہ کے بل گر پڑتا ہے اور پھر بھی اسے اپنی دھن میں اپنی تکلیف کا مطلق احساس نہیں ہوتا۔ پھر اس کی یہ کیفیت بھی معلوم رہنی چاہئے کہ بہت سی گائیں بھینسیں بھی اگر ایک ہی جگہ کھڑی ہوں تو بچہ اپنی ماں کے علاوہ کسی اور طرف توجہ نہیں کرتا۔ سیدھا اپنی ماں کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ اور یہ کیفیت بھی ملحوظ رہے کہ اگر اس کی ماں کے تھن کیچڑ، گوبر وغیرہ سے لتھڑے ہوئے بھی ہوں تو بھی بے اختیار منہ میں ڈال لیتا ہے اور اپنی غذا حاصل کرنے کے لیے کسی بدمزگی کا احساس نہیں کرتا۔

پس اگر یہی کیفیت بندہ کے اندر خدا تعالے کے متعلق پیدا ہو جائے تو اس کا نام "تضرع" ہے۔ یعنی اگر اس کو خداوند تعالے کی طرف سے کوئی تکلیف بھی پہنچے تو اس کے بیشمار

انعامات و احسانات کے مقابل اس کی کوئی حقیقت نہ سمجھے۔ دکھوں اور مصیبتوں کی کوئی پرواہ نہ کرے اس کا کبھی گلہ شکوہ نہ کرے۔

اس کے سوا کسی دروازہ پر نہ جائے۔ صرف خداوند تعالے کو، اپنا مالک، رازق، خالق منعم اور محسن سمجھے۔ اس کے علاوہ ہر چیز مخلوق ہے۔ عاجز ہے، بے بس ہے۔ نہ کوئی کسی کا کچھ بگاڑ سکتا ہے نہ سنوار سکتا ہے۔ نہ دے سکتا ہے نہ لے سکتا ہے۔ لیکن اگر بالفرض کوئی اور ایسی ہستی ہوتی بھی تو مؤمن کا کام یہ تھا کہ خداوند تعالے کے سوا کسی اور طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا۔

اور یہ کیفیت اکثر جانوروں میں پائی جاتی ہے۔ کسی گائے بھینس کو جب باہر چھیڑ میں لے جاتے ہیں تو واپسی پر اگر چرواہا اس کے پیچھے نہ بھی ہو تو پھر بھی جانور اپنے مالک کے گھر آجاتا ہے۔ ایک اپنے مالک کا دروازہ چھوڑ کر کبھی نہیں جاتا۔ اپنے مالک کے سامنے دُم ہلا ہلا کر اپنے پیار، محبت اور وفاداری کا اظہار کرتا ہے۔ اگر مالک اسے مارے تو قدموں میں لیٹ جاتا ہے۔ آہ وہ انسان جو اپنے مالک کا دروازہ چھوڑ کر چلا جائے۔ اُسے کیا کہا جائے اُسے کونسا جانور سمجھا جائے۔ خداوند تعالے نے خنزیر اور مشرک دونوں کو ناپاک کہا ہے۔

اس کے علاوہ بندہ میں یہ کیفیت بھی موجود ہو کہ اللہ تعالے کی طرف بے اختیار دوڑ کر جائے اور اس سے الحاح وزاری سے اپنی التجائیں کرے۔ اسی سے مانگے اس کے سوا اپنے لیے کوئی پناہ کی جگہ نہ سمجھے۔ اس پوری کیفیت کا نام تضرّع ہے

بابِ دُوُم

(اس میں عاشقوں کی جان بازی، تب وتاب، ان کے عشق و محبت اور لوگوں کا بوجھ اٹھانے کا بیان ہے)

۱ اے دل! گرت رضائے دلبر باید ۝ آں باید کرد کہ گفت کو فرماید!

۲ گر گوید خوں گری مگو از چہ سبب ور گوید جان بدہ مگو کے شاید

۱ اے دل اگر تجھے دوست کی رضا چاہیئے تو تجھے وہ کچھ کرنا اور کہنا چاہیئے جو وہ فرمائے۔

۲ اگر وہ کہے کہ تیرا خون چاہیئے تو یہ نہ پوچھ کس سبب سے اگر وہ کہے کہ جان دے تو یہ نہ کہہ کہ ایسا کب ہوسکتا ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! ایک شخص نے حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ صرف "اللہ" ہی کیوں کہتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ کیوں نہیں کہتے؟ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے شرم آتی ہے کہ میں بارگاہ خداوندی میں نفی کا کلمہ زبان پہ لاؤں۔ میں ڈرتا ہوں کہ لا الہ (جو کہ نفی کا کلمہ ہے) میں ہی الجھ کر نہ رہ جاؤں اور الا اللہ (جو کہ اثبات کا کلمہ ہے) سے بھی ڈرتا ہوں۔ سائل نے کہا میں اس سے بلند تر جواب چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا خداوند تعالے نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ (آپ کہیں "اللہ" پھر ان کو چھوڑ دے وہ اپنے شغل میں کھیلتے رہیں"۔

وہ جوان اٹھا اس نے دو بار نعرہ لگایا اور جان خداوند تعالی کو سونپ دی۔ اس کے خویش واقارب جمع ہو گئے اور شیخ شبلی سے الجھ پڑے۔ دیت طلب کرنے لگے اور خلیفہ سے جا کر انصاف کا مطالبہ کیا خلیفہ نے حضرت شیخ کی طرف توجہ کی اور فرمایا آپ اس بارہ میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟ حضرت شیخ نے فرمایا جان یعنی روح الٰہی روئی اور پرواز کر گئی۔ اس کے بعد فریاد کر کے اس کو بلایا وہ روح آئی اس نے باتیں سنیں حال معلوم ہوا اس نے اقرار کیا کہ گناہ میرا ہے۔ خلیفہ نے بھی فریاد کی کہ ان کو چھوڑ دو تا کہ یہ چلے جائیں۔ سبحان اللہ کہنے والے نے کیا اچھا کہا کہ کوئی اور ہیرا بھی لاؤ تاکہ ہم اس کی

خریداری کم ہیں ؎

گوہر شناس کو کہ شناسد دُرِ یتیم　　　چندیں ہزار گوہر ہر سو نہادہ اند

(گوہر شناس کہاں ہے؟ جو دُرِّ یتیم کی پہچان کرے۔ یہاں لاکھوں ہیرے ہر طرف ایسے ہی بکھرے پڑے ہیں)

اے زخم خوردہ درویش! کیا تجھے معلوم ہے کہ کمال عشق کا نشان کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ جب عاشق محبوب کے نظارہ پر پہنچتا ہے تو اپنے سر و پا کو گم کر دیتا ہے۔ وہ جتنا بھی نظارہ کرنا چاہتا ہے اس کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں وہ سورج کے جمال کو دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتا لہٰذا رونے لگتا ہے ؎

میخواستم نظارۂ آں دلربا کنم　　　فرصت نداد گریہ کہ من چشم وا کنم

(میں نے چاہا کہ اس محبوب کا نظارہ کروں رونے نے فرصت ہی نہ دی کہ میں آنکھ کھول سکتا)

ایک اور صاحب فرماتے ہیں۔

۱ من شمع جاں گدازم تو صبح دل کشائی　　　سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی

۲ نزدیک ایں چنینم دور آنچنانکہ گفتم　　　نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

۱ میں ایک جاں گداز شمع ہوں اور تو ایک دلکشا صبح ہے جب تک میں تجھ کو نہ دیکھوں میں جلونگا جب تجھے دیکھوں گا تو مروں گا۔

۲ نزدیک ہونے میں میری یہ کیفیت ہے اور دور ہونے وہ جو میں نے بیان کی ہے نہ تو وصل کی طاقت ہے نہ جدائی کی تاب۔

اے زخم خوردہ درویش! اگر تو ہوس رکھتا ہے تو محبوب کی محبت اپنے دل میں رکھ کوئی لمحہ اور کوئی لحظہ دوست کی یاد سے خالی نہ رہ۔ مشائخ نے فرمایا ہے کہ حجاب اکبر یہی دو چیزیں ہیں (محبت کا دل میں نہ ہونا اور دوست کی یاد سے غافل رہنا) جو آدمی چاہے کہ خواب غفلت سے بیدار ہو اور فراموشی اس سے ختم ہو جائے اور اپنے نفس کو ارادہ حق میں مشغول رکھے تاکہ اس حال میں اس کا ذکر صاف ہو جائے۔ جب اس کا ذکر صاف ہو جائے گا تو اپنے مذکور پر ایثار کرے گا۔ جب خدا کی راہ کو اپنے نفس پر پسند کرے گا تو دنیا کی محبت اس کے دل سے ختم ہو جائے گی اس کا دل ایک

نئی زندگی حاصل کرے گا جب دل زندہ ہو جائے گا تو ہرگز کسی طرف التفات نہ کرے گا۔ اپنے محبوب کی جگہ اپنی آنکھوں میں بنائے گا اور ان اشعار کو ہمیشہ پڑھتا رہے گا ؎

۱ چشم من ہست ترا کاشانہ مردمی کردہ درا در خانہ

۲ ہست در دیدہ خیال تو مقیم نیست در خانہ کسے بیگانہ

۳ خانہ از غیر تو پرداختہ ام من چہ دانم کہ در آئی یا نہ

۴ بے رخت ماہ جبیں من یارے چہ کنم خانۂ من دیوانہ

۱ میری آنکھیں تیری منزل ہیں مرد بن اور اپنے گھر میں آجا۔

۲ آنکھوں میں تیرا ہی تصور مقیم ہے گھر میں کوئی بیگانہ نہیں ہے۔

۳ میں نے گھر کو تیرے غیر سے خالی کر لیا ہے میں کیا جانوں کہ تو اب بھی آئے گا یا نہیں؟

۴ اے ماہ جبین تیرے رخ کے بغیر میں دیوانہ گھر کو کیا کروں گا۔؟

جب تجلی کا جمال دل میں چمکتا ہے تو کہتا ہے ؎

تو در دلِ منی و دلِ من بدست تست چوں آئینہ بدستِ من و من در آئینہ

(تو میرے دل میں ہے اور میرا دل تیرے ہاتھ میں ہے جیسا کہ آئینہ میرے ہاتھ میں ہے اور میں آئینہ میں ہوں)

اگر غائب ہو جائے تو فراق میں جا پڑتا ہے۔ پھر طلب وصال میں لگ جاتا ہے گویا کہ اس نے کبھی تجلی پائی ہی نہ تھی۔ اے دوستو! اے یارو! میں نے جو کچھ بھی کہا ہے اپنے کہے سے شرمندہ ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ تم کو توفیق بخشیں کہ توفیق ایک عجیب چیز ہے۔ تُحْفَةُ الْفَقِیْرِ قَلِیْلَةٌ کَثِیْرَۃٌ (فقیر کا تحفہ تھوڑا بھی ہو تو بھی بہت ہے) ؎

نیابی درو چوں نکو بنگری کہ جاں کندہ ام تا تو جاں پروری

(اگر تو غور سے دیکھے گا تو اس جسم میں جان نہیں پائے گا۔ میں نے اپنی جان اکھاڑ ڈالی ہے تاکہ تو جان کی پرورش کرے)

اے طالبو! اے سچے ہمدردو! یقین کی بنا پر چند ایک کلمے اخلاص کی رو سے کہے جاتے ہیں تاکہ صدق وطلب کی برکت سے ان سے آپ بہرہ مند ہوں اور اس فقیر کو دعائے خیر سے یاد کریں چونکہ یہ معانی

مشائخ واکابران قوم کی باتوں سے استفادہ کے لیے منتخب کیے گئے ہیں۔ لہٰذا اغلباً الفاظ کو بغیر کسی تبدل وتغیر کے تبرک وتیمن کے طور پر جیسے کہے گئے ہیں ویسے ہی لکھ دیئے گئے ہیں کیونکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے یا لکھا ہے وہ عین صواب ہے خالص تربیت وارشاد کے لیے لکھا ہے خطا۔ خلل۔ لغزش اور غلطی سے بالکل پاک وصاف ہے اگران میں کوئی فتور یا قصور نظر آئے تو اس بیچارہ کو مطعون نہ کیا جائے۔

اے زخم خوردہ درویش! جب آدمی اپنی بیخودی میں کوئی کام کرے تو وہ اچھا ہوتا ہے اگر بیخودی سے عبادت کرے تو وہ بھی اچھی ہوتی ہے اور بہترین عبادت یہ ہے کہ اپنے آپ کو پوری طرح ذکر حق میں گم کر دے ؎

۱ ہر چہ جز راہ حق مجازی داں ہر چہ جز یاد دوست بازی داں

۲ دم ہماں دم بود کہ در یاد ست عمر بے یاد او ہمہ باد ست

۱ جو کچھ بھی راہ حق کے سوا ہے اسے مجازی سمجھ جو کچھ دوست کی یاد کے بغیر ہے اسے کھیل تماشہ سمجھ۔

۲ سانس وہی سانس ہے جو اس کی یاد میں گذرا اس کی یاد کے سوا تمام عمر ایک ہوا ہے (جو آئی اور چلی گئی)

یہاں تک کہ اس کی کیفیت یہ ہو جائے کہ خدا کے سوا ہر چیز سے بے خبر ہو جائے۔ اپنے آپ سے بھی بے خبر ہو جائے یہاں تک کہ اپنے ذکر سے بھی ؎

۱ تابجائے رسی کہ ذکر حضور! کہ شوی غرق ہستی مذکور

۲ آنچناں شو بحیرت آبادش کہ ہمت یاد ناید از یادش

۳ ذکر جز در رہ مجاہدہ نیست ذکر در مجلس مشاہدہ نیست

۱ تو اس وقت کسی مقام پر پہنچے گا کہ ذکر حضور میں تو اپنے مذکور کی ہستی میں گم ہو جائے۔

۲ حیرت آباد میں اس طرح مقیم ہو کہ تجھ کو اس کی یاد میں اپنی یاد نہ رہ جائے۔

۳ ذکر صرف اس وقت تک ہے جب تک کہ مجاہدہ کی راہ طے ہو رہی ہو۔ مشاہدہ کی مجلس میں ذکر نہیں ہوتا۔

جب ذکر یکمل ہو جاتا ہے تو گفتگو اٹھ جاتی ہے سے

چوں درآمد وصال را حالہ   سرد شد گفتگوئے دلالہ

(جب وصال کی کیفیت آجائے تو دلالہ کی گفتگو ختم ہو جاتی ہے)

اس وقت حق سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہ جاتی۔ لیکن یہ کیفیت عموماً خلوت میں ہوتی ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اَلْاِسْتِیْنَاسُ بِالنَّاسِ مِنْ عَلَامَاتِ الْاِفْلَاسِ (لوگوں سے مانوس ہونا افلاس کی علامت ہے) حضرت ابراہیم ادہم جب اس پہاڑ سے ——— کہ جس پر آپ خلوت گزین تھے ——— اتر کر شہر میں آتے تو فرماتے نَزَلْنَا مِنَ الْاُنْسِ اِلَی الْوَحْشَۃِ (ہم انس سے وحشت کی طرف آگئے) ہمیشہ کی انتہائی سعادت اس آدمی کی ہے جو اس جہان میں اس کیفیت سے جائے کہ اس پر خدا تعالیٰ کی محبت غالب ہو اور یہ غالباً سوائے مداومت ذکر کے نصیب نہیں ہوتی۔

۱   ترسم کہ روم سرِ رواں نادیدہ   بیروں شوم او راز جہاں نادیدہ

۲   در عالم جاں چوں شوم از عالم تن   در عالم تن عالم جاں نادیدہ

۱   میں ڈرتا ہوں کہ اس سرِ رواں کو دیکھے بغیر چلا جاؤں۔ جہان سے اس کو دیکھے بغیر چلا جاؤں

۲   جب عالم ناسوت سے عالم لاہوت کو جاؤں تو عالم ناسوت میں عالم لاہوت کو دیکھے بغیر چلا جاؤں

اے زخم خوردہ درویش! نفس کو جب مخالطت (میل جول) طبیعت ثانیہ بن جائے اور اختلاط کی وجہ سے کثرت تعلقات ظاہر ہو تو اس کا علاج سوائے خلوت کے اور کچھ نہیں ہے۔ ہمیشہ علاج بالضد ہی ہوتا ہے۔ خلوت کی وجہ سے بہت سے گناہوں سے بچا رہے گا۔ کہ جن سے مخالطت کی وجہ سے نہیں بچ سکتا تھا اس کے علاوہ مخالطت میں ایک اور گناہ بھی پوشیدہ ہے کہ جس سے بہت کم لوگ واقف ہیں اور وہ یہ ہے کہ جس کے پاس بھی تو اٹھے بیٹھے گا اس کی طبیعت تیرے اندر سرایت کرے گی اور وہ بھی اس طرح کہ تجھ کو اس سے خبر بھی نہ ہو سکے گی اور وہ غفلت و گناہ کا بیج ہے خاص طور پر جب نشست و برخاست اہل غفلت و معصیت کے ساتھ ہو۔ جب مخالطت کی بیماری ہو تو خلوت سے بہتر اس کا علاج اور کیا ہو سکتا ہے؟

اے زخم خوردہ درویش! اس بات پر اہل بصیرت کا اتفاق ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ کی بنیاد ذکر پر رکھی گئی ہے جو کہ جمعیت خاطر سے ہو اور جمعیت خاطر خواہشات چھوڑنے کے بغیر میسر نہیں آ سکتی اور خواہشات خلوت کے بغیر نہیں چھوٹتیں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کمال درجہ کی ثابت قدمی کے باوجود ابتدا میں خلوت نشین رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ اللہ تعالےٰ کیلئے خلوت کو پسند کرتے یہاں تک کہ ایک پہاڑ کی غار میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے کبھی ایک ہفتہ گذارتے اور کبھی دو ہفتے گذار کر آیا کرتے تھے۔ ایک اور روایت میں ایک مہینہ اور دو مہینے کے الفاظ بھی روایت کیے گئے ہیں۔

پس اس پیغمبر کے لیے بھی جو نفس امارہ سے پاک تھا۔ نفس کو رام کرنے کے لیے خلوت سے چارہ نہ تھا تو اس آدمی کے لیے جس نے نفس امارہ کے مقام میں اتنے سال تک اپنا مقصود حاصل کیا ہو اور اپنی خواہشات اور حرص سے موافقت کی ہو اور نفس میں تکبر و نخوت اور رعونت و فخر پیدا ہو چکا ہو۔ حضرت محمد مصطفےٰ کی روح کو اس سے رنج پہنچ چکا ہو اور اس نے اپنے اور خدا کے درمیان کیے گئے عہد و پیمان کو توڑ ڈالا ہو۔ ہَیْہَاتَ ہَیْہَاتَ لِمَا تُوعَدُوْنَ ہ (بڑی دور کی بات ہے جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو) ؎

پیما شکنا بر سر پیمانت نہ می بینم | بیا اے بے وفا بر سر پیمانت نمی بینم

(اے پیمان شکن میں تجھ کو عہد پر قائم نہیں دیکھتا۔ اے وفا سے منہ موڑنے والے آ جا میں تجھ کو پیمان پر نہیں دیکھتا)

تو ایسے آدمی کو فساد کی راہ سے اصلاح کی طرف آنے کے لیے کیسے خلوت کی ضرورت نہ ہو گی۔ خلوت نشینی کے بغیر کوئی تفرقہ بھی پراگندہ دل سے دور نہیں ہو سکتا۔

اے زخم خوردہ درویش! اگرچہ بظاہر تنہائی کے گوشہ میں بیٹھنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن جب تو گوشہ نشینی کی لذت حاصل کر لے گا تو اس وقت تجھے خلوت سے باہر آنا بالکل پسند نہ آئے گا ؎

۱ خلوت گزیدہ را بتماشا چہ حاجت است | چوں کوئے دوست ہست بصحرا چہ حاجت است

۲ در خلوتے کہ بیند عاشق جمال جاناں　　باید کہ درمیانہ غیرت نظر نہ باشد

۱ خلوت گزین کو تماشہ کی کیا ضرورت ہے۔ جب دوست کا کوچہ میسّر ہے تو صحرا کی کیا ضرورت ہے۔

۲ خلوت میں جو عاشق محبوب کا جمال دیکھتا ہے چاہئے کہ درمیان میں غیر پر نظر نہ رہے۔

اگر تو سلامت رہنا چاہتا ہے تو خلوت کے گوشہ سے اپنے پاؤں باہر نہ نکال اور ہر رنج و محنت کو جو تجھے نظر آئے عین صواب سمجھ کہ ہر دشواری کے بعد آسانی ہے اور ہر تنگی کے بعد فراخی ہے اللہ تعالے فرماتے ہیں فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے (نوٹ: جب معرفہ کی تکرار ہو تو حکم واحد میں ہوتا ہے اور نکرہ کی تکرار ہو تو تکرار مقصود ہوتی ہے تو اس لحاظ سے آیت شریفہ سے یہ معلوم ہوا کہ ایک تنگی کے ساتھ اللہ تعالے نے دو آسانیاں رکھی ہیں۔ مترجم)

سب کو معلوم ہے کہ آبحیات کا چشمہ تاریکی میں ہے۔ جب تو نے یہ معلوم کر لیا تو مرشد کامل۔ راہ داں وحقیقت شناس ـــــ کہ جو سید المرسلین کی متابعت سے آراستہ وارشاد یافتہ ہو ـــــ کی تربیت سے اپنے دل کا پاسبان بن اور دل کی پاسبانی بغیر گوشۂ تنہائی کے کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ حضرت رسالت پناہ بھی مراقبہ فرمایا کرتے تھے یعنی چار زانو بیٹھنا۔ دونوں زانوؤں کو زمین پر رکھنا اور سر کو نیچا کرنا۔ اپنی نگاہ ناف پر رکھنا۔ زبان کو خاموش کر دینا اور لبوں کو بند کر لینا اور دل میں تشغل باطن سے خدا کی یاد میں مداومت کرنا۔ اس مراقبہ سے وجود کو بہت نفع ہے یعنی اس سے کمزوری۔ کوفتگی اور سستی وجود میں نہیں رہتی اور دل کلی طور پر شہود حق کی معرفت میں بینا ہو جاتا ہے ؎

لب بہ بند چشم بند و گوش بند　　گر نہ بینی سرحق برما بہ خند

(لب بند کر آنکھ بند کر کان بند کر لے۔ اگر پھر بھی تو حق کا راز نہ پائے تو ہم پر ہنس دینا)

اے عزیز! جاننا چاہئے کہ جب تو خلوت میں آئے تو چاہئے کہ کسی کی کوئی آواز تیرے کانوں میں نہ پڑے۔ اس کے بعد دونوں پاؤں کو کھڑا کر۔ اپنے سر کو زانوؤں پر رکھ۔ آنکھ اور زبان بند کر لے۔ خطرات کے تفرقہ سے دل کو بچا۔ عبادت خفی میں یاد حق کی پاسبانی کر۔ دل کے آئینہ کو

ذکر خفی سے صیقل کہ کوئی تفرقہ اور خطرہ دنیوی یا اخروی دل کے اندر نہ آنے دے۔ جب تو خطرات (خیالات) سے آزاد ہو جائے گا تو عالم جبروت میں پہنچ جائے گا۔ پوری طرح اس میں محو ہو جائے گا۔ اتصال مع اللہ ظاہر ہوگا۔ یعنی راہ سلوک پر چلنے والا خلوت وجلوت میں دائم الحال ہوگا ہمیشہ مراقبہ میں رہے گا۔ قوی ہمت ہو جائے گا۔ دل پوری طرح حق تعالےٰ کی معرفت میں بند ہو جائے گا اور یہ دونوں قسم کے مراقبے حضرت رسالت پناہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم سے منقول ہیں۔

جان لینا چاہئے کہ تمام انبیاء واولیاء کے لیے معرفت حق کے حاصل کرنے کے لیے مراقبہ میں جانا شرط ہے۔ ہر وہ سالک کہ مرشد کامل وصاحب استقامت سے معرفت مراقبہ کی تربیت نہ رکھتا ہو وہ ہر حال میں خدا سے دور ہے وہ کبھی خدا تعالےٰ تک نہیں پہنچ سکے گا

جان لینا چاہئے کہ دونوں مراقبے اصلی ہیں اور آج کل کے مراقبوں کی تعریف قریباً ستر قسم کی ہو چکی ہے وہ سوائے تلقین وارشاد کے معلوم نہیں ہو سکتیں اور اولیاء کبار کے حالات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا اور دل وجان سے حق تعالےٰ میں محو رہنا مراقبہ میں شرط ہے ؎

از کنار خویش یابم ہر دمے بوئے نگار | چوں نگیرم خویشتن را دائما اندر کنار

(میں اپنے ہی پہلو سے ہر وقت دوست کی خوشبو پاتا ہوں تو پھر میں اپنے آپ کو کیوں نہ ہمیشہ اپنی بغل میں۔ رکھوں)

اے زخم خوردہ درویش! جب تو محبت کے کوچہ میں آگیا ہے تو مردانہ وار آ۔ اپنا اٹھایا ہوا قدم پیچھے نہ ہٹا۔ رنج ومحنت کو اپنے لیے اختیار کر اور کوئی غم نہ کر کہ تو بہت سی خوشی کا پھل پائے گا چنانچہ اس فقیر نامراد نے کہا ہے ؎

۱ رنج گر آید بجاں رنج مداں گنج داں | باش رضامند از اں رنج مداں گنج داں

۲ در طلب گنج او دم مکش از رنج او | اینست رہ مخلصاں رنج مداں گنج داں

۳ رنج وبلا نعمت ست فقر وفنا رحمت ست | داں بہ یقیں بے گماں رنج مداں گنج داں

۴ محنت و درد و بلا آمدہ با انبیاء | زاں پس بر دوستاں رنج مداں گنج داں

۵ گر بکشی رنج آں گوئے بری از میاں | راہ حق آساں مداں رنج مداں گنج داں

۶ جان و دلِ خویش را ساز فدا او بیا	در گذر از خانماں رنج مداں گنج داں
۷ تا نہ کشی رنج عشق کے رسدت گنج عشق	جملہ دہ غم ستاں رنج مداں گنج داں
۸ گنج نیاید بدست تا نہ کشی رنج سخت	عشق خدا رنج مداں رنج مداں گنج داں
۹ تا نہ چشی زہر درد مے نشوی مرد فرد	پیش تو کردم بیاں رنج مداں گنج داں
۱۰ آنچہ رسد مر ترا جملہ با مر خدا!	دم مزن از حکم آں رنج مداں گنج داں
۱۱ راہ توکل شناس نیز قناعت اساس	پاک شو از جسم و جاں رنج مداں گنج داں

۱ اگر جان کو کوئی تکلیف پہنچے تو اسے رنج نہ سمجھ خزانہ سمجھ اس پر رضامند اسے رنج نہ سمجھ خزانہ سمجھ۔

۲ اس کی طلب کے گوشہ میں تکلیف سے دم نہ مار مخلصین کی یہی راہ ہے اسے رنج نہ سمجھ خزانہ سمجھ

۳ مصیبت اور دکھ ایک نعمت ہے فنا و فقر ایک رحمت ہے اس پر بغیر کسی شک و شبہ کے یقین رکھ اُسے رنج نہ سمجھ خزانہ سمجھ۔

۴ درد و بلا کی محنت انبیاء پر بھی آئی ہے اور ان کے بعد ہر دوست خدا کو پہنچی اسکو رنج نہ سمجھ خزانہ سمجھ۔

۵ اگر تو اس کے رنج اٹھائے گا تو سبقت کا گیند لے جائیگا۔ راہ حق کو آسان نہ سمجھ اسے رنج نہ سمجھ خزانہ سمجھ۔

۶ اپنے جان و دل کو اس پر فدا کر دے اپنے خانماں سے دستبردار ہو جا اسے رنج نہ سمجھ خزانہ سمجھ

۷ جب تک تو عشق کا رنج برداشت نہ کرے گا عشق کا خزانہ کیونکر پائے گا سب چیزیں دے کر غم لے لے اسے رنج نہ سمجھ خزانہ سمجھ۔

۸ خزانہ تب تک ہاتھ نہیں آتا جبتک سخت محنت برداشت نہ کی جائے خدا کے عشق کو دکھ نہ سمجھ۔ اسے دکھ نہ سمجھ خزانہ سمجھ۔

۹ جب تک تو درد کا زہر نہ چکھے گا مرد یگانہ نہیں بن سکے گا۔ میں نے تجھ سے بیان کر دیا اس کو رنج نہ سمجھ خزانہ سمجھ۔

۱۰ جو کچھ تجھ کو پہنچتا ہے خدا کے حکم سے پہنچتا ہے اس کے حکم کے آگے دم نہ مار اس کو رنج نہ سمجھ خزانہ سمجھ۔

۱۱ توکل کی راہ پہچان، قناعت کی بنیاد رکھ۔ جسم وجان سے پاک ہو جا اسے رنج نہ سمجھ خزانہ سمجھ۔

اے زخم خوردہ درویش! شیخ نجم الدین کبیر قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ آدمی کو چاہیئے کہ خلوت میں ذکر کرتا رہے تاکہ دنیا کے نقوش اور اہل دنیا کا معاملہ اس کے دل سے مٹ جائے اور آخرت کے نقوش بھی ختم ہو جائیں۔ جب دل پوری طرح صاف ہو جائیگا تو پھر باری تعالے کا نور اس پر اپنا پرتو ڈالے گا اس طرح کہ عقل وجان و ہوش سب جاتے رہیں گے اس وقت معرفت حاصل ہو گی اور مرد صاحب تجلی ہو جائے گا۔ جب خلوت میں چلہ کشی کے لیے بیٹھنا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ چالیس دن رات بیٹھے کہ چالیس کے عدد کا شریعت میں بہت جگہ اعتبار کیا گیا ہے چاہیئے کہ چلہ میں اس وقت تک نہ سوئے جب تک کہ نیند اچھی طرح غالب نہ ہو جائے۔ دن کو زیادہ نہ سوئے۔ زیادہ نہ کھائے۔ بھوک کا اثر ہر وقت اپنے اندر محسوس کرے۔ جب بیدار ہو تو دیر نہ کرے اٹھے اور نیا وضو کرے پھر ذکر کی سیر میں چل دے۔ نماز باجماعت کو کبھی ترک نہ کرے۔ دوسری شرط ہمیشہ باوضو رہنا ہے اس لیے کہ شیطان کو دور کرنے کے لیے وضو ایک بہترین ہتھیار ہے اَلْوُضُوْءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ (وضو مومن کا ہتھیار ہے) پھر یہ بھی ضروری ہے کہ بغیر اشد ضرورت کے اپنے چلہ کشی کے مقام سے باہر نہ آئے اور اگر باہر نکلے تو نماز باجماعت کو کسی حال میں بھی نہ چھوڑے اگر توفیق خداوندی پائے تو وضو پر مداومت کرے کہ بشارت ہے لَایُحَافِظُ عَلَی الْوُضُوْءِ اِلَّا الْاِنْسَانُ کَامِلٌ (وضو پر کامل انسان کے بغیر کوئی مداومت نہیں کر سکتا) نیا وضو کرنے میں کبھی تردد نہ کرے اور وضو کو آرام کی نیت سے عادت نہ بنائے رات کو اگر بیٹھے بیٹھے سو جائے اور صبح کی نماز اسی وضو سے ادا کرنا چاہے تو رات کے کیے ہوئے وضو سے نماز ادا کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ اپنی جگہ پر بیٹھا رہے گر نہ پڑے تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب فیضان واردات اس پر غالب آجائے اگر ضرورت ہو تو کچھ توقف کرے تاکہ فیض زائل ہو جائے اگر اس حالت میں باہر چلا جائے گا تو خلوت خانہ میں واپس آتے

وقت اس پر سخت ملال اور تھکاوٹ ہوگی اور وہ طاعت جو ملال کی حالت میں کی جائے بارگاہ خداوندی میں قبول نہیں ہوتی۔ ایک شرط یہ بھی ہے کہ سچے لوگوں کا طریق اختیار کرے اور ہمیشہ لا الہ الا اللہ کے ذکر میں مشغول رہے۔

اے زخم خوردہ درویش! یہ وہ کلمہ ہے جو بندوں کو انکی ہستی سے آزاد کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ تک پہنچاتا ہے جو کہ اولیاء کے مقامات کی انتہا اور حقیقی مقصد کی غایت ہے۔ یہ وہ کلمہ ہے جو طالبوں کا محافظ ہے۔ درویشوں کا سرمایہ ہے۔ دردمندوں کے زخم کی مرہم ہے۔ عاشقوں کو قتل کرنے والا ہے۔ مشتاقوں کا مونس ہے۔ دردمندوں کی دوا ہے۔ شیفتگان کی زنجیر ہے۔ زخمیوں کا شربت ہے۔ بیدلوں کا ہم نشین ہے۔ دیوانوں کی آتش ہے۔ بیچاروں کی جھونپڑی کا چراغ ہے۔ محنت زدگان کے حلقہ کا سماع ہے۔ بے کس لوگوں کا انیس ہے۔ بے نشانوں کی یاد ہے۔ بے مراد دل کی مراد ہے۔ یہ وہ کلمہ ہے جو مرید کو زندہ کر دیتا ہے۔ خدا تعالےٰ سے واصل کرتا ہے۔ غیر حق سے تعلق توڑتا ہے۔ فاسد خیالات کو ذاکر کے دل سے نکالتا ہے۔ ذاکر کو ذکر پر مداومت بخشتا ہے۔ خواہشات نفسانی کو ختم کر دیتا ہے۔ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ (کیا تو نے وہ آدمی دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے) غیر حق سے ذاکر کو بیزار کرتا ہے۔ یہ تمام ذکر کے نتائج ہیں۔

اے زخم خوردہ درویش! کیا تو یہ جانتا ہے کہ جب ذکر پر مداومت قوت و طاقت پکڑ جاتی ہے تو پھر کوئی خطرہ دل میں داخل نہیں ہوتا ؎

۱	تا در نہ رسد تجلی از شہ دل!	ہرگز نشود کشودہ بر تو رہ دل
۲	تا ہمچوں کلہند ذکر بر دل نزنی	آبے نہ رسد بحلق تو از چہ دل

۱ جب تک کہ دل کے بادشاہ سے تجلی نہ پہنچے تب تک تجھ پر دل کی راہ نہ کھلے گی۔

۲ جب تک تو دل پر ذکر کی کدال نہیں چلائے گا تب تک تیرے حلق میں دل کے کنوئیں سے پانی نہیں پہنچ سکے گا۔

جب کچھ مدت تک اس طریقہ پر ذکر کیا جائے گا تو باطن میں ایک طرح کی وحشت پیدا ہوگی شیطانی و نفسانی خیالات غلبہ کرنے لگیں گے۔ اس لیے کہ نفس و شیطان جانتے ہیں کہ جب

وہ ذکر پر مداومت کرے گا تو دل و روح قوت پکڑیں گے اور نفس و شیطان مغلوب ہو جائیں گے اور اس وقت وہ محکوم بن جائیں گے۔ اس وجہ سے اس کو ذکر و خلوت سے متنفر کرتے ہیں۔ چاہئے کہ ہمت کو کام میں لائے۔ قدم مضبوط رکھے اور مردانہ وار کام میں مشغول رہے۔ اور خدمت کا پٹکا اپنی کمر ہمت پر مضبوط باندھے۔ مردانہ وار فخر کی جیب سے اپنا سر باہر کھینچے عاشقوں کی طرح شیطان و نفس کے سر پر پاؤں رکھے۔ پورے خلوص سے ہاتھوں کو کام میں لائے جو اس میں خواہشات ہوا و ہوس جمع ہو چکی ہوں ان سے اپنے آپ کو آزاد کرائے اگر کچھ پست ہمتی معلوم کرے تو خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرے۔ اگر ہر دم ہزار محنت و خواری و بلا بھی دیکھے تو پھر بھی منہ نہ پھیرے۔ چاہئے کہ طلب محبت میں صادق اور ثابت قدم رہے۔ آخر خدا تعالےٰ کی مدد پہنچے گی اس کو اس وحشت و تردد سے آزاد کرے گی۔ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (ہم پر مومنوں کی مدد کرنا حق ہے) جب شیخ کی ولایت کی طفیل خطرات سے گذر جائے گا تو پہلی سخت گھاٹی سے گذر جائے گا۔ شیطان و نفس اس سے امیدیں منقطع کر لیں گے۔

جب کچھ مدت تک ذکر پر مداومت کرے گا تو اس کے تمام اعضاء و جوارح درد کرنے لگیں گے اور یہ ذکر کا نتیجہ ہوگا۔ شیخ رضی الدین قدس اللہ تعالےٰ سرہ العزیز فرماتے ہیں ؎

۱	ذکرش چوں بدل رسد دلش درد کند	درد دل مرد مردہ را مرد کند
۲	در آتش عشق چوں بسوزد انگاہ	آتش دوزخ برائے خویش سرد کند

۱ جب اس کا ذکر دل میں پہنچتا ہے تو دل درد کرتا ہے۔ دل کا درد مردہ دل آدمی کو مرد بنا دیتا ہے

۲ جب وہ عشق کی آگ میں جلتا ہے اس وقت دوزخ کی آگ کو اپنے لیے ٹھنڈا کر لیتا ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ اس حال میں دل کے اندر کوئی شورش پیدا ہو جائے۔ اس صورت میں جتنا بھی ذکر کرتا جائے گا اس کا دکھ ذوق میں بدلتا جائے گا اور ہر درد و خستگی جو کہ ذکر کرنے سے پیدا ہوگی وہ رفع درجات کی باعث ہوگی جو کہ پہلے ہی سے اس کے باطن میں جاگزین ہیں جب ذکر پر مداومت کرے گا تو ذکر اس کے دل کے ساتوں بطون میں نفوذ کرے گا اور اس کے تمام اعضاء ذاکر بن جائیں گے۔ اس کے سر و پا۔ گوشت پوست۔ رگ رگ بال بال میں اثر کرے گا۔ اس کے بعد ذکر اپنے ذاکر کی روح بن جائے گا۔ پہلے یہ روح نفس کا مقہور و محکوم تھا اس وقت حاکم بن جائے گا

اور عالم باطن میں دل کے تخت سلطنت پر بیٹھے گا۔ حواس خمسہ ظاہری و باطنی دونوں پر حکومت کرے گا۔ اب نفس حاکم نہیں رہے گا بلکہ محکوم ہو جائے گا۔ پھر جب کچھ مدت اور ذکر پر مداومت کرے گا تو اس کا اثر سر تک پہنچے گا پھر یہی اثر خفی میں پہنچے گا۔ طرح طرح کے مقامات ظاہر ہونے شروع ہو جائیں گے۔ ذاکر کو چاہئے کہ رضائے خدا کے سوا کوئی مقام بھی مقامات میں اس کا مقصود نہ ہو نہ ثواب کی امید نہ عذاب کا ڈر۔ حالات میں سے کوئی حال اس کا مقصود نہ ہو نہ مقامات میں سے کوئی مقام نہ کرامات میں سے کوئی کرامت نہ تجلیات میں سے کوئی تجلی غرض کسی مقام پر پہنچنے میں مشغول نہ ہو اور اپنے اصلی مقصد سے منہ نہ پھیرے ؎

ہجرے کہ مراد دوست باشد ۔۔۔ از وصل ہزار بار خوشتر

(وہ ہجر جو دوست کی مراد ہو وصل سے ہزار درجہ بہتر ہے۔)

اپنے افعال پر نگاہ نہ رکھے۔ خیال دوست کے نظارہ میں توفیق الٰہی سے اس طرح مستغرق ہے کہ اپنے آپ کو بھی دیکھنے میں مشغول نہ ہو جب تو اس مقام پر پہنچ جائے گا تو تجھ پر شکر یہ ادا کرنا واجب ہو جائے گا۔ جس آدمی کو شکر کی توفیق مل گئی اس پر نعمت پوری ہو گئی۔

شیخ ابوبکر قبطی قدس سرہ کے پاس خراسان کے درویشوں کا ایک گروہ آیا۔ شیخ نے ان سے پوچھا کہ آپ کے شیخ آپ کو کیا تعلیم دیتے ہیں۔ ابو عثمان خزری نے جواب دیا کہ ہمیں کہتے ہیں کہ ہم عبادت زیادہ کریں اور پھر بھی اپنے آپ کو مقصّر (کم ہمت) سمجھیں۔ شیخ ابوبکر نے فرمایا ویح ویح (تعجب کا کلمہ ہے) وہ آپ کو اس طرح کیوں نہیں فرماتے کہ تم اس کے دیدار میں غائب ہو جاؤ۔ جو تمہارے اندر عبادت کی توفیق پیدا کرتا ہے۔

اے خستہ جان درویش! جب سالک صادق ہو اور ذکر پر مداومت کرے تو ذکر سے ایک تصرف پیدا ہوتا ہے اس کے اعضاء میں سے جس عضو تک ذکر کا اثر پہنچتا ہے وہ حرکت میں آجاتا ہے۔

جب ذکر پر مداومت نصیب ہو جائے تو محبت عشق میں بدل جاتی ہے کہ ذکر بسیار محبت کا ثمرہ ہے اور یہ کمال محبت کے حصول کا طریق ہے۔ اس کو عشق کہتے ہیں جب ذکر غالب ہو جائے تو دل صاف ہو جاتا ہے۔ حق تعالیٰ اس پر تجلی کرتے ہیں جب طالب تجلی کا ذوق حلاوت اور مشاہدہ جمال و جلال خداوندی جل جلالہ پاتا ہے تو والہ و عاشق ہو جاتا ہے۔ معلوم ہونا چاہئے

کہ خداوند تعالےٰ جل سلطانہ کی دوستی سب سے بلند ترین مقام ہے اگر یہ میسّر ہو جائے تو زہے نصیب زہے قسمت زہے بخشش۔

اے زخم خوردہ درویش! کمال بندگی یہ ہے کہ حق کی دوستی اس پر غالب آجائے اس حد تک کہ بندہ خود اس محبت میں گم ہو جائے۔ اگر اس طرح ہو جائے تو پھر دوستی سے بھی بعض چیزیں غالب تر ہیں۔ جن لوگوں نے ان کی حقیقت کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ محبت فرمانبرداری کا نام ہے یہ محض بے خبری کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ تو مسلمانان عالم پر فرض پر ہے اور خدا تعالیٰ کی دوستی بھی تمام لوگوں پر فرض ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتے ہیں یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ (وہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اس سے محبت رکھتے ہیں) رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس وقت تک کسی آدمی کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ خدا تعالیٰ کی محبت اس کے دل میں ہر چیز سے زیادہ نہ ہو جائے جب اس پر خداوند تعالےٰ جل جلالہ و رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دوستی غالب ہو جائے گی تو وہ حقیقی مسلمان بن جائے گا۔

اے خستہ جان درویش! اپنے آپ کو دنیا و عقبیٰ اور اہل و فرزند کی محبت سے آزاد کرنا بہت مشکل ہے بہت ہی مشکل ہے۔ جب تک خداوند تعالےٰ مدد نہ کریں ان چیزوں سے آزاد نہیں ہو سکتا یہ صرف اسی آدمی کو میسّر آسکتا ہے جس پر خداوند تعالےٰ رحمت کی نظر کریں اور توفیق عطا فرمائیں۔ شیخ ابو القاسم قشیری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ ایک آسمانی کتاب میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "جب میرے بندے پر ذکر غالب ہو جاتا ہے تو وہ میرا عاشق ہو جاتا ہے اور پھر میں بھی اس کا عاشق ہو جاتا ہوں"۔

اور عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام پر وحی آئی کہ "جب میں کسی بندہ کے دل کی طرف توجہ کرتا ہوں تو اس میں اپنی محبت و آخرت کا خوف پیدا کر دیتا ہوں اور میں خود اس کا متولی و حافظ بن جاتا ہوں" جاننا چاہیئے کہ تمام اعمال میں سے بہترین عمل خدا تعالےٰ کی دوستی ہے اور اس کے افعال پر رضا کہ جو کچھ وہ کرے اس پر راضی رہے۔ خدا کی دوستی سے تو کوئی آدمی بھی خالی نہیں ہے لیکن وہ دوستی دنیا کے تعلق کے سبب سے ناقص ہو جاتی ہے۔ پس چاہیئے کہ اپنے ظاہر کو دنیا سے پاک کرے اس طرح کہ جو کچھ وہ رکھتا ہے اس کو خدا تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرے اور اپنے دل کو ان کی دوستی سے خالی

کردے۔ کہ ان چیزوں کی محبت حق تعالےٰ کی محبت میں رکاوٹ ہے ؎

کوچۂ تنگ ست در وے می نگنجد ہیچ مرغ — بال و پر بگذار تا بتوانی آساں آمدن!

(یہ ایک تنگ کوچہ ہے اس میں کوئی پرندہ نہیں سما سکتا۔ اپنے بال و پر چھوڑ دے تا کہ تو آسانی سے اندر آ سکے)

اے زخم خوردہ درویش! اس بات کی کوشش کر کہ جو کچھ دل میں حق کے سوا ہے اس سے منہ پھیر لے بلکہ اس کو فراموش کر دے ؎

خونے کہ درون تن فساد انگیزد — حقا کہ چنیں خوں بزمیں ریختہ بہ!

(وہ خون جو جسم میں فساد پیدا کرے خدا کی قسم کہ ایسے خون کا زمین پر گرا دینا بہتر ہے۔)

اگر تو خدا کو چاہتا ہے تو اس کی یاد کیا کر اور پورے دل سے خدا تعالےٰ کو دوست رکھ۔ یعنے جس طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب خدا تعالےٰ چاہتے ہیں کہ کسی بندہ کی طرف توجہ کریں تو وہ اپنے پورے دل سے خدا تعالےٰ کو دوست رکھتا ہے۔ محبت کی علامت یہ ہے کہ ہمیشہ ذاکر خدا تعالےٰ کا محبوب ہوتا ہے بحکم حدیث مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ (جو اللہ تعالےٰ کی ملاقات کو محبوب رکھے تو اللہ سبحانہ و تعالےٰ بھی ایسے آدمی کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں ؎

۱ سخن دراز کشیدیم وہمچناں باقی ست — حدیث دلبر فتّان وعاشق ومعشوق

۲ گر عشق نبودے وغم عشق نبودے — چندیں سخن نغز کہ گفتے کہ شنیدے

۱ ہم نے بہت سی باتیں کہہ ڈالیں لیکن عاشق و معشوق اور دلبر فتّان (فتنہ میں مبتلا کرنے والا مرد خوبصورت) کی حکایت ابھی اسی طرح باقی ہے۔

۲ اگر عشق اور غم عشق نہ ہوتا تو اتنی عجیب باتیں کون کہتا اور کون سنتا؟

جب طالب راہ حق میں ذکر پر مواظبت (ہمیشگی) کرتا ہے۔ ثابت قدم رہتا ہے۔ نہ اندھیرے سے ڈرتا ہے نہ نور کا طالب ہوتا ہے تو شیخ مرشد اس کو عقبات و مہالک سے حسن تربیت کی وجہ سے گذار کر لے جاتا ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے اس پر تجلی فرماتے ہیں اور اس کا وجود تجلّی کے ظہور میں فانی ہو جاتا ہے اور اسی کی آخری منزل نیستی ہے لیکن ابتدا اس طریقہ سے ہوتی ہے کہ اوّلاً

اس کی سیر صفات الٰہی میں ہوتی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اس پر صفات کی تجلی فرماتے ہیں اور ہر تجلی اس حیثیت کی ہوتی ہے کہ اس کو عبارت بیان نہیں کر سکتی۔ عقل اس میں حیران رہ جاتی ہے۔ اس وقت آدمی پریشان ہو جاتا ہے اور ایک نئی زندگی حاصل کر لیتا ہے کہ جس میں وہ بہمہ صفت گُم ہو جاتا ہے اس وقت وہ بالغوں کے مقام میں پہنچ جاتا ہے اور اس پر مرد کا نام اطلاق کیا جاتا ہے طالب حق سبحانہ و تعالےٰ کے ساتھ واصل ہو جاتا ہے۔ بس یہ کیفیت رہ جاتی ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں رہتا ؎

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا　　وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

(نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں اور عاشق مسکین کے لیے تو وہی کچھ ہے جو وہ گھونٹ گھونٹ پیتا رہے)

شیخ نجم الدین کبیر قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

۱ آنکس کہ بجہاں ماند و غمت پیش گرفت　　ملک دو جہاں گرفت تا بیش گرفت

۲ آنکو نفسے ز وصلت آگاہی یافت　　گر کشتہ شود او دیت خویش گرفت

۱ وہ آدمی جو جہاں میں رہا اور تیرا غم حاصل کر لیا اس نے دونوں جہانوں کا ملک حاصل کیا بلکہ اس سے بھی زیادہ حاصل کر لیا

۲ وہ آدمی جس نے تیرے وصل سے آگاہی حاصل کی اگر وہ قتل ہو جائے تو اس نے اپنی دیت حاصل کر لی۔

اے زخم خوردہ درویش! جس نے یادِ حق کے سوا اور چیزوں سے آرام حاصل کیا یا کون و مکان و کائنات کو اپنے انس کی جگہ سمجھا اس کے دل پر سوائے خدا تعالیٰ کی مجبوری کے داغ کے اور کوئی چیز نہیں ہو گی ؎

۱ تا دوستی منت یگانہ نہ شود !　　یک تیر تو بر نشانہ نہ شود !

۲ تا ہر دو جہاں تر افسانہ نہ شود　　کشتی بسلامت بکرانہ نشود

۱ جب تک تیری دوستی مجھ اکیلے کے ساتھ نہ ہو گی تیرا ایک بھی تیر نشانہ پر نہ لگے گا۔

۲ جب تک دونوں جہان تیرے لیے افسانہ نہ بن جائیں گے تیری کشتی سلامتی کے کنارہ پر نہ لگے گی۔

اے عزیز! جاننا چاہئے کہ طالب حق کے سامنے ستر ہزار نور وظلمت کے حجاب رکھے گئے ہیں ان ستر ہزار پردوں سے اسکو محجوب کیا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ اِنَّ لِلّٰہِ سَبْعِیْنَ اَلْفُ حِجَابٍ مِّنْ نُوْرٍ وَّ ظُلْمَۃٍ (اللہ تعالے کے لیے نور وظلمت کے ستر ہزار پردے ہیں) پس مرد سالک کو چاہئے کہ اس ذلت کے گڑھے سے منہ پھیر لے اور اپنی توجہ شریعت کی علّیین کی طرف رکھے اور سنت ومتابعت رسول کے قانون کے مطابق مجاہدے کا خیال رکھے اور شیخ حقیقت کے ارشاد کے مطابق ذکر کی مداومت میں نفی واثبات کی شرط کے ساتھ مشغول رہے تا کہ اس کو ملک وملکوت سے گذار دیں اور آہستہ آہستہ صفائی حاصل کرتا جائے۔ حجاب دور ہوتے جائیں۔ حجاب رفع ہونے کے بعد ہر مقام کے مناسب حال کشف ہونا شروع ہو جائے گا لیکن یہ کیفیت خواب میں ہو گی واقعہ میں نہیں ہو گی۔

خواب اور واقعہ میں فرق یہ ہے کہ جب حواس کلی طور پر کام کرنے سے رہ جائیں اس حال میں آدمی جو کچھ دیکھے اسے خواب کہا جاتا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ نیند اور بیداری کی درمیانی کیفیت ہو یا پوری بیداری میں کوئی خواب دیکھے۔ جب خاکی صفات سے عبور کرے گا اور واقعہ میں اس طرح کی کیفیات دیکھنا شروع کرے گا تو اس نشیمن خاکی پر اس کا عبور ہو گا۔ کھنڈرات، کھیتیاں اور ٹیلے دیکھے گا اور جب اس سے ترقی کرے گا تو اپنے آپ کو چلتی ہوئی نہروں، چشموں، حوضوں اور صاف دریاؤں میں پائے گا۔ جس طرح اس کا دل چاہے گا سیر کرے گا ہزار سالہ راہ ایک لحظہ میں طے کرے گا۔ جب اس سے آگے بڑھے گا تو ایک وسیع فضا دیکھے گا اور اس مقام پر چلنا، اڑنا، دوڑنا بلندیوں پر جانا ہوا میں اڑنا اس کو میسر ہو گا جیسا کہ اس کا دل چاہے گا۔ جب اس مقام سے آگے بڑھ کر ترقی کریگا تو افلاک کی صفات پر گذر کرے گا۔ چاند اور سورج کا گرہن دیکھے گا جب بھی اس کا دل چاہے گا سیر کرے گا خواہ زمین کی یا بہشت کی غرض جس طرف بھی وہ توجہ کرے گا اپنے آپ کو اسی جگہ دیکھے گا۔ مصرعہ

سخن دارم ولے ناگفتہ اولیٰست

(میرے پاس باتیں تو بہت ہیں لیکن ان کا نہ کرنا ہی بہتر ہے)

اے زخم خوردہ درویش! تجلی روح وتجلی حق کے درمیان فرق یہ ہے کہ تجلی روحانی سے عزور پیدا

ہوتا ہے اور تجلی حق اس کو دور کر دیتی ہے۔ تجلی کو پہچاننا چاہئے۔ تجلی روحانی سے غرور و پندار پیدا
ہوتا ہے اور عجب و ہستی و عیش و طرب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ سنن و نوافل میں سستی پیدا ہو
جاتی ہے اور تجلی حق سے یہ تمام چیزیں اٹھ جاتی ہیں۔ ہستی نیستی سے بدل جاتی ہے۔ طلب بڑھ جاتی
ہے تشنگی زیادہ ہو جاتی ہے ؎

۱	سوز دل خستہ ز وصالش بفزود	وآن تشنگی ز آب زلالش بفزود
۲	دیگراں اند کہ از دیدن شاں دل گیرد	در تو چیزیست کہ من بینم مشتاق ترم
۳	عجبے نیست کہ سرگشتہ بود طالب دوست	عجب این ست کہ من واصل و سرگردانم

۱ دلِ خستہ کا سوز اس کے وصال سے اور بڑھ گیا اس کے آبِ زلال سے تشنگی اور بڑھ گئی۔
۲ دوسرے وہ ہیں کہ ان کے دیکھنے سے طبیعت کبیدہ خاطر ہوتی ہے تجھ میں کوئی ایسی چیز ہے کہ
میں تجھ کو دیکھتا ہوں تو اور زیادہ مشتاق ہو جاتا ہوں۔
۳ تعجب کی بات یہ نہیں کہ دوست کا طالب پریشان حال ہو تعجب کی بات یہ ہے کہ میں عین وصال
میں پریشان حال ہوں۔

اے زخم خوردہ درویش! عارفوں کے کمال کا نشان درد و اندوہ ہے۔ درد و اندوہ کا ثمرہ عشق
و محبت ہے۔ عشق و محبت کا ثمرہ سکر و بیخودی اور خود فراموشی ہے اور خود فراموشی کا نتیجہ وصولِ
حق ہے۔ جب وصولِ حق میسر ہو جائے تو اس کے بعد حضوری و آگاہی ہے اس کے بعد عارف حق
کی آگاہی کے ساتھ آگاہ ہو جاتا ہے۔ یہ حضوری و آگاہی کی انتہا ہے

پھر عارف حق کی آنکھوں کے ساتھ دیکھتا ہے۔ حق کے کانوں سے سنتا ہے۔ اس کے فہم،
وہم، خیال خواب اور بیداری میں کوئی طلب سوائے ذات پاک کے باقی نہیں رہتی جس چیز
کی طرف نگاہ اٹھاتا ہے اُسی کو دیکھتا ہے اسی کو خیال کرتا ہے۔ اس کے بعد حق سبحانہ و تعالےٰ اس
پر اپنی ذات کی تجلی فرماتے ہیں تاکہ اس کی برکت سے حلول و اتحاد، تشبیہ و تعطیل کی آفتوں سے
رہائی حاصل کرے اور فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں
ہے) کی سیر اس پر ظاہر ہوتی ہے اور ماسوی اللہ کی بت پرستی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ قہر سے ایمن
ہو جاتا ہے۔ سعادت ابدی کے شرف سے عالم ممکنات میں مشرّف ہو جاتا ہے اور دین حقیقی کے

عروۃ الوثقٰی کے ساتھ اس طرح متمسک ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد حرمان و انقطاع میں مبتلا نہیں ہوتا فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (جو شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو اس نے ایک مضبوط کڑے کو تھام لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گا اور اللہ تعالےٰ سننے والا جاننے والا ہے) اس وقت اس کی زبان پر یہ اشعار جاری ہو جاتے ہیں ؎

۱	اے عاشقان مست کجائید کجائید	معشوق درینجاست بیائید بیائید
۲	ایں پردہ پندار شما وہم وہموم ست	زیں پردہ پندار بر آئید بر آئید
۳	تو عاشق و معشوق یکے داں بحقیقت	حقا کہ چنیں ست بدانید بدانید
۴	در پردۂ پندار چہ بدنام بنامی	بے نام و نشاں باش اگر طالب مائید
۵	ایں سر نہ ہر کس بتواند کہ بیابد	خوش نکتہ غریب ست بدانید بدانید
۶	مجنوں صفت ار گم نشوی در رہ معشوق	ہرگز خبر از دوست نیابید نیابید

۱ اے مست عاشقو! تم کہاں ہو؟ کہاں ہو؟ معشوق اس جگہ ہے آجاؤ آجاؤ۔

۲ یہ تمہارا غرور کا پردہ وہم و غم ہے اس غرور کے پردہ سے باہر آجاؤ باہر آجاؤ

۳ تو عاشق و معشوق کو حقیقت میں ایک ہی سمجھ خدا کی قسم اسی طرح ہے جان لو جان لو۔

۴ تو غرور کے پردہ میں اس نام کی وجہ سے کتنا بدنام ہے۔ اگر تم ہمارے طالب ہو تو بے نام و نشان ہو جاؤ۔

۵ یہ راز ہر آدمی نہیں پا سکتا یہ نکتہ بڑا عجیب و غریب ہے اس کو معلوم کر لو۔

۶ مجنوں کی طرح اگر تو راہ معشوق میں گم نہ ہو گا تو ہرگز دوست کی خبر نہیں پا سکے گا نہیں پا سکے گا (یعنی جب تک بیخودی نہ ہو دوست کی خبر نہیں ملتی)

اے درویش بجفا کیش! جب عارف عشق میں کمال حاصل کر لیتا ہے تو اللہ کے سوا ہر چیز سے منہ پھیر لیتا ہے۔ حق کو حق پہچانتا ہے۔ این و آں میں مشغول نہیں ہوتا۔ ہر مشاہدہ یا معائنہ جو بھی اس کے سامنے آتا ہے سب کو لا کی تلوار سے اپنے سامنے سے ہٹا دیتا ہے۔ کسی جگہ پر مقام نہیں کرتا بلکہ سب کو چھوڑ جاتا ہے۔ دیکھی ہوئی چیزوں کو ان دیکھی سمجھتا ہے۔ سنی ہوئی باتوں کو ان سنا جانتا ہے

وہ جو بھی گفتگو کرتا ہے بیخودی کے عالم میں کرتا ہے۔ جو کہتا ہے اُسی سے کہتا ہے جو سنتا ہے اسی سے سنتا ہے۔ ایک عزیز فرماتے ہیں ؎

۱ مرغانِ او ہر آنچہ ازاں آشیاں پرند — پس بیخود اند جملہ وبے بال وبے پرند
۲ شہباز حضرت اند ہمہ دیدہ دوختہ — تا جز بروئی دوست بکونین ننگرند
۳ زاں میل ہشت دانہ جنت نہ می کنند — کہ مرغزار عالم وحدت ہمی خورند
۴ ساقی شراب صاف تجلی چوں درد ہد — خمخانۂ وجود بیک دم فرو خورند
۵ زاں سوئے دامنِ حدثاں سر برآورند — وقتیکہ سر بجیب تحیر فرو برند
۶ جز مسکن جلال نہ سازند آشیاں — چوں زیں نشیمن بشریت بروں روند

۱ اس کے پرندے جو اس آشیانہ سے اڑتے ہیں وہ سب بیخود، بے بال، بے پر ہو جاتے ہیں۔
۲ بارگاہ (حضرت رب العزت) کا شہباز آیا اس کی آنکھیں سی دی گئی ہیں تاکہ دونوں جہانوں میں اپنے دوست کے سوا کسی کو نہ دیکھے۔
۳ چونکہ وہ باغ وحدت کے پھل کھاتے ہیں اس لیے وہ جنت کے آٹھ دانوں کی طرف توجہ نہیں کرتے۔
۴ ساقی جب تجلی کی صاف شراب پلا دیتا ہے تو وہ اپنے وجود کے خمخانہ کو نگل جاتے ہیں۔
۵ جب وہ جیب تحیر میں اپنا سر لے جاتے ہیں تو اس طرف حدوث کے دامن سے اپنا سر باہر نکال لیتے ہیں۔
۶ جلال کے مسکن کے سوا وہ کہیں بھی اپنا آشیانہ نہیں بناتے۔ جبکہ وہ آشیانۂ بشریت سے باہر چلے جاتے ہیں۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تجلی عالم میں وہ عین ذات کو پا لیتے ہیں تاکہ حق تعالیٰ اور عالم کو وہ جز و کل سمجھیں کوئی چیز ان کی نظروں سے غائب نہیں رہ جاتی۔ لَا یَعۡزُبُ عَنۡهُ مِثۡقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الۡاَرۡضِ (اس سے کوئی چیز ایک ذرہ کے برابر بھی آسمانوں اور زمینوں میں چھپی نہیں رہتی ہے) اسماء وصفات کے عارف ہو جاتے ہیں۔ معلومات پر مطلع ہو جاتے ہیں۔

اشیاء کی تسبیح سنتے ہیں۔ عارف جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو پھر علم لامتناہی کے بغیر کہیں نہیں ٹھہرتا اپنی عقل کل وجزو کو اس کے مقابلہ میں ایک قطرہ سمجھتا ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں وَمَا أُوتِيتُم مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا "تمہیں تھوڑا سا علم دیا گیا ہے" کبھی تجلی ارادت میں عین ذات کو پالیتا ہے اور کسی مخلوق میں بھی کوئی نقصان نہیں دیکھتا اس کی کمالیت کو مدنظر رکھتے ہوئے زبان پہ یہ اشعار لاتا ہے ؎

۱	از ہستی تو ہستم من ہیچ نہ ام واللہ	وز بوئے تو مستم من ہیچ نہ ام واللہ
۲	من اسم کہ یا جسم نہ جسم نہ من اسم	خود اسم طلسم من ہیچ نہ ام واللہ
۳	از دیدہ تو بینا ہر دیدہ کہ باشد	از دیدہ تو بینائم من ہیچ نہ ام واللہ
۴	ہر جا کہ گفتگوئیست آں گفتگوئے تو باشد	در گفت تو کہ مانم من ہیچ نہ ام واللہ
۵	ہر بود کہ مے باشد آں بود تو مے باشد	از بود تو مے باشم من ہیچ نہ ام واللہ
۶	عثمان تو مجنونست دریاب مجنونے	در عشق تو مجنونم من ہیچ نہ ام واللہ

۱ میں تیری ہستی سے وجود پذیر ہوں خدا کی قسم میں خود کچھ بھی نہیں ہوں میں تیری خوشبو سے مست ہوں خدا کی قسم میں کچھ بھی نہیں ہوں۔

۲ میں اسم ہوں یا جسم نہ جسم ہوں نہ اسم۔ خود میرا نام بھی ایک طلسم ہے خدا کی قسم میں کچھ بھی نہیں ہوں (یعنی میری ہستی فرضی ہے)

۳ جو بینا ہے وہ تیری آنکھوں سے بینا ہے میں تیری آنکھوں سے بینا ہوں میں خود خدا کی قسم کچھ بھی نہیں ہوں۔

۴ جہاں بھی کوئی گفتگو ہے وہ تیری ہی گفتگو ہے میں تیری ہی گفتگو سے گفتگو کرتا ہوں خدا کی قسم میں کچھ بھی نہیں ہوں۔

۵ جو بھی کوئی ہستی ہوگی وہ تیری ہستی سے ہستی ہوگی میں بھی تیری ہستی سے ہست ہوں خدا کی قسم میں کچھ بھی نہیں ہوں۔

۶ عثمان تیرا دیوانہ ہے اپنے دیوانے کو سنبھال۔ تیرے عشق میں مَیں دیوانہ ہوں خدا کی قسم مَیں کچھ بھی نہیں ہوں۔

کبھی تجلی قدرت میں عین ذات کو پاتا ہے تاکہ مقدورات پر مطلع ہو اور حق کی مدد سے اشیاء کو مسخر کرتا ہے تمام چیزوں جزو کل کو قدرت کے فیصلے کے سامنے رائی سے بھی کم سمجھتا ہے کبھی رحمانی و رحیمی تجلی میں عین ذات کو پاتا ہے۔ عالم کے اثر کو رحمت الٰہی سمجھتا ہے۔ جزو کل کو پردۂ الٰہی میں دیکھتا ہے رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا (میری رحمت نے ہر چیز کو اپنے علم کے گھیرے میں لے رکھا ہے) اگر رحمت نہ ہوتی تو ایجاد نہ ہوتی نہ عشق کا ظہور ہوتا۔ وجود عدم پر سبقت نہ کر سکتا سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ (میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی) کا راز آشکارا نہ ہوتا۔ بندہ کا حساب قائم نہ ہوتا اور عدم سے اس کا جرم پیدا نہ ہوتا۔ کبھی تجلی بصری میں عین ذات کو پاتا ہے تاکہ خدا کی نگاہ کے آئینہ سے دیکھے اور اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ (میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے) کا راز جانے اور وجہ اللہ کے نور میں (جو کہ موجودات کے تمام ذرات کے لیے اسم اعظم ہے) باریابی حاصل کرے اور اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (تم جدھر بھی توجہ کرو اللہ تعالیٰ کی توجہ اسی طرف ہے) کے معانی سے واقف ہو جائے۔ اس مقام میں ابدی شوق ظاہر ہوتا ہے اس لیے کہ جمال نامتناہی ہے نہ اس سے سیری ممکن ہے اور نہ ہی جمال پرانا ہونے والا ہے اسی مضمون کو اس مندرجہ ذیل شعر میں بیان کیا گیا ہے ؎

فَوَا عَطْشًا وَّهٰذَا الْبَحْرُ یَجْرِیْ   وَوَا شَوْقًا وَّمَنْ اَهْوٰی قَرِیْبًا

(ہائے پیاس! حالانکہ دریا بہ رہا ہے۔ ہائے شوق حالانکہ میرا محبوب قریب ہے)

عارف اس مقام میں کبھی ہنستا ہے کبھی روتا ہے۔ کبھی عین ذات کو تجلی سمعی میں پاتا ہے تاکہ مسموعات کو حق کے کانوں سے سنے اور اضافت ربوبیت کے نور میں محو ہو جائے اور بَلٰی کا جواب اس سے سنے اور اپنی طرف سے محو ہو جائے تاکہ جواب مطلق حکایت ہو اور قائل خود سننے والا ہو اس مقام پر لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (آج کس کی بادشاہی ہے اللہ اکیلے زبردست کی) کا معنی معلوم ہو جاتا ہے عارف اس مقام میں کبھی كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِیًّا (میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا) کا خطاب پاتا ہے تو حضرت حق کا انیس ہو جاتا ہے۔ غیر سے متوحش ہوتا ہے۔ کبھی تجلی کلام میں عین ذات کو پاتا ہے تاکہ خطاب کا عکس کل اشیاء میں پائے اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ (ہم کو اس اللہ نے بلایا جس نے ہر چیز کو بولنے کی توفیق بخشی) اور یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیْهِمْ وَ

اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (جس دن گواہی دیں گی ان کے برخلاف ان کی اپنی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں جو کچھ وہ عمل کیا کرتے تھے سب بیان کریں گے) اور جان لے کہ ایک ہی خطاب ہے سے وہ بغیر کسی انقطاع کے تمام چیزوں سے کلام کر رہا ہے اور موجودات کی ہر چیز اپنی استعداد کے سبب اس خطاب سے حصہ پا رہی ہے۔

کبھی تو وہ ناگاہ کسی درخت سے اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ (میں اللہ ہوں) کی آواز سنتا ہے۔ کبھی کسی حیوان سے اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ سنتا ہے کبھی کسی انسان سے اَنَا الْحَقُّ (میں خدا ہوں) سن لیتا ہے کبھی کسی دوسرے آدمی سے سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ (میں پاک ہوں میری شان بڑی بلند ہے) کی صدا بلند ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اشیاء کی بولیاں عارف کو معلوم ہوتی ہے۔ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (ہر چیز اس کی تسبیح بیان کرتی ہے) کے معنی معلوم کرتا ہے۔ اسی مضمون کو کسی ولی نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے کُلُّ مَوْجُوْدٍ حَیٌّ وَّكُلُّ حَیٍّ نَاطِقٌ بِاللّٰهِ (ہر موجود زندہ ہے اور ہر زندہ حق کے ساتھ بولنے والا ہے)

عارف جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کا ذکر ابدی ہو جاتا ہے۔ اس کے بولنے میں انقطاع نہیں ہوتا۔ اس کے ذکر میں کوئی فتور نہیں پڑتا اور حضرت حق کا جلیس ہو جاتا ہے۔ حق کا عاشق بنتا ہے۔ اسی کے ساتھ اُنس پکڑتا ہے۔ غیر حق سے غائب ہو جاتا ہے۔ کبھی تو انائی کی تجلی میں عین ذات کو پاتا ہے تاکہ حضور حق میں باریابی اور حدث کی آلودگی سے اس کے قدس میں گم ہو جائے اور تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (اے ایماندارو! اللہ کی طرف سب کے سب توبہ کرو تاکہ تم نجات پاؤ) کے معنی معلوم کر سکے۔

اے زخم خوردہ درویش! جب تک عارف ماسوی اللہ کی قید میں ہے بِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یَبْطِشُ (میرے ساتھ دیکھتا ہے میرے ساتھ سنتا ہے اور میرے ساتھ پکڑتا ہے) کے مقام میں نہیں پہنچ سکتا۔ حقیقی فلاح و طہارت نہیں پا سکتا۔ اور اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں پاک رہنے والوں سے) کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ اسی لیے جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کہا کہ "توبہ کر" تو اس نے کہا "میں اللہ کی طرف توبہ کرتا ہوں اور محمد کی طرف توبہ نہیں کرتا"۔ تو آپ نے فرمایا "اس نے حق

کو اسی کی ذات سے پہچانا"۔

عارف اس مقام پر مشاہدہ میں قدم رکھتا ہے۔ جمال کا سورج اس کی جان کی قید سے طلوع ہوتا ہے اور اس کے حال و مقام میں بند ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابوبکر واسطی فرماتے ہیں۔ اِذَا طَلَحَ الْحَقُّ عَلَی الْسِّرِّ لَمْ یَبْقَ فِیْھَا فُضْلَۃُ الرَّجَاءِ وَالْخَوْفِ (جب آدمی پر حق چمکتا ہے تو اس میں امید و خوف کا فضلہ باقی نہیں رہتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ بالا حدیث میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

اے زخم خوردہ درویش جفاکیش! جب بندہ پر عنایت خداوندی ہوتی ہے تو وہ اپنے اندر اتنے فتوحات غیبی پاتا ہے کہ ان کو عبارت میں بیان نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ ان کو صرف وہی جان سکتا ہے جو صاحب جذبہ ہو۔ اے عزیز! اگر عشق مولا کی آتش تیرے اندر روشن ہو جائے تو تیری تمام مشکلیں آسان ہو جائیں اگر تو یہ آتش رکھتا ہے تو خوشی کر اور اگر نہیں رکھتا تو اس کو تلاش کر۔ مردانِ دین کے پیچھے دوڑ کمی یا کوتاہی نہ کر۔ اے بے راہ! تو کبھی بھی منزل پر نہیں پہنچ سکے گا۔ کبھی نہیں پہنچے گا۔ غزل ؎

۱	بگرد عاشقاں میرو کہ رستی	براہ صادقاں میرو کہ رستی
۲	براہ حق بہر دم تازہ جانے	فدا کردِ ان رواں میرو کہ رستی
۳	خلاصی گر ہمی خواہی زغمہا	ہماں فکر جہاں میرو کہ رستی
۴	اگر خواہی سعادت ہر دو عالم	طلب پیر مغاں میکن کہ رستی
۵	فدا کن ہر چہ داری در رہ دوست	بسر در راہ آں میرو کہ رستی!
۶	بیا در بزمگاہِ دردمنداں	زدیدہ خونفشاں میرو کہ رستی
۷	بیا در تو شتہ عجز و نیازی	بزاری زار میرو کہ رستی
۸	بجان و دل تو خدمت سالکاں کن	پئے شاہ جہاں میرو کہ رستی
۹	براہ عاشقاں ساماں نباید	بآہ نالہ کناں میرو کہ رستی
۱۰	بتہ سر در رہ چوگان معشوق	مزن دم ضرب آں میرو کہ رستی
۱۱	سوار عشق شو عثمان دیوانہ	تنا در تن رواں میرو کہ رستی

۱ عاشقوں کے پاس جا کہ تو چھوٹ جائے گا سچے لوگوں کے راستے پر چل کہ آزاد ہو جائے گا۔

۲ راہ خدا میں ہر دم تازہ جان فدا کرتا جا کہ چھوٹ جائے گا۔

۳ اگر تو غموں سے خلاصی حاصل کرنا چاہے تو اُس جہان کی فکر کر کہ چھوٹ جائے گا۔

۴ اگر دونوں جہان کی سعادت مندی چاہے تو پیر مغاں کو تلاش کر کہ چھوٹ جائے گا۔

۵ جو کچھ بھی رکھتا ہے دوست کی راہ میں قربان کر۔ سر کے بل اس کی راہ میں چل کہ چھوٹ جائیگا۔

۶ دردمندوں کی مجلس میں آ آنکھوں سے خون برساتا ہوا چل کہ چھوٹ جائے گا۔

۷ عجز و نیازمندی کا توشہ لا۔ زاری سے اپنے جسم کو زار (کمزور و ناتواں) کرتا ہوا چل کہ تو خلاصی پا جائے گا۔

۸ جان و دل سے سالکوں کی خدمت کر۔ جہان کے بادشاہ کے پیچھے چل کہ چھوٹ جائے گا۔

۹ عاشقوں کی راہ میں سوائے اس کے سامان کی ضرورت نہیں ہے کہ ہائے ہائے کرتا ہوا چل کہ تو چھوٹ جائے گا۔

۱۰ معشوق کی چوگان کے نیچے اپنا سر رکھ دے اس کی ضرب سے دم نہ مار کہ چھوٹ جائے گا۔

۱۱ اے دیوانے عثمان! عشق کا سوار بن جا اپنے جسم و تن کو قربان کرتا ہوا چل کہ چھوٹ جائیگا۔

اے زخم خوردہ درویش! سالک جب پہلی مرتبہ پہلے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس کے بعد دمبدم لحظہ بلحظہ ترقی ہوتی جاتی ہے۔ کبھی مقام فنا میں ہوتا ہے کبھی مقام بقا میں جب فنا کے مقام میں ہوتا ہے تو سب کچھ خالق تعالیٰ ہی کو جانتا ہے خود فانی ہو جاتا ہے اور تمام مخلوقات کو فانی سمجھتا ہے اس مقام کو مقام فنا کہتے ہیں۔ جب وہ دیکھتا ہے تو حق تعالےٰ ہی کو دیکھتا ہے اس کے بعد اس کے اندر ایک زبردست قوت اور ایک عظیم شورش پیدا ہوتی ہے۔ اس مقام کو مقام بقا کہتے ہیں پھر مقام اتصال میں پہنچنے تک اسی مقام میں رہتا ہے جب حق تعالیٰ کی ملاقات سے مشاہدہ ہوتا ہے تو اس کے بعد انقطاع و محرومی سے بے خطر ہو جاتا ہے۔ غفلت اور "بندش" (فیضان الٰہی کا رک جانا) سے دور ہو جاتا ہے۔ تب قرار پکڑتا ہے ٹھہر جاتا ہے اور ہر اس حکم سے جو اٹھارہ ہزار عالم میں جاری ہوتا ہے اس کا باطن مطمئن ہوتا ہے اس کی طبیعت میں چون وچرا کا انکار نہیں رہتا جو کچھ اس پر گذرتا ہے اس پر راضی رہتا ہے خواہ وہ دنیاوی حالات ہوں یا آخرت کے۔ حق سبحانہ

و تعالیٰ اس سے راضی ہوتے ہیں وہ اپنے آپ کو محنت و رضا میں فانی دیکھتا ہے اس کا دل پوری طرح حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔ تمام نفسانی اختیارات ختم ہو جاتے ہیں اس کے تمام قول و فعل عبودیت ہوتے ہیں وہ ہمیشہ حق تعالیٰ کی خوشنودی چاہتا ہے۔ ہمیشہ لذت میں رہتا ہے اس کے مقام کی تشریح کسی طرح بھی نہیں کی جاسکتی اس کی ظاہری علامتیں یہ ہیں کہ ہر وقت حیرت میں رہتا ہے یا عبودیت میں مستغرق رہتا ہے جو کہ تحیر کا سبب ہے۔ وہ ایسے کام کرتا ہے کہ جس سے تمام مخلوقات پر غالب آجاتا ہے اس لیے کہ اس کا فعل حق تعالیٰ کا فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں فرمایا ہے وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ (اور اللہ تعالےٰ اپنے ارادے پر غالب ہیں)

کوئی وقت تو ایسا ہوتا ہے کہ وہ بالکل ساکن و ساکت ہوتا ہے کہ اگر کوئی عضو اس کے جسم سے کاٹ بھی دیا جائے تو وہ کوئی بات نہیں کرے گا کوئی حرکت نہیں کرے گا اس لیے کہ وہ معاینہ میں دیکھتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے جو اس پر جاری ہوا ہے دوسرا وہ اس سبب سے بھی ساکن و ساکت اور تسلیم میں رہتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو خوار و حقیر و ناچیز دیکھتا ہے اور اس فعل کو عین صواب جانتا ہے پھر کوئی وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی فعل اس کے وجود میں جاری ہوتا ہے اور وہ فعل ایسا ہوتا ہے کہ اس پر دوسری مخلوقات غالب ہو جاتی ہے جس کے ذریعے کوئی جہان آباد ہو جاتا ہے یا برباد ہو جاتا ہے واللہ اعلم۔

اے زخم خوردہ درویش جفاکیش! یحییٰ معاذ رازی نے فرمایا ذکر کرنے والے پر خدا کتنا خوش ہے کہ تمام چیزیں اسکی نگاہ میں روشن کر دیتا ہے۔ شیخ نے یہ بھی فرمایا کہ جب عارف دنیا سے چلا جاتا ہے تو دو چیزیں اس کی یادگار رہ جاتی ہیں ایک خدا تعالیٰ کا ذکر اور دوسرا اپنے نفس پر رونا۔ شیخ نے یہ بھی فرمایا کہ جب تو جانتا ہے کہ محبت کی علامت ذکر ہے تو چاہیئے کہ اس کا ذکر بہت زیادہ کرے جب تو جانتا ہے کہ گناہ میں مبتلا ہونا خدا کی مدد کے رک جانے کے سبب سے ہوتا ہے تو چاہیئے کہ گناہ سے پرہیز کرے جب تو جانتا ہے کہ ترک دنیا سے راحت نصیب ہوتی ہے تو اس کو چھوڑ دے جب تو جانتا ہے کہ توکل سے دنیا و آخرت مل جاتی ہے تو اس کو لازم پکڑ۔ جب تو جانتا ہے کہ دنیا شیطان کی دوکان ہے تو اس سے دور رہ۔ جب تو جانتا ہے کہ شیطان کا حکم آدمیوں کے لیے فتنہ

وبلا ہے تو حق کے ساتھ مل۔ جب تو جانتا ہے کہ لذّت وحلاوت ذکر الٰہی میں ہے تو ذکر کرتے میں مشغول رہ جب تو جانتا ہے کہ تجھ پر ایک قادر مطلق بھی ہے تو اس کو راضی کر۔ جب تو جانتا ہے کہ تجھے ایک دن درپیش ہے جس کو تو ضرور دیکھے گا تو اس دن کے لیے عمل کر تاکہ تو دوزخ کی آگ سے نجات حاصل کر سکے۔

اے زخم خوردہ درویش! تمام کاموں سے بہتر اور خوبترین عبادت لاالٰہ الا اللہ کا ذکر کرنا ہے۔ لاالٰہ الا اللہ کا کلمہ کیا کمال رکھتا ہے کہ لاکھوں عاشق اس کے کوچے کے قریب ہر روز ہزاروں مرتبہ جلتے ہیں اور پھر رات کے وقت درست ہو جاتے ہیں۔ لاالٰہ الا اللہ کیسا زخم رکھتا ہے جو کہ طالبان کوئے ریاضت کی جان پر لگتا ہے کہ جتنا زیادہ زخم کھاتے ہیں اتنا ہی اس زخم کے خواہشمند ہوتے ہیں ؎

خرابم از دلِ بے رحم گاہ گاہ یاد کن مارا   سگِ کوئے توام آخر بسنگے شاد کن مارا

(اپنے بے رحم دل کی وجہ سے برباد ہو چکا ہوں کبھی ہم کو یاد کر لیا کر میں تیری گلی کا کتا ہوں مجھ کو ایک پتھر مار کر ہی خوش کر دے)

لاالٰہ الا اللہ عاشقوں کے لیے کیسی اچھی شراب ہے کہ جتنی زیادہ پیتے ہیں اتنا ہی زیادہ ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ تیرے شہود میں لاالٰہ الا اللہ کیسی عطار رکھتا ہے کہ اس کے تلاش کرنے والے جتنے زیادہ غنی ہیں اتنے ہی زیادہ محتاج ہیں ؎

چہ حسن است ایں کہ گر ہر دم رخت را صد نظر بینم   ہنوزم آرزو باشد کہ یک بار دگر بینم!

(یہ کیسا حسن ہے کہ اگر میں ہر دم تیرے چہرے کو سو نظروں سے بھی دیکھوں تو پھر بھی مجھ کو آرزو رہتی ہے کہ ایک بار اور دیکھ لوں)

لاالٰہ الا اللہ کیسی عزت رکھتا ہے ہر چند کہ اس کے سالک ملک و بادشاہی زیادہ سے زیادہ حاصل کرتے جاتے ہیں پھر بھی اتنے ہی زیادہ عاجز و قیدی بنتے جاتے ہیں اس وجہ سے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسی چیز وجود میں آ جائے جس پر خدا تعالےٰ راضی نہ ہوں اس خوف سے ہمیشہ ترساں و لرزاں رہتے ہیں ؎

مصرعہ

نزدیکاں را بیش بود حیرانی

(نزدیک لوگوں کو حیرانی بہت زیادہ ہوتی ہے)

چوں محرم شدی غافل از وے مباش ۔ کہ محرم بیک نکتہ مجرم شود!

(جب تو محرم ہو گیا ہے تو اس سے غافل نہ رہ کہ محرم ایک ہی نقطہ سے مجرم بن جاتا ہے)

لا الہ الا اللہ کیا بادشاہی اور حکومت رکھتا ہے کہ اس کے چلنے والے اگر لاکھوں سال بھی اس میں دوڑتے رہیں تو اس کی مملکت کی راہ میں ایک قدم بھی نہ چلیں گے ۔

پائے ما لنگ ست و منزل ما بعید ۔ دست ما کوتاہ و خرما بر نخیل

(ہمارا پاؤں لنگ ہے۔ ہماری منزل دور ہے۔ ہمارا ہاتھ کوتاہ ہے اور کھجوریں درخت پر ہیں)

لا الہ الا اللہ کیسا آفتاب ہے کہ جتنا تاباں تر ہے اتنا ہی پوشیدہ تر ہے اور اس کے کوچے کو تلاش کرنے والے حیران تر و سرگرداں تر ہیں۔ لا الہ الا اللہ کیا میدان رکھتا ہے کہ سوار جتنا بھی اس میں آگے بڑھتے ہیں اتنا ہی پیچھے جاتے ہیں ۔

۱ سوار عشق شو از راہ میندیش ۔ کہ اسپ عاشقاں رہوار باشد

۲ ترا یک لحظہ در منزل رساند ۔ اگرچہ راہ ناہموار باشد

۱ عشق کا سوار ہو اور راستہ سے نہ ڈر کہ عاشقوں کا گھوڑا بڑا طاقتور ہوتا ہے

۲ تجھے ایک لحظہ میں منزل پہ پہنچا دے گا اگرچہ راستہ ناہموار ہی کیوں نہ ہو۔

اے زخم خوردہ درویش جفا کیش! جاننا چاہئے کہ عالم بالا کے سفر کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ پہلی یہ کہ کل کائنات کی فکر سے خالی ہو جانا چاہئے اور دوسری نہایت ضروری چیز لا الہ الا اللہ کا ذکر کرنا ہے ۔

۱ ذکر گنج ست گنج پنہاں بہ ۔ داد ایں گنج ذکر پنہاں بہ

۲ بزباں گنگ شو بلب خاموش ۔ بخرد اندریں معاملہ کوشش!

۱ ذکر ایک خزانہ ہے خزانہ پوشیدہ ہی بہتر ہے اس ذکر کے خزانہ کی بخشش پوشیدہ ہی بہتر ہے

۲ زبان سے گونگا بن جا اور لب سے خاموش۔ عقل کے ساتھ اس معاملہ میں کوشش کر۔

طالب کو چاہئے کہ ہر حالت میں ہر گھڑی میں لا الہ الا اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہے اس لیے کہ اس مسافر کا مقصود مخلوقات کے تعلقات سے گذر جانا ہے اس لیے کہ وہ یقین سے جانتا ہے

کہ جب تک ظاہرات کے مظہر سے گذر نہیں جائے گا کوئی دینی و شرعی علاج ظاہری و باطنی افعال سے تعلقات کے قطع کرنے میں لا الٰہ الا اللہ کے قول سے کامل تر و شافی تر نہیں ہے ؎

۱ ذکر گو ذکر گر ترا جان ست — پاکئ دل ز ذکر یزدان ست

۲ چوں توفانی شوی ز ذکر بذکر — ذکر در جسم جان یزدان ست

۱ اگر تجھ میں جان ہے تو ذکر کر ذکر کر۔ کیونکہ دل کی پاکیزگی خدا کے ذکر سے ہے۔

۲ جب تو ذکر سے ذکر میں فنا ہو جائے گا تو ذکر کی وجہ سے تیرے جسم میں خدا کی طرف سے ایک اور جان آجائے گی۔

اے زخم خوردہ درویش! تجھے چاہیئے کہ دل کو خدا تعالےٰ کے وفائے عہد میں عین الیقین کے ساتھ مضبوط رکھے اور جد وجہد سے کوشش کرے تاکہ عہد کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ (اللہ کے عہد کو پورا کرے) اور اللہ تعالیٰ کا قول اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلاً (ہم اس آدمی کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے عمل کرے) نیک عمل کو معلوم کرنا چاہیئے کہ نیک عمل کیا ہے؟ مخلوق کے ساتھ احسان کرنا اور معبود برحق جلّ سلطانہ کی عبادت واطاعت کرنا ؎

۱ بہ احسان خاطرِ مردم شود شاد — بتقویٰ خانۂ دیں گردد آباد

۲ بسوئے ایں صفتہا گر شتابی — رضائے خلق و خالق ہر دو یابی

۱ احسان سے آدمیوں کا دل خوش ہوتا ہے اور تقویٰ سے دین کا گھر آباد ہوتا ہے۔

۲ اگر تو ان صفات کی طرف دوڑے گا تو خالق و مخلوق دونوں کی رضا کو پالے گا۔

اے عزیز! جب پہلی منزل لا الٰہ الا اللہ کہنے اور اس پر مواظبت کرنے سے طے ہوتی ہے تو وہ لذتیں اور حلاوتیں جو لا الٰہ الا اللہ میں پوشیدہ ہیں زبان پر ظاہر ہوتی ہیں اس کے حلق و منہ پر پہنچتی ہیں اس کی ساٹھ رگیں حرکت میں آجاتی ہیں ان علامتوں کو صورت کے لحاظ سے بیان نہیں کیا جا سکتا اس کی حقیقت کہنے والا ہی جانتا ہے۔

جب لا الٰہ الا اللہ بہ تکلف کہنے سے طبعی کہنے تک پہنچتا ہے (یعنی ذکر طبیعت ثانیہ بن جاتا ہے) تو لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت سے حلاوت کے چشمے اس کے منہ پر کھل جاتے ہیں تو کبھی ایسا

ہوتا ہے کہ اس کا منہ ایسی حلاوت (مٹھاس) سے تر ہوجاتا ہے کہ ایسی کوئی حلاوت جہاں میں نہیں ہوتی اور کبھی شہد و شکر جیسی مٹھاس سے اس کا منہ تر ہوجاتا ہے کبھی اس کے حلق پر اثر کرتا ہے اور کبھی زبان و حلق دونوں پر۔ کبھی اس کا حلق کشادہ ہوجاتا ہے اور اس مٹھاس سے شربت کی طرح کی کوئی چیز اس کے حلق میں بے تکلف رواں ہوجاتی ہے۔ کبھی اس شربت کرم کے آلنے سے ایک طرح کی خوشی اور خروش دل میں ظاہر ہوتا ہے اور اپنے سر و پا کی مطلق خبر نہیں رہتی ؎

درآں خلوت کہ مستاں بادہ نوشند — چہ جائے جبّہ و دستار باشد

(جس خلوت خانہ میں مست لوگ شراب پیتے ہیں وہاں جبّہ و دستار کا کیا کام ہے؟)

کبھی یہ حلاوت سر میں پہنچتی ہے اور زبان حال سے یہ شعر کہتا ہے ؎

دل رفت و جان برفت و رواں بعد ازیں رود — ماییم و آب سرد لب خشک و چشم تر

(دل چلا گیا۔ جان چلی گئی اور روح بھی اس کے بعد چلی جائے گی۔ ہم ہیں اور ٹھنڈا پانی۔ لب خشک اور آنکھیں تر ہیں)

کبھی یہ حلاوت آنکھوں پر پہنچتی ہے تو ایک خالص اور بہترین سرمہ بنجاتی ہے ؎

چوں نخوانم سورۂ اندر نماز — صورت ناخواندہ آید پیش من

(میں نماز میں سورت کیوں نہ پڑھوں کہ ایک نہ پڑھی ہوئی صورت میرے سامنے آجاتی ہے)

کبھی یہ حلاوت غیبی آواز بن کر کانوں پر پڑتی ہے تو اس سے مسخّرات کی تسبیحات سنتا ہے اور زبان حال سے کہتا ہے ؎

۱ ہر گیاہے کہ از زمین روید — وحدہ لاشریک لہ گوید

۲ برگ درختانِ سبز در نظر ہوشیار! — ہر ورق دفتریست از معرفت کردگار

۱ ہر وہ گھاس کا تنکا جو زمین سے پیدا ہوتا ہے وہ بزبان حال شہادت دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

۲ سبز درختوں کے پتّوں میں سے ہر ایک پتّا ہوشیار آدمی کی نگاہ میں خدا تعالیٰ کی پہچان کے

لیے ایک دفتر ہے۔

کبھی یہ شربت ناک میں پہنچتا ہے تو طرح طرح کی خوشبوئیں مُشک۔ کافور۔ عنبر وغیرہ کی مشرق سے لیکر مغرب تک اس کے ناک میں پہنچتی ہیں اور خوشبوئے وصال کی خوش حالی سے فریاد کرتا ہے۔ زار زار روتا ہے ؎

ہمی نالم چوں بلبل در سحرگاہ — بوئے آنکہ گلزارم تو باشی

(جیسے بلبل سحری کے وقت روتی ہے میں بھی روتا ہوں اس امید پر کہ شاید تو میرا باغ ہو جائے)

کبھی یہ شربت آنکھوں کو تر کرتا ہے اور خوشی سے ذاکر کا وجود رقص میں آجاتا ہے۔ خوشی سے اتنا پھولتا ہے کہ دنیا میں نہیں سماتا اور یہ شعر زبان حال کہتا ہے ؎

زشادی در ہمہ عالم نہ گنجم — اگر یک لحظہ غمخوارم تو باشی

(میں خوشی سے دنیا میں نہیں سماؤں گا اگر تو ایک لحظہ میرا غمخوار بن جائے۔)

اور کبھی دل کی آنکھوں کے لیے خوشی کے چشمے کھول دیتا ہے اور جمال جہاں آرا کو مشاہدہ کرتا ہے اور کہتا ہے ؎

۱ معشوق عیاں بود نہ میدانستم — یا من بمیاں بود نمی دانستم

۲ گفتم بطلب مگر بجائے برسم — خود تفرقہ ایں بود نمیدانستم

۱ معشوق تو ظاہر تھا میں ہی نہ سمجھا وہ تو میرے اندر ہی تھا لیکن میں نہ سمجھا۔

۲ میں نے سمجھا کہ جستجو سے میں کسی مقام پر پہنچ جاؤں گا۔ جدائی کی بنیاد یہی خیال تھا لیکن میں نہ سمجھ سکا۔

اور کبھی یہ نفس کی غذا ہو جاتا ہے تو دس دس بیس بیس روز تک کھانے کا خیال بھی نہیں آتا۔ مست اونٹ کی طرح رقص کرتا ہے اپنے آپ سے بیخبر بارگاہ خداوندی میں حاضر و آگاہ۔

کبھی تمام جسم میں بھر جاتا ہے تو نہ جسم کے رنج و دکھ کی خبر رہتی ہے نہ دنیا کی لذت کی نہ دوزخ کا غم نہ جنت کی آرزو۔ نہ ماضی کا غم نہ مستقبل کی فکر۔ نہ یہ رہتا ہے نہ وہ۔ نہ جینے کی خوشی نہ مرنے کا غم۔ مُوتُوا قبل ان تَمُوتُوا (مرنے سے پہلے مرو) اپنے آپ سے مر جاتا ہے۔ دوست سے زندہ ہو جاتا ہے۔ کتنی اچھی ہے یہ زندگانی۔ کتنا اچھا ہے یہ جینا۔ لیکن جب تک عشق و محبت اپنے کمال

کو نہ پہنچ جائیں بہت مشکلات پڑتی ہیں ؎

تا مست نہ گردی نکشی بار غمِ عشق　　آرے شترِ مست کشد بار گراں را

(جب تک تو مست نہ ہو جائے گا غم عشق کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا۔ ہاں مست اونٹ وزنی بوجھ اٹھا لیتا ہے)

کبھی یہ شربت جسم کو تازہ کر دیتا ہے دو دو مہینے تک پانی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اور چرخ بلند سے کہ جس کو فلک الافلاک کہتے ہیں اور چرخ لپست سے — کہ جس کو فلک ارکان کہتے ہیں — ہر لحظہ طرح طرح کے رنگ — جو کہ ان میں عجائبات سے بقایا ہیں — اس کی نگاہ کی زد میں آتے ہیں اور وہ نہیں چاہتا کہ یہ رنگ اس کی نگاہوں سے غائب ہوں ؎

دیدہ از دیدارِ جاناں برگرفتن مشکل ست　　ہر کہ ما را ایں نصیحت میکند بیحاصل ست

(آنکھوں کو دوست کے دیدار سے روکنا مشکل ہے۔ جو بھی ہم کو یہ نصیحت کرے وہ محض بے حاصل ہے)

کبھی بے خود ہو جاتا ہے۔ ایک طرح کی صفائی طبع و بے غمی ظاہر ہوتی ہے۔ اس بیخودی میں ماسوی اللہ کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ فقر پورا ہو جاتا ہے اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے ؎

چو حافظ محو گردد کے شمارد　　بیک جو مملکت کاؤس و کے را

(جب حافظ محو ہو جاتا ہے تو کاؤس و کے حکومتوں کو ایک جو کے برابر بھی کب سمجھتا ہے)

کبھی اس کی ذات، صفات، عمل و قول سے اس کی بے خودی ظاہر ہوتی ہے کہ یہ خود درمیان میں نہیں رہتا اور یہ شعر زبان حال سے کہتا ہے ؎

گوید بہر زبان و بہر گوش بشنود　　از غایت ظہور عیانش پدید نیست

(وہ ہر زبان سے کہتا ہے اور ہر کان سے سنتا ہے۔ انتہائی ظہور کی وجہ سے اس کا ظاہر ہونا بھی ظاہر نہیں ہوتا)

کبھی بے خود مست لوگوں کی طرح عالم اُنس میں ہوتا ہے اور اپنے آپ کو بحر وحدت میں گم کر دیتا ہے اور بیہوشی میں کہتا ہے ؎

مستم چنان کنی کہ ندانم نہ بے خودی　　　در عرصۂ خیال کہ آمد کدام رفت

(مجھ کو اس طرح مست کر دے کہ میں بے خودی کی وجہ سے یہ بھی نہ جانوں کہ کون آیا اور کون چلا گیا ہے)

کبھی اس مستی سے ہوش میں آجاتا ہے ؎

گاہے گاہے چوں خبر یابم ازاں　　　ہیچ جائے نیست کاں دلدار نیست

(کبھی کبھی جب میں اس کی خبر پاتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں محبوب نہیں ہے)

کبھی دیوانوں کی طرح دوستوں اور ساتھیوں سے بھی بھاگتا پھرتا ہے اس رشک کی وجہ سے کہ کوئی اور نہ دیکھ لے ؎

جاناں بیا در چشم من تا چشم را برہم زنم　　　نے من بہ بینم روئے کس نے روئی تو دیدن دہم

(اے میرے محبوب! میری آنکھوں میں آجا تاکہ میں اپنی آنکھیں بند کر لوں نہ میں کسی کا چہرہ دیکھوں نہ تیرا چہرہ کسی کو دیکھنے دوں)

کبھی یہ دنیا اور دنیا والے اس کی نگاہوں میں ذلیل نظر آتے ہیں اور کبھی اپنے آپ کو تمام مخلوق سے زیادہ حقیر دیکھتا ہے۔ کبھی جہان کی ذات بن جاتا ہے اور یہ ساری دنیا اسکی صفت بن جاتی ہے کبھی جہان کے لیے سبب بن جاتا ہے۔ کبھی علن اور تپش کے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے اور کچھ بھی نہیں جانتا کبھی عالم وجود کی باتیں کرتا ہے۔ کبھی زبان ہے کبھی منہ ہے کبھی سکون ہے کبھی حرکت ہے کبھی پوشیدہ ہے کبھی ظاہر ہے کبھی بیان ہے کبھی سکوت ہے کبھی لا (نہیں) ہے کبھی الّا (مگر) ہے کبھی نہ یہ ہے نہ وہ ہے۔ یہ تمام چیزیں اس بات کی علامات ہیں کہ ذکر اس کی طبیعت ثانیہ بن چکا ہے اور کوئی بھی موتی جو کہ خصوصیات کے سمندر میں سے ہے اور کوئی بھی مختلف رنگوں میں سے ایسا رنگ نہیں ہوتا جو کہ اس کی نگاہوں میں آشکارا نہ ہو۔ اس کے دل اور آنکھوں پر بیداری جیسی نیند ظاہر ہوتی ہے اس کی بیداری خواب جیسی اس کے فہم و عقل پر مسلط ہوتی ہے۔ حیران و سرگرداں لوگوں کی طرح چلتا پھرتا ہے ایسے وقت مرید کو ایک پختہ کار پیر کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ بیان کر سکے کہ یہ کیا حالت ہے اور یہ عالم جو اب ظاہر ہوا ہے کونسا عالم ہے ایسے وقت میں نہایت ضروری ہے کہ اپنے اصلی مقصود

کے سوا کسی طرف بھی توجہ نہ کرے کسی مقام پر نہ ٹھہرے کسی مقام کو قبول نہ کرے اگر قبول کر چکا ہو تو اس کو چھوڑ دے اور آگے نکل جائے اس وقت ہوشیار رہنا چاہئے۔ غلطی نہ کھانا چاہئے۔ جب اس کیفیت میں مضبوط ہو جائے گا تو اٹھارہ ہزار عالم اس کے پاس آئیں گے اس کو سلام کہیں گے۔ اس کی اطاعت کریں گے جو حکم دے گا اس کی تعمیل کریں گے۔ سورج و چاند اس کے حکم میں رہیں گے کوئی شے اس کے حکم سے انکار نہ کرے گی خضر علیہ السلام کو جب بھی چاہے گا اپنے پاس حاضر پائے گا ہر پیش آنے والی مشکل حل ہو جائے گی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُر فتوح حاضر ہو گی۔

ایسے حال میں آدمی کو چاہئے کہ اپنے تصرف سے باز رہے۔ تصرف دوست کے سپرد کر دے جو کچھ وہ کرے اس کو قبول کرے۔ یہ ولایت کا بلند ترین مقام ہے اور بہت دور ہے جس کو نصیب ہو جائے ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے جس پر چاہے کرے)

۱	مقیم کوئے تو باغ و بہار را چہ کند	بدور روئے تو کس لالہ زار را چہ کند
۲	وجود تست دریں شہر باعث بودن	وگرنہ بے تو کسے ایں دیار را چہ کند
۳	عاشق دیوانہ ام آو بیا اے حبیب	از ہمہ بیگانہ ام آو بیا اے حبیب
۴	اے نظرت آفتاب بر من مسکیں بتاب	جان و جگر شد کباب آو بیا اے حبیب
۵	اے دل و اے جان من درد تو درمان من	ذکر تو سامان من آو بیا اے حبیب
۶	زاں لب شیریں شکر بار تو در و گہر	ساز مرا بہرہ ور آو بیا اے حبیب
۷	چند کشی کشتہ را عاشق آشفتہ را	بے دلم و بے نوا آو بیا اے حبیب
۸	اے شہ مسکیں نواز لطف کن و سرفراز	پاس ایں مسکیں نواز آو بیا اے حبیب
۹	حکم ترا بندہ ام تر دو تو شرمندہ ام	راز سر افگندہ ام آو بیا اے حبیب
۱۰	وقت شبابم گذشت کار بیامد ز دست	پشت زغمہا شکست آو بیا اے حبیب
۱۱	در بدر و کو بکو نعرہ زناں سو بسو	دیدن تست آرزو آو بیا اے حبیب
۱۲	روز و شبم انتظار دمبدم بے قرار	دیدہ چوں ابر بہار آو بیا اے حبیب
۱۳	بر دل عثماں غریب رحمت خود کن قریب	زانکہ تو ہستی مجیب آو بیا اے حبیب

۱ تیری گلی میں قیام کرنے والا باغ و بہار کو کیا کرے۔ تیرے چہرے کے دیدار کے مقابلے میں کوئی

لالہ زار کو کیا کرے۔

۲ اس شہر میں رہنے کا سبب صرف تیرا وجود ہے ورنہ تیرے بغیر کوئی اس علاقے کو کیا کرے۔

۳ میں ایک دیوانہ عاشق ہوں اے حبیب میرے پاس آ۔ میں سب سے بیگانہ ہوں اے حبیب میرے پاس آ۔

۴ اے وہ کہ تیری نگاہ ایک روشن سورج ہے مجھ مسکین پر چمک میری جان وجگر کباب ہو چکے ہیں اے حبیب میرے پاس آ۔

۵ اے میرے دل! اے میری جان! تیرا درد میرا علاج ہے۔ تیرا ذکر میرا سامان ہے اے حبیب میرے پاس آ۔

۶ ان شکر جیسے میٹھے لبوں سے موتی ور بیرے برسا مجھ کو بانصیب کر اے حبیب میرے پاس آ۔

۷ پریشان حال عاشق کو کب تک قتل کرتا جائے گا میں بے دل اور بے نوا ہوں اے حبیب میرے پاس آ۔

۸ اے مسکین نواز بادشاہ! مہربانی کر مجھ کو سربلند کر اے مسکین نواز اے حبیب میرے پاس آ۔

۹ میں تیرے حکم کا غلام ہوں تیری بارگاہ میں شرمندہ ہوں۔ تیرے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں اے حبیب میرے پاس آ۔

۱۰ میری جوانی کا وقت گذر گیا مجھ سے کوئی کام نہ ہو سکا۔ کمر غموں کے بوجھ سے ٹوٹ گئی اے حبیب میرے پاس آ۔

۱۱ دربدر کوچہ بکوچہ ہر طرف نعرے لگاتے ہوئے۔ تیرے دیکھنے کی آرزو ہے اے حبیب میرے پاس آ۔

۱۲ دمبدم بیقرار ہوں آنکھیں ابر بہار کی طرح برس رہی ہیں۔ دن رات تیرا انتظار ہے۔ اے حبیب میرے پاس آ۔

۱۳ عثمان غریب کے لیے اپنی رحمت قریب کر دے کیونکہ تو مجیب الدعوات ہے اے حبیب میرے پاس آ۔

نوٹ:۔ اس باب کا خاص موضوع صبر تھا۔ صبر کے لغوی معنی ہیں "روکنا"۔ اس معنی کے لحاظ سے صبر کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) پہلی قسم یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو خداوند تعالے کے اوامر کی ادائیگی میں رو کے۔ اگر نفس

کسی وقت سستی دکھائے یا کوتاہی کرنے لگے تو آدمی کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو اوامر کی ادائیگی پر مضبوطی سے روک رکھے ان میں سستی کا ارتکاب نہ کرنے دے۔

(۲) دوسری قسم یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو خداوند تعالےٰ کی نواہی سے روکے۔ مثلاً اگر نفس کسی وقت شراب نوشی، زناکاری، قتل، چوری، رشوت، سود، غیبت اور جھوٹ وغیرہ کی طرف مائل ہو تو اپنے نفس کو ان کے ارتکاب سے روک دے۔

(۳) تیسری قسم یہ ہے کہ آدمی دکھ اور مصیبت کے وقت اپنے نفس کو جزع فزع اور بیقراری و بے صبری سے روک دے۔ اس طرح گویا صبر زندگی کے اکثر حصہ پر حاوی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صبر کو نصف ایمان قرار دیا ہے۔ ان تینوں شعبوں کے متعلق بکثرت احادیث موجود ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "اے ایماندارو خود بھی صبر کرو اوروں کو بھی صبر کی تلقین اور اللہ تعالےٰ سے اپنے تعلقات مضبوط رکھو اور اللہ تعالےٰ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ" (آل عمران)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی دونوں پر لعنت فرمائی ہے (ابوداؤد)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں جب میں اپنے بندے کے کسی محبوب کی جان قبض کر لوں اور پھر بھی وہ صبر کرے تو اس کیلئے جنت کے سوا میرے پاس کوئی اجر نہیں ہے (بخاری)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم انتقال فرما گئے تو آپ نے فرمایا "آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہیں اور دل پر غم کا اثر بھی موجود ہے اے ابراہیم تیرے فراق سے ہم غمگین بھی ہیں لیکن اپنے رب کی مرضی کے خلاف ہم کچھ نہیں بولیں گے (بخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو سوگ میں دیکھا کہ انہوں نے قمیصیں تو نہ اتاریں البتہ اپنے تہبند اتار کر پھینک دیئے تو آپ نے فرمایا "کیا جاہلیت کے زمانہ کے کام کرتے ہو میں نے ارادہ کیا تھا کہ تم پر ایسی بد دعا کر دوں کہ شکلیں بدل جائیں"۔ انہوں نے اپنے تہبند باندھ لیے اور آپ نے بد دعا کا ارادہ ترک کر دیا۔ (ابن ماجہ)

باب سُوم

(اس باب میں بزرگوں کی نصیحت، فقر، ذکر بہشت، دلجوئی اور عیب پوشی کا بیان ہے)

اے نوجوان دوست! اس بوڑھے آدمی سے ایک نکتہ کی بات سن لے جو اپنی کمالیت کے لحاظ سے تمام گفتگو کا مغز ہے ؎

یارے کہ دروُ معرفتے نیست مگیر   کارے کہ درو منفعتے نیست مکن

(وہ آدمی جس میں معرفت نہ ہو اسے اپنا دوست نہ بنا۔ اور وہ کام جس میں کوئی فائدہ نہ ہو ہرگز نہ کر)

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت اویس قرنی قدس اللہ سرہ العزیز سے ملاقات کی اور سلام کہا۔ حضرت اُویس نے عرض کیا اے امیر المومنین آپ پر بھی سلام ہو۔ حضرت علی المرتضیٰ نے راویسؓ سے پوچھا کہ آپ نے مجھ کو کیسے پہچان لیا۔ اویس نے کہا مردانِ خدا سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ حضرت الامیر نے فرمایا مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ اویس نے کہا اتنی فرصت کہاں ہے؟ اے عزیز اس فرصت کو غنیمت سمجھ ؎

غنیمتے شمر اے شمع وصل پروانہ   کہ ایں معاملہ تا صبحدم نخواہد ماند

(اے شمع! پروانے کے وصل کو غنیمت سمجھ کہ یہ معاملہ صبح تک نہیں رہے گا)

اے زخم خوردہ درویش! احادیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مُلُوکُ الْجَنَّۃِ فُقَرَاءُ اُمَّتِیْ (یعنی جنت کے بادشاہ میری امت کے فقیر لوگ ہوں گے"۔ جان لینا چاہئے کہ جو آدمی آج فقراء سے محبت و میلان رکھے گا کل کو وہ بھی انہی لوگوں کے ساتھ ہوگا جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (جس سے آدمی محبت رکھے گا قیامت کو اسی کے ساتھ ہوگا) اور فرمایا تُبْعَثُوْنَ کَمَا تَمُوْتُوْنَ (جس حالت میں تم مرو گے اسی کیفیت میں اٹھائے جاؤ گے ؎

چوں بمیرد مبتلا میرد	چوں خیزد مبتلا خیزد

(جب مرے گا تو مبتلا مرے گا جب اٹھے گا تو مبتلا اٹھے گا۔)

اے عزیز! جبکہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں رسالت پناہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئیں تو آپ نے فقر کے گوہر کے سوا کسی چیز کو پسند نہ کیا اور فرمایا اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ (فقر میرے لیے فخر ہے) اگر کوئی اور چیز فقر سے زیادہ اچھی ہوتی تو حضرت رسالت پناہ اسی کو پسند فرما لیتے۔ پس مومن موحد کو چاہئے کہ ان کی اتباع میں رہے اور فقر و فاقہ میں ان سے موافقت کرے تاکہ حق تعالے کے جمال جہاں آراء کو جنت میں دیکھ سکے یقین جان کہ اس کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں ہے کہ جنت کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر پروردگار کے دیدار کی نعمت ہے ؎

خارے ست حسن خوباں پیش گل جمالت	حیف ست کس کزیں گل قانع شود بخارے

(خوبصورت لوگوں کا حسن تیرے جمال کے پھول کے مقابلہ میں ایک کانٹا ہے افسوس ہے کہ کوئی آدمی ایسا پھول چھوڑ کر کانٹے پر قناعت کر لے)

اے زخم خوردہ درویش! پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اِذَا خَلَصَ الْمُحِبُّ صَارَ الْمُحِبُّ وَالْمَحْبُوْبُ وَاحِدًا (جب عاشق خالص ہو جائے تو محب و محبوب ایک ہو جاتے ہیں) اس وقت جو کہے گا وہی ہو جائے گا۔ چنانچہ ایک عزیز فرماتے ہیں ؎

عشق عجب غازی ست زندہ شود زو شہید	سر بنہ و جان بباز پیش چنیں غازی

(عشق ایک عجیب غازی ہے کہ اس سے شہید زندہ ہو جاتے ہیں ایسے غازی کے سامنے اپنا سر رکھ دے اپنی جان کی بازی لگا دے)

حکایت:۔ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ایام ماضیہ میں ایک درویش تھا اس کی نگاہ ایک بادشاہ کی لڑکی پر جا پڑی۔ بیقرار ہو گیا۔ جان سے ہاتھ دھو لیے۔ جینے کی امید منقطع ہو گئی وہ کہتا پھرتا تھا ؎

تا تو نگاہ نمے کنی کار من آہ کردن ست	کشتی مرا بیک نگاہ ازیں گرداب کن رہا

(جب تک تو میری طرف نگاہ نہ کرے گا تو میرا کام آہیں بھرنا ہے۔ میری کشتی کو ایک نگاہ سے اس

بھنور سے نکال دے)

اس کے بعد وہ درویش چلا گیا اور صاحب تاج و تخت (بادشاہ) سے اس لڑکی کے نکاح کی درخواست کی اس نے غیرت سے ہاتھ میں تلوار پکڑ لی اور اس کو قتل کرنا چاہا۔ چنانچہ یہ خبر شہر بھر میں مشہور ہو گئی۔ یہ خبر بادشاہ کی دختر نیک اختر کے کانوں تک بھی پہنچی۔ اپنے باپ کے پاس آئی اور عرض کیا "اے میرے محترم باپ! اس آخرت کے بادشاہ سے میری شادی کیوں نہیں کر دیتا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سُن رکھی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے "میری امت کے فقیر جنت کے بادشاہ ہیں"۔ جب بادشاہ نے اس لڑکی کی صدق اچھی طرح معلوم کر لیا تو درویش کو بلایا اور اس کو اپنی فرزندی کے طور پر قبول کر لیا ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

(وہ کونسا عاشق ہے کہ دوست نے اس کی طرف نگاہ نہ کی۔ اے خواجہ درد ہی نہیں ہے ورنہ طبیب تو موجود ہے)

وہ نازنین، ناز پروردہ محبوبہ درویش کی خدمت میں رہنے لگی اپنے باپ کی بادشاہی کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اپنے شوہر کے ہمراہ فقر و فاقہ کو قبول کر لیا بالآخر وہ بھی سچے فقیروں میں سے ہو گئی ؎

راستاں رستہ اندر روز شمار جہد کن تا تو زاں شمار شوی

(مخلص لوگ قیامت کے روز خلاصی پا جائیں گے تو بھی کوشش کر تاکہ تو بھی ان میں سے ہو جائے)

چنانچہ کچھ ایسے دن بھی گذرے کہ ان دنوں میں کھانے کی خوشبو بھی اس بادشاہزادی کے حلق میں نہ گئی۔ اس نے آکر اپنے شوہر کی خدمت میں عرض کیا۔ اے میرے شریعت کے رفیق امر خید کہ حق سبحانہ و تعالے میری عبادت کی جزا کل آخرت کو مہیا فرمائیں گے اگر اس میں سے کوئی چیز آج (دنیا میں) بھی مہیا کر دیں تو بہت بہتر ہو۔ درویش نے حق تعالے کی بارگاہ میں عرض کیا اور اپنی منکوحہ بیوی کا قصہ بیان کیا۔ اپنا سر سجدہ میں رکھا۔ جب اپنا سر سجدے سے اٹھایا تو دو عدد نہایت قیمتی موتی اپنی سجدہ گاہ کے قریب پائے۔ وہ دونوں موتی ہاتھ میں لے کر اپنی چادر کے

ایک کونے میں باندھ لیے۔ رات کو جب عبادت کے بعد بستر پہ لیٹے تو اس عورت نے ایک خواب دیکھا۔ کیا دیکھتی ہے کہ اس کو جنت میں لے گئے ہیں۔ ناگہاں اس کی نگاہ ایک بہت بڑے مرصع محل پہ پڑی۔ اس میں جا بجا ہیرے ٹکے ہوئے تھے لیکن اس گھر کی دہلیز تاریک تھی اور اسکے دو کونے خراب ہو چکے تھے۔ اس نے رضوان (جنت کا داروغہ) سے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ تیرا مکان ہے۔ اس صدیقہ نے پوچھا اس کی دہلیز کیوں تاریک ہے اور اس کے کنارے کیوں خراب ہیں؟ رضوان نے جواب میں کہا آج رات اس مکان کے دو ہیرے اکھاڑ کر تیرے لیے دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔ اسی کیفیت میں تھی کہ اس غیرت ناک خواب سے بیدار ہو گئی۔ آخرت کے نقصان کا اس کو پتہ چل گیا خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ مصرعہ

زہے مراتب خوابے کہ بہ ز بیداریست

(کتنی بلند مرتبہ ہے وہ خواب جو بیداری سے بہتر ہو)

اپنے خاوند کے پاس آئی کہنے لگی اے میرے شریعت کے ساتھی! یہ دونوں موتی لے لو اور ان کو اسی جگہ بھیج دو کہ آج رات میں نے معائنہ کیا ہے۔ میں دنیا آباد کرنے کے لیے آخرت برباد نہیں کرنا چاہتی۔ اس درویش نے وہ دونوں موتی لے لیے اور اپنی سجدہ گاہ میں جا کر رکھ دیئے اور خود اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گیا۔ جب سجدہ سے اپنا سر اٹھایا تو دونوں ہیرے گم ہو چکے تھے۔ دونوں نے خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اس کے بعد انہوں نے کبھی دنیا کے سامان کی طرف توجہ نہ کی۔

۱	دنیا طلبا چہ گویمت رنجوری	عقبیٰ طلبا چہ تو المنت مزدوری
۲	گر در دل و جان داغ مولیٰ داری	در ہر دو جہاں مظفر و منصوری

۱ اے دنیا کے طلبگار! میں تجھے کیا کہوں؟ تو ایک (ذہنی) بیمار ہے۔ اے آخرت کے طالب! تجھے کیا کہوں؟ تو ایک مزدور ہے۔

۲ اگر دل و جان میں مولیٰ کا داغ رکھتا ہے تو پھر دونوں جہان میں تو مظفر و منصور (کامیاب اور مدد دیا گیا ہے)

نہیں نہیں میں اس سے بہتر بیان کرتا ہوں۔ اے زخم خوردہ درویش! حدیث میں آیا ہے کہ

دو فرشتوں کا ایک مسئلہ میں مناظرہ ہوا اور وہ یہ تھا کہ ایک کہتا تھا کہ تونگری بہتر ہے کہ خیرات تونگری ہی سے ہو سکتی ہے۔ دوسرا کہتا تھا کہ فقر بہتر ہے کہ آدمی قیامت کے حساب و کتاب سے امن میں رہے گا۔ اس کے بعد دونوں فرشتوں نے درگاہِ خداوندی میں التجا کی اور عرض کیا "اے بار خدایا تونگری بہتر ہے یا فقیری؟

خدا تعالےٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ "ہمارے عرش عظیم کے نیچے ایک قندیل لٹک رہی ہے اس قندیل میں پیدا ہونے والے آدمیوں کی روحیں ہیں نے بند کر رکھی ہیں اس سوال کا جواب وہ روحیں تم کو دیں گی۔"

وہ دونوں فرشتے چلے گئے اور دست بستہ قندیل کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ ان سے جا کر سوال کیا۔ تین سو سال گذر گئے لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ جب مدت مذکورہ ختم ہو گئی تو قندیل سے آواز آئی کہ اے فرشتگاں تم کیا سوال کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم خدا تعالےٰ کے حکم سے تمہارے پاس آئے ہیں ہمیں جواب دیجئے کہ تونگری بہتر ہے یا فقیری؟ تو آواز آئی کہ تمام مخلوقات میں اشرف و افضل و اکمل و اعقل پیغمبر آخر الزمان پیدا ہوں گے وہ فقر کو پسند اپنائیں گے اور درویشی ان کے لیے باعث فخر ہوگی۔ اتنی بات بیان کر کے قندیل خاموش ہو گئی۔

وہ فرشتے پھر تین سو سال تک کھڑے رہے پھر آواز آئی کہ اے فرشتو! کیا تم ہماری آواز کو نہیں سنتے ہو؟ فرشتوں نے کہا سن رہے ہیں لیکن ہمارے سوال کا جواب ابھی تک پردۂ غیب میں ہے آواز آئی کہ اے فرشتو! جب اشرف ترین مخلوق نے فقر اختیار کیا تو جان لو کہ فقر تونگری سے بہتر ہوگا۔ فرشتے حیران رہ گئے اور واپس چلے گئے پھر بارگاہ الٰہی میں التجا کی کہ اے خداوند! اس قندیل کے اندر کون ہے جو جواب باصواب کہتا ہے۔ ارشاد ہوا کہ اس قندیل میں امام المسلمین و امام المتقین امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی روح ہے۔ زہے شرف علم و علماء کہ ایک مسئلہ کے لیے مقرب فرشتے اتنے سال تک کھڑے رہے۔

اے زخم خوردہ درویش! موسیٰ علیہ السلام کا سوز، عیسیٰ علیہ السلام کی امید، یحییٰ علیہ السلام کا خوف، ایوب علیہ السلام کا صبر، بزرگوار شعیب علیہ السلام کا رونا، ابراہیم علیہ السلام کی آہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلق درکار ہے تاکہ بارگاہ خداوندی کے لائق ہو

سکے۔ اے عزیز! یہ راہ ہر نامرادِ ہر کوچہ گرد، ہر دنیا کے دوست، ہر دین فروش، ہر جاہ طلب کی راہ نہیں ہے ؎

۱ بے اسپ دوندہ قصد میدان چکنی — با دامنِ تر میان مرداں چہ کنی

۲ مردانِ جہاں گوئے ز میدان بردند — اے نیک زناں حدیثِ مرداں چکنی

۱ اے بغیر گھوڑے کے دوڑنے والے تو میدان کا قصد کیا کرے گا؟ اس تردامنی کے ساتھ مردوں میں جا کر کیا کرے گا؟

۲ مردانِ خدا میدان سے گیند لے گئے اے عورتو! تم مردوں کی باتیں کیا کرو گی؟

اے زخم خوردہ درویش! کیا تجھے معلوم ہے کہ فقر کیا ہے؟ اور نشان و مراتب فقر کیا ہیں؟ اس بیان کے متعلق مشائخ میں سے ایک نے کہا ہے کہ زندگی اس طرح گذارنی چاہیئے کہ جو بھی اس کو دیکھے اسے اس پر ترس آجائے۔ کسی اور نے کہا ہے کہ فقر کی علامت یہ ہے کہ آدمی میں غصہ بالکل نہ رہے تحمل و بردباری ہونی چاہیئے۔

سائل نے کہا اس سے بہتر بھی کوئی جواب ہے؟ فرمانے لگے خدا تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہو جائے جو کچھ قضا و قدر سے اس کے سر پر گذر جائے اس کو صرف خداوند تعالیٰ کی طرف سے سمجھے کسی سبب و واسطہ کو درمیان میں نہ دیکھے اس کے فیصلے کو تبدیل کرنے کی اس سے تمنا نہ کرے (یعنی دعا نہ کرے) حق و قضاء حق کو تسلیم کرے۔

سائل نے کہا آپ نے خوب کہا کیا اس سے بہتر بھی کوئی اس کا جواب ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو نہ دنیا کا غم ہو نہ آخرت کا فکر۔ اگر پروردگار اس کو جنت میں بھیج دیں تو دم نہ مارے اور اگر اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح آگ میں ڈال دیں تو آہ نہ کرے اس وقت وہ خدا تعالیٰ کا خاص بندہ ہوگا اور فقر میں کامل ہوگا۔

اس نے کہا نہیں نہیں اس سے بہتر جواب چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ فقر یہ ہے کہ فقیر خدا تعالیٰ میں اس طرح مستغرق ہو کہ اس کو دنیا جہان کی شادی و غمی کی کوئی خبر نہ ہو۔ اس نے کہا نہیں نہیں اس سے بہتر جواب چاہیئے۔ آپ نے فرمایا فقر یہ ہے کہ کوئی لمحہ و کوئی لحظہ حضوری حق سے غائب نہ ہو اور خدا کی کسی مخلوق کا انکار نہ کرے اور دشمن کی اس کو کوئی خبر نہ ہو۔ اس نے کہا نہیں نہیں اس

بہتر جواب چاہئے۔ آپ نے فرمایا فقر یہ ہے کہ اگر مردہ کو کہیں کہ زندہ ہو جا تو اسی وقت زندہ ہو جائے۔ اس نے کہا نہیں نہیں اس سے بہتر جواب چاہئے آپ نے فرمایا فقر یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں اٹھارہ ہزار عالم کا تصرف ہو جو چاہے کر سکے اور عرش سے لے کہ فرش تک کوئی چیز اس کے حکم کا انکار نہ کرے۔ اس نے کہا نہیں نہیں اس سے بہتر جواب چاہئے۔ آپ نے فرمایا ان سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ فقر یہ ہے کہ قدرت تصرف کے باوجود اپنے تصرف سے باز رہے اور تصرف کو دوست کے سپرد کر دے، کوئی خواہش اپنے دل میں نہ لائے۔ محمدی خُلق میں رہے۔ ہمیشہ خلق خدا پر اسکے دل سے اندوہ ظاہر نہ ہو اپنے آپ کو اور اپنی معرفت کو حق تعالےٰ کے متعلق جہالت سمجھے۔ ہمیشہ تشنگیٔ دنیا زمندی میں رہے۔ جتنے بھی معرفت کی شراب کے پیالے پیتا جائے اتنا ہی پیاسا ہوتا جائے شَرَابُ الْمُحِبِّ کَاْسًا بَعْدَ کَاْسٍ (عاشق پیالے پر پیالے پیتا جاتا ہے) اس کی ہمت ہو۔ اس کے وجود میں صفات بشری نہ رہیں اور مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (مرنے سے پہلے مرد) کی پوری کیفیت پیدا ہو جائے۔ یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ اس میں غلطی نہ کھانی چاہئے کہ فقیر کے اندر اختیار کسی طرح بھی نہ رہنا چاہئے۔

اے زخم خوردہ درویش! اس نکتہ کو صرف وہی جان سکتا ہے جس کو خداوند تعالےٰ توفیق عطا فرمائیں ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ (یہ خداوند تعالےٰ کا ایک خاص احسان ہے جس پر چاہے کرے) اس کو ہر آدمی نہیں سمجھ سکتا۔ شاید کوئی ہزاروں لاکھوں میں ایک آدھ آدمی ہو جو اس نکتہ کو سمجھ سکے ؎

۱ بسے رنگ ست یار دلخواہ ایدل — قانع نہ شوی برنگ ناگاہ ایدل

۲ اصل ایں رنگہائے او بے رنگیست — مَنْ اَحْسَنُ صِبْغَۃً مِّنَ اللّٰہِ ایدل

۱ اے دل! یار دل خواہ کے بہت سے رنگ ہیں۔ اے دل! تجھے ایک رنگ پہ قانع نہیں ہونا چاہئے
۲ ان تمام رنگوں کا اصل یہ ہے کہ وہ بے رنگ ہے۔ اے دل! اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ اچھا ہو سکتا ہے؟

کیا تو جانتا ہے کہ فقر کیا ہے؟ دل سوزی و جاں گدازی۔ اپنے آپ سے غائب ہو جانا اور دوست سے حاضر ہوتا۔ جانتا ہے فقر کیا ہے؟ لوگوں کے عیب ڈھانپنا اور اپنے عیب دیکھنا۔

جانتا ہے فقر کیا ہے؟ فاقے کھینچنا اور صابر رہنا۔ جانتا ہے فقر کیا ہے؟ اول توکل۔ دوم تسلیم۔ فقر وہ صفات ہیں جو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے عطا فرمائی ہیں۔ ان کے خوشہ چین بھی ان صفات سے علی قدر مراتب حصہ پاتے ہیں۔

اے زخم خوردہ درویش! طلب حق کی علامت فقر ہے۔ جب تک فقر پورا نہ ہو جائے۔ طلب پوری نہیں ہوتی۔ طلب حق کی کچھ علامتیں ہونی چاہئیں تا کہ اس کو طلب حق کہا جا سکے چنانچہ اس غریب نے کہا ہے ؎

۱ دانی طلب چہ باشد در راہ او طپیدن	دریا د دوست ماندن واز غیر آں بریدن
۲ دانی طلب چہ باشد ہر لحظہ انتظارے	بے خود بحق حضوری خود را میاں ندیدن
۳ دانی طلب چہ باشد؟ در کوئے نامرادی	نانِ جویں بخوردن فاقہ بسے کشیدن
۴ دانی طلب چہ باشد سر را براہ نہادن	چوں گوئے پیش چوگاں ہر سو بسو دویدن
۵ دانی طلب چہ باشد ہر لحظہ بادہ نوشی	ہر لحظہ در فراقش نعرہ زجاں کشیدن

۱ کیا تو جانتا ہے کہ طلب کیا ہوتی ہے؟ اس کی راہ میں تپ و تاب کرنا۔ دوست کی یاد میں رہنا اور اس کے غیر سے علیحدہ ہو جانا۔

۲ کیا تو جانتا ہے کہ طلب کیا ہوتی ہے؟ ہر لحظہ انتظار کرنا اپنے آپ سے بیخود حق کے ساتھ حضوری اپنے آپ کو درمیان میں نہ دیکھنا۔

۳ کیا تو جانتا ہے طلب کیا ہوتی ہے؟ نامرادی کے کوچے میں بیٹھ کر جو کی روٹی کھانا اور بہت سے فاقے کھینچنا۔

۴ کیا تو جانتا ہے کہ طلب کیا ہوتی ہے سر کو راہ پر رکھنا۔ گیند کی طرح چوگان کے سامنے ہر طرف دوڑتے پھرنا۔

۵ کیا تو جانتا ہے کہ طلب کیا ہوتی ہے؟ ہر وقت شراب معرفت پینا اور ہر لحظہ اس کے فراق میں دل سے آہیں نکالنا۔

اے زخم خوردہ درویش! مبارک ہو اس آدمی کو جو خدا تعالیٰ کی محبت میں ہمیشہ ہمیشہ گرفتار رہے خواہ وہ محبت تھوڑی ہو یا زیادہ ؎

فراقِ دوست اگر اندکست اندک نیست
درونِ دیدہ اگر نیم موست بسیار ست

(دوست کی جدائی اگر تھوڑی بھی ہو تو وہ تھوڑی نہیں ہے آنکھ میں اگر آدھا بال بھی پڑ جائے تو وہ بھی بہت ہے۔

جاننا چاہئے کہ اُنس حق چمکنے والے انوار ہیں اور مخلوق سے اُنس کرنا دکھ اور درد ہے۔ اے عزیز اپنے آپ کو دکھ میں ڈالنا اور خدا تعالےٰ سے دور رہنا عقلمندوں اور عارفوں کا کام نہیں ہے بزرگوں کا ارشاد ہے۔ رَأْسُ الْعِبَادَةِ الذِّكْرُ وَالْفِكْرُ وَالصَّمْتُ (یعنی عبادت کی جڑ تین چیزیں ہیں۔ ذکر، فکر اور خاموشی) ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

ہست خاموشی و باز ذکر مدام
تا تماں این جہاں را بکند کار تمام

(مخلوق سے خاموش رہنا اور ہمیشہ خدا تعالےٰ کا ذکر کرنا دونوں چیزیں دنیا کے خام لوگوں کو کامل بنا دیتی ہیں)

اے عزیز! جاننا چاہئے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی فرمانبرداری اور قرب اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ محبت نہ ہو اور اس کی نافرمانی کو اس وقت تک چھوڑا نہیں جا سکتا جب تک کہ ذکر نہ کیا جائے۔ ایک بزرگ سے منقول ہے کہ میں بیت المقدس میں گیا وہاں میں نے سات آدمیوں کو دیکھا جو خدا تعالےٰ کے خاص بندے تھے میں نے ان کو سلام کہا اور عرض کیا مجھے کوئی ایسی چیز بتاؤ جس میں اللہ تعالےٰ نے میرے لیے نفع رکھا ہو کہنے لگے غور سے دیکھ جو چیز تجھے خدا تعالےٰ سے روکے، تیری راہ کھوٹی کرے خواہ وہ دنیا کا کام ہو یا آخرت کا اس کو چھوڑ دے۔

میں نے عرض کیا کچھ اور فرمائیے کہنے لگے اپنے دوستوں کو دیکھ ان میں سے جو خدا کا دوست ہو اس سے دوستی رکھ اور جو حق تعالیٰ کا دشمن ہو اس سے اپنے تعلقات منقطع کر لے۔ میں نے عرض کیا کچھ اور فرمائیے کہنے لگے تجھے چاہئے کہ ہمیشہ ذکر، دعا۔ تضرع وگریہ در خلوت، تواضع خشوع وخضوع میں مشغول رہے۔ میں نے عرض کیا کچھ اور فرمائیے کہنے لگے اے خداوند! ہمارے اور اس بندے کے درمیان پردہ ڈال دے کہ اس نے ہم کو تجھ سے روک دیا اور اپنے آپ میں مشغول کر لیا اس کے بعد وہ غائب ہو گئے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ آسمانوں پر چلے گئے یا زمین

میں غائب ہو گئے پھر میں نے ان کو کبھی نہ دیکھا لیکن ان کی باتوں کا نفع میں اپنی جان میں ہمیشہ دیکھتا رہا ہوں۔

فقیر کہتا ہے کہ میں نے خدا تعالےٰ کے دوستوں میں سے ایک آدمی دیکھا اس کے جبہ میں سے نور کی کرنیں پھوٹتی تھیں اس فقیر کے دل میں خیال آیا کہ یہ مرد خدا تعالےٰ کے دوستوں میں سے ہے میں اس کے استقبال کے لیے آگے بڑھا اس کی قدمبوسی کی اور اس کے بعد عرض کیا اے حضرت آپ کا اسم گرامی کیا ہے فرمانے لگے میں تیری طرح بیہودہ آدمی نہیں ہوں کہ نام میں مشغول رہوں۔ میں نے پھر عرض کیا کہ اس فقیر کے حق میں دعا فرمائیں۔ فرمانے لگے میں خدا تعالیٰ میں ایسا مشغول ہوں کہ دعا کرنے کی فرصت نہیں ہے۔ اپنے دونوں ہاتھ اپنے منہ پر پھیرے اور غائب ہو گیا۔

اے زخم خوردہ درویش! ایک بات سن۔ حق سبحانہ وتعالےٰ نے تجھ کو دو چیزیں عنایت فرمائی ہیں ایک فانی اور دوسری باقی۔ ذخیرہ فانی یہ ہے کہ تو سخاوت کرے اور مال کو خدا تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرے اور ذخیرہ باقی یہ ہے کہ بندگان خدا تعالےٰ کی عزت افزائی کرے اگر یہ کچھ دینے سے ہو تو یہ تیرے لیے توشہ ہے جو آخرت میں تیری دستگیری کرے گا۔ اگر تجھے آج خیرات وحقوق کی عبادت کرنے کی توفیق ہے تو اس سعادت سے غافل نہ رہ کہ کل کو تو اس سے پشیمان ہوگا اور وہ پشیمانی کوئی فائدہ نہ دے گی۔ لہٰذا کسی حال میں بھی خدا تعالےٰ کی عبادت سے ہرگز غافل نہ رہ۔

منقول ہے کہ قیامت کے دن خداوند تعالیٰ کی بارگاہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ارشاد ہوگا کہ میں نے تجھ کو ایک بہت بڑی سلطنت وحکومت عطا فرمائی پھر بھی تو نے ہماری خدمت واطاعت وعبادت میں کوئی کمی نہ کی اور کسی طرح کی کوئی کوتاہی نہ ہوئی۔ سلیمان علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے پروردگار اگر تو نے مجھے برگزیدہ کیا اور بادشاہی عطا فرمائی اور بادشاہی بھی وہ کہ لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ (جو میرے بعد کسی کو بھی عطا نہ کی جائے) اور پیغمبری کا منصب عطا کیا تو یہ تیری نوازشیں تھیں میں تو بہر حال تیرا غلام تھا اور تو میرا آقا۔ بس بندہ کو سوائے بندگی کے اور کوئی کام ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔

بارگاہ خداوندی سے فرشتوں کو ارشاد ہوگا کہ ان تمام دولت مندوں کو جنہوں نے میرے احکام کی خلاف ورزی کی ہے دوزخ میں لے جاؤ۔ پھر حکم ہوگا کہ فقیروں کی جماعت کو بلاؤ جب وہ حاضر کیے جائیں گے تو عرش کے اوپر سے آواز آئے گی اے فقیروں کی جماعت تم نے ہماری بارگاہ میں کیوں کوتاہی کی ہماری اطاعت و بندگی میں کیوں قصور کیا؟ وہ کہیں گے اے پروردگار تو نے ہم کو دنیا میں فقیر پیدا کیا۔ چنانچہ اسی غریبی کی بدولت ہمارے جسم پہ کپڑے بھی درست نہ تھے۔ کبھی محنت و مشقت میں ہمارے جسم بھی ناپاک ہو جاتے تھے اور اپنی اور اہل و عیال کی روزی کے پیچھے اس طرح پریشان پھرتے رہے کہ کسی وقت بھی عبادت و اطاعت کے لیے ہم فراغت نہ پاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم سے کوتاہیاں سرزد ہوئیں۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا۔ "اے عیسیٰ میں نے تجھ کو فقیر پیدا کیا تھا۔ چنانچہ تو انتہائی فقر کی وجہ سے درختوں کے پتے کھاتا تھا جس سے تیری رگیں سبز ہو گئیں تو ہماری اطاعت و عبادت کیوں کرتا رہا؟ اور کیوں تو نے کوتاہی نہ کی؟ عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے خداوند! اگرچہ تو نے مجھ کو فقیر پیدا کیا لیکن پھر بھی میں تیرا غلام تھا اور تو میرا مالک بس کیونکہ ممکن تھا کہ میں تیری اطاعت و عبادت میں کوتاہی کرتا۔ بندہ کو سوائے بندگی کے اور کوئی کام نہ کرنا چاہیئے فرمان خداوندی ہوگا کہ ان تمام فقیروں کو جنہوں نے ہماری اطاعت و عبادت میں کوتاہی کی ہے دوزخ میں لے جائیں چنانچہ ان کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

اس کے بعد حکم ہوگا کہ بیماروں کو بلایا جائے۔ جب سب بیمار جمع ہو جائیں گے تو خداوند تعالےٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ اے بیمارو! ہماری بارگاہ میں تم نے بندگی کیوں نہ اختیار کی اور ہماری عبادات و اطاعت میں کیوں کوتاہی ہوئی۔ بیمار عرض کریں گے اے خداوند تو نے ہمیشہ ہم کو بیماری میں رکھا اور کسی وقت بھی بیماری میں تخفیف نہ ہوئی کہ ہم تیری عبادت کر سکتے۔ انتہائی بیماری اور کمزوری کی وجہ سے ہم تیری بارگاہ میں اطاعت و عبادت بجانہ لا سکے۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ ایوب (علیہ السلام) کو حاضر کیا جائے۔ جب ان کو لایا جائے گا تو ارشاد ہوگا اے ایوب! میں نے تجھ کو بیماری کے جال میں گرفتار کیا اس حد تک کہ کیڑوں نے تیرے جسم پر گوشت اور پوست بھی نہ چھوڑا۔ سب کچھ کھا گئے بیماری کی اتنی کمزوری کے باوجود ـــــ کہ تو اپنی عورت

کے بالوں کو پکڑ کر اٹھتا تھا تو ہماری بارگاہ میں عبادت میں کیوں مشغول رہا؟ وہ عرض کریں گے اے میرے رب میں تیرا ایک بیچارہ غلام تھا اور تو میرا مالک پس یہ کیونکہ ہو سکتا تھا کہ میں عبادت میں کوتاہی کرتا۔ غلام کو سوائے غلامی ادا کرنے کے اور کچھ نہیں کرنا چاہیئے۔ خداوند تعالے کی طرف سے حکم ہو گا کہ ان سب لوگوں کو جنہوں نے بیماری کے عذر سے ہماری عبادت میں کوتاہی کی ہے دوزخ میں لے جاؤ۔

پھر حکم ہو گا کہ غلاموں کو حاضر کیا جائے جب وہ سب لوگ حاضر ہو جائیں گے تو عرش کے اوپر سے آواز آئے گی "اے غلاموں کی جماعت! تم نے ہماری اطاعت کیوں نہ کی؟ وہ عرض کریں گے اے پروردگار! تو نے ہم کو لوگوں کا غلام بنایا تھا۔ ہم مخلوق کی بندگی سے کسی وقت بھی آزاد نہ ہو سکے کہ تیری عبادت کرتے۔ حکم ہو گا کہ یوسف (علیہ السلام) کو حاضر کیا جائے۔ جب وہ حاضر ہوں گے تو فرمان ہو گا "اے یوسف! میں نے تجھ کو باپ کی نظروں سے دور کیا۔ بھائیوں کے ظلم کی وجہ سے اندھیرے کنوئیں میں ڈال دیا اور زلیخا کے سبب قید خانہ میں بھیجدیا تو نے میری عبادت واطاعت کیوں کی"؟ وہ عرض کریں گے "اے خداوند! میں تیرا ایک غلام تھا اور تو میرا مالک تھا یہ کیونکہ ممکن تھا کہ بندہ سے بندگی ادا نہ ہوتی ؎

۱   چہ کند بندہ کہ گردن نہ نہد فرماں را   چہ کند گوئے کہ تن در ندہد چوگاں را

۲   گر ما مقصریم تو دریائے رحمتی   عذریکہ میرود بامید وفائے تست

۱   اگر بندہ فرمان خداوندی پر گردن نہ جھکائے تو اور کیا کرے؟ گیند اگر چوگان کے مے بے بس نہ ہو تو اور کیا کرے؟

۲   اگر ہم قصوروار ہیں تو تو رحمت کا دریا ہے وہ کوتاہی جو ہم سے سرزد ہوتی ہے وہ تیری وفا کی امید پر ہوتی ہے۔

تو فرمان ہو گا ان تمام لوگوں کو جنہوں نے مخلوق کی خدمت کے بہانے سے ہماری عبادت میں کوتاہی کی ہے دوزخ میں لے جائیں۔

اے عزیز! تجھ کو اس سے تنبیہ حاصل ہونی چاہیئے کہ تم دانا و عاقل ہو کہ حضرت رب العزت کے سامنے ہمارے سب عذر ہیچ ہیں۔ جب غنی کے عذر کو غنی سے۔ فقیر کے عذر کو فقیر سے۔ بیمار

کے عذر کو بیان سے غلام کے عذر کو غلام سے توڑ دیا جائے گا تو اس وقت کسی کا عذر بھی قبول نہ کیا جائے گا۔ سب کے لیے دوزخ کا حکم ہوگا۔ پناہ بخدا۔ کسی عذر پر تکیہ نہ کرنا کہ نہ تو عذر سنا جائے گا اور نہ ہی کسی کو چھوڑا جائے گا ؎

بجائے کہ دہشت خورند انبیاء   تو عذر گناہاں چہ داری بیا

(جس جگہ انبیاء بھی دہشت کھاتے ہیں وہاں تیرے پاس گناہوں کا کیا عذر ہے بیان تو کر)

اے زخم خوردہ درویش! چاہیئے کہ تو اس کی اطاعت میں جدوجہد کرے اور کسی قسم کی کوئی بھی تقصیر نہ کرے ؎ مصرعہ

از تو جہد و از خدا توفیق!

(تیری طرف سے کوشش ہے اور خدا کی طرف سے توفیق)

کوشش اور توفیق کیا ہیں؟ یہ دو بہترین ساتھی ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ بہترین عبادت خدا کی یاد میں دل کی حاضری ہے ؎

۱   بہر دم حضوری خدا خوشترست   بحکم الٰہی رضا خوشتر است

۲   دما دم بزن تیغ لا نفس را   کہ مر نفس را ایں غذا خوشترست

۳   بیاد خدا باش ہر دم حضور   حضوری خدا را بقا خوشترست

۴   غنیمت شمر فرصت وقت را   کہ عجز و نیاز و دعا خوشترست

۵   اگر دسترس باشدت اے عزیز   حوائج فقیراں روا خوشترست

۶   یکے دم باخلاص آور بدست   کہ اخلاص از گنجہا خوشترست

۷   بجان و دل اندر رہِ حق شتاب   کہ در شوق حق نالہا خوشترست

۸   فنا در فنا قسمتِ عاشقاں   بدرگاہ باقی بقا خوشترست

۹   بدہ جاں بجاناں چو عثماں شتاب   ز لذات عالم رہا خوشترست

۱   ہر دم خدا تعالیٰ کی حضوری بہت بہتر ہے۔ خدا تعالیٰ کے حکم پر راضی ہو جانا بہت اچھا ہے۔

۲   ہر وقت نفس کو لا کی تلوار مارتا رہ کہ نفس کے لیے یہی غذا اچھی ہے۔

۳   خدا کی یاد میں ہر دم حاضر رہ خدا کی حضوری کو بقا بہتر ہے۔

۴ وقت کی فرصت کو غنیمت سمجھ اس میں عاجزی، نیاز اور دعا بہتر ہے۔
۵ اگر تجھ کو توفیق ہو تو اے عزیز! فقیر دل کی حاجتیں روا کرنا بہتر ہے۔
۶ اخلاص کا ایک لمحہ ہاتھ میں لا کہ اخلاص دولت کے خزانوں سے بہتر ہے۔
۷ جان و دل سے خدا کے رستے کی طرف دوڑ۔ خدا تعالے کے شوق میں رونا بہت بہتر ہے۔
۸ فنا در فنا ہونا عاشقوں کی قسمت میں ہے خدا کی بقا کے ساتھ باقی ہونا بہت بہتر ہے۔
۹ اپنی جان عثمان کی طرح جلدی سے محبوب کے سپرد کر دے دنیا کی لذتوں سے آزاد ہو جانا ہی بہتر ہے
اے زخم خوردہ درویش! اگر تو عاشقوں کی باتیں سننا چاہتا ہے تو توجہ کر اور دل سے سن اور ہوش رکھ کہ ایک نوجوان ایک بہت بڑے سردار کی لڑکی پر عاشق ہو گیا۔ اس کو سزا دینے کے لیے پکڑ کر کوتوالی میں لائے۔ ایک لونڈی نے آکر کہا کہ تیری معشوقہ لڑکی نے کہا ہے کہ میں مکان کی چھت پر کھڑی ہو کر نظارہ کروں گی۔ جب اس نوجوان کو سزا دی گئی تو اس کو تکلیف کا مطلقاً احساس نہ ہوا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ عاشق اپنے محبوب مجازی کے نظارہ میں اس طرح مدہوش ہو جاتا ہے کہ اسے سزا کی خبر نہیں ہوتی چہ خوش۔

اے زخم خوردہ درویش! تو خدا تعالے کی محبت کا دعوی کرتا ہے اور خداوند تعالے ہمیشہ ہر روز عارف کے دل پر تین سو ساٹھ مرتبہ رحمت کی نظر کرتے ہیں تو اسکو اپنی بیخودی کی وجہ سے سزا کا کیونکر احساس ہو سکتا ہے ؎

۱	ہر چند کہ جان عارف آگاہ شود	کے در حرم قدس تواش راہ بود
۲	دست ہمہ اہل کشف ارباب شہود	از دامن ادراک تو کوتاہ بود

۱ عارف اگرچہ کتنا بھی آگاہ کیوں نہ ہو۔ تیرے حرم پاک میں اسکو راہ کیسے مل سکتی ہے۔
۲ تمام ارباب شہود اور اہل کشف کا ہاتھ تیرے ادراک کے دامن سے کوتاہ۔
اے خداوندا! تیری ذات کی ملاقات کے عاشقوں اور عشق کے میخانہ کے رندوں کی طفیل جو کہ رات کے وقت خلوت گاہ میں احدیت کے کنگرہ پر شوق کی کمند ڈالتے ہیں اور تیری درگاہ کے پاکباز جواریوں کی طفیل جو کہ محبت کے قمار خانہ میں دونوں جہان کی نقدی کو پہلے قدم پر ہی ہار دیتے ہیں۔ ہمیں اپنی محبت عطا فرما۔

اے درویش! یہ وہ لوگ ہیں جو ہزار بار بھی درگاہ خداوندی میں اپنی جان قربان کرنے کو محبوب رکھتے ہیں اور اس حال کے باوجود اطاعت وعبادت میں کوتاہی کی وجہ سے شرم کے باعث اپنا سر اوپر نہیں اٹھاتے کتنی ہمت ہے۔ زہے ہمت ؎

۱	اے بیازار غم عشق تو صد جان بجوی	خود ترا نیست غم حال اسیران بجوی
۲	جام جمشید بمن دہ کہ نیرزد بر من	گنج قارون صد جو مملکت خاقان بجوی
۳	اے فلک گرمیٔ بازار بیک نان چہ کنی	ہست در مملکت عشاق صد انبان بجوی
۴	تاکہ دلال غمت حلقۂ جاں بازاں دید	میزند نعرۂ فریاد کہ صد جان بجوی!
۵	کار عالم ہمہ گر بے سر و سامان گردد	بر من دل شدہ بے سر و سامان بجوی

اے فقیر راہ عشق میں سو جانیں تلاش کر تجھ کو اپنا غم تو نہیں ہے اسیروں کی حالت کا غم تلاش کر۔

۲ مجھ بیچارہ کو جام جم دے کہ میرے نزدیک مملکت خاقاں و گنج قارون دو جو کی قیمت بھی نہیں رکھتا۔

۳ اے آسمان! ایک روٹی کے لیے اپنے بازار کو تیز کرتا ہے؟ عاشقوں کے ملک میں خوراک کی سینکڑوں بوریاں بھری پڑی ہیں۔

۴ جب تیرے غم کے دلال نے جان بازوں کے حلقہ کو دیکھا تو فریاد سے نعرہ بلند کیا کہ سینکڑوں جانیں لاؤ۔

۵ اگر جہان کا کام سب کا سب بے سر و سامان ہو جائے تو مجھ بے سر و سامان دل باختہ کے کام کو سنبھال۔

اے زخم خوردہ درویش! محبت جتنی زیادہ طاقتور ہوتی جائے گی درد و شوق اتنا ہی زیادہ اور غالب ہوتا جائے گا۔ یہاں رنج کم تر ہے لیکن راہ بڑی دراز ہے اے عزیز! جس میں شوق نہ ہو وہ قدموں پر چلتا ہے اور جس میں شوق ہے وہ دل کے بل چلتا ہے۔ قدم پر چلنا دل کے بل چلنے کے برابر کبھی نہیں ہو سکتا ؎

۱	سیر زاہد تا ہمے یک روزہ راہ	سیر عاشق ہر دمے تا تخت شاہ

۲ عاشق دارہ سنہ چوں از خود رود — در زماں از نہ فلک می بگزرد

۳ خوش حدیث عشق گویم ہوش دار — اے برادر یک زمانے گوش دار

۱ زاہد کی سیر ایک روزہ راہ ہے عاشق کی سیر ہر وقت بادشاہ کے تخت تک ہے۔

۲ بیخود عاشق جب اپنے آپ سے بیخود ہو جاتا ہے تو ایک لحظہ میں نو افلاک سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔

۳ میں عشق کی ایک بڑی اچھی بات کہنے لگا ہوں ہوش کر۔ میرے بھائی! تھوڑی دیر اس طرف کان لگا۔

بغداد کے شہر میں ایک عاشق آدمی کو کھڑا کر کے ہزار کوڑا مارا کرتے تھے پھر بھی وہ اپنے پاؤں پہ کھڑا رہتا اور حرکت نہ کرتا۔ عاشق نے کہا محبوب حاضر تھا اس کے مشاہدہ کی طاقت سے میں نے یہ بوجھ اٹھا لیا۔

اے زخم خوردہ درویش! محبوب مجازی کی محبت میں اگر عاشق اس قدر سزا برداشت کر سکتا ہے اور پھر بھی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتا۔ تو اے عزیز! عارفوں کو چاہئے کہ کسی طرح لغزش نہ کھائیں کیونکہ حق سبحانہ و تعالےٰ ہمیشہ حاضر ہیں۔ عارف کو چاہئے کہ اسکو کوئی تکلیف نہ ہو کسی تیرگی سے تیرہ خاطر نہ ہو اور اس کے فرمان سے سر نہ پھیرے تاکہ حقیقتاً اس کا خالص بندہ ہو جائے اور زبان حال سے یہ شعر پڑھے ؎

ہر چہ رود بر سرم چوں تو پسندی رواست — بندہ چہ دعوی کند حکم خداوند راست

(جو کچھ بھی میرے سر پہ گذر جائے جب تو پسند کرتا ہے تو ٹھیک ہے۔ غلام کیا دعوی کر سکتا ہے حکم تو مالک کا ہے)

اے عزیز! کیا تو جانتا ہے کہ عاشق کا نشان کیا ہے یہ کہ دونوں جہان میں سے کسی چیز کے ساتھ اس کو دوست کے بغیر آرام و قرار حاصل نہ ہو اور کسی چیز کو گوشۂ چشم سے بھی نہ دیکھے۔ اپنی جان و مال و عزت کو خدا کی راہ میں قربان کر دے اور حق کی دوستی کے عوض کسی چیز میں مشغول نہ ہو ان اشعار کو اپنی زبان حال کا ورد بنائے ؎

۱ گر ہر دو جہاں دہند مارا — چوں وصل تو نیست ناتوانم

۲ بے تو چہ کنم من ایں دل سوختہ را — وایں جان بتیر ہجر تو دوختہ را

۳ انصاف بدہ نیک مشکل باشد — بے تو دل و جان بانو آموختہ را

۱ اگر ہم کو دونوں جہان بھی دیدیں تو عشق میں یہ پہلی منزل ہے کچھ اور بھی عطا ہو۔

۲ تیرے بغیر میں اس دل سوختہ کو کیا کروں اور اس جان کو جو تیرے ہجر کے تیر سے چھیدی جا چکی ہے کیا کروں۔

۳ تو خود انصاف کر کہ کتنا مشکل کام ہے۔ کہ تیرے بغیر یہ نو آموز دل و جان کو سنبھال سکے

اے عزیز! اگر دوست کی محبت کی ہوس رکھتا ہے تو خدا کے لیے کسی وقت دوستوں کی بات سن۔ شاید تجھ پر اس کا کچھ اثر ہو اور تو بھی انہی لوگوں میں سے ہو جائے کیونکہ مردوں کی بات وزن رکھتی ہے۔

منقول ہے کہ ایک بادشاہ نہایت خوبصورت تھا۔ ایک دن اس نے وزیر سے کہا کہ اے وزیر! میری اس خوبصورتی پر جو کہ میں رکھتا ہوں ـــ ہمارے شہر میں کوئی میرا عاشق بھی ہے یا نہیں؟ وزیر نے کہا اے بادشاہ تیرے عاشق بے شمار ہیں لیکن ایک درویش بہت زیادہ حیران ہے بادشاہ نے کہا میں اس کو کہاں مل سکتا ہوں؟ وزیر نے کہا آپ کل میدان میں آجائیں تو اس کو دیکھ سکیں گے۔ بادشاہ نے دوسرے دن اپنے آپ کو خوب بنایا سنوارا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ میں ہر روز میدان میں آیا کرتا تھا اور جانوروں کا شکار کیا کرتا تھا۔ آج میں دلوں کو شکار کرنے کے لیے چلا ہوں بادشاہ جب میدان میں آیا تو فقیر پہلے ہی سے منتظر تھا۔ وزیر نے بادشاہ کو دکھایا اور بادشاہ نے گیند کو اس طرف اچھالا اور وہ گیند اس زخم خوردہ درویش کے سامنے جا گرا۔ بادشاہ درویش کے پاس چلا گیا اور کہا اے درویش! میں چوگان چلاتا ہوں تو گیند کو اچھال دے۔ اس درویش نے گیند کی بجائے اپنے سر کو چوگان کی زد میں دے دیا۔ اس کا سر پھٹ گیا اور فوت ہو گیا۔ جب آسمان سے کوئی بلا نازل ہوتی ہے تو فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ اس کو عاشقوں کے دل میں رکھ دو۔ قصہ مختصر بادشاہ اپنے گھوڑے سے نیچے اترا۔ درویش کے سر کو اپنی گود میں رکھا۔ زار زار رونے لگا اور کہا کہ اس کو ہمارے (شاہی) قبرستان میں لے جا کر دفن کر دو۔ اس لیے کہ یہ ہمارے مشاہدہ کا قتیل ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک درویش بادشاہ کے محل کے نیچے سے گذر رہا تھا۔ بادشاہ کی لڑکی کو محل کی چھت پر دیکھا جیسے حور پر نور۔ اس کی دونوں آنکھیں محل کی چھت پر لگی کی لگی رہ گئیں جب بادشاہ کی لڑکی نے اس کیفیت کو معلوم کیا تو اپنی عقل سے معلوم کر لیا اور اٹھنے والے فتنہ کو پہچان لیا۔ ایک لونڈی کو درویش کے پاس بھیجا تا کہ اس دیوانہ کی دیوانگی کا پتہ کرے۔ لونڈی پہنچی تو اس نے اس کو محبت میں پریشان حال پایا تو ملامت کرنا شروع کیا اور کہا اے بُرے آدمی تو پھانسی پر لٹکنے کا کھیل کھیل رہا ہے جو اس طرح کی باتیں کرتا ہے۔ درویش نے کہا اے نیک بخت عورت میں جب اس جگہ آیا تھا تو زندگی کی امید پوری طرح ختم کر کے آیا تھا اب میں خوف کو اپنے اندر نہیں آنے دوں گا ؎

مجنوں صفتاں را از ملامت نبود باک مستانِ اَنَا الْحَق بسرِ دار نہ ترسند

(مجنوں صفت لوگوں کو ملامت کا کوئی ڈر نہیں ہوتا۔ انا الحق (میں خدا ہوں) کے مست سولی پر چڑھ کر بھی نہیں ڈرتے)

لونڈی اس بادشاہ کی لڑکی کے پاس چلی گئی اور اس کی تمام کیفیت اس کے سامنے جا کر بیان کر دی۔ جب اس نے یہ کیفیت معلوم کی اور اٹھنے والا فتنہ صاف نظر آنے لگا تو اس نے لونڈی سے کہا درویش کے پاس جا کر کہو کہ میں آپ کی بے دام لونڈی ہوں۔ آپ ایک مقام اختیار کریں وہاں معتکف ہو جائیں۔ جب تم خلقت میں مشہور ہو جاؤ گے اور خلقت آپ کی زیارت کو آنے لگے گی تو پھر میں بھی بادشاہ سے اجازت لے کر آؤں گی آپ کا مقصد حاصل ہو جائے گا۔

اس زخم خوردہ درویش نے جب وصل کا نام سنا تو ایک گوشہ اختیار کر لیا اور خدا تعالے کے دروازے کی ملازمت اختیار کر لی۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (جو سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہے وہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز ہے) کی جماعت میں داخل ہو گیا۔ خلقت اس کی زیارت کو آنے لگی۔ مَنْ کَانَ تَقِیًّا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ مُکَرَّمَۃٌ وَّ عِنْدَ النَّاسِ مُعَظَّمَۃٌ (یہاں جو شخص پرہیزگار ہو وہ عند اللہ بھی مکرم ہے اور لوگوں کے نزدیک بھی معزز ہے) جب بادشاہ کی لڑکی نے اپنے باپ سے اجازت حاصل کر لی اور خانقاہ کے دروازہ پر آئی تو پہلے لونڈی کو بھیجا۔ لونڈی اس درویش کے پاس دوڑی ہوئی گئی۔ دیکھا تو شیخ سجدہ میں پڑا

ہوا تھا۔ لونڈی نے کہا اے شیخ سجدہ سے سر اٹھا کہ تیرا مقصود حاصل ہو گیا۔ تیرا معشوق تیرے پاس آگیا۔

شیخ نے اپنا سر اٹھایا اور کہا میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں شیطان مردود سے۔ میں اللہ تعالیٰ سے ہر اس چیز کی معافی مانگتا ہوں جس کو اللہ تعالیٰ قول، فعل اور خیال میں سے ناپسند کریں۔ زاہد نے اس کو جواب دیا کہ اب ہمارا عشق کسی اور جگہ ہے۔ میں تمہارے عشق سے اب گذر چکا ہوں اور کسی ایسی جگہ پر جا پڑا ہوں جہاں سے واپس آنا اب ممکن ہی نہیں ہے ؂

بارہا باختہ ام عشق ولیکن ایں بار جان سلامت نبرم دست کسے افتادم

(میں نے کئی دفعہ عشق کیا ہے لیکن اس بار میں اپنی جان سلامت نہیں لے جاؤں گا اب میں کسی ایسے ہی کے ہاتھ میں آیا ہوں)

درویش نے کہا اے میری ماں! میری بہن سے جا کر کہو کہ یہ بے چارہ فقیر دعا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ حق سبحانہ و تعالےٰ نے ہم کو عشق مجازی سے واپس کر لیا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃِ (مجاز حقیقت کا پل ہے) ؂

مرا با یار خود عشق حقیقی ست مبادا عشق ما باشد مجازی!

(مجھ کو اپنے دوست کے ساتھ حقیقی عشق ہے۔ ایسا کبھی نہ ہو کہ ہمارا عشق مجازی ثابت ہو)

عاشق جب بھی کسی سے دوستی کرے گا اپنے محبوب ہی سے دوستی کرے گا اور جب کسی کی طرف توجہ کرے گا تو محبوب کی طرف توجہ کرے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ (تم جس طرف بھی توجہ کرو گے اللہ تعالیٰ کی توجہ اسی طرف ہے) ؂

برو ناصح مکن منعم ز سودائے نکو رویاں کہ من در ہر چہ رو آرم بسوئے او بود رویم

(اے ناصح چلا جا اور مجھ کو خوبصورتوں کے عشق سے منع نہ کر کہ میں جس طرف بھی توجہ کرتا ہوں میرا منہ ہمیشہ اسی کی طرف رہتا ہے)

اے زخم خوردہ درویش! جو کچھ بھی تو دیکھتا ہے یہ سب اسی کے انوار ہیں اور صورت و معنی سب اسی کے آثار ہیں۔ عارف جس چیز کی طرف بھی دیکھتے ہیں ان کی نگاہ حقیقت پر ہوتی ہے ؂

صاحب نظر کہ بیند در روئے خوبریاں　　　　در باطنش حقیقت ظاہر مجاز باشد

(صاحب نظر جب خوبصورتوں کی طرف دیکھتا ہے تو اس کے باطن میں حقیقت ہوتی ہے اور ظاہر میں مجاز ہوتا ہے)

اگر تو خود بینی کے پردہ سے باہر نکل آئے تو پھر تجھ کو عشق حقیقی و مجازی ایک ہی نظر آئیں گے ؎

نہ ہر کس سر بباز د در رہِ عشق　　　　سہل باشد لعشق سر بازی

(ہر آدمی عشق کی راہ میں اپنا سر نہیں دے سکتا۔ عاشق کے لیے سر دینا آسان ہے)

بیان کرتے ہیں کہ ایک شاہزادہ شکار کے لیے گیا۔ اس نے ایک بڑا اچھا اور خوبصورت صحرا دیکھا۔ کہنے لگا یہ کونسی جگہ ہے۔ لوگوں نے کہا ہم نہیں جانتے۔ اسی اثنا میں انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ایک غریب آدمی ہوں۔ بے سروپا ہوں۔ انہوں نے کہا تیرا سر اور پاؤں تو موجود ہیں جھوٹ کیوں بولتا ہے؟ اس نے کہا میں مومن آدمی ہوں اور مومن جھوٹ نہیں بولتا۔ میں اس حیثیت سے بے سروپا ہوں کہ اس مقام کو چھوڑنے اور یہاں سے چلے جانے کی ہمت نہیں ہے۔ اس مقام کو مَذْبَحُ الْعَاشِقِیْن (عاشقوں کی قتل گاہ) کہتے ہیں۔ تیس سال کی مدت گذر رہی ہے کہ میں اس جگہ پڑا ہوں اور ہر وقت یہی آواز کانوں میں آتی رہتی ہے ؎

۱　در مطبخ عشق جز نکورا نہ کشند　　　　لاغر صفتاں زشت خورا نہ کشند

۲　گر عاشق صادقی زکشتن مگریز　　　　مردار بود ہر آنکہ اورا نہ کشند

۱　عشق کے مذبح خانہ میں سوائے اچھے جانور کے اور کسی کو ذبح نہیں کرتے وہ لاغر صفت اور بدخو جانوروں کو ذبح نہیں کرتے۔

۲　اگر تو سچا عاشق ہے تو قتل ہونے سے نہ بھاگ جس کو ذبح نہ کیا جائے وہ جانور مردار ہو جاتا ہے۔

وہ شاہزادہ بڑا پریشان ہوا۔ ایک اور آدمی کو دیکھا اس سے بھی پوچھا کہ تو کون ہے؟ اور یہاں کیوں پڑا ہے؟ اس نے کہا میں اسی مقام میں رہتا ہوں اور اس مقام کو "مُعَذِّبُ الْعِقَابِ"

دسنرا دینے کا مقام کہتے ہیں۔ ہر ناواقف آدمی کو سخت مارتے ہیں۔ یہاں بہت زیادہ سختی کی جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کیا تو نہیں ڈرتا؟ اس نے کہا ؎

در عشق چہ جائے خوف و بیم ست　　　خوف از سر عاشقاں دریغ است

(عشق میں خوف و ڈر کی کونسی جگہ ہے۔ عاشق اگر ڈریں تو افسوس کا مقام ہے)

یہ وہ مقام ہے کہ یہاں مردان طریقت قتل کیے جاتے ہیں اس کے بعد محبوب ان پر نظر شفقت ڈالتا ہے اور دیکھتا ہے ؎

۱　تا بر سر عاشقاں بلائے نہ رسد　　　آوازۂ عشق شاں بجائے نہ رسد

۲　بر کنگرۂ عرش سر مرداں بینی　　　نامرداں را خار بپائے نہ رسد

۱　جب تک عاشقوں پر کوئی مصیبت نہ پہنچے ان کے عشق کی آواز کسی جگہ نہیں پہنچتی۔

۲　تو عرش کے کنارہ پر مردوں کے سر دیکھے گا اور نامردوں کے پاؤں میں کانٹا بھی نہیں چبھتا۔

اے درویش! قصہ مختصر جب حضرت زکریا علیہ السلام کے سر پر آرہ رکھ دیا گیا تو آپ نے فریاد کرنا چاہا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اگر آہ بھی کی تو تیرا نام انبیاء کے دفتر سے خارج کر دیا جائے گا۔ صبر کر۔ پس اس وقت جبکہ حضرت زکریا علیہ السلام کے سر پر آرہ رکھا گیا تو اس وقت اگر ان سے کوئی پوچھتا کہ آپ کیا چاہتے ہیں تو اس کے ذرات کے اجزا میں سے عشق کے نعرے بلند ہوتے کہ میں چاہتا ہوں کہ ہمیشہ تک میرے سر پر آرہ چلاتے رہیں کہ مشہور ہے ضَرْبُ الْحَبِیْبِ لَا یُوْلِمُ (دوست کی ضرب سے درد نہیں ہوتا) ؎

۱　خوش آں نالم کہ در عشقم بر آید　　　خوش آں عمرے کہ در عشقم بسر آید!

۲　دلم باید بہجر عشق سوزاں　　　فروتر چوں روی بالا بر آید

۱　میرا وہ نالہ کتنا اچھا ہے جو عشق میں باہر آئے۔ میری وہ عمر کتنی اچھی ہے جو عشق میں بسر ہو جائے۔

۲　مجھے عشق میں جلنے والے دل کی ضرورت ہے۔ تو جتنا نیچے چلا جائے گا عشق اتنا ہی بلند ہوتا جائے گا۔

سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم جتنا بھی وفا سے پیش آئے منکران عرب اتنی ہی جفا سے پیش

آئے۔ آپ کی گردن مبارک پر ذبح کیے ہوئے اونٹ کی اوجھڑی لاکر رکھ دی گئی۔ آپ کے دانت مبارک توڑ دیے گئے۔ آپ نے بد دعا کرنا چاہی تو خداوند تعالےٰ کی طرف سے ارشاد ہوا فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا (اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے۔ آپ ہماری نگرانی میں ہیں) ؎

مارا خواہی ز خویشتن دست بشوی   خود را ہلاکن لیس انگہے مارا جوی

(اگر تو ہم کو چاہتا ہے تو اپنے آپ سے ہاتھ دھولے۔ پہلے اپنے آپ کو چھوڑ دے پھر ہم کو تلاش کر)

اس راہ میں مرد کے لیے شرط یہ ہے کہ اپنی جان پیش کرے۔ جہاں خواری دیکھے اس کو جان سے خرید لے۔ جہاں پتھر برسیں وہاں سر پیش کرے۔ جہاں تلوار کھنچی ہوئی دیکھی اپنی جان کو اس کے استقبال کے لیے بھیجے ؎

۱ تو تیغ میزنی و مرا ترس مرگ نیست   اینک سرے کہ میطلبی زیر پائے تست
۲ تا چند تیغ مے کشی و سر طلب کنی   اینک سرے کہ میطلبی زیر پائے تست

۱ تو تلوار مارتا ہے اور مجھ کو موت کا ڈر نہیں ہے۔ یہ سر حاضر ہے جس کو تو طلب کرتا ہے تیرے قدموں کے نیچے ہے۔

۲ تو کب تک تلوار کھینچے گا اور سر طلب کرے گا۔ یہ سر حاضر ہے جس کو تو طلب کرتا ہے۔ تیرے قدموں کے نیچے ہے۔

فقیر کی ایک غزل ہے ؎

۱ تا چند لافے اے پسر بگذار سخن لام و کاف   جز عشق مولا در گذر بگذار سخن لام و کاف
۲ لا بر سر الا بزن در مرکز ہُو کن وطن   تا تو شوی شاہ زمن بگذار سخن لام و کاف
۳ می باش حاضر دمبدم غافل مشو یک لحظہ ہم   غفلت ز دل میکن عدم بگذار سخن لام و کاف
۴ خود را فنا اندر فنا مے بین بقا حق را بقا   ہر سو بسوئے بین بقا بگذار سخن لام و کاف
۵ راہ قناعت خوش گزین با عجز و بازاری نشیں   با فقر و فاقہ کن یقیں بگذار سخن لام و کاف
۶ گر دوست زہرے میدہد فی الحال آں در کار کن   باید خوری چوں نیشکر بگذار سخن لام و کاف

۷ عثماں فقیری پیشہ کن بعد از غم ہجراں بسوز　　شاید نظر بکند خدا بگذار سخن لام و کاف

۱ اے بیٹا کب تک لاف مارے گا بیوقوفی کی باتیں چھوڑ دے۔ مولا کے عشق کے سوا ہر چیز کو چھوڑ دے بیوقوفی کی باتیں چھوڑ دے۔

۲ لا کو الّا کے سر پہ مار اور ہُو کے مرکز میں اپنا وطن بنا تاکہ تو زمانے کا بادشاہ بن جائے بیوقوفی کی باتیں چھوڑ دے

۳ ہر دم حاضر رہ ایک لحظہ بھی غفلت نہ کر۔ غفلت کو دل سے معدوم کر دے اور بیوقوفی کی باتیں چھوڑ دے۔

۴ اپنے آپ کو فنا کر دے اور بقا خدا تعالےٰ کے لیے سمجھ ہر طرف بقاء خدا کے لیے سمجھ بے وقوفی کی باتیں چھوڑ دے۔

۵ قناعت کی راہ اختیار کر عاجزی و زاری سے بیٹھ فقر و فاقہ پر یقین رکھ اور بے وقوفی کی باتیں چھوڑ دے۔

۶ اگر دوست تجھ کو زہر دے تو اسی وقت اس کو نوش کر جا اسکو شکر کی طرح کھا بے وقوفی کی باتیں چھوڑ دے۔

۷ عثمان! فقیری کا پیشہ اختیار کر اس کے بعد ہجر میں جل شاید خدا رحمت کی نظر کرے بیوقوفی کی باتیں چھوڑ دے۔

اے زخم خوردہ درویش! کوئی لکڑی کوئی پتھر کوئی ڈھیلا ایسا نہیں ہے کہ جس میں عشق کا اُنس نہیں ہے وہ کونسا سینہ ہے کہ جس پر اس کے درد کا تیر نہ لگا ہو وہ کونسی آنکھ ہے جس نے اس کی انتظار میں خون کے آنسو نہ ٹپکائے ہوں اور کونسا ایسا سینہ ہے جو اس کے سودا میں سراسیمہ نہ ہوا ہو۔ وہ کونسا ایسا سر ہے جس نے اپنے آپ کو اس کی راہ میں پامال نہ کیا ہو وہ کونسا ایسا آدمی ہے جس نے اس کی شناخت میں اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو برباد نہ کیا ہو وہ کونسا ایسا آدمی ہے جو اس کے ساتھ نہ ملا ہو اور دونوں جہان کے فکر کو نہ چھوڑا ہو۔ ہر وقت تڑپنا نہ اس کے بغیر رہنے کا کوئی امکان نہ اس تک پہنچنے کا کوئی تصور ہے

۱ عرضے ورائے امکان چہ خیال فاسد ست　　ہوس جمال سلطاں بدل گدا نشستہ

۲ نہ وصال دوست ممکن نہ شکیب از و میسر ‏ چہ کند کہ جاں مسکیں نرود ز مبتلائے

۱ امکان سے بالاتر کی درخواست کرنا کیسا فاسد خیال ہے۔ سلطان کے جمال کو دیکھنے کی خواہش ایک فقیر کے دل میں بیٹھ گئی ہے

۲ نہ دوست کا وصال ممکن ہے نہ اس سے صبر ہی میسّر ہے۔ کیا کیا جائے کہ مسکین مبتلا کی جان بھی تو نہیں نکلتی۔

اے زخم خوردہ درویش! عاشق کو ہمیشہ زہر کا جام، جدائی کا اندوہ، تنہائی کا درد، بینوائی کا ماتم عیش، روزگار کی بندش اور فراق کا غم شربت کی طرح پینا چاہیئے ؎

۱ بے غمت شاد مبادا دل غم پرور ما! ‏ غم خور اے دل کہ بجز غم نبود در خور ما!

۲ خورم کسے کہ بر سرِ بازار عاشقی ‏ جاں در غمت بداد غمت رایگاں خرید

۳ تا نہ گردی در محبت او تمام ‏ در زیانی در زیانی در زیاں!

۴ تا توانی بگذر از فانی جہاں ‏ تا بمانی در محبت جاوداں

۱ ہمارا غم پرور دل خدا کرے تیرے غم کے بغیر خوش نہ ہو اے دل غم کھا کہ غم کے سوا کوئی چیز ہمارے لائق نہیں ہے۔

۲ بڑا خوش قسمت ہے وہ آدمی کہ جس نے عاشقی کے بازار میں جان تیرے غم میں دیدی اور تیرے غم کو جان سے خرید لیا۔

۳ جب تک تو اس کی محبت میں پورا نہ ہو جائے گا تو نقصان میں رہے گا نقصان میں رہے گا۔

۴ جہاں تک تجھ سے ہو سکے اس فانی جہان سے گذر جا تاکہ تو محبت میں ہمیشہ زندہ رہے۔

اے زخم خوردہ درویش! کیا تو نے عاشقان گرم رَو کی باتیں سنی ہیں یا نہیں؟ اگر سنی ہیں تو یہی مقصود ہے کام میں لگ جا اور خدا تعالی کی عبادت میں دوڑ اور کوتاہی نہ کر تاکہ تو اس کا بدلہ اس جہان میں پائے۔ بس میں تجھ کو آگاہ کرتا ہوں اور خوشی سے کہتا ہوں تو توجہ کر حدیث میں آیا ہے کہ جب عاشقوں کو بہشت میں لے جائیں گے۔ فرشتے، حوریں غلمان وولدان بہشت میں عاشقوں کے استقبال کے لیے موجود ہوں گے۔ مومن

براق پر سوار ہو کر ان کے ہمراہ بہشت میں داخل ہوں گے۔ ہر مومن کے سر پہ ایک بہت قیمتی مرصع تاج ہوگا۔ مومن جب بہشت کی پہلی فصیل کے پاس پہنچیں گے تو اس فصیل کو خالص چاندی کی پائیں گے ستر ہزار فرسنگ اس چار دیواری کی چوڑائی ہوگی۔ جو پانچ سو سالہ راہ ہوگی۔ لیکن وہ فصیل ایسی صاف و شفاف ہوگی کہ جو کچھ اس بہشت میں ہوگا سب باہر سے نظر آئے گا۔ اس فصیل کے کنگرے خالص سونے کے ہوں گے جب مومن اندر داخل ہوگا تو ستر ہزار مکانات دیکھے گا جو خالص سونے کے ہوں گے۔ اور بعضے مکانات جواہرات کے ہوں گے ہر مکان میں ستر ہزار دروازے ہوں گے ان کے کنارے یاقوت سرخ سے بنے ہوں گے اور پھر ہر محل میں ستر ہزار کمرے ہوں گے اور وہ خالص مروارید کے ہوں گے اور ہر کمرے میں چاندی کے ستر ہزار تخت بچھے ہوں گے۔ ہر تخت پر ستر ہزار تکیے رکھے ہوں گے جو ابریشم سے بھی نرم اور سفید رنگ ہوں گے۔ جب مومن عاشق نگاہ اوپر اٹھائے گا تو اس محل پہ ایک حور کو دیکھے گا جس کی ستر ہزار زلفیں ہوں گی جو موتیوں اور جواہرات سے مرصع ہوں گے اور اس نے لباس پہن رکھا ہوگا۔ کیسا لباس؟ اس میں طرح طرح کے ستر ہزار رنگ ہوں گے کہ جن کی تعریف کسی سے بھی بیان نہیں ہو سکتی۔

اے عزیز! حوران بہشتی میں سے ہر ایک اتنا نور رکھتی ہوگی کہ اگر وہ اپنی انگلی دنیا میں ظاہر کرے تو قیامت تک یہاں رات نہ آئے۔ تمام جہان پہ نور ہو جائے اور ہمیشہ روشن رہے۔ اے عزیزو! اے دوستو! ذرا سوچو اگر حوروں کی صفت اس طرح کی ہے تو خالق کے حسن و جمال کی کیا کیفیت ہوگی۔ کبھی بھی کوئی لمحہ اور کوئی لحظہ طلب حق سبحانہ و تعالیٰ سے خالی نہ رہو اپنے اوقات کو فقر و فاقہ میں بسر کرو تاکہ تم حق سبحانہ و تعالیٰ کے جمال جہاں آراء کو دیکھ سکو کہ اس کے بعد تم کبھی نہ مرو گے اور زندہ جاوید ہو جاؤ گے اور مقام عِندَ مَلِیکٍ مُّقْتَدِرٍ (بادشاہ قدرت والے کے پاس) میں بیٹھو گے۔ اگر کر سکو تو فانی دنیا کی لذت سے اپنے آپ کو آزاد کر دو۔

اے زخم خوردہ درویش! حق سبحانہ و تعالیٰ نے آدم کو اپنی شناخت کے لیے پیدا کیا ہے

تاکہ تم اس کو پہچانو اور اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً (اپنے رب کی طرف واپس آ اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ کو راضی کرے گا) کے نقارہ کی آواز سے اصلی جہان میں باریابی حاصل کر سکو اور وصل کے درخت کی شاخ پر بیٹھو وَاِلَیْہِ یَعُوْدُ (اسی کی طرف لوٹتا ہے) جس نے بھی کہا ہے کیا خوب کہا ہے ؎

چوں کمال آں سرو دید ترک وطن کرد بلبل چوں چمن دید رہا کرد قفس را

(جب اس سرو کا کمال دیکھا تو وطن کو چھوڑ دیا۔ بلبل نے جب باغ کو دیکھا تو قفس کو چھوڑ کر چلی گئی)

اے عزیز! طالب حق کو چاہئے کہ دن رات اعمال صالحہ میں جلدی کرے اور میدان میں نکل آئے تاکہ کل قیامت کو معبود حقیقی کی بارگاہ میں بینوا، خالی ہاتھ، خائب و خاسر نہ جائے۔ زلیخا جبتک یوسف علیہ السلام کے وصال کی امید میں رہی تو ہر روز اس کے وصال سے دور ہوتی رہی۔ جب اپنے آپ سے طمع دور کر دیا اور خالص محنت میں مشغول ہو گئی تو پھر دوبارہ جمال و جوانی حاصل کر لی اور محبوب حقیقی کی کمال مہربانی سے اس کی طرف دوڑی۔ چنانچہ ایک عزیز فرماتے ہیں ؎

ملکے ست بے نہایت و خلقیست منتظر ایں کار دولت ست کنوں تا کرا رسد

(وہ ایک بے نہایت ملک ہے اور خلقت منتظر ہے یہ دولت کا کام ہے دیکھیں اب کس کو ملتی ہے)

اے زخم خوردہ درویش! دنیا کی محبت کو اپنے دل کے حلق میں انڈیل۔ اس کی شراب کو عیش کے جام میں نوش کر۔ نفس امارہ کی خواہشات کو پورا کر۔ دنیا کی عزت و دولت اور طرح طرح کی نعمتیں اور لذتیں چکھ۔ تمام دنیا کو اپنے قبضہ میں لا۔ اونچے اونچے فلک بوس محل تیار کرا اور ستارہ بن کر چمک آخر خاک میں گرفتار رہو گا۔ کیڑوں مکوڑوں کی خوراک بنے گا۔ قبر کی سختیوں سے ہزار بار پناہ۔ منکر و نکیر کے جوابات سے عاجز رہ جائے گا۔ سوائے خداوند تعالیٰ قدیر کی مہربانی و فضل کے کوئی چیز تیری دستگیری نہ کرے گی ؎

اے دل بکام خویش جہاں را تو دیدہ گیر در وے ہزار سال چو نوح آرمیدہ گیر!

۲ بستان و باغ ساختہ گیری تو اے عزیز — ایوان قصر تا بفلک بر کشیدہ گیر
۳ ہر اطلسے کہ ہست بہ بلغار و چین و روم — آں اطلس آوریدہ قباہا دریدہ گیر!
۴ ہر بندۂ کہ ہست بدنیا پُرہ از نکار — آں بندہ را بسیم و زر خود خریدہ گیر!
۵ با دوستان ہمدم و یاران خوش نفس — بنشستہ از شراب معرق چشیدہ گیر
۶ آخر نفس چو سود ندارد بعاقبت — صد بار پشت دست بدنداں گزیدہ گیر
۷ سعدی درین قفس نتواں داشت مرغ را — روزے قفس شکستہ و مرغ پریدہ گیر

۱ اے دل تو جہان کو اپنے مقصود پر لگا ہوا دیکھ اور نوح علیہ السلام کی طرح ہزار سالہ زندگی پورے آرام سے گذار۔
۲ اے عزیز! تو بستان و باغ تیار کر اور اپنے محل کی چھت کو آسمان تک پہنچا دے۔
۳ ہر وہ ریشم جو چین و روم اور بلغاریہ میں موجود ہے اس کو لاکر اچکنیں اور کوٹ بنا کر پھاڑ
۴ جو غلام لونڈی بھی دنیا میں خوبصورت موجود ہے اس غلام لونڈی کو اپنی دولت سے خرید لے۔
۵ دوستان ہمدم اور یاران خوش نفس کے ساتھ بیٹھ کر مقطر شراب پی۔
۶ آخر جب تیرا نفس قیامت کے دن کوئی فائدہ نہ دے گا تو اپنے ہاتھوں کو سو دفعہ حسرت میں اپنے دانتوں سے کاٹ۔
۷ اے سعدی! اس قفس میں پرندے کو بند نہیں رکھا جا سکتا کسی دن یہ پنجرہ ٹوٹ جائے گا اور پرندہ اڑ جائے گا۔

اے زخم خوردہ درویش! جب تجھ کو معلوم ہے کہ آخر کار واسطہ خداوند تعالے ہی سے پڑے گا تو چاہئے کہ اس کے بغیر ایک لحظہ بھی نہ رہے اے ذاکر خداوند تعالے کے ذکر سے کبھی غافل نہ ہو۔ کوئی وحشی جانور، کوئی پرندہ، کوئی درخت، کوئی پتھر کوئی ڈھیلا ایسا نہیں ہے جو ایک لحظہ بھی خدا تعالے کی یاد سے غافل بیٹھے اور کوئی چیز بھی خدا تعالیٰ کی یاد سے خالی نہیں ہے۔ تو وہ ہے کہ جس کو وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ (ہم نے بنی آدم کو بزرگی عطا فرمائی) کی بزرگی سے مشرف کیا گیا ہے۔ تجھے تو کسی وقت بھی خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں رہنا چاہئے تاکہ تو جاودانی ملک

میں پہنچ جائے اور ہمیشہ کی عیش میں رہے۔

اے زخم خوردہ درویش! جب اللہ تعالٰے مومن کو پہلے پہل بہشت میں داخل کریں گے۔ تو حوریں اس کے پاس آکر جلوہ نمائی کریں گی اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے مشرف ہوگا مومن کی بہشت میں جب پہلی بار نگاہ اٹھے گی تو حور کو دیکھے گا کہ اس کی خوبی و لطافت کبھی بھی بیان میں نہیں آسکتی اگر اس جہان میں حوروں کی خوبصورتی ظاہر ہوتی تو تمام جہان والوں کے پتّے پھٹ جاتے اور مر جاتے۔ اور اُس جہان میں حق سبحانہ و تعالےٰ ان کو اپنے نور سے بہرہ مند کریں گے تو اُس قوت سے اس کا مشاہدہ کریں گے جو ان کو قیامت کے روز عطا ہوگی۔ مومن جب حور کے سینہ پر نگاہ ڈالے گا تو ان کا جگر اس کو نظر آئے گا۔ جب مومن ان کا چہرہ دیکھے گا تو حوروں کے چہروں کی انتہائی صفائی کے باعث اپنے چہرہ کو ان کے چہرہ میں دیکھے گا۔ جب مومن ان کی پنڈلی کو دیکھے گا تو ہڈی کے اندر مغز مروارید کی لڑی کی طرح نظر آئے گا۔

اس کے علاوہ حوریں پاک و صاف ہوں گی ان کو نہ حیض ہوگا نہ نفاس نہ بدو لی نہ پاخانہ و پیشاب نہ تھوک نہ آب بینی غرض ہر چیز سے پاک و صاف ہوں گی بعض کہتے ہیں رشک، بدبختی، نافرمانی سے پاک و صاف ہوں گی۔ اور شوہروں سے سرد مہری سے پیش نہیں آئیں گی۔ اگر مومن ہزار سال بھی ایک حور کے پاس رہے گا تو دوسری کو کوئی رشک نہ ہوگا۔ جبکہ اس جہان کی عورتوں میں انتہا درجہ کا رشک ہوتا ہے۔ اپنے شوہروں سے بدکلامی کرتی ہیں۔ قاضی کی عدالت تک بھی لے جاتی ہیں حوالات میں بند کرادیتی ہیں۔ اندوہ و عذاب میں مبتلا رکھتی ہیں۔ لیکن جنت میں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

مومن جب دوسرے حصار میں پہنچے گا تو کہے گا اے خداوندا دنیا میں ہم نے پیغمبر علیہ السلام کی ایک حدیث سنی تھی کہ بہشت میں رشک نہیں ہوگا۔ غیرت نہیں ہوگی۔ یہ کیا بات ہے کہ دنیا کی عورتیں ہم سے غیرت کرنے لگی ہیں۔ ارشاد ہوگا کہ مومنوں کے دلوں پر میسرہ کی ہوا چلے تاکہ ان کے اندر صاف ہو جائیں ایک دوسرے سے سب راضی ہو جائیں گے۔ اسی وقت تنگدلی کینہ اور غیرت مندی ان کے دلوں سے دور ہو جائیں گی۔ حور دنیا کی عورت سے کہے گی کہ میں تیری لونڈی ہوں تو نے دنیا میں بہت سے رنج و محنتیں برداشت کی ہیں بچوں کو جنا

ہے۔ زحمت اٹھائی ہے تم اپنے شوہروں کے برابر ہو۔ ان کے ساتھ رہو، آرام پاؤ۔ خوشی کرو ہمیں آپ سے کوئی رشک اور دکھ نہیں ہے۔ نہ ہمیں تم پر بڑائی حاصل ہے۔ عورت کہے گی یہ ٹھیک نہیں ہوگا کہ ہم آپ سے برابری کریں اس لیے کہ ہم دنیا کی عورتیں ہیں اور تم عقبیٰ کی عورتیں ہو اور مومن جب ستر ہزار سال بھی ایک ہی عورت کے پاس رہے گا تو جب بھی اس کے نزدیک جائے گا (مجامعت کرے گا) تو ایک نئی لذت پائے گا۔ اس میں ذرہ بھر بھی سستی اور بدلی نہیں ہوگی۔

حدیث میں آیا ہے کہ مومن جب بہشت کی دہلیز میں پہنچے گا تو حور ایک شربت کا پیالہ لائے گی جب مومن عاشق اس حور کو دیکھے گا تو اس سے "دست درازی" شروع کر دے گا۔ دہلیز ہی میں حور اس کے ہاتھ میں شربت کا پیالہ دے دے گی۔ وہ اس کو نوش کرے گا تو مست ہو جائے گا اسی حور سے دست درازی شروع ہو جائے گی اور اس سے مشغول ہو جائے گا۔ حالانکہ ابھی تک وہ دہلیز ہی میں ہوگا۔ اللہ تعالےٰ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ نور کے چالیس خیمے اس کے گرداگرد لگا دیں تاکہ پردہ ہو جائے۔ ہزار سال تک اس سے مشغول رہے گا۔ پھر ناگہاں ایک عورت کی نگاہ ان پر پڑ جائے گی۔ اس کے نور سے دہلیز روشن ہو جائے گی۔ مومن یہ سمجھے گا کہ حق تعالیٰ کی تجلی ہوئی ہے۔ اسی وقت سجدہ میں گر جائے گا۔ اس سے خداوند تعالےٰ کو ہنسی آجائے گی کہ تو میری ایک لونڈی پر دھوکہ کھا گیا اور اس بات کی تجھے خبر نہ ہوئی۔ مومن عاشق کہے گا کہ دنیا کی عورتوں کے ایسے دانت چمکیلے اور روشن نہ تھے۔ یہ خوبصورتی اب ان کو کہاں سے میسر آگئی۔ تو حور کہے گی اطاعت و روزہ و صدقہ کی برکت سے جو انہوں نے ادا کی تھی۔ خداوند تعالےٰ نے ان کو یہ حسن عطا کیا ہے اور بہشت کی حوروں کو ان کی لونڈیاں بنا دیا ہے وہ مرد اس عورت کے حسن پر فدا ہو جائے گی اور اپنی بیوی کے پاس چلا جائے گا اور ستر ہزار سال تک اسی کے پاس رہے گا۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب مومن عاشق بہشت میں قرار پکڑیں گے تو ہفتہ کے روز بیٹے اپنے باپوں کی مہمانی کریں گے۔ اتوار کے روز باپ اپنے بیٹوں کی مہمانی کریں گے پیر کے روز استاد اپنے شاگردوں کی مہمانی کریں گے۔ منگل کے دن شاگرد اپنے استادوں کی

مہمانی میں مشغول ہوں گے۔ بدھ کے روز امتی لوگ اپنے نبیوں کی مہمانی کریں گے جمعرات کے روز نبی اپنے امتیوں کی مہمانی کریں گے جمعہ کے دن تمام مخلوقات حضرت رب العزت کی مہمانی میں ہوگی۔ بعض کہتے ہیں کہ جب مومن بہشت میں داخل ہوں گے تو حور و قصور میں مشغول ہو جائیں گے پہلی مہمانی تو آدم علیہ السلام کی ہوگی دوسری مہمانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہوگی۔ تیسری مہمانی حضرت یونس علیہ السلام کریں گے چوتھی مہمانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔ پانچویں مہمانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہوگی۔ چھٹی مہمانی پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کریں گے اور ساتویں مہمانی حضرت رب العزت جل و علا کی طرف سے ہوگی۔

پرندے لحن داؤدی سے گانا شروع کریں گے۔ حوریں، غلمان وولدان رقص کرنے لگیں گے اس وقت ایک سیاہ رنگ کا بادل نمودار ہوگا اس سے کستوری برسنا شروع ہوگی۔ پھر ایک سرخ رنگ کا بادل آئے گا۔ اس سے لعل و یاقوت برسنے لگیں گے ایک سفید رنگ کا بادل آئے گا اس سے کافور برسے گا۔ اسی طرح ستر ہزار سال تک ان چیزوں کی بارش ہوتی رہے گی۔ جب بادل برسنا بند ہو جائیں گے تو خداوند تعالیٰ کی طرف سے فرمان ہوگا کہ شراب طہور لاؤ۔ پھر شراب طہور لا کر عاشق مومنوں کو پلائی جائے گی۔

بعض مومنوں کو حضرت آدم علیہ السلام شراب پلائیں گے بعض کے ساقی حضرت شعیب علیہ السلام ہوں گے بعض کے نوح علیہ السلام بعض کے حضرت مہتر موسیٰ علیہ السلام ساقی ہوں گے۔ بعض کے ساقی حضرت آدم علیہ السلام ہوں گے۔ بعض کو حضرت جبرئیل علیہ السلام پلائیں گے بعض کو حضرت میکائیل علیہ السلام اور بعض کو حضرت اسرافیل اور بعض کو حضرت عزرائیل علیہ السلام پلائیں گے۔

پھر آواز آئے گی کہ اے پیغمبرو! اے فرشتو! ساقی بننا تمہارا کام نہیں ہے بلکہ ساقی خود میں ہوں کہ میں نے وعدہ کر رکھا تھا وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (اور پلائے گا ان کو ان کا رب شراب پاک) اس کے بعد ہر مومن کے سامنے دستر خوان رکھا جائے گا۔ دستر خوان ایک مروارید کا ہوگا۔ ہر دستر خوان تمام دنیا کے برابر وسیع ہوگا۔ ہر دستر خوان پر ستر ہزار پیالے

ہوں گے ایک ایک پیالے میں ستر ہزار طرح کے کھانے ہوں گے ہر ایک کھانے میں ستر ہزار مزہ ہو گا۔

اس وقت تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام مخلوقات حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھیں گے کہ اگر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دستر خوان کی طرف ہاتھ بڑھائیں تو ہم بھی کھانا کھائیں۔ حکم ہو گا اے محمد! (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ کھانے کی طرف ہاتھ کیوں نہیں بڑھاتے کہ تمام انبیا اور مومن آپ کے منتظر ہیں۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے اے ہمارے خداوند! ہم تو آپ کے مشتاق ہیں ہم کھانے کو کیا کریں گے۔ حکم ہو گا اے محمد! ابھی دوزخ میں میرا ایک بندہ اور تیرا امتی موجود ہے وہ جب تک بہشت میں آکر اپنی جگہ حاصل نہیں کر لیتا تب تک میں اپنا دیدار کسی کو نہیں کراؤں گا اس خاکی کا کتنا بڑا مقام اور بزرگی ہو گی کہ اس کی وجہ سے تمام پیغمبر اور تمام جنتی جنت کی نعمتوں سے رک جائیں گے۔ خدا تعالے اپنا دیدار کرانے میں توقف کریں گے۔

جب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ سنیں گے تو فریاد کرتے ہوئے سر اور پاؤں سے ننگے دوزخ کی طرف دوڑیں گے۔ تخت و ملک و ہمیشہ کی نعمتیں سب چھوڑ دیں گے۔ بارگاہ خداوندی میں مناجات کریں گے اور عرض کریں گے کہ اے خداوند! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ابھی تک میری امت کا کوئی آدمی دوزخ میں موجود ہے تو میں اس کو باہر لے آتا۔ اب اس گنہگار خاکی کی وجہ سے جو کہ دوزخ میں ہے میں دوزخ کی طرف جا رہا ہوں تو اس کو اپنی رحمت سے باہر نکال دے۔ اور دوزخ سے اس کو رہائی عطا فرما اس کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دوزخ کی طرف دوڑیں گے۔

اللہ تعالے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو فرمائیں گے اے جبرئیل ہمارے حبیب کو پکڑ دو کہ اپنے ایک امتی کو نکالنے کے لیے دوزخ کی طرف جا رہے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کو پکڑیں گے اور ان کی امت کے بندہ کو دوزخ سے نکال کر حضرت محمد رسول اللہ کے سپرد کریں گے۔ حضرت محمد رسول اللہ اس سے بہت معذرت کریں گے اور فرمائیں گے خدا کی قسم اگر ہم کو تیرے حالات کی خبر ہوتی تو میں کبھی بھی جنت میں داخل نہ ہوتا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے

اللہ علیہ وسلم اس بندہ کو اپنے ہمراہ لے کر بہشت میں آئیں گے اس کے بعد رویت خداوندی اور دیدار الٰہی بے چون و بے چگون کو دیکھیں گے۔ تب ان کو بہشت کی تمام نعمتیں حور و قصور فراموش ہو جائیں گی مست اور بے ہوش ہو جائیں گے جب ہوش میں آئیں گے تو فریاد کریں گے کہ اے خداوند! ہم نے تیرا دیدار تو کیا لیکن سیر نہ ہوئے ؎

افسوس کہ بار وئے ترا سیر نہ دیدیم　　دیدیم بسے دیر ولے سیر نہ دیدیم!

(افسوس کہ ہم نے تیرے چہرہ کو سیر ہو کر نہ دیکھا۔ ہم نے بہت دیر دیکھا لیکن پھر بھی سیر ہو کر نہ دیکھا)

خداوند تعالےٰ کی طرف سے ارشاد ہو گا کہ تم نے تیس ہزار سال تک دیدار کیا ہے کہ ان میں سے ایک ایک دن دنیا کے ہزار سال کے برابر تھا کیا ابھی تک تم سیر نہیں ہوئے۔ بعضے مومن سال میں ایک دفعہ دیدار خداوندی کریں گے بعض چھ ماہ بعد بعض ہر روز بعض کو یہ دولت صبح و شام میسر ہو گی بعض ہر روز ستر ہزار بار ذات باری کو دیکھیں گے غرضیکہ اپنی معرفت کے اندازہ کے مطابق دیدار ہو گا۔

جب دیدار الٰہی سے فارغ ہوں گے تو حکم ہو گا کہ اب جنت کی نعمتوں میں مشغول ہو جاؤ فرمان پہنچے گا کہ تم نے اب ایسی زندگی حاصل کر لی ہے کہ اب تم کبھی نہ مرو گے۔ تم نے ایسی بادشاہی حاصل کر لی ہے جو کبھی تم سے نہ چھینی جائے گی۔ تم کو ایسی صحت عطا کی گئی ہے کہ اب تم کبھی بیمار نہ ہو گے تم کو ایسی نعمتیں ملی ہیں جو کبھی زائل نہ ہوں گی۔

تفسیر امام زاہد میں مذکور ہے کہ آدمی جنت میں مشغول ہوں گے۔ ایک فرشتہ کو حکم ہو گا کہ میرے بندوں کو میرا سلام پہنچا دو۔ فرشتہ آئے گا اور سلام کہہ کر واپس چلا جائے گا اور پھر نہیں آئے گا۔ وہ فرشتہ عرش کے نیچے جائے گا اور التجا کرے گا اے الٰہی تو نے اپنے خاکی بندوں کو ایسا مرتبہ عطا کیا ہے کہ میں ان کے پاس تیرے سلام کا تحفہ لے کر گیا انہوں نے جواب تک نہ دیا۔ اللہ تعالےٰ فرمائیں گے اے فرشتے ایک بار پھر ان کے پاس جاؤ اور یہ طشتری ان کے سامنے رکھو۔ طشتری میں ایک سیب ہو گا۔ اس سیب میں ایک حور ہو گی جب بندہ اس سیب کو چیرے گا تو اس میں سے آفتاب کی طرح ایک نورانی حور باہر آئے گی جب وہ اپنے

چہرے سے نقاب اٹھائے گی تو اس کے ہاتھ میں ایک رقعہ لکھا ہوا ہوگا اس رقعہ میں چار سطریں لکھی ہوں گی پہلی سطر میں تحریر ہوگا اَلسَّلَامُ مِنَ الْمَلِكِ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَلَا یَزَالُ مُلْکُہٗ (ایسے بادشاہ کی طرف سے سلام ہو جو کبھی نہیں مرے گا۔ اور اس کی بادشاہی ہمیشہ ہمیشہ تک قائم رہے گی) دوسری سطر میں لکھا ہوگا اَلسَّلَامُ مِنَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ (اس خدا کی طرف سے سلام ہو جو ہمیشہ زندہ رہے گا اور کبھی نہ مرے گا) تیسری سطر میں لکھا ہوگا اَلسَّلَامُ مِنَ الْمَلِكِ الْعَزِیْزِ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ (اس غالب بادشاہ کی طرف سے سلام ہو جو کبھی نہیں مرے گا۔) اور چوتھی سطر میں لکھا ہوگا۔ یَا عَبْدِیْ اِشْتَغَلْتَ بِالْحُوْرِ وَالْقُصُوْرِ وَنَسِیْتَ لِقَائِیْ فَاِنِّیْ مُشْتَاقٌ اِلَیْكَ (اے میرے بندے تو حور و قصور میں مشغول ہو گیا اور مجھ کو تو نے فراموش کر دیا اور میں تیرے دیدار کے لیے مشتاق ہوں) جب بندہ اپنے پروردگار جل سلطانہ کی طرف سے آئے ہوئے اس خط کو پڑھے گا تو حور و قصور اور ہمیشہ کی نعمتوں کو چھوڑ دے گا اور اس مقام میں حق تعالٰے کے دیدار کا قصد کرے گا جہاں اس نے پہلے دیدار کیا ہوگا۔

حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے روز حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک ابلق مینڈھے کی شکل کا جانور لائیں گے۔ دوزخ اور جنت کے درمیان اس کو کھڑا کر دیں گے یہاں تک کہ مومن بھی اس کو دیکھ لیں گے اور پہچان لیں گے کہ یہ موت ہے۔ مومن ڈرنے لگیں گے ان کو موت کے وقت جان کندن کی تلخی یاد آجائے گی اور کافر اس کو دیکھ کر خوش ہوں گے کہ شائد ہم کو موت آکر اس عذاب سے نجات دلادے گی۔

تمہید المعرفت میں لکھا ہے کہ جنت اور دوزخ کے درمیان موت کو باندھ دیا جائے گا اس کی شکل ایک سیاہ بکری کی ہوگی۔ ایک روایت کے مطابق ابلق (جس میں سفید اور سیاہ رنگ کے داغ ہوں) بکری کی شکل ہوگی جنت اور دوزخ کے درمیان اس کو ذبح کر دیا جائیگا اور فرشتے آواز دیں گے "اے اہل بہشت آج کے بعد کسی کو موت نہیں آئے گی۔ اور اے دوزخ والو! آج کے بعد کسی کے لیے بھی موت نہیں ہے۔ اب کوئی آدمی نہ مرسکے گا" اس آواز سے جنتی لوگوں کی خوشی بہت زیادہ بڑھ جائے گی اور اہل دوزخ کے غم میں اور زیادہ

اضافہ ہو جائے گا۔

اس کے بعد ایک نہایت ہیبت ناک آواز پیدا ہوگی۔ سب لوگ کہنے لگیں گے کہ یہ آواز کیسی ہے۔ فرشتے کہیں گے حق سبحانہ و تعالے نے بندہ کے لیے تحفہ بھیجا ہے۔ جب فرشتہ اس طبق کو لے کر آئے گا تو ایک ہزار سال تک اس کو لے کر کھڑا رہے گا کوئی آدمی اس کو جواب نہ دے گا کیونکہ یہ وقت اہل جنت کے آرام کا ہوگا۔ تب وہ فرشتہ واپس چلا جائے گا اور خدا تعالے کے عرش کے نیچے جاکر سجدہ میں گر جائے گا اور کہے گا اے خداوندا! تو نے خاکیوں کا مرتبہ اس حد تک بڑھا دیا کہ میں ہزار سال تک ان کے دروازہ پر جاکر کھڑا رہا کسی (حور و غلمان و فرشتہ) نے بھی اس کو جاکر اطلاع نہ دی۔ خدا تعالےٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ میں نے وعدہ کر رکھا تھا کہ ان کو بہت بڑی سلطنت عطا کروں گا۔ سو اب میں نے ان سب کو وہ سلطنت عطا کی ہے اور اس مرتبہ پر پہنچایا ہے۔

اس کے بعد وصال کی ہوا کو حکم ہوگا کہ جاؤ ہمارے بندہ کو ہمارے وصال کی خوشخبری جاکر سنا دو۔ شعر

اے باد لطفے کن برو در کوے جاناں یکقدم احوال من در گوش او یک روز بر خواں یکقدم

(اے ہوا مہربانی کر اور محبوب کے کوچہ میں ایک قدم اٹھا کر چلی جا۔ میرا حال اس کے کانوں میں جاکر کسی دن کچھ سنا آؤ)

تو وصال کی ہوا بندہ کو اس حال میں پائے گی کہ وہ مست ہو چکا ہوگا۔ زنجبیل اور کافور ملی ہوئی شراب اس کو جنت کے میخانہ سے پلائی گئی ہوگی عَلٰی سُرُرٍ مَّرْفُوعَةٍ (بلند تختوں پر) حور عین کے ساتھ آرام کر رہا ہوگا۔ نوجوان ہم عمر عورتوں سے چھیڑ چھاڑ جاری ہوگی۔ وصال کی ہوا بندہ کو وصل کا پیغام نامہ پہنچائے گی اس سے ایک نور چمک اٹھے گا جس سے بندہ حیران رہ جائے گا اور کہے گا کہ یہ قاصد کہاں سے آگیا حوریں اور نازنینیں، غلمان وولدان سب کہیں گے۔ شعر

ایں بوئے روح پرور زاں دوست دلبر ست واں آب زندگانی ازاں حوض کوثر ست

(یہ روح پرور خوشبو اس دوست دلبر کی طرف سے ہے اور یہ زندگی کا پانی (آبِ حیات) اسی

حوض کو ترسے ہے)

جب بندہ اس وصال نامہ کو کھولے گا تو اس خط میں لکھا ہو گا یَا مُدَّعِی الْمَحَبَّۃِ اَلْیَوْمَ تَشْتَغِلُ بِغَیْرِیْ (اے بندے! تو نے کئی سال تک ہماری محبت کا دعوی کیا۔ آج کیا بات ہے کہ ہم کو چھوڑ کر تو غیر میں مشغول ہو گیا) بندہ اسی وقت تاج و تخت کو فراموش کر دے گا حور عین کو اسی جگہ چھوڑ دیگا اور حضرت ذو الجلال کی طرف دوڑ جائے گا۔ محبت کا پیغام لاتے والی ہوا اس سے پہلے پہنچ جائے گی اور عرض کرے گی ؎

درخواب بود آں نازنیں رفتم خبر دادم زدوست | برداشتم از خواب خوش ترساں ولرزاں یکقدم

(وہ نازنین سویا پڑا تھا میں گئی اور اس کو دوست کی جا کر خبر دی میں نے اسکو میٹھی نیند سے ناگاہ اٹھایا وہ دوڑتا کانپتا آرہا ہے)

وہ فرشتہ جو ایک ہزار سال تک اس کے دروازہ پر کھڑا رہا تھا اور دربار میں حاضر ہوا تھا وہ اندر کی باتیں کیا جانے) دیکھے گا کہ بندہ ذو الجلال کی جانب دوڑتا آرہا ہے۔ کہے گا اے خداوند اس کو کس نے خبر کر دی۔ بندہ کہے گا نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ (مجھ کو جاننے والے خبردار نے اطلاع دی ہے) اس کے بعد دوسرا خط جو حور عین کی جیب میں ہو گا پڑھے گا تو بہت زیادہ خوش ہو گا۔ حضرت ذو الجلال کی بارگاہ سے حکم ہو گا کہ حاضر ہو جاؤ۔ سب سے پہلے جس کو دیدار خداوندی نصیب ہو گا وہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ اللہ تعالے فرمائیں گے کہ ہمارے حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) غیور ہیں سب سے پہلے دیدار کی نعمت ہم انہی کو نصیب کریں گے۔

اس کے بعد ہوا چلنا شروع ہو جائے گی۔ ہوا جنت کے باغوں میں پھیل جائے گی اور آواز آئے گی وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ (کئی چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے) طوبیٰ کا درخت ہوا سے جھومنے لگے گا اس طوبیٰ کے درخت سے پھل گریں گے۔ جنتی لوگ ان کو اٹھائیں گے تو ان سے نہایت خوبصورت نوخیز نوخط ہر ہو گی اس کی خوشی میں حور و قصور ترنم میں آجائیں گے۔ مومن لحن داؤدی کے ساتھ نالہ میں آئیں گے اور کہیں گے کہ ہمارے لیے ایسے دن آگئے ہیں کہ ہم جام سے شراب صافی

نوش کریں۔ خوبرویان طرب انگیز کو اپنا ساقی بنائیں اور بادہ بدست ساقیان نوخیز ہمارے اندر پھریں۔ غلمان ساقی گری کریں۔ کرم کا دستر خوان حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بچھایا جائے گا۔ پہلی اور پچھلی تمام مخلوق صف میں بیٹھ جائے گی حضرت جبرئیل علیہ السلام چوکیداری کریں گے۔ حضرت میکائیل علیہ السلام خدمت میں کھڑے ہوں گے اس دستر خوان پر وہ چیزیں ہوں گی کہ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ (جو نہ کسی آنکھ نے کبھی دیکھی ہوں گی نہ کسی کان نے سنی ہوں گی اور نہ کسی کے دل پر ان کا خیال بھی گذرا ہو گا)

جب مومن ساقی سادہ رُو سے شراب لے کر پئیں گے تو خوش ہو جائیں گے۔ دلیر ہو جائیں گے اور زبان کھولیں گے وَاللّٰهِ لَا نَأْخُذُ مِنْ غَيْرِكَ (خدا کی قسم ہم تیرے بغیر کسی سے لے کر نہیں پئیں گے ؎

بکشائے سرِ خُم بدہ از بادہ پیاپے
بکشائے سرِ شیشہ از ینہا چہ کشائد!

(مٹکے کا منہ کھول دے اور پے در پے شراب پلا۔ تو خود شیشہ کا منہ کھول ان سے اس کا منہ کیا کھلے گا)

ارشاد خداوندی ہو گا اے فرشتو! اور اے غلمان! گوشہ میں چلے جاؤ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ (اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان (علیہ السلام) اور ان کا لشکر تم کو پاؤں تلے روند ڈالے) کہ ہمارے جمال کا لشکر بند دل کے دلوں کو تاخت و تاراج کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ اے نامحرمو! گوشہ گیر ہو جاؤ۔ تمہیں طاقت نہیں ہے کہ ہمارے جمال کا معائنہ کر سکو۔

ایک حور آئے گی اس کے ہاتھ میں ایک سُرمہ ہو گا وہ نور جمال الٰہی کا سُرمہ ہو گا وہ سرمہ جنتی اپنی آنکھوں میں لگائیں گے پہلے وہ نور دیکھا جائے گا۔ اس کے بعد نامحرمان جمال کو ذو الجلال کی مجلس سے اٹھا دیا جائے گا۔ جب مجلس رقیبوں اور زاہدوں سے خالی ہو جائے گی تو فرمان خداوندی ہو گا۔ ازل کے روز سے جو ہم نے اس دستر خوان کے متعلق عہد اختیار کیا تھا۔ اس کے بجائے آج ہم خود شراب پلائیں گے وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا اور ان کا

رب ان کو پاک شراب پلائے گا) بغیر کسی واسطہ کے شراب کے پیالے دئے جائیں گے اوپر سے پھولوں کی بارش شروع ہو جائے گی۔ شراب اور پھولوں کی قدر کچھ بادہ پرست ہی جانتے ہیں۔ سنگ دلوں اور تنگ دلوں کو اس کی کیا قدر؟

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (یہ اللہ کا رنگ ہے اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ اچھا ہے) رنگین بادل اٹھیں گے ان سے دنیا اور آخرت کے پھول برسنے شروع ہوں گے۔ مومن بندے رونے لگیں گے اور غمگین ہو جائیں گے ہاتھوں میں پیالے پکڑ رکھیں گے اور کہیں گے جب تک ہم اپنے مہمان نواز کو نہ دیکھیں گے بادہ نوشی نہیں کریں گے۔ خداوند تعالےٰ بے کیف آئیں گے پیالے ان کے لبوں سے لگائیں گے وہ اپنے منہ کو بند کر لیں گے کہ ہم نے تیری عبادت شراب طہور کے لیے نہیں کی تھی اور بے واسطہ یہ کہیں گے۔ مصرعہ

بردار ز رخ پردہ کہ مشتاق لقائیم

(اپنے چہرہ سے پردہ اٹھا دے کہ ہم ملاقات کے مشتاق ہیں)

خواجۂ عالم صلے اللہ علیہ وسلم اس راہ کے تمام سوختہ لوگوں کے ہمراہ زبان حال سے نالہ میں آئیں گے اور کہیں گے ؎

صوفیاں را مست کردی از شراب   عاشقاں را مست تر کن از جمال

(تو نے صوفیوں کو شراب سے مست کر دیا۔ اب عاشقوں کو اپنے جمال سے اس سے بھی زیادہ مست کر دے)

خدا تعالیٰ کے بے مثال جمال کا قاصد اس پردہ کو جو لوگوں کی آنکھوں پر ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی طرح پارہ پارہ کر دے گا۔ تمام لوگ اپنے سر کی آنکھوں سے جمال الٰہی کا مشاہدہ کریں گے جو کہ سید السادات کی طفیل جنتی لوگوں کو میسر ہو گا۔ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ (اگر تمام سمندر میرے رب کے کلمات کے لیے سیاہی بن جائیں۔ تمام مخلوق باری تعالےٰ کے کلمات کو تحریر میں لائے تو سب سمندر ختم ہو جائیں گے اور خدا تعالےٰ کے کلمات کی کتابت ختم نہیں ہو سکے گی)

نُکتہ:۔ کیا وجہ ہے کہ جنتی لوگوں سے خداوند تعالیٰ اتنی گفتگو فرمائیں گے؟ اس کا

جواب یہ ہے کہ یہ لوگ پچاس ہزار سال تک خداوند تعالےٰ کا دیدار کرتے رہیں گے اور اس تمام مدت میں یہ گفتگو ہو گی۔

اس کے بعد ارشاد ہو گا اے سید عالم! (صلے اللہ علیہ وسلم) ہوشیار ہو جاؤ کہ اب ہم اپنا جلال ظاہر کریں گے اس وقت تمام لوگ بیہوش ہو جائیں گے کسی کو اتنا بھی ہوش نہ رہے گا کہ ہم یہاں موجود بھی ہیں یا نہیں؟۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ "جب تم جمال کو دیکھو تو خوش ہو جاؤ اور جب جلال کو دیکھو تو ڈرو"۔ اس کے بعد ہر آدمی اپنے آپ کو اپنے محل میں پائے گا اور اپنے حُور و قصور میں مشغول ہو جائے گا۔ مومن بندوں پر جو انوار الٰہی چمکیں گے وہ تمام مومنوں کی جبین پر ہمیشہ کے لیے چمکتے رہیں گے ؎

دگر کردند خوباں شیوۂ حسن ! حُسن را ہم سخن طرز دگر شد

(خوب رویوں نے حسن کا ایک نیا انداز ایجاد کیا ہے۔ حسن کی سخن طرازی بھی اب دوسرا رنگ اختیار کر گئی ہے)

مصرعہ

بصد دفتر نمی گنجد حدیث حال مشتاقی

(مشتاقی کے حال کی داستان سینکڑوں دفاتر میں بھی نہیں سما سکتی)

اے زخم خوردہ درویش! تجھ کو خاک کے تختہ پر بھیجا گیا ہے تو اس لیے بھیجا گیا ہے کہ تو قناعت کے تخت پر بیٹھے اور خداوند تعالےٰ کے ذکر کے کام کے علاوہ اور کوئی کام نہ کرے ذکر سے ایک لمحہ بھی غافل نہ رہ اگر تو اس معاملہ میں غفلت سے کام لے گا تو تُو اپنا بہت بڑا نقصان کرے گا جس کی تلافی ممکن نہ ہو گی ؎

۱ گر زانکہ بغفلت روی ایں رہ نہ کند سود — ہر سود کہ بے دوست کنی عین زیانست

۲ زانہا کہ خواندہ ام از دست من برفت — الّا حدیث دوست کہ تکرار مے کنم

۳ تسبیح عاشقاں ز سر زلف آں نگار — در ہر خمے نوشتہ ہمیں بار مے کنم

۴ آں ماہتاب حسن تو بر جان من بتافت — چوں جامۂ کتان شدہ جان تار تار

۱ اگر اس راہ میں تو غفلت اختیار کرے گا تو یہ راستہ کوئی فائدہ نہ دے گا جو فائدہ بھی دوست کے بغیر حاصل کرے گا وہ عین نقصان ہے

۲ جو کچھ میں نے پڑھا تھا وہ سب کچھ حافظہ سے نکل گیا مگر دوست کی بات یاد رہ گئی جس کی میں ہر وقت تکرار کرتا رہتا ہوں۔

۳ عاشقوں کی تسبیح اس معشوق کی زلفوں کا بیان ہے۔ زلفوں کے ہر پیچ پر میں بار بار یہی تسبیح پڑھتا جاتا ہوں۔

۴ وہ تیرے حسن کا چاند جب میری جان پر چمکا۔ تو روئی کے کپڑے کی طرح میری جان تار تار ہوگئی۔

نوٹ :۔ مصنف قدس سرہ نے اس باب میں اگرچہ بہشت اور اس کی نعمتوں کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند ایک صحیح احادیث سے اس مضمون کو مزین کر دیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ تمام دنیا اور اس کی تمام دولت سے زیادہ قیمتی ہے (بخاری، مسلم)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ جس کے سائے میں سوار سو سال تک چلتا رہے گا تو پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہوگا اور جنت میں ایک کمان کے برابر تمام کائنات سے زیادہ قیمتی ہے (بخاری)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک چاندی کی۔ اس کا گارا خالص کستوری ہے اس کے کنکر ہیرے اور جواہرات ہیں۔ اس کی مٹی زعفران ہے جو آدمی اس میں داخل ہو جائے گا وہ ہمیشہ نعمتوں میں رہے گا۔ کبھی سختی نہ دیکھے گا۔ ہمیشہ رہے گا کبھی نہ مرے گا ان کے کپڑے کبھی پرانے نہ ہوں گے ان کی جوانی کبھی ختم نہ ہوگی (احمد، ترمذی)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر جنت کی اتنی سی مٹی جو ناخن پر اٹھائی جا سکے دنیا میں ظاہر ہو تو زمین و آسمان کے کنارے روشن ہو جائیں۔ اگر کسی جنتی آدمی کے کنگن دنیا میں ظاہر ہو جائیں تو سورج اور چاند کی روشنی ان کے مقابلہ میں اس طرح ختم ہو جائے جیسے ستاروں کی روشنی سورج کے سامنے ختم ہو جاتی ہے (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے اس دروازہ کی چوڑائی جس سے میری امت

جنت میں داخل ہو گی ایک تیز رفتار سوار کے تین سال کے سفر کے برابر ہے اس کے باوجود جب میری امت کا داخلہ ہو گا تو بھیڑ کی وجہ سے دروازہ تنگ معلوم ہو گا۔ اس طرح کھچا کھچ بھر کر لوگ جا رہے ہوں گے کہ انکے کندھے ٹوٹ رہے ہوں گے (ترمذی)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادنیٰ درجہ کے جنتی کے پاس اسی ہزار خادم ہوں گے بہتّر بیویاں ہوں گی اس کا ایک ایک خیمہ اتنا بڑا ہو گا جیسے صنعاء سے جابیہ تک (یعنی شام سے لے کر یمن تک) اس کے خیمے ہیرے، جواہرات، سونے اور یاقوت کے ہوں گے جنتی لوگ خواہ کس عمر میں فوت ہوں گے ان کی عمر تینتیس سال کی ہو گی اور اس پر کبھی زیادہ نہ ہو گی ان کے تاج کا ایک ادنیٰ موتی اتنا روشن ہو گا کہ جس سے مشرق سے لے کر مغرب تک روشنی پھیل جائے (ابن ماجہ۔ دارمی)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن آدمی جنت میں ستّر تکیے لگا کر بیٹھا ہو گا ایک عورت آکر اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دے گی جب وہ اس کو دیکھے گا تو اس کے رخسارہ میں اس کو اپنا چہرہ نظر آئے گا۔ اس عورت کا چہرہ آئینہ سے زیادہ صاف ہو گا اس کے تاج ایک ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کو روشن کر دے گا۔ وہ عورت اس کو سلام کہے گی وہ جواب دے کر پوچھے گا تو کون ہے؟ وہ کہے گی میں مزید سے ہوں۔ اس نے ستر لباس پہن رکھے ہوں گے اس کے باوجود اس کی پنڈلیوں کا گودا صاف نظر آ رہا ہو گا (احمد)

بابِ چہارُم

(اس باب میں عاشقوں کے حالات اور خاتمۂ کتاب کا بیان ہے)

جوانی ایک نئی بہار کی طرح ہے۔ اگر درخت میں پھل پھول ہوں تو موسم بہار ہے اگر جوانی کی ایسی بہار تجھ کو نصیب ہو جائے تو اپنے ہاتھوں کو بوسہ دے۔ اور اگر تو اس سے غافل ہو جائے تو افسوس صد افسوس۔

اے زخم خوردہ دردیش! اگر تو عارفوں کے حالات جاننا چاہتا ہے اور ان کو سننا چاہتا ہے تو خوشی سے سُن میں خوشی سے بیان کرتا ہوں۔ غور سے سُن۔ اگر محبوب اپنے عاشق کو ہر لحظہ اپنے قہر کے تیر سے ہزار بار بھی قتل کرے اور پھر زندہ کرے تاکہ اس کو قتل کا درد ہمیشہ پہنچاتا رہے اگر عاشق اس حالت میں ایک آہ بھی باہر نکالے اور ایک لحظہ بھی ذکر سے غافل ہو جائے تو اس کا اُنس وحشت سے بدل جائے۔ نظام عشق میں خلل پڑ جائے۔ عارف لوگ اس کو نادان میں پکڑ لیں اور اس کا کوئی عذر قبول نہ کریں۔

اے عزیز! عشق جب پورا ہو جاتا ہے تو عاشق اپنی خواہش دارادے سے دستبردار ہو جاتا ہے۔ اپنے آپ کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ ضرب محبوب کو محبوب سمجھتا ہے بلکہ جان سے اس کا خریدار ہوتا ہے اور زبان حال سے اس شعر کو دمبدم پڑھتا ہے ۔؎

۱ دل بدام زلفِ تو افتادہ دائم دمبدم غمزۂ خونریز را فرما کہ وقت بسمل ست

۲ دلم با زلفِ تو چوں آشنا شد زانس ہر ہمہ بیگانہ گشتم

۱ میرا دل تیری زلفوں کے جال میں جا پڑا ہے۔ خون ریز غمزے کو دمبدم اشارہ فرما کہ جلدی کرے یہ تڑپنے کا وقت ہے۔

۲ میرا دل جب تیری زلفوں سے آشنا ہوا تو ہر چیز کی محبت سے بیگانہ ہو گیا۔

؎ مرا تو مونسِ جانی و از جاں نہ دیدہ روئے تو بے گانہ گشتم

(تو میرے لیے جانی مونس ہے اور جب میں نے اپنی جان سے تیرا چہرہ نہ دیکھا تو میں
اپنی جان سے بیگانہ ہو گیا ہوں)

اے زخم خوردہ درویش! اس وقت تک بندہ بندہ نہیں ہو سکتا جبتک کہ مصیبتوں کے زہر
کو شربت کی طرح نوش نہ کرے اور ملامت کے تیر کو دودھ کی طرح اپنے اندر نہ ڈالے اس وقت
تک اس کا کام منظم نہ ہو سکے گا۔ مجھے اس آدمی سے تعجب ہے جو پروردگار کے دیدار کا عاشق
ہو اور بہشت لے کر راضی ہو جائے تاکہ اس سے سلسبیل و زنجبیل نوش کرے اور استبرق
وسندس پہنے۔ خبردار اس بات کی کوشش کرنا چاہئے کہ اس راہ میں دم مارے اور اپنی
ہمت کو اس پر صرف کرے یہاں تک کہ اس کی طبیعت سے قرار اٹھ جائے اور بے قراری پوری
طرح چھا جائے ؎

۱ ہشت جنت گر دہندت سربسر — تو مشو راضی از ینہا در گذر

۲ ہشت جنت گر در آرند در نظر — ہمتے در بند از ینہا در گذر

۱ اگر تجھ کو آٹھ بہشت سب کے سب بھی دے ڈالیں تو ان پر راضی نہ ہو ان سے آگے گذر جا۔
۲ اگر آٹھوں بہشت بھی تیری نگاہ میں لائیں تو ہمت کر اور ان سے آگے نکل جا۔

اے زخم خوردہ درویش! پناہ بخدا۔ اپنی ہمت کی آنکھ جنت کی نہروں اور درختوں پر نہ کھول
اور جسم کو حوضوں اور باغوں کی طلب میں ختم نہ کر دے کہ سچے لوگوں کی مجلس اور عاشقوں کی محفل
میں تجھ کو پست ہمت کہیں گے۔ بے مروّت کہیں گے کیا تو نے نہیں سنا کہ محقق نے کیا کہا ہے
اور کیسا خوب کہا ہے ؎

شربت وصل را بہشت خسی ست — در رہ عاشقاں بہشت بسے ست

(شربت وصل کے طالب کے لیے بہشت ایک حقیر چیز ہے۔ عاشقوں کی راہ میں بہت
سے بہشت ہیں)

اے زخم خوردہ درویش! جب عاشق لوگ مقام رویت میں پہنچیں گے تو حکم ہوگا کہ میری
بہشت کے دروازے کھول دو تاکہ ہمارا دیدار کر سکیں۔ عاشقوں پر ہر ایک کے حال کے
مطابق تجلی فرمائی جائے گی ہزار سال تک بیہوش پڑے رہیں گے اور پھر جب ہوش میں آئیں گے

تو ہَلۡ مِنۡ مَّزِیۡد کی صدا بلند کریں گے۔

اے زخم خوردہ درویش! عاشق اس آدمی کو کہیں گے جو اپنے سر کے خیال سے گذر چکا ہو جو اپنے سر کا خیال رکھے اس کو محبت کا پیالہ نہیں دیتے۔ منصور حلاج کو وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اس کا سر کٹا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں شراب کا ایک جام پکڑا ہوا تھا خواب دیکھنے والے نے پوچھا یہ جام شراب کس کو دو گے؟ اس نے کہا جن کے سر کٹ چکے ہوں ؎

خسروا گر عاشقی سر را ز میاں دور کن   ہر کہ دریں راہ رفت سر بسلامت نبرد

(اے خسرو! اگر تو عاشق ہے تو سر کو درمیان سے دور کر دے جو آدمی بھی اس راہ پر چلا ہے وہ اپنا سر سلامت بچا کر نہیں لے جا سکا۔)

عاشق ہر چیز سے توبہ کرتا ہے لیکن عشق سے توبہ نہیں کرتا ؎

اِلٰھِیۡ تُبۡتُ عَنۡ کُلِّ الۡمَعَاصِیۡ   وَلٰکِنۡ حُبَّ لَیۡلٰی لَا اَتُوۡبُ

(اے خداوند! میں نے تمام گناہوں سے توبہ کی لیکن لیلےٰ کی محبت سے میں توبہ نہیں کرونگا)

بوالعجب مذہبے ست مذہب عشق   ہر کہ توبہ کند گناہ گار است ؎

(عشق کا مذہب بڑا عجیب مذہب ہے۔ جو آدمی بھی اس مذہب میں توبہ کرے وہ گنہگار ہے)

اے درویش! جو عاشق عشق سے توبہ کر جائے اس کو اہل عشق پسند نہیں کرتے۔ ہاں عشق کی توبہ یہ ہے کہ بندہ کو قضاء قدر میں سے جو کچھ بھی پہنچے اس پر خدا کا شکر ادا کرے اور خوشحال رہے اس کو خدا کی نعمت سمجھے۔ اس کی حالت میں کوئی تغیر نہ ہو۔ اہل توبہ میں سے نہ ہو لیکن بوجھ اٹھانے کے لیے یہ حوصلہ بغیر محبت کے کبھی بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو محبت کا کوئی ذرہ حاصل کرتا کہ تیری یہ صفت تیرے ساتھ قبر میں جائے۔ یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ (جس دن نہ مال کوئی نفع دے گا اور نہ بیٹے۔ ہاں اگر کوئی سلامتی والا دل لے کر آیا تو وہ نفع دے گا) ؎

۱   در گور برم از سر کوئے تو غبارے   تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

۲   پارۂ از پارچہ تو در کفن خواہم نہاد   تا برم در گور با خود آخریں پیوند را

۱   میں اپنی قبر میں تیرے کوچہ کی خاک لے جاؤں گا۔ تاکہ مجھ پر قیامت کے دن وہ سایہ کرے۔

۲ میں تیرے کپڑے کا ایک ٹکڑا اپنے ساتھ کفن میں لے جاؤں گا تاکہ اس آخری تعلق کو اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤں۔

اے زخم خوردہ درویش! جنت کی تلاش کے در پے نہ ہو۔ بلکہ بہشت کے مالک کی تلاش کرے

۱	رویت بہشت ماست مبادا کہ مے کنم	میل بہشت آں رُخ زیبا گذاشتہ
۲	گر در بہشت با تو رود عالم اے نگار	من یک بہشت را بخوشی با تو دہ کنم
۳	بہشت در پائے عاشقاں خار ست	مولا جُو را بہ بہشت چہ کار ست

۱ تیرا چہرہ ہمارے لیے جنت ہے ایسا نہ ہو کہ میں اس چہرہ کو چھوڑ کر جنت کی طرف مائل ہو جاؤں۔

۲ اے محبوب! اگر تیرے ہمراہ سارا جہان بھی بہشت میں چلا جائے تو میں اس خوشی میں ایک بہشت کو دس بہشت بنا دوں گا۔

۳ بہشت عاشقوں کے پاؤں میں ایک کانٹا ہے۔ مولا کو تلاش کرنے والے کا جنت سے کیا کام ہے؟

پناہ بخدا۔ خدا تعالیٰ کی رضا میں انصاف کی آنکھ سے دیکھ اور خوب طرح سوچ کہ تو دن رات کن کاموں میں مشغول رہا ہے۔ تیری عمر سراب کی طرح ہے اور تو غفلت کے جنگل میں سویا پڑا ہے۔ ہوش کر اور بات غور سے سُن جب اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ (اپنے رب کی طرف لوٹ) کی آواز تیرے کانوں میں پہنچے گی تو اس کے بعد تجھ کو ایک لمحہ بھی مہلت نہ مل سکے گی۔ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (جب ان کی موت کا وقت آجائے گا تو ایک لمحہ بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکیں گے) اس سے پہلے کہ تیرے منہ پر خاموشی کی مہر لگا دیں۔ تیرے تمام اعضاء حرکت سے رک جائیں اپنی فکر کر اور ہر اس نعمت پر جو تجھ کو دی گئی ہے اس پر خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کر۔ تاکہ تو حسرت میں مبتلا نہ ہو۔ تجھ کو ہر لحظہ کام در پیش ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایک امانت تیرے سپرد کر رکھی ہے اور حکم دیا ہے کہ اس امانت کو اس کے اہل کے سپرد کر دو۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کر دو) اور اس امانت کو اس کے اہل کے پاس لے جانے کا معنی یہ ہیں کہ ہر سانس کو اس کی یاد میں صرف کیا جائے اور ہر لمحہ اس کے شوق میں رہے اور ہر دم بیقرار رہے کہ اَلسُّكُوْنُ حَرَامٌ عَلٰى قُلُوْبِ

اَلْعَارِفِیْنَ (عارفوں کے دلوں کے لیے سکون حرام ہے) اس فرصت کو غنیمت سمجھ جب یہ وقت نکل جائے گا تو پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ میں نہیں جانتا کہ جب پرسش ہوگی تو تو اس کا کیا جواب دے گا ؎

۱ فرصت غنیمت ست چہ بلذی عجب عجب	تحفہ بآں جہاں چہ رسانذی عجب عجب
۲ العلم نکتہ خبرے ہست اندراں!!	زیں نکتہ ہیچ علم نہ خواندی عجب عجب
۳ یاراں و دوستاں ہمہ رفتند خانہ کوچ	خوش خفتہ برلبساط بماندی عجب عجب
۴ یک دم بآرزوئے محبت ز سوز دل!	خون جگر چہ انفشاندی عجب عجب
۵ دنیا سرائے کہنہ بلے دار دآں جہاں	رو در گذر براہ چہ ماندی عجب عجب
۶ عثماں چہ خفتۂ تو بریں حال دوستاں	ہَے ہَے دریغا چہ ماندی عجب عجب

۱ فرصت غنیمت ہے تعجب انتہائی تعجب ہے تو کن چیزوں میں الجھ گیا ہے تو نے اس جہان کے لیے کیا تحفہ بھیجا ہے تعجب ہے تعجب ہے۔

۲ اَلْعِلْمُ نُقْطَۃٌ (علم ایک ہی نکتہ ہے) حدیث میں اسی طرح آیا ہے۔ اس نکتہ سے تو نے کوئی علم نہ پڑھا تعجب ہے تعجب ہے۔

۳ یار اور دوست اس گھر سے سب کوچ کر گئے ہیں تو اس بستر پر میٹھی نیند سویا پڑا ہے تعجب ہے تعجب ہے۔

۴ تو نے ایک دم بھی محبت کی آرزو میں سوز دل سے خون جگر نہ چھڑکا تعجب ہے انتہائی تعجب ہے۔

۵ دنیا ایک پرانی سرا ہے بقا اُسی جہان کے لیے ہے اس دنیا کو چھوڑ دے راستہ میں کیا بیٹھ گیا ہے تعجب ہے تعجب ہے۔

۶ عثمان! تو کیا سویا پڑا ہے دوستوں کا حال دیکھ ہائے ہائے بہت افسوس تو کس چیز میں الجھ گیا تعجب ہے تعجب ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! ایک دم ہوشیار ہو اور ہوشیاری کی وجہ سے بیدار ہو۔ کسی یار غار کی تلاش کر اس محبوب کے پیچھے دوڑ۔ سب سے بیزار ہو جا۔ جتنا بھی عارف زیادہ بلند ہوتا جاتا

ہے آگے اس سے بھی بلند تر ہوتا جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ کسی جگہ بھی قرار نہیں پکڑنا چاہئے۔ جتنک زندگی ہے اپنا دم قدم اسی پر رکھ تاکہ تو حقیقی طور پر طالب حق ہو۔ طلب حق میں جو کچھ بھی ہو ہونے دے۔ سب کے سر پر خاک ڈال اور ہو لئے کے عشق میں قائم رہ۔ دیوانگی کے بغیر یگانگت میسر نہیں آتی ؎

۱ مرد خردمند بود ذو فنون ! سلسلۂ عشق کشد در جنول

۲ وانکہ دریں گم نشود ابلہ ست گر اثر عشق جنون اللہ ست

۱ آدمی اگرچہ عقلمند و ذو فنون ہو۔ عشق کا سلسلہ اس کو دیوانہ بنا دیتا ہے۔

۲ جو عشق میں گم نہ ہو وہ بیوقوف ہے اگر عشق کا اثر ہے تو اللہ کا دیوانہ ہے۔

اے درویش! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ لیلےٰ کی زلف میں کوئی شکن تو ہے کہ جس کی تاب مجنوں کا دل نہیں لا سکتا اور عذرا کے رخسار پر کوئی خط تو ایسا ہے جس سے وامق عاشق کی جان اور عزت کا دامن نہ بچ سکا۔ اور شیریں کے لبوں میں کوئی ایسی نمکینی تو ہے کہ فرہاد اس سے خستہ جگر اور سینہ فگار ہے اور ایاز کی پرپیچ و پرتاب زلفوں میں کوئی حلقہ تو ایسا ہے جس میں محمود الجھ کر رہ گیا ہے ؎

۱ در زلف بتاں چہ فریب ست کہ پیوست محمود پریشاں ز سر زلف ایاز ست

۲ محمود بود عاقبت کار دریں راہ ! گو سر برود در سر سودائے ایاز ست

۱ محبوب کی زلفوں میں کچھ فریب تو ہے کہ محمود ایاز کی زلفوں میں ہمیشہ پریشان رہا ہے۔

۲ اس راہ میں اسی کام کا انجام محمود ہے کہ اس میں اگر سر بھی چلا جائے تو پھر بھی سر میں ایاز کا سودا سمایا رہے۔

اے عزیز! جس کو جمال دوست سے روک دیا گیا ہے۔ محبوب کی پیشانی خود اس کو تسلی دیتی ہے۔ مجنوں ہر صبح و شام لیلےٰ کے گھر کے گرد گھومتا اور اس کی دیواروں کی خاک کو بوسے دیتا ؎

گر خاک را بوسہ زنم لیلےٰ بود ! در بوسہ بر در دہم لیلےٰ بود

(اگر میں خاک کو بھی بوسہ دیتا ہوں تو وہ حقیقت لیلےٰ ہوتی ہے اور اگر کسی دروازہ پر بوسہ دوں تو وہ بھی لیلےٰ ہوتی ہے)

عاشق کے مشام روح میں الطاف حق کی نسیم ہر وقت پہنچتی رہتی ہے۔ اور وہ یعقوب علیہ السلام کی طرح آہ گرم و دم سرد سے کہتا رہتا ہے اِنِّی لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنِ (میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگرچہ آپ مجھے بے وقوف کہیں) پیر دل کا یعقوب بھی نعرے لگاتا ہے اور فریاد کرتا ہے کہ یوسف (علیہ السلام) کے پیراہن کی خوشبو آ رہی ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! پہلی آسمانی کتابوں میں سے کسی کتاب میں مذکور ہے کہ حق سبحانہ و تعالے نے جس چیز کو بھی پیدا کیا اور جو کچھ بھی وجود میں لایا وہ اپنی قدرت کے تقاضا سے پیدا کیا۔ لیکن آدمی کو اپنی محبت کے تقاضا سے پیدا کیا۔ یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ (وہ ان کو محبوب رکھتا ہے اور وہ اس کو محبوب رکھتے ہیں) جب اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں) کی آواز ملکوت کے عالم میں بلند ہوئی تو فرشتوں نے عرض کیا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ (کیا آپ ایسی مخلوق زمین بسائیں گے جو اس میں فساد کرے اور خون بہائے) تو ارشاد ہوا کہ میں اس کا مشتاق ہوں اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے)

اے زخم خوردہ درویش! تجھے اپنی کیا قدر؟ تو اپنی قیمت کب جانتا ہے؟ تجھے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ (ہم نے بنی آدم کو بزرگی عنایت فرمائی ہے) کے راز کی کیا خبر؟ وہ فرشتہ جو ماؤں کے رحموں پر متوکل ہے جب جنین (پیٹ کا بچہ) میں روح پھونکتا ہے تو جو بچہ اس فرشتہ پر عاشق ہو جاتا ہے تو وہ فرشتہ اس کو کہتا ہے۔ اے خلیفہ زادہ حقیقی تو اس بے نور حجرہ میں کیا کرے گا پھر جب بچہ رحم کے حجرہ سے سر باہر لاتا ہے دنیا کو بر ملا دیکھتا ہے تو رونا شروع کر دیتا ہے پس اے عالی ہمت کہ تیرا دل صغر سنی ہی میں مبتلا ہو چکا ہے اگر بڑا ہونے کے بعد بھی عشق الٰہی میں مبتلا ہو جائے تو تعجب کی کیا بات ہے؟

اگر تجھ میں کچھ بھی عقلمندی ہے تو دنیا کو چھوڑ دے اور حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت میں اس طرح مشغول ہو کہ جو کچھ بھی اس کے سوا ہے وہ تجھے اپنا دشمن نظر آئے ؎

مرد را شغل دیں تمام بود　　　بخشی بلکسے مشو مشغول!!

۲ ہر کہ مشغول شد محبت حق — شغل دیگر بروے حرام بود

۱ بخشی! تو کسی کی محبت میں مشغول نہ ہو مرد کے لیے دین کا کام ہی کافی ہے۔

۲ جو خدا تعالیٰ کی محبت میں مشغول ہو گیا دوسرے شغل اس پر حرام ہو جاتے ہیں۔

اے عزیز! چاہئے کہ دنیا کی لذت تیرے دل میں خار بن کر کھٹکے اور خدا تعالیٰ کی محبت کا کانٹا تیرا دوست اور مددگار ہو۔

۱ دلم در عشق جاناں خار خارست — نہ صبر از دل نہ جانش را قرارست

۲ یک سو آب و دیگر سوئے آتش — میان ہر دو رفتن رہگذار است

۳ گہے بر گل چو بلبل مست و رقصاں — گہے بر خار افتادہ چوں مار است

۴ ازیں حسرت خورم خونِ جگر خود — ندانم تا چہ آخر ختم کارست

۵ زہے دولت کہ باشد در ہمہ حال — ہمیشہ با محبت روزگارست

۶ براہ عاشقی نبود غم جاں — بنزد عاشقاں ایں سہل کارست

۷ کہ عثمانؔ بہ امید وصل جاناں — دل پُر خوں ز دیدہ اشک بارست

۱ میرا دل محبوب کے عشق میں کانٹے کانٹے ہے نہ دل کو صبر ہے نہ جان کو قرار ہے۔

۲ ایک طرف پانی ہے اور دوسری طرف آگ ان دونوں کے درمیان گذرنے کا راستہ ہے

۳ کبھی تو میں پھول پر مست بلبل کی طرح رقص کرتا ہوں کبھی کانٹوں پر سانپ کی طرح جاگرتا ہوں

۴ اس غم میں اپنے جگر کا خون پیتا ہوں کہ مجھے معلوم نہیں کہ اس کام کا انجام کیا ہونے والا ہے

۵ وہ دولت بڑی اچھی ہے جو ہر حال میں قائم رہے زمانہ ہمیشہ محبت ہی سے قائم ہے

۶ عشق کی راہ میں جان کا غم نہیں ہوتا۔ عاشقوں کے نزدیک جان دینا بڑا آسان کام ہے۔

۷ عثمانؔ محبوب کے وصل کی امید پہ دل پُر خون رکھتا ہے اور آنکھوں سے اشک بار ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! اگر طالب خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کی طرف مائل ہو جائے تو وہ دوستی کے لائق نہیں ہے اگر وہ محبت کا دعویٰ کرے گا تو جھوٹ ہوگا۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک نوجوان ہارون رشید کے پاس پہنچا اور کہا میں زبیدہ پر — جو ہارون رشید کی بیوی تھی — عاشق ہوں۔ یہ خبر کسی نے زبیدہ کو بھی پہنچا دی۔

زبیدہ نے اس کو اپنے گھر میں بلایا اور کہا اس سے توبہ کر آئندہ ایسی بات منہ سے نہ نکالنا ورنہ تیرا بھی نقصان ہوگا اور میرا بھی۔ یہ ہزار درہم مجھ سے لے لے اور یہ بات چھوڑ دے۔ اس نے کہا میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح دس ہزار درہم تک معاملہ پہنچ گیا۔ جب اس نے دس ہزار کا نام سنا تو رضامند ہو گیا۔ زبیدہ نے کہا اس کو لے جاؤ اور اس کی گردن اتار دو۔ ایسے آدمی کی سزا اس سے بھی بدتر ہونی چاہئے جو کہ دعویٰ تو محبوب کی محبت کا کرے اور پھر دوست کے بغیر کسی اور چیز سے راضی ہو جائے ؎

دل در پئے این و آن نہ نیکوست ترا　　یک دل داری بس ست یکدوست ترا

(ادھر ادھر دل لگانا تیرے لیے اچھا نہیں ہے تیرے پاس ایک ہی تو دل ہے تجھے ایک ہی دوست کافی ہے۔)

اے زخم خوردہ درویش! طالب حق کو چاہئے کہ ہمیشہ اس فکر میں رہے کہ کس تدبیر سے میں دوست تک پہنچ سکتا ہوں کس حیلہ کے ساتھ اس سے مل سکتا ہوں۔ یہ دولت ڈر یا شوق کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

قَالَ الْوَاسِطِیُّ اَنَا اَسِیْرُ فِی الْبَادِیَۃِ فَاِذَا اَنَا بِاَعْرَابِیٍّ جَالِسٌ مُنْفَرِدٌ فَدَنَوْتُ مِنْہُ وَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ فَرَدَّ السَّلَامَ فَاَرَدْتُّ اَنْ اُکَلِّمَہٗ فَقَالَ اشْتَغِلْ بِذِکْرِ اللّٰہِ قَالَ فَکَیْفَ یَتَفَرَّغُ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ ذِکْرِہٖ وَجِدَ مِنْہُ وَالْمَوْتُ عَلٰی اَثَرِہٖ وَاللّٰہُ نَاظِرٌ اِلَیْہِ ثُمَّ بَکٰی فَبَکَیْتُ مَعَہٗ فَقُلْتُ لَہٗ مَالِیْ اَرَاکَ فَرِیْدًا وَحِیْدًا فَقَالَ مَا اَنَا بِوَحِیْدٍ وَاللّٰہُ مَعِیْ وَمَا اَنَا بِفَرِیْدٍ وَّھُوَ اَنِیْسِیْ ثُمَّ قَالَ وَمَضٰی مُسْرِعًا وَّھُوَ یَقُوْلُ سَیِّدِیْ اَکْثَرُ خَلْقِکَ مَشْغُوْلٌ عَنْکَ بِغَیْرِکَ وَاَنْتَ عِوَضٌ مِّنْ جَمِیْعِ مَافَاتَ فَیَا صَاحِبَ کُلِّ غَرِیْبٍ وَّیَا مُوْنِسَ کُلِّ وَحِیْدٍ وَّیَا مَاْوٰی کُلِّ فَرِیْدٍ اَنَا اَتْبَعْتُہٗ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیَّ وَقَالَ عَفَاکَ اللّٰہُ اِلٰی مَنْ ھُوَ خَیْرٌ لَّکَ وَلَا تَشْتَغِلْنِیْ عَمَّنْ ھُوَ خَیْرٌ لِّیْ مِنْکَ ثُمَّ غَابَ عَنْ بَصَرِیْ۔

ترجمہ:- واسطی نے کہا میں جنگل میں جا رہا تھا میں نے ایک بدو آدمی کو دیکھا جو اکیلا بیٹھا ہوا تھا میں اس کے قریب گیا اور اس کو سلام کہا اس نے مجھے سلام کا جواب دیا میں چاہتا

۲ ہر کہ مشغول شد محبت حق — شغل دیگر بروحرام بود

۱ بخشی! تو کسی کی محبت میں مشغول نہ ہو مرد کے لیے دین کا کام ہی کافی ہے۔

۲ جو خدا تعالیٰ کی محبت میں مشغول ہو گیا دوسرے شغل اس پر حرام ہو جاتے ہیں۔

اے عزیز! چاہیئے کہ دنیا کی لذت تیرے دل میں خار بن کر کھٹکے اور خدا تعالیٰ کی محبت کا کانٹا تیرا دوست اور مددگار ہو۔

۱ دلم در عشق جاناں خار خار است — نہ صبر از دل نہ جانش را قرار است

۲ یک سو آب و دیگر سوئے آتش — میان ہر دو رفتن رہگذار است

۳ گہے بر گل چو بلبل مست و رقصاں — گہے بر خار افتادہ چوں مار است

۴ ازیں حسرت خورم خونِ جگر خود — ندانم تا چہ آخر ختم کار است

۵ زہے دولت کہ باشد در ہمہ حال — ہمیشہ با محبت روزگار است

۶ براہ عاشقی نبود غم جاں — بنزد عاشقاں ایں سہل کار است

۷ کہ عثماںؔ بر امید وصل جاناں — دل پرخوں ز دیدہ اشک بار است

۱ میرا دل محبوب کے عشق میں کانٹے کانٹے ہے نہ دل کو صبر ہے نہ جان کو قرار ہے۔

۲ ایک طرف پانی ہے اور دوسری طرف آگ ان دونوں کے درمیان گذرنے کا راستہ ہے

۳ کبھی تو میں پھول پر مست بلبل کی طرح رقص کرتا ہوں کبھی کانٹوں پر سانپ کی طرح جاگتا ہوں

۴ اس غم میں اپنے جگر کا خون پیتا ہوں کہ مجھے معلوم نہیں کہ اس کام کا انجام کیا ہونے والا ہے

۵ وہ دولت بڑی اچھی ہے جو ہر حال میں قائم رہے زمانہ ہمیشہ محبت ہی سے قائم ہے

۶ عشق کی راہ میں جان کا غم نہیں ہوتا۔ عاشقوں کے نزدیک جان دینا بڑا آسان کام ہے۔

۷ عثماںؔ محبوب کے وصل کی امید پہ دل پرخون رکھتا ہے اور آنکھوں سے اشک بار ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! اگر طالب خدا تعالےٰ کے سوا کسی اور چیز کی طرف مائل ہو جائے تو وہ دوستی کے لائق نہیں ہے اگر وہ محبت کا دعوی کرے گا تو جھوٹ ہوگا۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک نوجوان ہارون رشید کے پاس پہنچا اور کہا میں زبیدہ پر — جو ہارون رشید کی بیوی تھی — عاشق ہوں۔ یہ خبر کسی نے زبیدہ کو بھی پہنچا دی۔

زبیدہ نے اس کو اپنے گھر میں بلایا اور کہا اس سے توبہ کر آئندہ ایسی بات منہ سے نہ نکال ورنہ تیرا بھی نقصان ہوگا اور میرا بھی۔ یہ ہزار درہم مجھ سے لے لے اور یہ بات چھوڑ دے۔ اس نے کہا میں ایسا نہیں کر سکتا اسی طرح دس ہزار درم تک معاملہ پہنچ گیا۔ جب اس نے دس ہزار کا نام سنا تو رضامند ہو گیا۔ زبیدہ نے کہا اس کو لے جاؤ اور اس کی گردن اتار دو۔ ایسے آدمی کی سزا اس سے بھی بدتر ہونی چاہیئے جو کہ دعویٰ تو محبوب کی محبت کا کرے اور پھر دوست کے بغیر کسی اور چیز سے راضی ہو جائے ؎

دل در پئے این و آن نہ نیکوست ترا یک دل داری بس ست یکدوست ترا

(ادھر اُدھر دل لگانا تیرے لیے اچھا نہیں ہے تیرے پاس ایک ہی تو دل ہے تجھے ایک ہی دوست کافی ہے۔)

اے زخم خوردہ درویش! طالب حق کو چاہیئے کہ ہمیشہ اس فکر میں رہے کہ کس تدبیر سے میں دوست تک پہنچ سکتا ہوں کس حیلہ کے ساتھ اس سے مل سکتا ہوں۔ یہ دولت ڈریا شوق کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

قَالَ الْوَاسِطِیُّ اَنَا اَسِیْرُ فِی الْبَادِیَۃِ فَاِذَا اَنَا بِلَغْرَابِیِّ جَالِسٌ مُنْفَرِدٌ فَدَنَوْتُ مِنْہُ وَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ فَرَدَّ السَّلَامَ فَاَرَدْتُ اَنْ اُکَلِّمَہٗ فَقَدِ اشْتَغَلَ بِذِکْرِ اللّٰہِ قَالَ فَکَیْفَ یَتَفَرَّغُ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ ذِکْرِہٖ وَخُذْ مِنْہُ وَالْمَوْتُ عَلٰی اَثَرِہٖ وَاللّٰہُ نَاظِرٌ اِلَیْہِ ثُمَّ بَکٰی فَبَکَیْتُ مَعَہٗ فَقُلْتُ لَہٗ مَالِیْ اَرَاکَ فَرِیْدًا وَحِیْدًا قَالَ مَا اَنَا بِوَحِیْدٍ وَاللّٰہُ مَعِیْ وَمَا اَنَا بِفَرِیْدٍ وَّھُوَ اَنِیْسِیْ ثُمَّ قَالَ وَمَضٰی مُسْرِعًا وَھُوَ یَقُوْلُ سَیِّدِیْ اَکْثَرُ خَلْقِکَ مَشْغُوْلٌ عَنْکَ بِغَیْرِکَ وَاَنْتَ عِوَضٌ مِّنْ جَمِیْعِ مَافَاتَ فَیَا صَاحِبَ کُلِّ غَرِیْبٍ وَّیَا مُوْنِسَ کُلِّ وَحِیْدٍ وَّیَا مَاوَا کُلِّ فَرِیْدٍ اَنَا اَتْبَعْتُہٗ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیَّ وَقَالَ عَفَاکَ اللّٰہُ اِلٰی مَنْ ھُوَ خَیْرٌ لَّکَ وَلَا تَشْغَلْنِیْ عَمَّنْ ھُوَ خَیْرٌ لِّیْ مِنْکَ ثُمَّ غَابَ عَنْ بَصَرِیْ۔

ترجمہ:۔ واسطی نے کہا میں جنگل میں جا رہا تھا میں نے ایک بدو آدمی کو دیکھا جو اکیلا بیٹھا ہوا تھا میں اس کے قریب گیا اور اس کو سلام کہا اس نے مجھے سلام کا جواب دیا میں چاہتا

تھا کہ اس سے کوئی بات کروں۔ وہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہو گیا۔ کہنے لگا ابن آدم اللہ کے ذکر سے اور اس کی خدمت سے کیسے فارغ ہو سکتا ہے حالانکہ موت اس کا پیچھا کر رہی ہے اور اللہ تعالےٰ اس کو دیکھ رہے ہیں پھر وہ رونے لگا میں بھی اس کے ساتھ رویا میں نے اس سے کہا کیا بات ہے کہ آپ اکیلے بیٹھے ہوئے ہیں؟ کہنے لگا میں اکیلا نہیں ہوں اللہ میرے ساتھ ہے اور میں تنہا بھی نہیں ہوں اللہ میرا مُونس ہے۔

واسطی کہتے ہیں کہ پھر وہ تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا چلا گیا اور وہ کہتا جاتا تھا "اے میرے مالک تیری اکثر مخلوق تجھ کو چھوڑ کر اور چیزوں میں مشغول ہو گئی حالانکہ تو تمام نقصانات سے تلافی تھا پس اے ہر غریب کے ساتھی! اے ہر اکیلے کے مُونس! اے ہر تنہا کی جائے پناہ! میں بھی اس کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا پھر اس نے میری طرف توجہ کی اور کہا" اللہ تجھے معاف کرے تو اس کے پیچھے جا جو تیرے لیے مجھ سے بہتر ہے اور مجھے اس کے لیے چھوڑ دے جو میرے لیے تجھ سے بہتر ہے پھر وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا۔

یک لحظہ ز یاد دوست دوری در مذہب عاشقاں حرام ست

(ایک لمحہ بھی دوست کی یاد سے دور رہنا عاشقوں کے مذہب میں حرام ہے۔)

کہتے ہیں کہ پہلی کتابوں میں لکھا ہوا تھا مَنِ اشْتَغَلَ بِذِکْرِ النَّاسِ اِشْتَغَلَ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ (جو آدمی لوگوں کی باتوں میں مشغول ہو گیا وہ خداوند تعالےٰ کے ذکر سے رہ گیا (یعنی اسکو خدا کے ذکر کی توفیق نہیں ملتی)

اے زخم خوردہ درویش! مخلوق کے ذکر سے اپنے آپ کو فارغ رکھ اور یہ بھی اسی کی توفیق سے حاصل ہوتا ہے۔ ہم بھی دوست کو چاہتے ہیں اور دوسرے بھی اسی کو چاہتے ہیں۔ دیکھیں دوست کس کو چاہتا ہے۔ مصرعہ

تا دوست کرا خواہد و میلش بہ کہ باشد!

(دیکھیں دوست کس کو چاہتا ہے اور اس کا میلان کس طرف ہوتا ہے)

خبردار! دوست کی طلب سے رک نہ جانا جو کچھ بھی ہے طلب ہی میں ہے اور جو طلب میں ہے اس پہ خدا تعالےٰ کی نظر رحمت ہے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نظر طلب پر موقوف ہے اور طلب

نظر پر۔ پس طلب و نظر ایک ہی کان کے دو ہیرے ہیں جتنی پیشقدمی زیادہ ہو اتنا ہی کرم زیادہ ہوتا ہے۔ طلب و ذوق و شوق عاشق ہیں موجود ہو تو محبوب اس کے مقصود ہیں ہے اور اس کی توجہ اس کا احترام ہے یہ خاص اس کا فضل ہے اور جو چیز اس کے فضل پر موقوف ہو وہ جس کو چاہے عنایت کرے ؎

عاشق شدن بروئے تو مارا ہوس نہ بود آں غمزۂ تو بود کہ مارہ از ما ربود!

(تیرے چہرے پر عاشق ہونے کی ہمیں کوئی ہوس نہ تھی۔ یہ تو صرف تیرا غمزہ ہی تھا جو ہم کو بے خود بنا گیا)

اے زخم خوردہ درویش! ایک لحظہ اور ایک لمحہ بھی بے طلب نہ رہ یہ نامردوں و جاہلوں کا کام ہے اور اس سے تھک جانا گناہگاروں کا شیوہ ہے۔ اے عزیز! عارف لوگ کبھی بھی اس غم کے ماتم سے بے غم نہیں رہتے۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام چاہتے کہ اپنے گناہوں کی ذلت کے باعث اپنے آپ پر نوحہ کریں تو سات شبانہ روز کھانا پینا چھوڑ دیتے اس کے بعد فرماتے کہ صحرا میں خیمہ لگاؤ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم دیتے کہ آواز دیں تاکہ آدمی۔ جن۔ پری۔ وحشی جانور پرندے اور درندے سب جمع ہو جائیں۔ جب سب جمع ہو جاتے تو خیمہ میں جا کر اپنے آپ پر نوحہ کرتے اور تمام جانوران کے ہمراہ روتے۔

اب تو جو ہر روز ہزار گناہ سے بھی زیادہ کرتا رہتا ہے معلوم نہیں تجھے رات کو نیند کیسے آجاتی ہے ؎

۱ بخشی با خوشی چہ کار ترا! سینۂ مجرماں فگار بود

۲ دم خوش ہیچ وقت بر نارد آنکہ چوں تو گناہ گار بود

۱ بخشی! تجھ کو خوشی سے کیا کام؟ مجرم لوگوں کا سینہ ہمیشہ زخمی ہوتا ہے۔

۲ جو تیرے جیسا گناہ گار آدمی ہو وہ کسی وقت بھی خوشی کا سانس نہیں لیتا۔

اے زخم خوردہ درویش! معلوم کر لینا چاہئے کہ بندہ پر بلاؤں کا نازل ہونا اس کی خاص مہربانی کا نشان ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک بزرگ جب بھی مصیبت میں گرفتار ہوتے حق سبحانہ و تعالیٰ اس سے مصیبت دور کر دیتے۔ اس کے بعد متواتر بلاؤں کا نزول شروع ہو گیا۔ بارگاہ الٰہی میں

درخواست کی کہ اے خداوندا اس سے پہلے تو جب کوئی مصیبت پہنچتی تھی تو تُو اس کو دُور کر دیتا تھا اب کیا بات ہے کہ ہر وقت مصیبتوں کو نازل فرمار ہے ہیں۔ ایک غیبی آواز آئی کہ اس سے پہلے تو ہم کو دوست رکھتا تھا ہم تجھ سے بلاؤں کو دور کر دیتے تھے اب ہم تجھ کو دوست رکھتے ہیں۔ لہٰذا ہر دم مصیبت بھیجتے ہیں۔ یہاں دم مارنے کا مقام نہیں ہے، جب تو نے یہ مقدمہ معلوم کر لیا تو غلطی نہ کھا جانا۔ مضبوط رہنا ؎

تا دلم باد مبتلائے تو باد　　　دائماً بستۂ بلائے تو باد

(جب تک میرا دل رہے تجھ پر عاشق رہے ہمیشہ تیری مصیبتوں میں گرفتار رہے)

اے عزیز! جس کو عشق لگتا ہے۔ شادی و خوشی اس سے لے جاتا ہے۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْمُؤْمِنُ لَا یَخْلُوْ مِنْ عِلَّتِہٖ وَقِلَّتِہٖ وَذِلَّتِہٖ (مومن کو بیماری، تنگدستی اور ذلت میں سے کسی نہ کسی سے سابقہ رہتا ہے) جاننا چاہئے کہ رنج، بیماری اور خواری کے سوا کوئی کام بھی نہیں ہو سکتا۔ بس مجبوراً دوست کی جفا کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔ ناکامی کے گھونٹ شربت کی طرح پینے چاہئیں ؎

نہ میری چوں بمردن خوئے گیری!　　　بمیر از خویشتن ہرگز نہ میری

(جب تو مرنے کی عادت ڈال لے گا تو کبھی نہ مرے گا۔ اپنے آپ سے مر جا تاکہ تو ہمیشہ تک زندہ رہے)

وہ جماعت جو دشمنوں کے ہاتھوں سے قتل ہو جاتی ہے ان کے متعلق فرمایا گیا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ۝ (ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیے گئے ان کو مردے نہ کہو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، رزق دیے جاتے ہیں) اور جو لوگ محبت و عشق حقیقی میں قتل ہو جاتے ہیں وہ ابدی شہادت حاصل کر لیتے ہیں مَنْ مَاتَ فِی الْعِشْقِ فَقَدْ مَاتَ شَھِیْدًا (جو عشق میں مر وہ شہید ہو کر مرا) ہے سعادت ان کی خصوصیت کو دیکھو کہ ان کے لیے کیا بشارت سنائی گئی ہے فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمْ رَبُّھُمْ (اس رزق سے مراد حظ نفس نہیں ہے بلکہ جمال حقیقی کے شربت کا ذوق مراد ہے۔

اے درویش! کہتے ہیں کہ جو خداوند تعالےٰ سے محجوب ہے وہ عین رنج وبلا میں مبتلا ہے اگرچہ دنیا جہان کے خزانوں کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں کیوں نہ ہوں اور ہر وہ خرقہ پوش کہ جس کا معاملہ خدا تعالےٰ سے درست ہے زمانے کے بادشاہوں کا بادشاہ ہے اگرچہ اس کے ہاتھ میں کچھ بھی نہ ہو اے زخم خوردہ درویش! یہ توفیق کس کو میسر ہو؟ اور کون اس سعادت سے بہرہ مند ہو؟ اور نیک بختی کے کوچہ میں کس کا گذر ہو؟ یہ معلوم نہیں ہے ؎

۱ حق تعالےٰ مصطفےٰ را آفرید — آں نبی اللہ بجز فقرے نہ دید

۲ ہر کہ او با فقر حق صابر بود — نعمتِ ایں فقر راشاکر بود

۱ اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ اس اللہ کے نبی نے فقر کے سوا کچھ بھی نہ دیکھا۔

۲ جو خدا تعالےٰ کے فقر پر صبر کرتا ہے وہ اس فقر کی نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

اب ہم پھر عشق کی گفتگو کرتے ہیں اور ادھر اُدھر کی باتوں سے اپنی زبان بند کرتے ہیں۔ اے عزیز! میں خوشی سے کہتا ہوں تو دل کی توجہ سے سن۔

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے ایک عورت کو سر اور پاؤں سے برہنہ جاتے ہوئے دیکھا۔ میں نے کہا اے عورت اپنے سر کو ڈھانپ کہنے لگی کیا تو حسن بصری ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگی سبحان اللہ! میں آج ایک مخلوق کی عاشق ہوں مجھ کو اپنے سر اور پاؤں کی خبر نہیں ہے اور تو خدائے قدیم کی محبت کا دعوی کرتا ہے اور ابھی تک تجھ کو اتنی ہوش ہے کہ دوسروں کے سر اور پاؤں بھی تجھ کو یاد ہیں ؎

ہر کرا یادِ خود رود از یاد! — یادِ غیرے کجاش آید یاد!

(جس کے حافظے سے اپنی یاد بھی جاتی رہی ہو اس کو غیر کی یاد کہاں یاد رہ سکتی ہے؟)

اے زخم خوردہ درویش! عاشق صادق یا دوست صادق اس کو کہتے ہیں جو خدا تعالےٰ کی محبت میں اس طرح مشغول ہو کہ اس کے غیر کو نہ پہچان سکے اور اس کے غیر کی باتیں اپنے کانوں سے نہ سن سکے اور اس کے نشانات قدرت کے سوا کسی چیز کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکے اور اپنی زبان سے اس کے ذکر کے بغیر کچھ نہ بولے اور اپنے اعضاء سے اس کے

غیر کی خدمت نہ کرے اور اپنے دماغ سے اس کے سوا کچھ نہ سوچے۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ محبت کی شرط بلکہ محبت کا کمترین مقام یہ ہے کہ محبوب جو حکم کرے اس کی کسی حال میں بھی مخالفت نہ کرے تب کہیں جا کر تیری محبت کسی ٹھکانے لگ سکے گی ؎

ہمہ حدیثِ تو گویم بوقت بیداری — ہمہ خیال تو بینم بچشم اندر خواب

(جب میں بیدار ہوتا ہوں تو تیری ہی باتیں کرتا ہوں اور جب میں سوتا ہوں تو تجھے ہی خواب میں دیکھتا ہوں)

اے زخم خوردہ درویش! جو آدمی اللہ تعالے کی محبت کو اپنا قبلہ نہیں بناتا۔ قیامت کے روز اگر اس کے پاس اولیاء و انبیاء جتنے اعمال بھی ہوں تب بھی اس کو کوئی فائدہ نہ دے سکیں گے۔ جو دوست کی محبّت کا دعوے کرے اور دوست کی جفا کو برداشت نہ کرے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

اے درویش! تمام انبیاء و اولیاء اس وقت تک اپنے کمال کو نہیں پہنچے جب تک کہ مصیبتوں سے انہوں نے کامل حصہ اور وافر حظ نہیں پا لیا۔ ان کی زندگی ہی بلاؤں سے ہے ان کو حظ و ذوق بلا ہی میں ملتا ہے چنانچہ کہتے ہیں اَلْبَلَاءُ اٰلَاءٌ عِنْدَ الْمُحِبِّیْنَ وَعَذَابٌ عِنْدَ الْفَاسِقِیْنَ (مصیبت عاشقوں کے نزدیک نعمت ہے اور فاسقوں کے نزدیک عذاب ہے ؎

۱ الاّ ان مرادِ عشق بس بلند است — کانجا بہ ہوس رسید نتواں!

۲ ایں شربتِ عاشقی ست خسرو — جز خونِ جگر چشید نتواں

۱ عشق کی مراد کا محل بہت بلند ہے کہ اس جگہ ہوس کے ساتھ نہیں پہنچا جا سکتا۔

۲ اے خسرو! یہ عاشقی کا شربت ہے اس کو خون جگر کے بغیر نہیں چکھا جا سکتا۔

اے بھائی! عشق یہ نہیں ہے کہ شوق و شہوت و ذوق نفسانی و شیطانی ہو اس کو عشق نہیں کہا جاتا ؎

عشق آئینہ بلند نور است — شہوت ز حیات عاشقاں دور است

(عشق نور کا ایک بلند آئینہ ہے۔ شہوت عاشقوں کی زندگی سے دور ہے)

اے زخم خوردہ درویش! میں خوشی سے ایک حکایت بیان کرتا ہوں تو توجہ سے سن۔
ایک شہر میں ایک عورت رہتی تھی انتہا درجہ کی حسین وجمیل۔ جو عقلمند پرندوں کو پھانستی
جو بھی اس کو دیکھتا اس پر عاشق ہو جاتا اور جب تک وہ کسی آدمی سے دس دینار نہ لے لیتی۔
کسی کو بھی اپنے قریب نہ آنے دیتی۔ ایک دن اس کو ایک زاہد نے دیکھ لیا۔ اس کے عشق کی
کمند کا اسیر ہو گیا۔ جتنا بھی اس نے چاہا کہ اپنے سر سے اس کے خیال کو نکال دے اتنی ہی
اس کو ناکامی ہوئی۔ عشق کے کوتوال نے اس کے گریبان کو پکڑا۔ بالآخر وہ اپنی خانقاہ میں گیا
جو کچھ بھی تسبیح ومصلےٰ اس کے پاس تھا اس کو فروخت کر دیا اور کسی نہ کسی طرح دس دینار
حاصل کر لیے۔

اس عورت کے مکان پر چلا گیا اور اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ غنایت ازلی کے نقیب ول
نے نالہ کیا اور آواز دی کہ "اے زاہد! کتنے ہی سال تو نے محبت الٰہی کا دعویٰ کیا اور اب وہ
سب محبت ایک عورت کے پیچھے برباد کر رہا ہے۔ اس کا دل دھڑکنے لگا اور اس کا اثر اسکے
جسم پر ظاہر ہونا شروع ہوا۔ عورت نے پوچھا تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا خدا تعالےٰ کا خوف
میرے دل میں پیدا ہو گیا ہے اب میں یہ کام کرنے والا نہیں ہوں یہ بات کہی اور فوراً اس کے
گھر سے باہر چلا گیا۔ اس عورت نے جب یہ حال دیکھا تو اس کے اندر بھی خدا تعالےٰ کا خوف
ظاہر ہونا شروع ہوا۔ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ جس خدا سے وہ ڈرا ہے میرا بھی تو وہی خدا ہے
اس نے گناہ بھی نہ کیا اور پھر بھی اس کو خدا تعالےٰ کا خوف آگیا اور میں جس نے اتنے گناہ
کیے ہیں میں خدا تعالےٰ سے نہیں ڈرتی اسی وقت اس نے گناہ سے توبہ کی اور خدا تعالےٰ کے
بندوں میں سے وہ بھی ایک ہو گئی ؎

۱ بخشی چست باش در رہِ عشق ! قیمتی نافہ شد بد ہر ز بُو !
۲ مرد کو چست نیست در رہِ دیں نزدِ مردان راہ زن بہ ازو

۱ اے بخشی! عشق کے راستہ میں چالاک ہو۔ نافہ کی قیمت دنیا میں خوشبو ہی کی وجہ سے ہے
۲ وہ آدمی جو دین کے راستہ میں چالاک نہ ہو مردان راہ کے نزدیک ایسے مرد سے عورت
بہتر ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! عشق ایک ایسی محبت ہے جو بے اختیار پیدا ہو جاتی ہے۔ جفاؤں اور بلاؤں میں لذت ملتی ہے۔ جب ایوب علیہ السلام پوری طرح مصیبت میں مبتلا ہو گئے اور پھر بھی دل و جان سے اس پر راضی رہے اور پوری طرح صبر کیا تو حق سبحانہ وتعالے نے اپنے نبی کے معالجہ میں ہر روز اپنے پیادوں (فرشتوں) کو عیادت (بیمار پرسی) کے لیے بھیجنا شروع کیا۔ یعنی وحی خفی آتی۔ حضرت رب العزت کی طرف سے ان کو سلام پہنچتا اس کی لذت میں بیماری کے بوجھ کو برداشت کرتے زہے قدرت بوجھ رکھنے کی اور زہے ہمت بوجھ برداشت کرنے کی نظم ؎

گر قدم رنجہ کند یار بہ پرسیدنِ ما خوش طبیبےست بیا تا ہمہ بیمار شویم

(اگر دوست پوچھنے کے لیے قدم رنجہ فرمائے تو وہ بڑا اچھا طبیب ہے آؤ ہم سب بیمار ہو جائیں)

اے بھائی! ہر زحمت اور ہر بلا کو رحمت الٰہی نہیں کہا جا سکتا بلکہ رحمت وہ ہے جس کو آدمی اپنی جان سے چاہے۔ حضرت حق سبحانہ وتعالے فرماتے ہیں اے مُحبّ (عاشق) جب تو ہماری محبت کے جنگل میں آئے تو جہاں بھی تُو کوئی عشق کا مجروح دیکھے۔ گرا پڑا، جان دیتا تو یہ سمجھ لے کہ وہ ہماری محبت کا کشتہ ہے اور جس آدمی کو ہم محبت میں قتل کرتے ہیں تو اس کو اپنے دیدار کی دیت ادا کرتے ہیں۔

اے زخم خوردہ درویش! میں تجھ سے ایک بڑی اچھی حکایت بیان کرتا ہوں غور سے سُن سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز کو کسی نے خبر دی کہ فلاں ہسپتال میں ایک دیوانے کو لوگوں نے قید کر رکھا ہے اس کو لوہے کی ایک مضبوط زنجیر سے باندھ رکھا ہے اس کے ہاتھ پاؤں خوب جکڑ رکھے ہیں۔ خواجہ نے فرمایا میں اس دیوانہ کو ضرور دیکھوں گا کہ فی الحقیقت وہ دیوانہ کیسا ہے۔ خواجہ بایزید اس مقام پر گئے دیوانہ کو دیکھا تو اس نے آواز بلند کیا اور کہا اے بایزید! کیا تو جانتا ہے کہ دوست کیا کر رہا ہے؟ خواجہ تعجب میں رہ گیا اپنے دل میں خیال کیا کہ اس آدمی نے مجھ کو کبھی نہیں دیکھا ہے اور نہ ہی کبھی میں نے اس کو دیکھا ہے اس نے مجھ کو کیسے پہچان لیا۔ اس آدمی نے آواز دی اے بایزید دوست

اپنے دوستوں کو دوستوں کے حالات سے اطلاع دیتا ہے آپ کس سوچ میں پڑ گئے ہیں۔ اے بایزید ایک بار میں نے اس کی محبّت کا دعوی کیا تھا اور اس کے کوچہ میں قدم رکھا تھا۔ تو اس نے آہنی طوق میری گردن میں ڈال دیا۔ پاؤں میں زنجیریں پہنا دیں۔ اے بایزید! دوست کو میری طرف سے کہہ دینا کہ اگر تو ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو بلاؤں سے بھر دے اور پھر ان کو میری گردن میں طوق بنا کر ڈال دے تو میں اس کے بغیر صبر نہیں کروں گا اور جو دعوی میں نے کیا ہے اس سے دستبردار نہیں ہونگا۔

اے خستہ جان درویش! جو آدمی اپنے پیشوائے حقیقی (حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کی متابعت سے روگرداں ہے اس کو محبت کی کوئی خبر نہیں ہے اگر اس میں محبت کا کوئی نشان بھی ہوتا تو وہ حبیب کی موافقت کرتا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آپ فرمائیں اگر تم اللہ تعالے سے محبت رکھتے ہو تو میری متابعت کرو اللہ تعالی تمہیں اپنا محبوب بنا لیں گے) دوست کی مصیبت عاشقوں کے لیے عین راحت ہے اس کی طرف سے نیش لگنا ان کے نزدیک نوش ہے اور اس کی تلخی ان کے نزدیک شیرینی ہے

۱ ؎ تفاوتے نکنم گر ترش کنی ابرو	ہزار تلخ بگوئی ہنوز شیرینی
۲ دولت جاوید خواہی تن بہ مسکینی بساز	ایں سعادت بیکسی از ہاؤ ہوئے یافتہ

۱ اگر تو اپنے ابرو ترش کر لے گا تو پھر بھی میں کوئی فرق نہ ڈالوں گا تو ہزار دفعہ تلخ گوئی سے کام لے پھر بھی تو میٹھا ہے۔

۲ اگر تو ہمیشہ کی دولت چاہتا ہے تو اپنے جسم کو مسکینی کے سپرد کر دے۔ مسکینی نے یہ دولت بڑی فریادوں سے حاصل کی ہے۔

اے خستہ جان درویش! ہوشیار ہو جا اپنے دل کو درد اور قرب دوست کی بے نیازی سے زخمی کر اور دوست کی یاد میں کبھی غفلت نہ کر اگر دوست کی جدائی میں تجھے شربت ملے تو اسے زہر سمجھ اور اگر تجھے مشاہدۂ معشوق میں زہر دیا جائے تو اسے نوش کر ؎

نہ تلخ ست صبرے کہ بر یاد اوست	کہ شیریں بود تلخ از دست دوست

وہ صبر تلخ نہیں ہے جو دوست کی یاد میں ہے کہ دوست کے ہاتھ سے اگر کوئی تلخ چیز بھی

ملے تو وہ شیر ہی ہے)

حدیث میں آیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مناجات کر رہے تھے۔ عرض کیا اے خداوند! دوستی کی علامت کیا ہے؟ آواز آئی اے موسیٰ ہمارے دوستوں کے دل ہمیشہ عرش سے لٹکے ہوئے ہیں جو عالم دنیا کی طرف نظر نہیں کر سکتے وہ اپنے لقمہ کو دیکھتے ہیں کہ حرام اور مشتبہ نہ ہو شکم کو حرام کی غذا سے بچاتے ہیں۔ اپنی جانوں کو دنیا کی راحت و زینت سے خالی رکھتے ہیں۔ سب کچھ چھوڑ دیتے ہیں اطاعت کی طرف توجہ کرتے ہیں خدا کو پا لینے سے خوش رہتے ہیں۔ دنیا کی روزی کا کوئی فکر نہیں رکھتے۔

شیخ حمید صوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر دنیا ایک مچھر کے پر کے برابر بھی قیمت رکھتی تو نافرمانوں کو اس سے کوئی حصہ نہ ملتا۔ اے زخم خوردہ درویش! بالیقین جان اور اس کے سوا اور کوئی حقیقت ہے بھی نہیں کہ جب تک عارف عالم استغراق میں نہ پہنچے اس کی ہر بات پر گرفت ہے لیکن مقام استغراق میں جو کچھ کہتا ہے وہ حق ہوتا ہے ؎

ترا برما ازاں دست ستم نیست | کہ بر دیوانۂ عاشق قلم نیست

(تو اس لیے ہم پر دست ستم دراز نہیں کرتا کہ دیوانہ عاشق سے قلم اٹھا لیا جاتا ہے)

اے عزیز! عاشق اس کو کہتے ہیں جو اپنے آپ سے بے خبر ہو جائے۔ کیونکہ عشق و بے خبری دونوں ایک ہی چیز کے نام ہیں۔ عاشق جب عشق کا جام پی لیتا ہے تو بے خبر ہو جاتا ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! دانا و آگاہ باش کہ جو کچھ بھی عالم دولت و راحت میں تھا وہ سب کا سب مراد کے جام میں ڈال کر فرعون کے ہاتھ میں دے دیا گیا اور جو کچھ عالم فقر میں تھا اس کو نامرادی کی طشتری میں رکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں پکڑا دیا گیا۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دو فرشتے آپس میں ملے ایک فرشتہ کے سر پر دستر خوان تھا جس میں قسم قسم کی نعمتیں موجود تھیں دوسرے فرشتہ نے اس سے پوچھا کدھر جا رہے ہو؟ اس نے کہا آج فرعون نے فلاں سبزی کی خواہش کی تھی مجھے حکم ہوا ہے کہ میں یہ دستر خوان فرعون کے پاس لے جاؤں۔ پھر اس نے دوسرے فرشتہ سے پوچھا آپ کدھر جا رہے ہیں؟ اس نے کہا مجھے حکم ملا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تہجد کی نماز کے لیے پانی کا لوٹا بھر کر رکھا ہے

اس کو جاکر گرا دوں۔ چنانچہ وہ پانی کا لوٹا انڈیل دیا گیا۔

اے زخم خوردہ درویش! یقین جان اور حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ خدا کے عارف بلاؤں اور مصیبتوں سے نہیں ڈرتے اور مخلوق کی جفا سے کبیدہ خاطر نہیں ہوتے۔ کسی مخلوق کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ کسی کو برا نہیں کہتے جو ان پر جفا کرے وہ اس سے وفا سے پیش آتے ہیں جو کچھ ان کو نفع و نقصان و ضرر و نعمت و محنت پہنچتی ہے سب خدا تعالےٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں اور بڑا اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہے اسی کی طرف سے ہے اور وہ جو کچھ بھی کرتا ہے سب ٹھیک اور درست ہے۔

اے زخم خوردہ درویش! جو لوگ آپس میں ایک دوسرے کی غیبت میں مشغول ہیں یہ سب لوگ عیب نفسانی اور نفس کی خواہشات میں گرفتار ہیں۔ یہ لوگ خود بین ہیں۔ اور خود بین خدا بین نہیں ہو سکتا۔ جو خدا بین ہے وہ خدا کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا۔ سب کچھ خدا تعالےٰ کی طرف سے سمجھتا ہے۔ کسی سے ناراض نہیں ہوتا کسی کی عیب جوئی نہیں کرتا۔ جب وہ سب کو اسی کی طرف سے سمجھتا ہے تو پھر وہ کسی کو بھی ناقص نہیں سمجھتا ہے تاکہ عیب جوئی سے اس کا اپنا نقصان نہ ہو۔

اے خستہ جان درویش! عارف کی مثال ایک گہرے سمندر کی ہے کہ جو کچھ بھی اس میں پھینک دیا جائے وہ اپنی حالت سے متغیر نہیں ہوتا اور جو عارف نہیں ہے اس کی مثال کنوئیں کے پانی کی ہے کہ تھوڑی سی تیرگی سے گندہ ہو جاتا ہے۔ اے عزیز! اگر تو خالق کی محبت کی ہوس رکھتا ہے تو اپنے آپ کو خاک بنا دے تاکہ تو پاک ہو جائے اور کسی کے عیب بیان نہ کر تاکہ تو خود بے عیب ہو جائے۔ شیخ معروف کرخی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

مگس را بہ چشمِ حقارت مبین　　　　که او نیز در بارگاہ بہتر ست

(مکھی کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھ کہ وہ بھی بارگاہ خداوندی میں معزز ہے)

ایک اور صاحب فرماتے ہیں ؎

خاک شو خاک تا بروید گُل!　　　　که بجز خاک نیست مظہر گُل!

(خاک ہو جا خاک تاکہ تجھ سے پھول کھلیں۔ کیونکہ خاک کے سوا کوئی چیز مظہر گل دہر چیز

کے ظاہر ہونے کی جگہ نہیں ہے

اے زخم خوردہ درویش! اگر تو "دو دیکھنے" سے آزاد ہو جائے تو کفر و اسلام تجھ کو برابر نظر آئیں گے۔ تو ان میں کوئی فرق نہیں کر سکے گا۔ ہر چیز کو قضا و قدر کے حوالہ کر دے گا بلکہ سب کو ایک ہی جوہر سے سمجھے گا کیا کفر اور کیا اسلام کیا عبادت گاہیں اور کیا شراب خانے۔ بہلول دانا نے کیسا اچھا کہا ہے ؎

خرابات را نیز عزت بدار ۔۔۔ کہ او نیز در ملک حق کشور ست

(شراب خانوں کی بھی عزت کر کہ وہ بھی خدا تعالےٰ کے ملک کا ایک حصہ ہیں)

شیخ منصور حلاج فرماتے ہیں ؎

بکفر و باسلام یک ساں نگر ۔۔۔ کہ ہر یک ز دیوان او دفتر ست

(کفر اور اسلام کو ایک ہی نگاہ سے دیکھ کہ ہر ایک اس کے دیوان کا ایک دفتر ہے)

اے زخم خوردہ درویش! جب تجھ کو یہ نکتہ معلوم ہو گیا کہ کائنات کے جملہ ذرات میں سے ہر ایک ذرہ باری تعالےٰ کا ایک دفتر ہے تو اس کے حرف پر انگلی رکھنا (اعتراض کرنا) عارف لوگوں کا کام نہیں ہے جو اعتراض کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا ؎

۱ بر حرف ہیچ کس منہ انگشت اعتراض ۔۔۔ کاں نیست کلک صنع کہ خطی خطا کشد

۲ ہر کہ را ذرۂ وجود بود ۔۔۔ پیش ہر ذرۂ سجود بود

۱ کسی کے حرف پر اعتراض کی انگلی نہ رکھ کہ خدا کی صنعت کی قلم غلطی کرنے والی نہیں ہے۔

۲ جس کا ایک ذرہ کے برابر بھی وجود ہو گا وہ ہر ذرہ کے سامنے جھک جائے گا۔

ہوشیار ہو جانا چاہئے۔ غلطی نہیں کھانا چاہئے۔ یہ راہ نہایت دقیق ہے۔ نفس و شیطان دو ڈاکو پیچھے لگے ہوئے ہیں کوئی لمحہ اور کوئی لحظہ خدا تعالےٰ کی حضوری سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔ اگر تو کبھی نادانستہ غافل ہو جائے گا تو تیری راہ کھوٹی کریں گے گمراہی میں مبتلا کریں گے تو نامرادی کے مقام میں پارہ پارہ ہو جائے گا اور دوزخ کا ایندھن بنے گا۔

اے خستہ جان درویش! کچھ سوچ اور سمجھ اور اس کے بعد قدم اٹھا تا کہ تیرے پاؤں میں نامرادی کا کانٹا نہ لگے۔ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

زخارے بیندیش کاں خنجر ست　　　زمورے بیندیش کاں صفدر ست

(کانٹے سے ڈر کہ وہ بھی ایک خنجر ہے۔ چیونٹی سے ڈر کہ وہ بھی ایک شیر ہے)

کبھی کسی کا دل نہ دکھانا تاکہ حق سبحانہ وتعالےٰ تجھ کو دنیا وآخرت کے ہر آزار سے نگاہ رکھیں شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مرنجاں دلِ خستۂ پشّہ را　　　کہ از ہر دلے سوئے حضرت دریست

(خستہ دل مچھر کو بھی آزردہ نہ کر کہ ہر دل سے بارگاہ خداوی تک ایک دروازہ کھلا ہوا ہے) قطعہ

۱　دل بدست آر گر دلے داری　　　دل کعبہ است تو گِل چہ پنداری

۲　ہزار بار پیادہ طواف کعبہ کنی　　　قبول حق نشود گر دلے بیازاری

۱　اگر تو اپنے اندر دل رکھتا ہے تو کسی دل کو اپنے قبضہ میں لا۔ دل خانہ کعبہ ہے تو مٹی کے کعبہ کو کعبہ سمجھتا ہے۔

۲　اگر تو ہزار دفعہ بھی خانہ کعبہ کا پیادہ پا طواف کرے تو اگر تو کسی دل کو آزردہ کرے گا تو وہ تیرے طواف خدا کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوں گے۔

اے عزیز! جب تو نے یہ نکتہ معلوم کر لیا تو خبردار ہو جا۔ اپنے وقت کو ضائع نہ کر خدا تعالیٰ کی یاد میں حضور دل سے کوشش کر اپنے کام کے پیچھے لگا رہ اور کوتاہی نہ کر ؎

۱　دما دم حضوری خدا خوشتر است　　　دل و جاں براہش فدا خوشتر است

۲　حضورش بدست آر غائب مشو از خود　　　کہ مرد حق از خود فنا خوشتر است

۳　بجان و دل اندر رہ حق شتاب　　　کہ اوقات فرصت ترا خوشتر است

۴　چوں بد کاشتی چشم نیکی مدار　　　کہ افعال بد را رہا خوشتر ست

۵　چوں دستت رسد حاجت عاجزاں　　　بر آور کہ حاجت روا خوشتر ست

۶　باخلاص یک لحظہ در یاد حق!!　　　ز چل اربعین ریا خوشتر ست

۷　گر از ہستی خود بروں آمدی!　　　پس آنگہ دم کبریا خوشتر ست

۸　بدہ جان بجاناں چوں عثماں شتاب　　　پس آنگہ تنا تن تنا خوشتر ست

۱　ہر دم خدا تعالیٰ کی حضوری بہتر ہے دل اور جان کو اس کی راہ میں فدا کرنا اچھا ہے۔

۲ اس کا حضور حاصل کر اور اپنے آپ سے غائب ہو جا کہ مرد حق کا اپنے آپ سے فنا ہو جانا ہی بہتر ہے۔

۳ جان و دل سے حق کی راہ میں دوڑ کہ فرصت کے اوقات تیرے لیے بہتر ہیں۔

۴ جب تو نے بدی کا بیج بویا تو نیکی کی امید نہ رکھ۔ برے افعال کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔

۵ اگر تیرا ہاتھ پہنچ سکے تو عاجزوں کی حاجتیں پوری کر کہ غریبوں کی حاجتیں پوری کرنا ہی بہتر ہے

۶ خدا کی یاد میں اخلاص سے ایک لمحہ بیٹھنا ریاکاری کے چالیس چلوں سے بہتر ہے۔

۷ اگر تو اپنی ہستی سے باہر آجائے تو اس وقت خدا کی کبریائی کا دم بھرنا بہتر ہے۔

۸ جان اپنے محبوب کو سپرد کر دے اور عثمان کی طرح دوڑ اس کے بعد خدا کی ثنا کے ترانے بہتر ہوں گے۔

اے زخم خوردہ درویش! اگر تجھ سے ہو سکے تو خدا کی محبت میں اپنے آپ کو چھوڑ دے تاکہ تیرا وجود فنا ہو جائے اور عین محبت حق باقی رہ جائے۔ خدا کا ذوق و شوق پیدا ہو۔ اے عزیز! جو کچھ بھی اس جہان میں ہے وہ سب فنا پذیر ہے۔ عظمت و بزرگی صرف حضرت باری جل شانہ کے لیے ہے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (جو کچھ بھی اس (کائنات) میں ہے سب فنا ہونے والا ہے صرف تیرے رب کی ذات باقی رہ جائے گی جو بزرگی اور عزت کا مالک ہے) اے زخم خوردہ درویش! جب تو خود درمیان سے اٹھ جائے گا تو ماسوی سے آزاد ہو جائے گا اور خدا کے ساتھ مل جائے گا ؎

چوں نماند در دل از اغیار نام! پردۂ معشوق برخیزد تمام

(جب دل میں غیر کا نام و نشان باقی نہ رہے گا تو معشوق سے پوری طرح پردہ اٹھ جائے گا۔)

جاننا چاہیے کہ تمام عالم کا وجود واجب الوجود کے فیض سے ہے۔ ہر چیز جو اس نے پیدا کی ہے اور موجودات کے تمام افراد میں سے ہر ایک فرد ایک حق نما آئینہ ہے کہ اس میں خدا تعالےٰ کے اسماء و صفات روشن ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ خود اپنا عاشق ہے ؎

۱ بریں آئینہ کونین گفتی! ! جمال بے نشاں را او نشاں نیست

۲ نگاہے مے کند در آئینہ یار کہ او خود عاشق خود جاودانست

۱ دیکھ کہ کونین کا آئینہ کلی طور پر اس بے نشان کے جمال کا نشان ہے۔

۲ دوست آئینہ میں نگاہ کرتا ہے کہ وہ خود اپنا آپ ہمیشہ سے عاشق ہے۔

عارف جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو خدا اسے آشنا ہو جاتا ہے اور جس چیز کی طرف دیکھتا ہے خدا تعالےٰ کا جمال اس کو نظر آتا ہے اور معلوم کر لیتا ہے کہ حق اپنے وجود کو خود اپنے وجود سے ظاہر کرتا ہے اور اپنے وجود کے انتہائی جمال کی نمائش کرتا ہے جو کہ واجب الوجود کا فیض ہے تاکہ اپنے آپ کو ظاہر کرے اور اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ کہے جب آدم علیہ السلام نے اپنے کمال کی خبر پائی تو اپنے وجود کو ایک حجاب سمجھا۔ عشق و محبت کے فراق میں مبتلا ہوا۔ اپنے وجود کی نفی کرنا چاہی اور عاجزی و شکستگی کو سامنے رکھا اس لیے کہ اس کو اپنا وجود شرک نظر آیا۔ شوق و محبت کے غلبہ میں ایسی آئی کی۔ اس میں بشریت کے کوئی آثار باقی نہ رہے تو اس نے اپنے وجود کو حق کا آئینہ پایا اپنے مقصود کو پہنچ گیا۔ جب مخلوق میں نگاہ کی تو حق کو دیکھا۔ غم و غفلت سے آزاد ہوا جس چیز کی طرف توجہ کی تو وجہ ذات کے سوا اس کو کوئی چیز نظر نہ آئی۔ وہ حقیقت میں گم ہو گیا اور بے نام و نشان ہو گیا۔

اے زخم خوردہ درویش! جو کچھ فانی سے ظاہر ہو وہ غلط ہے اور جو باقی سے ظاہر ہو وہ حق ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ شیطان نے حسن بن منصور حلاج سے کہا یہ کیا بات ہے کہ میں نے اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ (میں اس سے بہتر ہوں) کہا تو مردود ہو گیا اور تو نے اَنَا الْحَقُّ (میں خدا ہوں) کہا تو تو مقبول ہے؟ حسن بن منصور نے جواب دیا کہ اس میں فرق یہ ہے کہ میں نے اپنے آپ کو گم کر دیا اور حق کو پا لیا اور تو اَنَا میں گم ہو گیا اور حق سے بچھڑ گیا۔

جب عارف اس مقام پر پہنچتا ہے تو ہر رات اس پر تجلی فرقانی ہونا شروع ہو جاتی ہے جو اس کو دوئی سے پھیر کر احدیت کی طرف لاتی ہے اور پورا واصال ہو جاتا ہے جتنا بھی وہ اپنے آپ کو ڈھونڈتا ہے حق ہی کو پاتا ہے۔ اس جگہ پر عشق پورا ہو جاتا ہے۔ جب عشق کی بات پوری ہو گئی تو عاشقوں کا کام منظم ہو گیا۔

گر بگویم شرح عشق لا دوام ! صد قیامت بگذرد آں ناتمام

(اگر میں غیر متناہی عشق کی شرح بیان کرنے لگوں تو سینکڑوں قیامتیں گذر جانے کے بعد

بھی وہ نامکمل رہے گی)

جو کچھ بھی ہے عشق ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے حقیقت کہہ دی اور سلام اس پر ہے جو ہدایت کی پیروی کرے۔ مبارک ہے وہ آدمی جو مولیٰ کے عشق میں گرفتار ہے۔ خداوند تعالےٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ چونکہ یہ چند ایک کلمات عشق و حال کے قبیل سے تحریر کیے گئے ہیں نہ کہ از راہ قیل و قال، پس جو آدمی بھی ان اوراق کو دیکھے گا اور ذوق و محبت سے ان پر عمل کرے گا تو یقیناً انشاء اللہ تعالےٰ اپنے مقصود کو پہنچے گا۔ خداوند تعالیٰ کی توفیق رفیق ہو ؎

گوش دل گوش ہمہ آراستہ کردیم | از بس سخن نحوف کہ گفتیم وشنیدیم

(ہم نے دل کے کانوں کو پوری طرح آراستہ کرلیا ہے۔ ہم نے خوف کے باوجود بہت سی باتیں کہدی اور سن لی ہیں)

افسوس صد افسوس! مصرعہ

عاشق کُو کہ بشنود آواز

(ایسا عاشق کہاں ہے جو اس آواز کو سنے)

اے زخم خوردہ درویش! جب تو خلوت نشینی اختیار کرے تو تجھ کو اوراد و وظائف کے لیے اپنے اوقات کار کو اس طرح منظم کرنا چاہیئے۔

سب سے پہلے بنیادی چیز یہ ہے کہ ہر وقت ذکر میں مشغول رہے اگر اسی ذکر پر ہی اکتفا کرے تب بھی درست ہے۔ جب صبح پھوٹتی ہے تو خواب غفلت کی وجہ سے طبیعت پر ایک طرح کا ثقل اور بوجھ ہوتا ہے اور نماز کے وقت صفائی دل مشکل ہو جاتی ہے۔ طالب کو چاہیئے کہ جب وہ نیند سے بیدار ہو تو سب سے پہلے وضو کرے کہ وضو کا ایک بہت بڑا اثر طبیعت پر ہوتا ہے۔ اس سے دل بیدار ہو جاتا ہے۔ صبح صادق سے لے کر صبح کی نماز تک استغفار کرے اور صبح کی فرض نماز سے پہلے دو رکعت سنت ادا کرے۔ لبعد ازاں فرض نماز میں پورے خشوع و خضوع اور تعظیم الٰہی سے مصروف ہو جائے۔ اپنے باطن کا مشاہدہ کرے اپنے حال پر غور و فکر کرے۔ خداوند تعالےٰ کے حضور کا تصور کرے اور اپنے متعلق یہ خیال کرے کہ میں کسی

بادشاہ کے حضور میں پیش ہوں۔ چنانچہ اس تصور سے اس کے ظاہر و باطن پر ایک طرح کی ہیبت و وحشت چھا جائے گی۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ جب ہم کسی ظاہری دنیاوی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو ہماری کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ہم ادھر اُدھر توجہ نہیں کرتے اور خلاف ادب کوئی حرکت نہیں کرتے۔ نہایت مؤدب ہو کر کھڑے ہوتے ہیں لیکن خداوند تعالےٰ کے حضور میں ہماری یہ کیفیت نہیں ہوتی۔ حالانکہ خداوند تعالےٰ بھی حاضر و ناظر ہیں۔ شاید ہم خدا تعالےٰ کو غائب سمجھتے ہیں۔ نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْهَا۔

اگر واقعی کوئی خدا تعالےٰ کو غائب سمجھتا ہے تو وہ کافر ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔ (احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالےٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ تو خدا تعالےٰ کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ بہر حال تجھے دیکھتا ہے)

آدمی کو چاہئے کہ اپنی نماز شروع کرنے سے پہلے اپنی موت کو یاد کرے اور خیال کرے کہ شاید یہ میری آخری نماز ہو۔ اس کے بعد عمر شاید وفا کرے یا نہ کرے۔ کل کی صبح میرے لیے شائد طلوع ہو یا نہ ہو جو وقت مل گیا ہے اسے غنیمت سمجھے۔ خدا تعالےٰ کی حضوری میں رہے۔ اس سے امیدیں منقطع ہو جائیں گی اور دل کے وسوسے ختم ہو جائیں گے۔ یہ دونوں چیزیں خشوع و خضوع کے لیے بہت مددگار ہیں۔ ہر نماز سے پہلے ان مقدمات کو اپنے دل میں یاد کر لیا جائے اور اس کے بعد فرض نماز ادا کرے۔

جب دعا مانگنے لگے تو چار زانو ہو کر بیٹھے منہ قبلہ کی طرف کرے۔ خداوند تعالےٰ کے حضور اور عظمت و بزرگی کو مد نظر رکھ کر پورے خشوع و خضوع سے دعا کرے۔ اس کے بعد خیالات کو دور کر کے ذکر میں مشغول ہو جائے۔ سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے تک ذکر میں مشغول رہے۔ اس کے بعد دو رکعت نماز اشراق ادا کرے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور دوسری رکعت میں وَالضُّحٰی وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰی پڑھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد چاروں قُل (یعنی سورۂ کافرون۔ سورۂ اخلاص۔ سورۂ فلق اور سورۂ الناس) سات مرتبہ پڑھے۔

اس کے بعد دو رکعت نماز استخارہ ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا وَّلَا مَوْتًا وَّلَا حَیٰوۃً وَّلَا نُشُوْرًا وَّلَا اَسْتَطِیْعُ اَخُذَ اِلَّا مَا اَعْطَیْتَنِیْ وَلَا اَنْ اَتَّقِیَ اِلَّا مَا وَقَیْتَنِیْ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنِیْ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی مِنَ الْاَقْوَالِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ وَاجْعَلِ الْخَیْرَ فِیْ کُلِّ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ اُرِیْدُہٗ فِیْ ھٰذَا الْیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! میں تیرے علم سے بھلائی طلب کرتا ہوں۔ تیری قدرت سے طاقت حاصل کرنا چاہتا ہوں اور تجھ سے تیرے بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ تو قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا تو غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ! میں اپنی جان کے نفع و نقصان کا مالک بھی نہیں ہوں اور نہ زندگی اور موت اور مر کر اٹھنے کا۔ جو تو عنایت کرے اس کے سوا میں کوئی چیز بھی حاصل نہیں کر سکتا اور جس تکلیف سے تو مجھ کو نہ بچائے میں اس سے بچ بھی نہیں سکتا۔ اے اللہ مجھے ایسے اعمال صالحہ اور اقوال نیک کی توفیق عطا فرما جن کو تو پسند کرتا ہو اور محبوب رکھتا ہو۔ میرے ہر قول و عمل میں جو میں اس دن اور رات میں ادا کروں بھلائی عطا فرما)

دعا سے پہلے اور نماز کے بعد اور پھر دعا کے بعد دوبارہ یہ کلمات کہے اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ (اے اللہ! مجھے مہلت دے اور مجھے پسندیدہ بنا) اور اپنے آپ کو خداوند تعالیٰ کے سپرد کر دے اور حضرت رب العزت سے استعانت چاہیے تاکہ دل کو ذکر اور مراقبہ کی حقیقت سے لذت حاصل ہو۔ اپنے نفس مکار کو یاد نہ کرے اور چاہئے کہ دن کے اول وقت میں نفس کی کوئی رعایت نہ کرے۔ سستی اور فتور کو کسی طرح بھی اپنے وجود میں نہ آنے دے کہ اس وقت کی مشغولی باقی تمام دن کے لیے بنیاد کا کام دیتی ہے باقی سارا دن اسی بنیاد پر قائم ہوگا یہ بات تجربہ سے معلوم ہو چکی ہے کہ اگر دن کے ابتدا میں کوئی خلل پیدا ہو جائے تو باقی سارا دن

خلل ہی پڑتا جاتا ہے۔

اس کے بعد اگر نئے وضو کی ضرورت ہو تو کرے اور اپنی خلوت کی مخصوص جگہ پر پورے حضورِ دل سے دو رکعت نماز ادا کرے اور سلام پھیرنے کے بعد پوری نیازمندی سے اپنے ہاتھ اٹھائے اور اپنا سر نیچا کرے اور اپنے لیے اور اپنے خویش و اقارب اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرے اور ماں باپ اور اصحابِ حقوق، دوستوں، ہمنشینوں، آشناؤں، عادل حکمرانوں سب کے لیے دعا کرے۔ دعا مانگتے وقت جلدی نہ کرے بلکہ پوری دلجمعی اور خشوع و خضوع سے دعا مانگے اور دعا کے دوران وساوس شیطانی اور خیالات نفسانی کو اپنے اندر نہ آنے دے۔ اگر آنے شروع ہوں تو ان کو نکال دے اور دل کو خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کرے اس دوران میں اپنے سر کو جھکائے رکھے اگرچہ بہ تکلف ہی کیوں نہ جھکائے۔ آہستہ آہستہ یہ تکلف طبیعتِ ثانیہ بن جائے گی اور کفایت عنایت سے بدل جائے گی۔

اس کے بعد ذکر و مراقبہ میں مشغول ہو جائے اور چاشت کے وقت تک —— جو کہ دن کا چوتھائی حصہ ہوتا ہے —— مراقبہ کرے۔ اس کے بعد بارہ رکعت نماز چاشت پورے حضورِ دل سے ادا کرے۔ اس کے علاوہ دو رکعت نماز شکرانہ بھی ادا کرے۔ ان دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی سے لے کر خَالِدُوْنَ تک پڑھے اور دوسری رکعت میں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے لے کر آخر سورۂ بقرہ تک پڑھے۔ اس کے بعد پھر کچھ دیر تک مراقبہ کرے اور اگر بھوک و پیاس کا غلبہ ہو تو کچھ کھا پی لے۔

اس کے بعد اپنے سونے کی جگہ پر —— جو کہ سونے کے لیے مخصوص کر لینی چاہئے —— جا کر کچھ دیر قیلولہ کرے۔ یعنی دوپہر کو سوئے۔ کیونکہ اس سے رات کی بیداری پر مدد ملے گی۔ اگرچہ نفس مکّار از راہ مکر سونا نہ چاہے تو بھی ضرور سوئے کیونکہ نفس تو یہ چاہتا ہے کہ سارا دن جاگتا رہے تاکہ رات کو بیدار نہ ہو سکے اور اس کا رات کا معمول خلل میں پڑ جائے اور شب بیداری کی فضیلت سے محروم ہو جائے۔ طالب کو چاہئے کہ اپنے آپ کو سونے پر آمادہ کرے تاکہ رات کو طبیعت بوجھل نہ ہو البتہ یہ کوشش ضرور کرے کہ ظہر کی نماز سے پہلے پہلے بیدار ہو جائے۔

بیداری کے بعد نیا وضو کرے دو رکعت نماز ادا کرے اور اس کے بعد قبلہ رخ ہو کر مراقبہ میں چلا جائے۔ پھر جب ظہر کی اذان ہو جائے تو ظہر کی چار رکعت سنت ادا کرے اور ایک ہی سلام سے چاروں رکعت ادا کرے اور یہ رکعتیں بہت طویل ادا کرے کیونکہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ان رکعتوں میں لمبی سورتیں (طوال مفصل سورۂ حجرات سے لے کر سورۂ بروج تک) پڑھا کرتے تھے۔ اس کے بعد نماز ظہر کے فرضوں میں مشغول ہو جائے اور اپنے نفس پر کڑی نگرانی رکھے کہ سنت اور فرض نمازوں میں کوئی فتور و خلل نہ ہونے پائے۔ فرض ادا کرنے کے بعد چار رکعت سنت ادا کرے۔ ہم نے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ یہ چار رکعتیں بہت بڑے فوائد کی حامل ہیں۔

نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد کچھ دیر قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہے بعد ازاں مشائخ کے کلام کا بھی کچھ مطالعہ کرے اور پھر ذکر و دعا میں مشغول ہو جائے۔ پھر جب عصر کی اذان ہو تو چار رکعت سنت ادا کرے اس کے بعد ذکر و مراقبہ میں مشغول رہے اور اس کے فرض ادا کرے اور فرائض میں کسی قسم کا نقص و فتور واقع نہ ہونے دے اس کے بعد پورے درد و اشتیاق اور نیاز مندی سے ستر مرتبہ استغفار پڑھے اس کے بعد پھر ذکر میں مشغول ہو جائے۔ یہاں تک کہ شام کی نماز کا وقت آجائے۔ جب مغرب کی اذان ہو جائے تو اذان اور فریضہ کے درمیان دو رکعت سنت ادا کرے۔ (بعض بزرگانِ دین ان کو باقاعدہ پڑھا کرتے تھے (بعض کہتے ہیں کہ ہر اذان اور فرض کے درمیان دو رکعت نماز سنت ہے) پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ پڑھے اور دوسری میں بعد از فاتحہ سورۂ اخلاص۔ جب مغرب کی نماز کے فرض ادا ہو جائیں تو جلدی سے اٹھ کر دو رکعت نماز سنت ادا کرے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون پڑھے اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پڑھے اس کے بعد چار رکعت نماز اوابین دو سلام سے ادا کرے پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ فلق اور سورہ الناس پڑھے اور بعد کی دو رکعتوں میں بھی یہی سورتیں پڑھے اس کے بعد نماز استخارہ کی دو رکعت ادا کرے اور اس کے بعد دو رکعت نماز شکرانہ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے ادا کرے۔ اس کے بعد ذکر میں مشغول ہو جائے جب عشاء کی

نماز کا وقت ہو جائے تو چار رکعت سنت ادا کرے۔ اس کے بعد چار رکعت فرض ادا کرے بعد ازاں پھر چار رکعت سنت پڑھے۔ اس کے بعد وتروں کی طرف متوجہ ہو۔ اگر آخر رات میں اس کو اپنے بیدار ہو جانے کی قوی امید ہو تو اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ وتر آخر رات میں ادا کرے ورنہ اول رات ہی میں ادا کر لے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور دوسری رکعت میں قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق تین رکعت وتر ایک ہی سلام سے ادا کرنا واجب ہے۔ تیسری رکعت میں دعائے قنوت بھی پڑھے۔

جب یہ مقدمہ معلوم ہو چکا تو اب یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کھانا کھاتے وقت خداوند تعالےٰ کو فراموش نہ کرے کہ خداوند تعالےٰ کو حاضر سمجھنا اس کی پوری نعمتوں کا حق ادا کرنے کا باعث ہے کھانا کھاتے وقت خداوند تعالےٰ کا ذکر کرتے رہنا چاہئے۔ کھانا ایک ہی دفعہ جلدی جلدی کر کے نہیں کھا لینا چاہئے۔ بلکہ چند لقمے کھا لینے کے بعد توقف کرے جیسا کہ صوفیا میں اس کے متعلق ہدایات دی جاتی ہیں۔

شیخ نجم الدین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ صاحب دل کے سامنے سب سے زیادہ غلیظ اور سب سے زیادہ طاقتور حجاب اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ کھانا کھاتے وقت آدمی خداوند تعالےٰ کو فراموش کر کے کھانا کھائے۔ شاید تو نے یہ بھی سنا ہو گا کہ خواجۂ عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے وقت تین بار میں پانی پیتے تھے تاکہ پانی پینے کے دوران خدا تعالےٰ کو چھ دفعہ یاد کر لیا جائے (یعنی ہر سانس کے ابتدا میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے اور آخر میں الحمد للہ کہے تو اس طرح تین سانس میں چھ دفعہ اللہ تعالےٰ کا ذکر ہو جائے گا) اور نفس کو ایک ہی دفعہ پانی پینے سے روکے۔ جب کھانا کھانے میں خداوند تعالےٰ کے ذکر اور حضور کی رعایت کرے گا تو کوئی لقمہ اس کے معدہ میں ایسا نہ جائے گا جو خداوند تعالیٰ کی حضوری اور اس کی محبت کا باعث نہ ہو اور کھانے والے کا حال اس سے درست رہے گا۔ وہ کھانا جو اس طریقہ سے کھایا جائے گا وہ خداوند تعالیٰ کی محبت اور درد کا سرمایہ بنے گا اور چونکہ تمام اعضاء کو غذا سے تقویت پہنچتی ہے جس جس عضو میں بھی اس کھانے کا اثر پہنچے گا اس کو صاف کر دیا جائے گا

اور خدا تعالیٰ کے ذکر میں لذت حاصل کرے گا۔ دل میں سوز اور درد پیدا ہوگا اور جسم سے تاریکی کا اثر ختم ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ ایسی حالت ہو جائے گی کہ اس کے تمام اعضاء و جوارح خدا تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار ہو جائیں گے۔ اس طرح کا کھانا تعجب نہیں کہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک عبادت شمار کیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا کہ اَنَا اٰکُلُ وَاُدَاصِلُ (میں کھانا بھی کھاتا ہوں اور اپنے رب سے ملتا بھی ہوں) کا یہی معنی ہے۔ جب خدا تعالیٰ کی یادداشت کا نور تمام اعضاء وجوارح میں سرایت کرتا ہے تو عبادت اور ذکر الٰہی میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ سستی اور کسلمندی اس کے جسم میں راہ نہیں پا سکتی۔

یہ بھی یاد رہے کہ کھانا عشاء کی نماز کے بعد کھانا چاہئے تاکہ مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت کو عبادت میں مصروف رکھا جا سکے لیکن بعض بزرگان دین نے اس میں کھانا کھایا بھی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تھا کہ مغرب اور عشاء کے درمیان کھانا بہتر ہے یا عبادت میں مشغول رہنا؟ تو آپ نے فرمایا عبادت میں مشغول رہنا بہتر ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس وقت کو صوفیاء کی اصطلاح میں "صبح ثانی" کہتے ہیں۔ اس وقت کی چند ایک خصوصیات ایسی ہیں جو صبح کے وقت میسر نہیں آ سکتیں۔ پہلی خصوصیت یہ ہے کہ صبح تفرقہ لاتی ہے اور یہ وقت جمعیت اور سکون پیدا کرتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ دن ایک ایسا وقت ہے کہ اس میں ہر آدمی اسباب معاش کی طلب اور دوسرے امور کے لیے حرکت میں آجاتا ہے۔ اہل حرفت وصنعت اپنے اپنے پیشوں میں لگ جاتے ہیں۔ خرید و فروخت شروع ہو جاتی ہے۔ ہر قوم اپنے مطلوب کے مطابق اسباب دنیوی سے تعلق پیدا کر لیتی ہے بلکہ تمام حیوانات درندے، پرندے اور چرندے بھی اُس وقت اپنی معیشت کے اسباب میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا (اور ہم نے رات کو پردہ بنایا اور دن کو روزی تلاش کرنے کا وقت مقرر کیا) جتنا وقت بھی شام کے بعد گذرتا جائے گا سکون اور آرام زیادہ ہوتا جائے گا۔ بخلاف صبح کے وقت کے کہ جتنا وقت اس کے بعد گذرتا جائے گا تفرقہ اور پریشانی زیادہ ہوتی جائے گی۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ شام کے بعد جتنا وقت بھی گذرتا جائے گا تاریکی زیادہ ہوتی جائے گی اور تاریکی کو باطن کی جمعیت اور حواس ظاہری کے معطل کرنے میں بہت بڑا دخل ہے اگرچہ دن کے وقت بھی کسی تاریک جگہ میں بیٹھا جا سکتا ہے۔ لیکن مثل مشہور ہے کہ لَیْسَ التَّکَحُّلُ فِی الْعَیْنَیْنِ کَالْکُحْلِ (سُرمہ لگائی ہوئی آنکھیں اور قدرتی سرمگیں آنکھیں کبھی برابر نہیں ہو سکتیں) قدرتی تاریکی اور مصنوعی تاریکی کے ماحول میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ سالک جب ابتدائے رات میں کھانا کھالے گا تو صبح ثانی کے وقت اس کے معدے میں کھانے کا پورا پورا اثر ہوگا البتہ شام کی نماز میں وہ ضرور خالی معدہ ہوگا اور خالی معدہ ہونا خدا تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اور چاہئے کہ لقمہ حرص سے نہ اٹھائے اور لقمہ اٹھاتے وقت اپنے نفس سے کہے "اے نفس! اتنا تو زیادہ کھائے گا انجام کار تیرا جسم کیڑوں کی خوراک بنے گا۔ خواہ تو تھوڑا کھائے یا زیادہ آخر تیرا انجام موت ہے۔ بلکہ موت کے وقت بھوک زیادہ اچھی ہے اور تیرے عیب اگر ڈھانپ دئے گئے تو تیرے حق میں مفید ہے"۔ جب اس طرح غور وفکر کرے گا تو حرص اور طمع کا اندھیرا اس کے نفس سے اٹھ جائے گا اور ذکر الٰہی کا نور اس کے دل میں نازل ہوگا۔ کھانے کے اختتام تک اس غور وفکر سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔

لقمہ چھوٹا اٹھانا چاہئے اور منہ کی دائیں جانب رکھ کر چبانا شروع کرے اور دانتوں کا کام معدہ سے نہیں لینا چاہئے۔ جب تک ایک لقمہ پیٹ میں نہ پہنچ جائے دوسرے لقمہ کو نہیں اٹھانا چاہئے کھانا کھانے کے دوران میں پانی نہیں پینا چاہئے۔ بلکہ کھانے کے بعد پانی پیا جائے۔ کھانے کے ہمراہ کبھی میٹھا مشروب نہیں پینا چاہئے۔ کہ اس سے معدہ میں غلیظ ریاحیں پیدا ہوتی ہیں جب بھی کھانا کھایا جائے بھوک رکھ کر چھوڑ دیا جائے لذیذ اور مرغن غذاؤں کا اپنے آپ کو عادی نہ بنایا جائے۔ جن چیزوں کی احتیاج نہ ہو مثلاً پھل، میوے، کھجور وغیرہ ان کے کھانے سے قناعت کر لینی چاہئے۔

زیادہ کھانے سے ہزاروں بیماریاں بھی پیدا ہوتی ہیں اور آدمی خدا تعالیٰ کی عبادت سے بھی رہ جاتا ہے۔ شہوت میں اس طرح گرفتار ہو جاتا ہے کہ اس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں بنتی جو آدمی اپنے پیٹ کو شہوات نفسانی سے نگاہ رکھے گا وہ اپنے دل کو طہارت کے نور

سے اور آنکھوں کو نور بصارت و بصیرت دونوں سے روشن کرتا ہے اور عقل کا پرندہ اپنے پُر نور آشیانہ میں پہنچ جاتا ہے۔ عقل میں پختگی آتی ہے۔ زیادہ کھانے سے آدمی شہوات نفسانی اور نافرمانی کی قوت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ دل سیاہ ہو جاتا ہے اس کے گناہ پر اصرار سے قساوتِ قلبی پیدا ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ راہ حق سے دور جا پڑتا ہے اور ضلالت و گمراہی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ جس آدمی پر شہوت غالب نہ ہو وہ اپنے نفس پر ضرور غالب آجائے گا اس کے دل میں روشنی ظاہر ہوگی۔ شہوت نفس کی زحمت سے آزاد ہو جائے گا۔ آتش نفس نور کی صفت سے دل کے اندر پیدا ہوگی۔ نفس اور دل سے مخالفت اٹھ جائے گی اور ہم آہنگی پیدا ہو جائے گی۔ دل کشادہ ہو جائے گا۔ فہم تیز ہو گا اور کان سننے لگیں گے احکام شریعت کا وعظ و نصیحت قبول کرے گا۔ اس کی آنکھیں روشن ہوں گی اور اپنے نفس کے عیب اللہ تعالےٰ کے انعام و الطاف سے معلوم کر لے گا۔ خدا تعالےٰ کی آیات اور استدلال کو سمجھے گا خداوند تعالیٰ سے واصل ہو جائے گا اور شیطان سے چھٹکارا حاصل کر لے گا۔

اے خستہ دل درویش! اگر تو چاہتا ہے کہ شیطان اور نفس سے اپنے آپ کو آزاد کرے کہ وہ تجھ کو خلل میں نہ ڈالیں تو تجھے ہمیشہ نفس کی مخالفت کرنی چاہئے تاکہ وہ تجھ کو مصیبتوں میں نہ ڈالے اور صوفیاء کی اصطلاح میں جہاد اکبر اسی کو کہا جاتا ہے۔ اے عزیز! جب تو نفس کی مخالفت کرنا چاہتا ہے تو سب سے پہلے اپنے آپ کو حرام اور مشتبہ غذاؤں سے پوری کوشش کر کے بچا لے۔

اے عزیز! کھانا کھاتے وقت باتیں نہ کرنا چاہئے، ما سوا اس کے کہ ابتدا میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے اور پھر ذکر الٰہی کرے اور کھانے کے دوران اپنے منعم حقیقی کا تصور اپنے ذہن میں رکھے بے وضو کھانا نہیں کھانا چاہئے۔ خداوند تعالےٰ کو ہر وقت حاضر و ناظر سمجھا جائے۔ درویش کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ کھانا کھاتے وقت اپنی پوری توجہ خدا تعالےٰ کی طرف رکھے اور اپنے باطن کو تھوڑا سا حاضر کرے اپنے خاکی وجود کو نظر میں لائے تاکہ اس کی حرص ٹوٹ جائے اور کھانا کھانے کے بعد جیسا کہ نفس کی خاصیت ہے کہ اگر ایک دفعہ تم اس کی بات مان لو گے اور اس کا ساتھ دو گے تو وہ ہر وقت مطالبہ کرے گا کہ اس

کے حکم کو تسلیم کیا جائے۔ ورنہ وہ سرکشی شروع کر دے گا اور پوری کوشش کرے گا کہ تم اس کے غلام بن کر رہو۔

اور اگر ایک دفعہ تم اس کے غلبہ اور تیزی کو سختی سے توڑ دو گے اور اس کی غلطی پر سرزنش کرو گے اس کی خطا پر اس سے باز پرس کرو گے تو وہ تمہارے سامنے ذلیل اور مغلوب ہو جائے گا پھر اگر کسی وقت وہ کچھ سر اٹھائے گا تو تھوڑی سی کوشش کے ساتھ اس کو فرمانبردار بنایا جا سکے گا خصوصاً کھانے کی خواہش کہ تمام خواہشات سے غالب ترین خواہش ہے اگر نفس اس معاملہ میں مطیع و فرمانبردار ہو جائے گا تو دوسری خواہشات میں چنداں سرکشی نہیں کر سکے گا۔

درویش کو چاہئے کہ اپنے پیٹ کو حرام اور مشتبہ لقمے سے محفوظ رکھے اور حلال طریقے سے روزی کھائے اور حلال کھانے کا کمترین درجہ یہ ہے کہ شریعت اس کو بُرا نہ سمجھتی ہو۔ کھانا ہمیشہ عبادت کی قوت حاصل کرنے کی نیت سے کھانا چاہئے۔ لیکن کھاتے وقت خدا تعالےٰ کے تصور کو کسی وقت بھی ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے۔ چند ایک اسرار اس معاملہ میں معلوم ہو جاتے ہیں کہ ان کی شرح و تفصیل طوالت کا باعث ہے۔ لیکن مختصر طور پر سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے۔ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں) اور ان کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی ہے۔ کھانے اور پینے کو معدہ کے ساتھ موافقت دی ہے۔ اگر کھانا کھاتے وقت وضو کی رعایت نہیں کرے گا تو ایسے کھانے سے صفات حیوانی کی قوت پیدا ہو گی جو کہ اس کی روحانیت اور دل پر غالب آ جائے گی۔ اور جب طہارتِ ظاہر و باطن کی رعایت کرے گا تو ان کے اکٹھا ہونے سے روحانیت کی قوت حاصل ہو گی۔ اور اسی طرح وہ کھانا جو کہ خواہش اور حرص سے کھایا جائے گا معدہ ایسے کھانے سے اور کھانا معدے سے متنفر ہو جائیں گے اور ان کے اکٹھا ہونے سے سوائے کدورت اور ظلمت، سستی اور کاہلی اور باطل پرستی کے اور کوئی چیز حاصل نہ ہو گی۔

یہ بھی جان لینا چاہئے کہ اس وقت میں شیطان کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے وہ اس چیز کا زبردست اہتمام کرتا ہے کہ طالب کی جمعیت کو برباد کر دے۔ ایسے وقت میں حضورِ الٰہی کا تصور طالب کی تمام قوتوں کا محافظ بلکہ جسم کی ریاست کا ایک مضبوط ترین قلعہ ہے۔ اگر خدا

کا حضور میسر ہو جائے اور اعضاء و جوارح حلال کھانے سے پرورش پائیں تو تمام شیطانی خیالات اور وساوس کلیۃً ختم ہو کر رہ جائیں گے۔ ایسے جسم کے اندر شیطان کا دورہ اور خالی اعضاء میں گردش نہایت دشوار ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ تمام اعضاء حضور کے نور اور ذکر کے نور سے پُر ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس لیے نفس امّارہ انتہائی کوشش کرتا ہے کہ اس حضور میں خلل ڈالے تاکہ اس کا راستہ کشادہ ہو جائے۔

چنانچہ ایک آدمی کھانا کھاتے وقت ایسا محسوس کرتا کہ اس کا ہر لقمہ جب حلق سے نیچے آتا ہے تو زہریلا ہو جاتا ہے اس نے اپنی یہ کیفیت اپنے شیخ سے بیان کی۔ شیخ نے اس موضوع پر اس کو چند ایک ہدایتیں دیں اور فرمایا کہ خداوند تعالےٰ کے حضور کو مدنظر رکھو اور اپنے کھانے میں سے کم از کم تین لقمے اس کیفیت سے کھاؤ کہ خداوند تعالےٰ کا تصور تمہارے ذہن پر مسلّط ہو۔ جب اس نے اس پر عمل کیا تو ایک سفید رنگ کا چھوٹا اور باریک سانپ اس کے اندر سے نکل کر بھاگ گیا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو ذکر میں مشغول ہو گیا۔ ذکر کے باعث اس کے اندر نور کی شمع روشن ہو گئی تو اس نے دیکھا کہ وہ زہریلا پن اس کے اندر سے نکل کر بھاگا جا رہا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے پاؤں کے ناخنوں سے بھی باہر نکل گیا۔

جب کھانا کھانے سے فارغ ہو جائے تو دعا کرے۔ دانتوں کا خلال کرے اپنے ہاتھ اور منہ اچھی طرح دھو کر صاف کرے۔ کھانے کے شکرانے کے طور پر چار رکعت نماز ادا کرے اور حتی الوسع کوشش کرے کہ وضو نیا کیا جائے۔ بزرگانِ دین دو وقتوں میں نیا وضو کرنے میں بہت مبالغہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک تو کھانے کے بعد اس لئے کہ اگرچہ کھانا حضوریٔ حق کے ساتھ کھایا جائے پھر بھی اس کے طبعی اثرات اور امور عادیہ کا خاصہ ہے کہ وہ روحانیت کو مغلوب کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ایک طرح کی سستی اور بوجھ طبیعت میں پیدا کرتا ہے۔ ایسے وقت میں اگر وضو کر لیا جائے تو وضو کی وجہ سے یہ تمام مکروہات دور ہو جائیں گی اور روحانیت برقرار رہے گی۔ اس میں شک نہیں ہے کہ وضو کو سستی اور طبیعت کے بوجھل پن کو دور کرنے میں ایک عظیم قوت بخشی گئی ہے۔

دوسرا جب صبح کی نماز ادا کرنا چاہے تو اگرچہ تہجد کا وضو ہو پھر بھی نیا وضو کر لینا بہتر ہے۔

کھانا کھانے کے بعد ذکر آہستگی سے کرے تاکہ کھانا درہم برہم نہ ہو جائے اس کے بعد بدستور اپنے ذکر میں مشغول رہے۔ تا وقتیکہ نیند اس پر پوری طرح غالب نہ ہو جائے اور جب نیند سے بیدار ہو تو اپنے آپ کو دیکھے۔ اگر بائیں پہلو پر سویا ہوا ہو تو اپنے دائیں پہلو پر ہو جائے اور اس کے بعد بستر سے اٹھے اور یہ دعا پڑھے۔

اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْعَظَمَةُ وَالْكِبْرِيَاءُ وَالْقُوَّةُ وَالْقُدْرَةُ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ اَصْبَحْنَا عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَكَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ وَعَلٰى دِيْنِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس کے بعد تازہ وضو کرے اور دو رکعت نماز ادا کرے اس کے بعد تین مرتبہ سورہ اخلاص اور ایک ایک دفعہ سورہ فلق اور سورہ الناس پڑھے۔ اس کے بعد ذکر میں مشغول ہو جائے اور صبح ہوتے تک ذکر میں مشغول رہے۔

پھر اسی طریقہ سے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اپنے اوقات کی رعایت کرے۔ اپنے ایک سانس سے اگر آدمی چاہے تو دونوں جہانوں کو خرید سکتا ہے۔ اتنے قیمتی سرمایہ کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ میری آخری نصیحت ہے کہ اپنے اوقات کو جہاں تک ہو سکے ضائع نہ ہونے دو سے

نصیحت ہمین ست جان برادر! کہ اوقات ضائع مکن تا توانی!

(اے بھائی کی جان! نصیحت یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے اوقات کو ضائع نہ کر)

اے زخم خوردہ درویش نیک اندیش! عالی دماغ، صاحب ضمیر دل اور بصیرت والوں پر یہ بات واضح اور روشن ہو جانی چاہیئے کہ اس کتاب میں مضامین کو مکرّر، سہ کرّر لانے اور بعض ابیات و نکات کو بیان کرنے کا مقصد اس فقیر اور درویش کا یہ تھا کہ اگر اس کتاب پر عبور کرتے وقت ناظرین، متعلّمین اور مومنین کے قلوب اگر پہلی مرتبہ حاضر نہ ہو سکے ہوں تو عجب نہیں کہ خداوند تعالےٰ کی توفیق ان کا ساتھ دے اور دوسری مرتبہ میں ان شوق انگیز، ذوق خیز اور درد آمیز باتوں سے کوئی شعور اور اطلاع حاصل ہو جائے اور کچھ نصیحت میسّر ہو جائے اور اس کتاب کے شیریں معانی، غمگین اور آشفتہ دلوں کو آرام بخشیں اور بغیر حلق کی تلخی کے روحانی غذا دلوں کو تسکین دے اور شوق سے توحید کی شراب کے گھونٹ نوش کر سکے کہ تمام موجودات کا مقصود اور فائدہ صرف اسی چیز میں ہے۔ اور اپنی عزیز عمر کو خدا تعالےٰ کی عبادت اور ذکر

حق تعالیٰ میں بسر کر سکے۔ دوست کے ذکر یا دوست کی باتوں کے ساتھ اس کے غیر کو کبھی برابر نہ کرے۔

احسان کرنے والے بادشاہ کی مدد اور حضرت خواجۂ عالم سید ہر دو جہان مقبول و محبوب قادر سبحان کی طفیل یہ نسخہ شریفہ "محبت" ختم ہوا۔ یہ کتاب عاشقان الٰہی اور واصلان پُر سرور حضرت لا متناہی کے لیے بہارستان کا نظارہ ہے۔ یہ کتاب عارف باللہ اور واصل حق، قطب غوث مطلق و مخدوم جہانیاں حضرت عثمان تبول جالندھری کی تصنیف ہے۔

الحمدللہ کہ یہ کتاب بدست اضعف العباد، کمترین خلفاء بندۂ حقیر راجی رحمۃ ربہ الغنی محمد ولد عبدالغنی عفی عنہ ساکن سیستان۔ نقل ہوئی۔

ضمیمہ متعلقہ کتاب "محبت"

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اَمَّا بَعۡدُ :- یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ملائکہ کرام کی تخلیق ہی کچھ اس انداز سے ہوئی ہے کہ ان میں شہوات و خواہشات نفسانی نہیں ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا چاہئے تھا کہ وہ بلا کسی مزاحمت کے احکام خداوندی کی تعمیل کرتے جائیں۔ چنانچہ وہ اوامر الٰہی کی تعمیل میں سرِ مو فرق نہیں دیتے۔ خداوند تعالےٰ نے ان کی صفات کو قرآن مجید میں مختلف مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ کسی جگہ فرمایا عِبَادٌ مُّکۡرَمُوۡنَ (خدا کے برگزیدہ بندے ہیں) کہیں فرمایا سَفَرَۃٍ کِرَامٍۭ بَرَرَۃٍ (خدا تعالےٰ کے نیک اور برگزیدہ ایلچی) ایک مقام پر فرمایا عَلَیۡہَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعۡصُوۡنَ اللّٰہَ مَاۤ اَمَرَہُمۡ وَیَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ (جہنم پر فرشتے مقرر ہیں بڑے سخت مزاج بڑے طاقتور وہ کسی حال میں بھی اللہ تعالےٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ اللہ تعالےٰ فرمائیں اس کی تعمیل کرتے ہیں) ایک اور مقام پہ فرمایا وَمَنۡ عِنۡدَہٗ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِہٖ وَلَا یَسۡتَحۡسِرُوۡنَ ۝ یُسَبِّحُوۡنَ الَّیۡلَ وَالنَّہَارَ لَا یَفۡتُرُوۡنَ ۝ (جو اس کے پاس ہیں (فرشتے) وہ خدا تعالیٰ کی غلامی سے نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ کسی وقت تھکتے ہیں۔ مسلسل دن رات اللہ تعالیٰ کی تسبیحات بیان کرتے ہیں اور کبھی خاموش نہیں ہوتے)

خود فرشتے بھی اپنی اس کیفیت سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ چنانچہ جب اللہ تعالےٰ نے ان کو زمین میں اپنا نائب پیدا کرنے کی اطلاع فرمائی تو فرشتوں نے عرض کیا اَتَجۡعَلُ فِیۡہَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡہَا وَیَسۡفِکُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ؕ قَالَ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ (اے خداوند! کیا آپ زمین میں ایسی مخلوق پیدا کریں گے جو زمین

میں فساد بپا کرے اور خونریزی کا ارتکاب کرے اور ہم آپ کی تسبیحات کہتے ہیں اور آپ کی حمد کے ترانے گاتے رہتے ہیں (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (سورہ بقرہ)

دنیا میں جتنی بھی کشمکش، لڑائی، جھگڑا وغیرہ موجود ہے اس کی بنیاد اقتدار و جاہ طلبی ہے، آہ فرشتوں کے اندر بھی پوشیدہ طور پر اقتدار کی ہوس موجود تھی۔ حُسن طلب دیکھئے فریق مخالف کی برائیاں اور اپنی خوبیاں فرشتوں نے بھی بیان کر لیں۔ الیکشن جیتنے کے بنیادی ہتھکنڈے فرشتوں نے بھی استعمال کر لیے۔ خیر چھوڑیے اس بحث کو۔

اصل مدعا یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ جس کا فرشتوں کو بھی اقرار کرنا پڑا۔ بالآخر یہ آسمانی مخلوق خاکی نژاد کے سامنے جھک گئی اور یہ فضیلت جس کے سامنے فرشتے دم بخود ہو گئے علم کی دولت تھی نہ کہ عبادت کی۔ خداوند عالم نے آدم علیہ السلام کو علم عطا فرمایا اور اس میدان میں جب آدم علیہ السلام کا فرشتوں سے مقابلہ ہوا ان کی تمام عبادت، فرمانبرداری اور اطاعت کے باوجود آدم علیہ السلام کے سر پر تاج خلافت رکھ دیا گیا۔ سب نے آدم علیہ السلام کی برتری کا اقرار کیا۔ شیطان نے انکار کیا تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ملعون و مطرود ہو گیا۔

یہ معاملہ تو اب واضح ہے کہ آدمی کو جو فرشتوں پر بزرگی ملی ہے وہ علم کی بدولت نصیب ہوئی ہے اگر آدمی عالم ہے (بشرطیکہ عالم حق پرست ہو) تو وہ یقیناً فرشتوں سے افضل ہے اور اگر جاہل ہے تو وہ خلافت کا حقدار نہیں ہے۔ اسے فرشتوں پر برتری نصیب نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم حاصل کرنے کی بہت ترغیب فرمائی۔ کبھی تو علماء کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے واضح کیا کہ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ (احمد۔ ترمذی) (عالم کو عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسی چودھویں رات۔ کے چاند کو دوسرے ستاروں پر فضیلت ہے اور یقیناً علماء ہی نبیوں کے وارث ہیں) کبھی ان الفاظ سے علماء کے مقام کو واضح فرمایا فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى اَدْنَاكُمْ (ترمذی) (عالم کو عابد پر اتنی فضیلت ہے جتنی کہ مجھ کو تم میں سے ایک ادنیٰ آدمی

پر فضیلت دی گئی ہے) اور کبھی یوں فرمایا فَقِیْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ (ابن ماجہ) (ایک عالم آدمی شیطان کے لیے ہزار عبادت گذار سے بھی زیادہ وبال جان ہے) اور کبھی علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا "اللہ تعالے رحمت بھیجتے ہیں اور اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین میں بسنے والی تمام مخلوقات حتی کہ اپنے بلوں میں چیونٹیاں اور پانی میں مچھلیاں بھی لوگوں کو بھلائی سکھلانے والے کے لیے رحمت کی دعا کرتی رہتی ہیں" (ترمذی)

کبھی آپ نے اس طرح فرمایا کہ "جو شخص شریعت کا علم حاصل کرنے میں مشغول ہو جائے اللہ تعے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیتے ہیں" (ترمذی)

کبھی آپ نے فرمایا "جو آدمی طلب علم میں مشغول ہے وہ اللہ تعالی کا راستہ طے کر رہا ہے (ترمذی دارمی) یعنی سلوک الی اللہ کی بنیاد علم ہے۔

خود خداوند عالم نے اپنی غیر مخلوق کتاب میں فرمایا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ (اللہ تعالی سے صرف عالم آدمی ہی ڈر سکتے ہیں) غرض کہ علم اور علماء کی فضیلت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا کچھ بیان فرمایا ہے کہ کسی بھی ایک موضوع پر آنحضرت کے اتنے ارشادات نہیں مل سکتے۔

لیکن آہ! آج خلافت کے لیے وہ بنیاد نہ رہ گئی جس کو خداوند تعالے نے پسند فرمایا تھا علماء پر آوازے کسے جانے لگے۔ ان کو "ظاہرین" کے خطاب سے نوازا گیا۔ مُلا، زاہد، محتسب، منطقی، اور فلسفی کے الفاظ علماء کے خطاب مقرر ہوئے اور ان پر تضحیک کی وہ بوچھاڑ ہونے لگی کہ الاماں والحفیظ۔ رفتہ رفتہ علماء بے وقعت ہونے لگے اور اس کے برخلاف "خلافت" ان لوگوں میں چلی گئی جو "ارادت" کے سلسلہ میں منسلک ہوئے، گوشہ نشین رہے۔ خانقاہ آباد اور خوابوں کی دنیا کے بادشاہ بنے سہ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔

ان گوشہ نشینوں سے جب علم شریعت کا مطالبہ کیا جانے لگا۔ احکام شریعت کے فتوے پوچھے جانے لگے تو چونکہ یہ لوگ اس دولت سے تہید ست تھے۔ یہ دولت تو وہ دنیا کو نہ دے سکے۔ اور دوسرا پہلو اختیار کر لیا گیا کہ علم کوئی چیز نہیں ہے یہ کتابوں کے انبار بے فائدہ ہیں۔ یہ قیل و قال فضول ہے ع علم درسی نبود در سینہ بود (علم وہ نہیں ہے جو کتابوں میں ہے بلکہ علم وہ ہوتا

ہے جو سینہ میں ہو کبھی ارشاد ہونے لگا کہ اللہ تعالے فرماتے ہیں وَآتَیْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًاہ (ہم نے اس (خضر علیہ السلام) کو اپنی طرف سے علم دیا تھا) علم تو وہ ہوتا ہے جو لدنی ہو۔ دوسرا علم کیا چیز ہے؟

یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالے مومن کے دل میں نور فراست پیدا کرتے ہیں جس کی روشنی میں وہ بہت کچھ دیکھتا اور سمجھتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اِتَّقُوا مِنْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی (مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ تعالے کے نور سے دیکھتا ہے) لیکن اس فراست کے لیے بھی بنیاد صرف کتاب وسنت ہے جو اس کے موافق ہو وہ صحیح ہے اور جو اس کے مخالف ہے وہ بالکل غلط ہے چنانچہ متقدمین صوفیہ کی کتابوں میں ایسی تصریحات جابجا ملتی ہیں۔ کشف، رؤیا، الہام وغیرہ کے لیے ان حضرات نے کتاب وسنت ہی کو بنیاد قرار دیا۔

متقدمین صوفیاء رحمہم اللہ علم شریعت کے حصول کی ترغیب دلاتے، بے علمی کو بنائے فساد قرار دیتے تھے۔ چنانچہ امام مالک۔ رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مقولہ ہے کہ آپ نے فرمایا مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ یَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ یَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ جَمَعَ بَیْنَ الْهَاتَیْنِ فَقَدْ تَحَقَّقَ (جو عالم ہو اور صوفی نہ ہو وہ فاسق ہے اور جو صوفی ہو اور عالم نہ ہو وہ زندیق ہے اور جس میں یہ دونوں چیزیں ہوں وہ حقیقت کو پہنچ گیا) حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

خیالات نادان خلوت نشین　　بہم بر کند عاقبت کفر و دین

(بے علم گوشہ نشین کے خیالات آخر کار کفر اور دین کو گڈمڈ کر دیتے ہیں)

گو متقدمین صوفیاء جہالت کے خلاف جہاد کرتے رہے، علم ظاہری کی ترغیب وتحریص میں حد سے زیادہ کوشش کی لیکن آہ یہ کشتی کنارہ پر نہ لگ سکی ؎

خدا کشتی آنجا کہ خواہد برد　　وگر ناخدا جامہ برہم درد

(جہاں خدا تعالےٰ کو منظور ہو کشتی وہیں جا کر لگتی ہے اگرچہ ملاح زور لگا لگا کر اپنے کپڑے بھی کیوں نہ پھاڑ ڈالیں)

بالآخر متاخرین صوفیاء میں بہت سی ایسی چیزیں آ گئیں جو شریعت کے سراسر خلاف
تھیں۔ ان متاخرین میں بعض دنیا دار بھی تھے۔ ریاکار بھی ہیں، پیشہ ور بھی ہیں لیکن یہ بھی
حقیقت ہے کہ سب ایسے نہیں ہیں بعض نہایت مخلص بھی ہیں، درد مند، غمخوار، خدا پرست
خدا جو اور مخلوق خداوندی پر نہایت شفیق ہیں جیسے کہ مصنف کتاب، خواجہ عثمان جالندھری
رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان میں خلوص ہے للّٰہیت ہے۔ بے پناہ درد ہے لیکن اس کے باوجود ان
کی کتاب میں بعض ایسی چیزیں آ گئی ہیں جو شریعت کے خلاف ہیں اور اس کی وجہ غالباً یا تو علم
شریعت کی کمی ہے اور یا پھر صوفیاء متاخرین کی ڈگر کی اتباع۔ لہذا میں نے مناسب سمجھا کہ
ان مقامات کو واضح کر دوں تاکہ قاری ان مقامات سے دھوکہ نہ کھا جائے۔

کتاب ہذا کے صفحہ ۵۸ پر شیخ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا
”متکلمین کے نزدیک نفی اثبات سے مقدم ہے اور فقہاء کے نزدیک اثبات نفی سے مقدم
ہے اور صوفیاء کے نزدیک نفی و اثبات دونوں شرک ہیں۔ کیونکہ اثبات کے لیے تین چیزوں کی
ضرورت ہے مُثبِت، اثبات اور ثابت اور اسی طرح نفی میں بھی تین چیزیں ضروری۔ نفی، منفی
اور نافی اور دو کا اثبات کرنے سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے تو چھ چیزوں کو ثابت کرنے والا
کیسے مومن و موحّد رہ سکتا ہے۔“

یہ کلام سراسر مغالطہ ہے اگر اس شرک پیدا ہو جاتا ہے تو خود توحید میں بھی شرک پیدا ہو
جائے گا کیونکہ توحید کے لیے بھی تو انہی تین چیزوں کی ضرورت ہوگی توحید۔ موحِّد اور موحَّد
اس طرح تو توحید کہیں بھی ثابت نہ ہو سکے گی۔ یہ صحیح ہے کہ ممکنات کی ہستی عارضی ہے نہ کہ
حقیقی، نہ یہ ازل سے تھی اور نہ ابد تک رہے گی لیکن فی الحال عارضی ہستی خداوند تعالےٰ کی مخلوق
کی حیثیت سے بیشمار چیزوں کی موجود ہے۔ خود ایسے موحّدین کی ہستی بھی تو اس لحاظ سے
سراسر شرک بن جائے گی اور یہ کلام کرنے والا کہاں باقی رہ جائے گا۔ اس سے بدیہیات
کا انکار لازم آتا ہے۔ یہ تمام چیزیں زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے، ہوا، بادل، اولے
برف، جمادات، نباتات، حیوانات ایسی چیزیں ہیں جن سے خود خداوند عالم نے اپنی کتاب
قرآن مجید میں استدلال فرمایا ہے اگر ان تمام چیزوں کی سراسر نفی کر دی جائے تو قرآن مجید کے

کوئی ایک استدلال باطل اور بے بنیاد ہو کر رہ جائیں گے تو پھر اگر اس طرح تمام چیزوں کی نفی کر دی جائے تو نہ توحید رہے گی نہ رسالت، نہ دین نہ شریعت، کوئی چیز باقی نہ رہ جائے گی۔ حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ دین اسلام موجود ہے، شریعت موجود ہے اور شریعت اسلامیہ کا بنیادی عقیدہ یہی نفی و اثبات یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی تو ہے۔ جس کے متعلق خود اس کتاب میں بھی بہت تاکید کی گئی ہے کہ طالب کو ہمیشہ نفی و اثبات کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیئے۔ پھر یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ اگر کسی چیز کی ہستی تسلیم نہ کی جائے تو یہ ذکر، ذاکر اور مذکور کی بحث کیا ہے؟

خود اس کلمے ہی کی کیا حیثیت باقی رہ جائے گی۔ جس کے متعلق خود نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے) آپ نے تمام دنیا کو اسی کی دعوت دی اور فرمایا قُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا (لا الٰہ الا اللہ کہو نجات پا جاؤ گے)، بہر حال یہ اُن حضرات کی موشگافیوں میں سے ہے جو قیل و قال کا طعنہ علمائے شریعت کو دیتے رہتے ہیں فافہم و تدبر۔

کتاب ہٰذا کے صفحہ ۹۰ پر روز میثاق کی بحث کے دوران فرمایا گیا ہے کہ "روز الست کے دن انبیاء و اولیاء کی روحوں نے خدا تعالےٰ کے ارشاد اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) کے جواب میں بَلٰی (ہاں) کہا۔ ان کے علاوہ دوسرے تمام لوگوں نے مختلف صورتیں اختیار کر لیں۔ بعض نے تو سرے سے انکار ہی کر دیا یہ لوگ کافر ہے اور کافر رہے بعض نے ابتدا میں تو اقرار لیکن آخر میں منکر ہو گئے یہ لوگ دنیا میں تو مسلمان رہے لیکن انجام بخیر نہ ہوا کافر ہو کر مرے اور بعض نے ابتدا میں تو انکار کر دیا لیکن بعد میں اقرار کر لیا۔ یہ لوگ دنیا میں تو کافر ہے لیکن آخر میں مسلمان ہو کر مرے۔ اول و آخر صرف نبیوں اور ولیوں نے اقرار کیا۔ اور پھر اس کے بعد یہ سوال و جواب کہ تمہارا مقصود کیا ہے؟ ان سب نے کہا کہ ہمارا مقصود صرف تو ہے۔ پھر دنیا آراستہ کی گئی تو ان تمام میں سے نو حصے تو دنیا پر مفتون ہو گئے اور دسواں حصہ باقی رہ گیا۔ پھر ان سے سوال ہوا کہ تمہارا مقصود کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا ہمارا مقصود صرف تو ہے۔ پھر ان کے سامنے جنت آراستہ کر کے رکھ دی گئی تو پھر ان میں سے نو حصے اُس

جنت پہ فریفتہ ہو گئے اور باقی بچے ان سے پھر سوال ہوا کہ تمہارا مقصود کیا ہے؟ انہوں
نے کہا ہمارا مقصود صرف تو ہے تو ان کو خطاب ہوا کہ تم دکھ اور تکلیفیں برداشت کرنے
کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تو انبیاء و اولیاء نے تو ان کو شہد کی طرح نوش کیا اور جو ان کو برداشت
نہ کر سکے وہ شہید ہو گئے"۔

یہ ساری بحث اور تقسیم در تقسیم قرآن مجید کے سراسر خلاف ہے۔ اللہ تعالے نے قرآن مجید
میں فرمایا ہے وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ
عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؟ قَالُوا بَلَىٰ ۔ شَهِدْنَا ۔ أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ
إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ٥ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا
ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ٥ (وہ وقت یاد کرو جبکہ تمہارے
رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کو ان کی اپنی جانوں پر یا ایک دوسرے
پر گواہ بنایا اور سوال کیا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو ان سب نے کہا کیوں نہیں ضرور
آپ ہمارے رب ہیں ہم اس کی گواہی دیتے ہیں (اللہ تعالے نے فرمایا یہ اس لیے عہد لے لیا گیا
ہے) کہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم تو اس بات سے بالکل بے خبر تھے یا تم یہ نہ کہہ سکو کہ شرک
تو ہمارے باپ دادا نے کیا تھا اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے (ہم بھی انہیں کی روش
پر چلتے رہے) کیا تو ہم کو ان باطل پرستوں کے فعل پر ہلاک کرتا ہے۔)

قرآن مجید کی ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام بنی آدم کے سامنے ایک ہی سوال
ہوا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب نے بالاتفاق ایک ہی جواب دیا بلیٰ (کیوں نہیں
آپ ہمارے رب ہیں، ہم اس کی گواہی دیتے ہیں) کسی نے بھی انکار نہیں کیا۔ کسی نے بھی
پس و پیش نہیں کی۔ کسی نے بھی اول انکار اور بعد میں اقرار یا اول اقرار اور بعد میں انکار نہیں
کیا۔ یہ دنیا کے کافر اور آخر کے مومن یا دنیا کے مومن اور آخر کار کے کافر کہاں سے آ گئے؟
بلکہ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اقرار کرنے والوں ہی سے خداوند تعالے نے فرمایا
یہ عہد میں نے اس وقت تم سے اس لیے لے لیا ہے کہ تم قیامت کے روز یہ نہ کہو کہ ہم تو
اس ہستی سے جو ہماری خالق ہے بے خبر تھے کسی نے بتایا ہی نہ تھا یا تم اپنے شرک کے جواز

ہیں یہ نہ کہہ سکو کہ شرک تو ہمارے باپ دادا نے کیا تھا اور ہم ان کی اولاد تھے انہی کے مذہب پر چلتے رہے اگر اس میں کوئی غلطی ہے تو وہ غلطی ہمارے باپ دادا کی ہے ہماری نہیں ہے۔ اب میں نے تم سے الگ الگ عہد لے لیا ہے اور ہر ایک کو بذات خود ذمہ دار بنا دیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اقرار کرنے میں سب برابر تھے کسی نے بھی انکار نہیں کیا اب دو سوال غور طلب ہیں اول یہ کہ اگر عہد ہوا تھا تو وہ کب ہوا تھا؟ کس جگہ ہوا تھا؟ کیا ہوا تھا؟ کس نے عہد لیا تھا؟ ہمیں تو کچھ یاد نہیں ہے۔ ایک ایسے عہد کی وجہ سے جو ہم کو یاد تک نہیں ہے ہم پر حجت کیسے قائم ہو جائے گی؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر اس وقت انکار نہیں ہوا تھا تو اب کافر اور مشرک انکار کیوں کرتے ہیں؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ جو کچھ ہم پڑھتے یا بولتے یا لکھتے ہیں اس کے متعلق بھی ہم کو قطعاً یہ معلوم نہیں ہے کہ فلاں لفظ میں نے کس سے سیکھا تھا؟ کب سیکھا؟ کہاں سیکھا تھا لیکن اتنی بات تو یقینی ہے کہ کسی نے ہم کو سکھایا ضرور تھا کیونکہ اس لفظ کا معلوم ہونا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ ضرور کسی نے ہم کو سکھایا تھا۔ اسی طرح یہ بھی سمجھ لیں کہ ہر انسان کی طبیعت میں کسی نے تو یہ بات ڈالی تھی کہ تم ایک غلام ہو، تمہیں بندگی ادا کرنا ہے۔ سجدہ ریز ہونا ہے کسی کے سامنے اپنی پیشانی کو جھکانا ہے۔ بس یہ بات ذہن نشین کرنے والا خود خداوند عالم تھا اور یہ بات ذہن میں روز الست ہی کو ڈالی گئی تھی۔ دنیا کا ہر انسان خواہ وہ مسلمان ہو یا یہودی و عیسائی خواہ وہ ہندو یا سکھ یا کسی دوسری قوم سے تعلق رکھتا ہو۔ ہر آدمی کی سرشت میں یہ چیز ڈال دی گئی ہے کہ وہ کسی کا بندہ ہے اور اسی لیے وہ اپنی پیشانی کسی نہ کسی کے آگے جھکاتا رہتا ہے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اپنی دانست میں ہر آدمی خدا تعالیٰ ہی کو خوش کرتا ہے گو شیطانی اغوا سے اس کا طریق کار غلط ہو گیا ہو۔ مسلمان موحد اس کو صحیح طریق پر براہ راست جانتا اور مانتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے اور مشرک بھی حقیقت میں اسی کی عبادت کرنا چاہتا ہے لیکن احساس کہتری میں یہ سمجھتا ہے کہ میں تو ایک گندی اور ناپاک مستی ہوں میں

براہ راست خدا تعالیٰ تک کبھی نہیں پہنچ سکتا اس لیے درمیان میں مقبولان بارگاہ الٰہی کا واسطہ و وسیلہ ضروری ہے اس لیے میرا فرض ہے یہ ہے کہ میں ان کو خوش کروں اور خدا تعالےٰ کو وہ خود راضی کرلیں گے۔ منتہائے مقصود مشرک کا بھی وہی ہے۔

اور پھر اس کے بعد جو دوسرا حصہ بیان کیا گیا ہے کہ نو حصے تو دنیا پر فریفتہ ہو گئے۔ پھر دسویں حصہ میں سے بھی نو حصے جنت پر خوش ہو گئے اس بحث کا قرآن مجید میں نام و نشان تک نہیں ملتا۔

انبیاء و اولیاء کو تو ایک ہی صف میں رکھا گیا ہے اور ان کے بعد تکالیف میں ناکام ہو جانے والوں کو شہید کا مرتبہ دیا گیا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید نے یہ مدارج اس طرح بیان کیے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالےٰ نے انعام کیا ہے۔ نبیوں سے، صدیقوں سے، شہیدوں سے اور صالحین سے اور ان لوگوں کا ساتھ بہترین ساتھ ہے) الغرض یہ چاروں گروہ کامیاب لوگوں کے ہیں۔ یہاں "ولیوں" کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

یہ معلوم کرنا نہایت ضروری ہے کہ ہر مومن علی قدر مراتب "ولی اللہ" ہے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (اللہ کے ولی وہ ہیں جو متقی ہیں) اب ہر مسلمان میں کچھ نہ کچھ اتقاء ضرور پایا جاتا ہے۔ خداوند تعالےٰ نے خود قرآن مجید میں متقی لوگوں کے اوصاف بیان فرما دیئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ سورہ بقرہ کے ابتدا میں فرماتے ہیں۔ متقی کون لوگ ہیں؟ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ (یہ کتاب پرہیزگاروں کے لیے ہدایت نامہ ہے متقی کون ہیں؟ ۱۔ وہ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ ۲۔ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ خدا کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ ۳۔ قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں۔ ۴۔ پہلی کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ ۵۔ آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور پھر اس کے بعد سورہ بقرہ کی آیت ۱۷۸ میں پھر متقی لوگوں

کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

(ترجمہ) نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو بلکہ نیکی اس آدمی کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے۔ آخرت پر ایمان رکھے۔ فرشتوں، کتابوں اور نبیوں کو مانے۔ خدا تعالیٰ کی محبت کے لیے اپنا مال قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوالیوں پر خرچ کرے۔ غلاموں کو آزاد کرانے میں اپنا مال لگائے۔ نماز کا پابند ہو۔ زکوٰۃ ادا کرتا ہو عہد کرکے اس کو پورا کرنے والا ہو۔ خوشحالی اور تکالیف میں امن اور جنگ میں بہرحال صابر ہو۔ یہی لوگ اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں)

ان دونوں مقامات کو مدنظر رکھ کر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہر مومن ہر مسلمان میں ان صفات کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور پایا جائے گا۔ ان مذکورہ صفات میں سے جتنا کسی کو حصہ ملا ہوگا اسی قدر وہ متقی ہوگا اور جس قدر وہ متقی ہوگا اسی انداز ے کے مطابق وہ ولی اللہ ہوگا۔ تیسرے پارہ میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ (اللہ تعالےٰ ایمانداروں کے دوست ہیں وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتے ہیں اور کافروں کے دوست شیطان ہیں وہ ان کو روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لے جاتے ہیں)

یہاں خداوند تعالےٰ نے تمام انسانوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اولیاء اللہ کا گروہ اور اولیاء الشیطان کا گروہ۔ سب کافر اولیاء الشیطان ہیں اور سب مومن اولیاء اللہ کے گروہ میں شامل ہیں۔ ان کے مراتب میں فرق ضرور ہے ع گر فرق مراتب نکنی زندیقی*

لیکن کوئی مسلمان بھی اولیاء اللہ کے گروہ سے خارج نہیں ہے۔

آج کل جس طرح "ولی اللہ" کی ایک خاص اصطلاح وضع کرلی گئی ہے یا ایک منصب قرار دے لیا گیا ہے اس حیثیت سے قرآن مجید اور حدیث شریف اس سے بالکل خاموش ہیں اس منصب کا کتاب وسنت سے کوئی نشان تک نہیں ملتا۔

کتاب ہذا کے صفحہ ۱۱۶ پر موت کا نقشہ کھینچ کر دکھایا گیا ہے کہ "جب موت کا وقت آجاتا ہے تو منہ پر مہر خاموشی لگا دی جاتی ہے اور آدمی کی جان سے فریاد نکلنے لگتی ہے کہ مجھے کچھ مہلت دیدو تاکہ میں دوستوں اور فرزندوں کا منہ دیکھ لوں اور پھر دو فرشتے نمودار ہوتے ہیں ایک کہتا ہے کہ میں نے سارا جہان چھان مارا ہے اب تیرا رزق کہیں بھی موجود نہیں ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ تو کتنا بیوقوف ہے میں نے تجھ کو بارہا موت کی اطلاع دی لیکن تو نے اس پر کوئی توجہ نہ دی"۔

یہ صحیح ہے کہ موت کے وقت کافر، مشرک اور فاسق وفاجر آدمی کے لیے کئی ایک تکلیفیں موجود ہوتی ہیں۔ عزیزوں، رشتہ داروں، بیوی اور بچوں سے جدائی۔ اپنی زندگی میں جو جو چیز بنائی تھی اس کے چھوڑنے کا صدمہ۔ دنیا سے جانے کا غم۔ آخرت کا خوف وغیرہ وغیرہ لیکن ان تمام چیزوں سے بڑھ کر جس چیز کی اس وقت تمنا ہوتی ہے اور جس کے لیے آدمی مہلت مانگتا ہے وہ عزیزوں اور فرزندوں کا چہرہ دیکھنا نہیں ہے۔ بلکہ یہ خواہش ایک کافر، مشرک اور فاسق وفاجر آدمی کے دل میں اس لیے پیدا ہوتی ہے کہ میں خدا تعالے کی راہ میں کچھ صدقہ کرلوں یا کوئی نیکی کی بات کرلوں۔ اللہ تعالے نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ اور جو چیز ہم نے تم کو دی ہے اس سے خرچ کرلو اس سے پہلے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے پھر کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھ کو تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دے دی کہ میں کچھ صدقہ کر لیتا یا میں نیک لوگوں میں سے ہو جاتا اور اللہ تعالے کبھی کسی آدمی کو جب اس کی موت کا وقت آجائے مہلت عطا نہیں

فرماتے اور اللہ تعالےٰ تمہارے عملوں سے خبردار ہیں)

اس آخری وقت میں مہلت کی آرزو صرف اس لیے پیدا ہوتی ہے کہ کوئی نیکی کر لوں یا کوئی صدقہ کر جاؤں۔ یہ بھی معلوم ہے کہ اس آخری وقت میں نقاہت و کمزوری اس حد تک ہوتی ہے کہ آدمی کوئی عملی اقدام نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالےٰ کی توحید کا اقرار کر سکے یعنی کلمہ طیبہ پڑھ لے جو سب سے بڑی نیکی ہے۔

حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اب جا کر کوئی بہت بڑی نیکی کر۔ اس نے عرض کیا کیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا بھی نیکی ہے؟ آپ نے فرمایا ھِیَ مِنْ اَفْضَلِ الْحَسَنَاتِ (یہ تو سب سے بہترین نیکی ہے) تو اس نے اسی وقت کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

انسان کو چاہئے کہ اس موجودہ زندگی کو غنیمت سمجھے یہ بڑی قیمتی چیز ہے۔ جنّت کی ایک کروڑ سال کی زندگی سے دنیا کی ایک روزہ زندگی ہزارہا درجہ بہتر ہے۔ کیونکہ جنت میں چلے جانے کے بعد آدمی کوئی اور ترقی کبھی نہ کر سکے گا۔ جس مرتبہ و مقام میں ہو گا ہمیشہ اسی میں رہے گا۔ لیکن دنیا کی زندگی میں آدمی جو کچھ بھی بننا چاہے بن سکتا ہے۔ ایک منٹ میں کافر سے مومن بن سکتا ہے۔ جہنم سے نکل کر جنت میں آباد ہو سکتا ہے۔ انسان کے گناہوں کے وہ دفتر جن کو جہنم کی آگ کروڑوں برس جلا کر بھی ختم نہ کر سکے گی ان دفتروں کو ندامت کے دو آنسو دھو کر پاک و صاف کر سکتے ہیں۔

آج توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور رحمتِ خداوندی آوازیں دے دے کر گناہ گاروں کو بلا رہی ہے۔ ھَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ اَغْفِرُ لَہٗ (کیا کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں؟) ایسے وقت کو نہایت قیمتی سمجھنا چاہئے اور اس مہلت سے فائدہ اٹھا لینا چاہئے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

۱ ہنوز ت کہ چشم است! اشکے ببار	زباں در دہاں ست عذرے بیار
۲ نہ ہموارہ گردد زباں در دہن!	نہ پیوستہ باشد رواں در بدن

۱ اب جو تیرے پاس آنکھیں ہیں آنسو بہا لے۔ اور منہ میں زبان موجود ہے اپنا کوئی عذر بیان کر لے۔

۲ نہ تو ہمیشہ منہ میں زبان چلتی رہے گی نہ ہمیشہ جسم میں جان رہے گی۔

اس وقت تیرے عزیز، ماں باپ، بہن بھائی ہزار دفعہ پکاریں گے کہ ایک دفعہ تو بول لیکن تو ایک دفعہ بھی نہ بول سکے گا۔ آہ ایسی قیمتی کی بربادی۔

کتاب ہذا کے صفحہ ۱۹۱ پر شیخ منصور حلاج کا قصہ بیان کیا گیا ہے اور جس شرح و بسط سے اَنَا الْحَق (میں خدا ہوں) کے نعرہ کی داد دی گئی ہے۔ وہ دیکھنے کے قابل ہے اور پھر عشق کی دو رکعت نماز کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق یہ جان لینا چاہئے کہ متقدمین صوفیاء میں شیخ حسین بن منصور حلاج کو کچھ بھی وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا ہے۔ شیخ ربانی حضرت مجدد الف ثانی مولانا احمد سرہندی قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنے مکتوبات میں چند ایک جگہ پر شیخ حسین بن منصور کا تذکرہ کیا ہے اور کسی جگہ پر بھی عقیدت و احترام سے ان کا تذکرہ نہیں کیا گیا بلکہ ایک جگہ تو صاف فرما گئے ہیں "مردود است اور اسید الطائفہ جنید بغدادی مردود گفتہ است"۔ (کہ وہ مردود ہے۔ اسے سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے مردود کہا ہے)

دوسری یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اناالحق کے نعرہ کو کسی نے بھی پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھا۔ میں نے مقدمۂ کتاب میں اس کے متعلق کچھ تحریر کیا ہے۔ ایسے کلمات کو "شطحیات" کہا جاتا ہے جو کہ علماء تو درکنار محققین صوفیہ کے نزدیک بھی صحیح نہیں ہیں اگر ایسے کلمات کا قائل بقائمی ہوش و حواس ایسا کلمہ کہے تو اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور اگر بے خودی کی حالت میں منہ سے نکل گیا ہو تو امید ہے کہ شاید اللہ تعالے اس کو معاف کر دیں اور مواخذہ نہ کریں۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ یہ لبسا غنیمت ہے کہ ہم جنید اور بایزید کو معذور سمجھیں اور ان پر زبان طعن دراز نہ کریں۔ شریعت محمدیہ میں ان کے اقوال کی کوئی وقعت نہیں ہے یہاں ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رح کے اقوال درکار ہیں۔

اب باقی رہا نماز عشق کا قصہ تو جس طرح دوسری چند ایک بے بنیاد نمازیں مثلاً "صلوٰۃ معکوس"۔ "صلوٰۃ ناریہ"۔ "صلوٰۃ تفریحیہ قرطبیہ"۔ "صلوٰۃ کن فیکون"۔ "صلوٰۃ تنجینا" وغیرہ صوفیہ خصوصاً چشتیہ طریقہ میں رائج ہو چکی ہیں اسی طرح کی ایک نماز یہ بھی ہے جس کا شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔ "قول الجمیل" میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ان نمازوں کا نشان تک نہیں ملتا۔ بلکہ ائمہ فقہاء نے بھی ان کے متعلق پورا سکوت فرمایا ہے۔ لہٰذا ان کا تذکرہ کرنا بھی طوالت کا باعث ہے لہٰذا ہم ان کی ترکیب و ترتیب کو بھی نظر انداز کرتے ہیں"۔

کتاب ہذا کے صفحہ ۱۵۲ پر فرماتے ہیں ؎

۱ عابد و معبود اوست ساجد و مسجود اوست — واجد و موجود اوست حاضر و ناظر خداست

۲ طالب و مطلوب اوست راغب مرغوب اوست — عاشق و معشوق اوست حاضر و ناظر خداست

۳ کعبہ و بتخانہ اوست مسجد و میخانہ اوست — خانقہ و خانہ اوست حاضر و ناظر خداست

۱ عابد بھی وہی ہے۔ معبود بھی وہی ہے سجدہ کرنے والا بھی وہی ہے سجدہ کیا گیا بھی وہی ہے تلاش کرنے والا بھی وہی ہے تلاش بھی اسی کی کی جاتی ہے خدا حاضر و ناظر ہے۔

۲ طالب بھی وہی ہے مطلوب بھی وہی ہے راغب بھی وہی ہے مرغوب بھی وہی ہے عاشق بھی وہی ہے معشوق بھی وہی ہے خدا حاضر و ناظر ہے۔

۳ کعبہ بھی وہی ہے۔ بُت خانہ بھی وہی ہے۔ مسجد بھی وہی ہے شراب خانہ بھی وہی ہے خانقاہ بھی وہی ہے گھر بھی وہی ہے۔ خدا حاضر و ناظر ہے۔

اور پھر آگے صفحہ ۱۵۴ پر فرماتے ہیں ؎

۱ لیلیٰ شد و خود را نمود مجنوں شد و خود را ربود — خود عاشق و معشوق شد حق حاضرست حق ناظرست

۲ گاہ شمع گاہ پروانہ شد گاہ مست گاہ دیوانہ شد — گاہ جان گاہ جانانہ شد حق حاضرست حق ناظرست

۱ کبھی اس نے لیلیٰ بن کر اپنی نمائش کی کبھی مجنوں بن کر بیخود ہوا۔ خود ہی عاشق بنا خود ہی معشوق تھا حق حاضر ہے حق ناظر ہے۔

۲ کبھی وہ شمع بنا کبھی پروانہ ہوا کبھی مست ہوا کبھی دیوانہ ہوا۔ کبھی جان ہوا کبھی معشوق بنا

حق حاضر ہے حق ناظر ہے

ان اشعار میں شیخ عثمان "ہمہ اوست" (سب کچھ وہی ہے) کو واضح کرنا چاہتے ہیں میں نے مقدمۂ کتاب میں کچھ اس کے متعلق اشارہ کیا تھا۔ یہاں اتنی گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر مسجد اور بت خانہ ایک ہی چیز ہے تو پھر کفر اور اسلام کی جنگ کا کیا معنی؟ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو یقیناً سرخیل لشکرِ عارفاں و سالکاں ہیں وہ اس نکتہ کو کیوں نہ سمجھ سکے صحابہ کرام کی اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ والی صفت خدا تعالے کو کیوں پسند ہے؟ یہ بدر و اُحد احزاب و خیبر اور بیشمار جنگیں کیوں لڑی گئیں۔ کیوں لاکھوں بندگانِ خدا کو تلوار کے گھاٹ اترنا پڑا؟

اگر کعبہ اور بت خانہ بھی اور مسجد اور شراب خانہ بھی ایک ہے تو ان کو آباد کرنے والے بھی یقیناً ایک ہی جیسے ہوں گے۔ موحّد اور مشرک بھی ایک جیسے ہیں اور نمازی اور شرابی بھی ایک جیسے ہیں اور یہ سب صفات خدا کی نگاہ میں پسندیدہ ہیں بلکہ اسی کی صفات کے مختلف مظاہر ہیں تو پھر اگر ان کو اور بھی عام کر لیا جائے تو کیا حرج ہے؟ شراب خانے اور بت خانے تک ہی اس کو کیوں محدود کر دیا جائے۔ قمار خانے اور زنا خانے بھی تو وہی ہوگا۔ اور جواری و زانی بھی وہی ہوگا (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذِہِ الْخُرَافَاتِ)

یہ بھی سوچ لینا چاہئے کہ اگر یہ سب اسی کے مظاہر ہیں تو پھر بعض سے خوش اور بعض سے ناراض کیوں ہے؟ کسی کو جنت میں کیوں داخل کرتا ہے اور کسی کو دوزخ میں کیوں دھکیل دیتا ہے؟ چوروں اور زانیوں، ڈاکوؤں اور شرابیوں کے لیے حدّیں کیوں مقرر کی گئی ہیں؟ اور پھر اس پر بھی غور کرنا چاہئے کہ یہ نیک و بد کی تمیز ہی کیوں روا رکھی گئی ہے؟ کیا ابوبکر اور ابوجہل ایک ہی جیسے ہیں؟ کیا نمرود اور ابراہیم ایک ہی ہیں؟ عیسیٰ ابن مریم اور دجّال میں کیوں فرق ہے؟ آدم اور ابلیس میں سے کون بہتر ہے؟ ایک حرامی اور حلال زادہ میں بنیادی فرق کیا ہے؟ اور کیوں ہے؟

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعائیں ذرا ملاحظہ فرمائیں جو انتہائی عاجزی سے خدا تعالے کے حضور فرماتے ہیں مثال کے طور پر سید الاستغفار ہی کو سامنے رکھ لیجئے فرماتے ہیں۔

"اے اللہ تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھ کو پیدا کیا اور میں تیرا غلام ہوں تیرے عہد اور وعدے کا اپنی ہمت کے مطابق پابند ہوں۔ میں اپنے گناہوں سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ دمبدم تیری طرف سے مجھ پر رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور میں اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں سو تو مجھ کو معاف کر دے تیرے سوا کوئی بھی گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا۔"

بتائیے کیا یہ تضرع وابتہال، خشوع وخضوع کرنے والا بھی وہی خدا ہی ہے۔ کیا اُحد اور حُنین کی جنگوں میں شکست بھی خدا ہی نے کھائی تھی نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذَا الْكُفْرِ الْبَوَاحِ (اس خالص کفر سے خدا کی پناہ)

اس کتاب کے صفحہ ۴۸ پر مصنّف فرماتے ہیں کہ بندے کی پیدائش سے بھی پہلے اس کا رزق لکھا جا چکا ہے۔ اب رزق کی تلاش کرنا فضول ہے۔ رزق کو ہرگز تلاش نہیں کرنا چاہئے۔ رزق کی تلاش سُست اعتقادی ہے، یقین کی کمزوری ہے۔ مشہور مقولہ ہے کہ جو آدمی رزق کو تلاش کرتا ہے تو رزق اس سے بھاگتا ہے اور جو آدمی رزق سے بھاگتا ہے رزق اس کو تلاش کرتا ہے"۔ الخ

آہ! یہ تعلیم اسلام کے مزاج سے کتنی مختلف ہے۔ اس غلط مشہور مقولہ کی بجائے آؤ میں تمہیں ایک سچا اور سب سے زیادہ مشہور مقولہ سناؤں۔ خداوند تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (جب نماز ادا کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور خدا تعالیٰ کا فضل تلاش کرو)

باتفاق مفسرین یہاں "فضل" سے مراد روزی ہے۔ خود نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْكَاسِبُ حَبِيْبُ اللّٰهِ (کمائی کرنے والا اللہ تعالےٰ کا دوست ہے) پھر آپ نے لوگوں کو محنت کی رغبت دلائی۔ گداگری سے متنفر کیا۔ سوال کرنے کی مذمت ان کے ذہن نشین کی۔ یہ مفت کی روٹی کھانے والا گروہ خدا جانے کہاں سے پیدا ہو گیا؟۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر آدمی حلال کی روزی کما کر اپنے بچوں اور بیوی کا پیٹ پالے تو یہ بھی اس کی عبادت ہے بلکہ اپنا کھانا بھی عبادت ہے۔ تھک کر سو جانا تاکہ پھر تازہ دم ہو کر

محنت کرے ایسا سونا بھی عبادت ہے۔ بشرطیکہ ان تمام چیزوں میں احکام خداوندی کو ملحوظ رکھے۔
نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتائیے کبھی محنت سے جی چرایا؟ صحابہ کرام میں سے صرف ایک ہی صحابی کا نام بتلا دیجئے جس نے بیٹھ کر مفت کی روٹی کھائی ہو۔ زیادہ سے زیادہ آپ اصحاب صُفّہ کی کی مثال بیان فرمائیں گے لیکن ان کے متعلق یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ جب تک کسی کے لیے اسباب معاش اور وسائل رزق مہیا نہ ہوتے تھے تب تک وہ صفہ میں رہائش پذیر رہتے۔ جہاں کسی کو مکان مل گیا یا بیوی بچے مکہ سے آگئے یا اسباب معاش اور وسائل رزق مہیا ہو گئے یہ لوگ فوراً وہاں سے نکل جاتے تھے اور جب تک اصحاب صُفّہ صُفّہ میں اقامت رکھتے قرآن مجید بھی یاد کرتے اور اسلام کی ریزرو فوج کا کام بھی دیتے۔ چھوٹی موٹی جنگوں میں یہی لوگ چلے جایا کرتے تھے۔ زیادہ فوج کی ضرورت ہوتی تو پھر دوسرے لوگ بھی جاتے۔ پھر ان کی حالت بھی نگاہ میں رکھیں۔ یہ لوگ کام فوج کا کرتے تھے اور تنخواہ صرف روٹی تھی۔ سردیوں کے موسم میں زمین میں گڑھے کھود کر گذارہ کرتے۔ چنانچہ حافظ محمد صاحب لکھوی اپنی تفسیر محمدی میں ان کی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں ؎

نہ اصحاباں نوں حضرت پاسوں ماہواری تنخواہاں اُنہاں بُھکھاں فاقے کال کرڑاکے دائم مکر جگاہاں
سیال زمین وچ ٹوئے کڈھن اس وچ کرن گذارا تے جُل لحاف نہ لبھے کوئی نہ کوئی کمبل بھارا

پھر جب وسائل وسیع ہو گئے تو انہی اصحاب صُفّہ میں سے کئی حضرات ایسے بھی تھے جو ملکوں کے گورنر بنے۔ حکومت کی۔ کچھ نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ کسی نے صنعت و حرفت کی طرف توجہ کی۔ غرض ان میں سے ایک آدمی بھی نکما نہیں تھا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بیان کر کے ایسے "متوکلین" پر ایک بھرپور طنز کی ہے لکھتے ہیں کہ ایک آدمی نے جنگل میں ایک بے دست و پا لومڑی دیکھی جو چل پھر نہ سکتی تھی۔ اس کو خیال آیا کہ یہ لومڑی کیسے پیٹ بھرتی ہوگی۔ یہ چل پھر تو سکتی نہیں کیسے شکار کرتی ہوگی۔ کوئی جانور اس کی گرفت میں کیسے آتا ہوگا۔ یہ تماشا ضرور دیکھنا چاہئیے۔ انہی خیالات میں تھا کہ جنگل شیر کی آواز سے گونج اٹھا۔ وہ آدمی ایک درخت پر چڑھ گیا۔ لومڑی بھی گھسٹتی ہوئی ایک جھاڑی میں چھپ گئی۔ لومڑی کے قریب آ کر شیر نے ایک بھاگتے ہوئے ہرن کو دبوچ لیا۔ جتنا اس میں سے کھانا چاہا کھا لیا باقی چھوڑ کر چلا گیا۔ جب شیر رخصت ہو گیا تو لومڑی آہستہ آہستہ گھسٹتی ہوئی باہر نکلی۔

اور شیر کا بچا کھچا شکار کھانے لگی۔

اس آدمی نے جب یہ واقعہ دیکھا تو کہنے لگا سبحان اللہ! خدا تعالیٰ کیسا روزی رساں ہے۔ رزق کو تلاش کرنا فضول ہے۔ کسی گوشہ میں جا کر خدا تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو جانا چاہئے۔ خدا خود روزی پہنچائے گا۔ چنانچہ وہ ایک غار میں بیٹھ کر خدا کے ذکر میں مشغول ہو گیا۔ ایک دن گذر گیا کچھ کھانے کو نہ ملا۔ دوسرا دن بھی گذر گیا کوئی چیز نہ ملی۔ نقاہت اور کمزوری بڑھنے لگی۔ تیسرا دن بھی گذر گیا آخر جان لبوں پر آنے لگی تو غیب سے ایک آواز آئی "اے کم ہمت! تو نے ایک اپاہج لومڑی بننا کیوں پسند کیا؟ تو شیر کیوں نہیں بنتا؟ کہ خود بھی شکار کر کے کھائے اور دوسرے معذور لوگوں کو بھی کھلائے چنانچہ وہ آدمی گوشہ نشینی سے نکل آیا۔ فرماتے ہیں ؎

۱ رزق ہر چند بے گماں برسد ! لیک شرط است جُستن از درہا

۲ بے اجل گرچہ کس نخواہد مُرد تو مرو در دہانِ اژدرہا !

۱ یہ صحیح ہے کہ رزق ضرور پہنچ جاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کو کئی دروازوں سے تلاش کیا جائے

۲ مقررہ وقت کے بغیر موت یقیناً نہیں آتی لیکن اژدہا کے منہ میں نہیں جانا چاہئے۔

ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوال کیا۔ آپ نے فرمایا تیرے پاس کیا کچھ ہے؟ اس نے کہا ایک پرانا کمبل اور ایک لکڑی کا پیالہ۔ آپ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ یہ دونوں چیزیں لے کر آپ کے پاس پہنچا۔ تو آپ نے ان کو دو درہم میں نیلام کر کے فروخت کر دیا اور فرمایا کہ ایک درہم کا آٹا لے کر گھر دے آؤ۔ اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ آپ نے بہ نفس نفیس اس کلہاڑی میں دستہ لگایا اور فرمایا جاؤ جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹو اور منڈی میں لا کر فروخت کر دو۔ اور فرمایا دس دن کے بعد میرے پاس آنا۔ جب دس دن کے بعد وہ آیا تو اس کے پاس دس درہم موجود تھے۔ آپ نے فرمایا اگر تم اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لے آؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم کسی سے سوال کرو۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ محنت مزدوری کر کے حلال ذریعہ سے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالیں گے تو قیامت کے دن ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور نورانی ہوں گے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو آدمیوں سے سوال کرکے اپنا پیٹ پالے گا قیامت کے روز اس کے چہرہ پر گوشت نہ ہوگا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس کے چہرہ پر خراشیں ہوں گی اور منہ لہولہان ہوگا۔

ایک دفعہ دو نوجوان تندرست آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے کچھ سوال کیا۔ آپ نے ان کو سر سے لے کر پاؤں تک دو مرتبہ بڑے غور سے دیکھا۔ ان کے جسم میں آپ کو کوئی نقص نظر نہ آیا تو آپ نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو میں تم کو دے تو دیتا ہوں لیکن اس مال میں تندرست، نوجوان، اور کمائی کرنے کے قابل آدمی کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے،

اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیصہ بن مخارق حاضر تھے آپ نے ان سوال کرنے والوں کی موجودگی میں حضرت قبیصہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "اے قبیصہ! تین قسم کے آدمی ہیں جن کو سوال کرنا جائز ہے اور ان کے سوا جو آدمی سوال کرکے کھائے وہ حرام کھاتا ہے۔ خالص حرام۔

ایک وہ آدمی جس نے خدا کے لیے کسی کی ضمانت اٹھائی اور اس ضمانت کی رقم اس کو ادا کرنا پڑی اگر اس کے اپنے پاس اتنی رقم نہ ہو تو اس کو اجازت ہے کہ سوال کرکے وہ رقم پوری کرلے۔

دوسرا وہ زمیندار آدمی جس کی کھیتی باڑی کسی ناگہانی آفت سے تباہ ہو جائے اگر اس کے پاس اتنا سرمایہ نہ ہو کہ آئندہ فصل کے تیار ہونے تک اپنا گذارہ کرسکے تو اس کو اجازت ہے کہ آئندہ فصل کی تیاری تک مانگ کر گذارا کرلے۔

تیسرا وہ شخص جو صحیح طور پر دیانتداری سے محنت مزدوری کرتا ہو اور اس کے جائز اور ضروری اخراجات بھی پورے نہ ہوتے ہوں اور اس کے محلے کے تین معتبر آدمی شہادت دیں کہ واقعی اس کو فاقے آرہے ہیں ان تین قسم کے آدمیوں کے علاوہ جو آدمی بھی مانگ کر کھاتا ہے۔ وہ بالکل حرام کھاتا ہے۔

یہ بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ اگر عزلت گزینی اور گوشہ نشینی کوئی محمود چیز ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس کو اختیار فرماتے اور صحابہ کو بھی تلقین کرتے۔ اس کے برخلاف جب بھی کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گوشہ نشینی اور رہبانیت کی اجازت چاہی، تو آپ نے

اس سے منع فرمایا اور ہمیشہ یہی فرماتے رہے کہ لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ (اسلام میں گوشہ نشینی اور رہبانیّت نہیں ہے) اور اگر یہی طریق اختیار کر لیا جائے تو خلافت الٰہی کا قصّہ پاک ہو جائے گا۔ خدا تعالیٰ نے مسلمان قوم کے ذمہ یہ فرض عائد کیا ہے کہ تمام دنیا کی نگرانی کرے لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (تم دنیا کی نگرانی کرو اور رسول تمہاری نگرانی کرے) ہوشیار باش! یہ زندگی گوشہ میں بیٹھ کر گذارنے کے لیے بلکہ اس زندگی میں ایسے آثار چھوڑ جانا چاہیئے جس سے آئندہ نسلوں کی راہنمائی ہو سکے اور قیامت تک دنیا اس کے نقش قدم پر چل سکے ؎ حالیا! غلغلہ در گنبد افلاک انداز۔

کتاب ہذا کے صفحہ ۳۰۶ پر ایک منظوم حکایت بیان کی گئی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت کا اظہار کیا گیا ہے۔ جہاں تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت و شفقت کا تعلق ہے اس کی نہ کوئی حد ہے اور نہ انتہا۔ خود خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے) آپ دنیا میں بھی رحمت ہیں اور آخرت میں بھی رحمت ہیں۔ آپ بلاتخصیص علاقہ و قوم سب کے لیے رحمت ہیں۔ آپ انسانوں کے لیے رحمت ہیں۔ حیوانوں کے لیے رحمت ہیں آپ کی اس رحمت و شفقت کی انتہا یہ ہے کہ آپ اُن کفار بد اطوار کے لیے بھی اپنے آپ کو غم میں ہلاک کر ڈالنے والا انداز شفقت رکھتے تھے جو آپ کی جان کے دشمن تھے۔ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا (کیا آپ اپنی جان کو ان کے پیچھے ہلاک کر ڈالیں گے کہ وہ اس قرآن پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟)

دوسری جگہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (شاید آپ اپنی جان کو ہلاک کر ڈالیں گے اس بات پر کہ وہ ایمان کیوں نہیں لاتے؟) ایمانداروں کے متعلق جو شفقت و رحمت آپ کے دل میں موجود تھی اس کا اظہار اس آیت میں کیا گیا ہے۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (بے شک تمہارے پاس ایک رسول آیا ہے تمہارے

اپنے ہی قبیلہ اور اپنی ہی قوم کا، اگر تم کو کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر نہایت شاق گذرتا ہے! اسے تمہاری بھلائی کی انتہائی حرص ہے۔ ایمان داروں کے لیے بہت زیادہ شفیق اور ہمیشہ مہربان ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کی انتہا یہ ہے کہ جب وحشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ کیا میرا اسلام قبول ہے تو آپ نے فرمایا قبول ہے۔ حالانکہ وحشی نے آپ کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو غزوۂ احد میں برچھے سے شہید کیا تھا۔ جس کا آپ کو از حد صدمہ تھا۔

جب فتح مکہ کے دن ہندہ، ابوسفیان کی بیوی اپنے چہرہ پر نقاب ڈال کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے اس کو معاف بھی کر دیا اور اس کا اسلام بھی قبول فرمایا۔ حالانکہ ہندہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کا پیٹ چاک کیا۔ جگر نکالا اور اس کو دانتوں میں چبایا۔ ناک اور کان، ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر مثلہ کیا تھا۔

فتح مکہ کے دن جب رؤساء قریش کی جماعت پا بجولاں آپ کی خدمت میں پیش کی گئی تو آپ نے ان سب کو معاف کر دیا۔ حالانکہ ان میں سے ایک ایک آدمی اپنے جرائم کے لحاظ سے سزائے موت کا مستحق تھا۔

ثمامہ بن اثال حنیفی کو تین دن کے سوال و جواب کے بعد بالآخر معاف کر دیا۔ حالانکہ ثمامہ نے اپنی قید اور گرفتاری کے دنوں میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی تلخی اور سختی سے گفتگو کی تھی۔ ایک عیسائی مورخ لکھتا ہے کہ "ثمامہ کی جرأت کی داد دینا چاہئے کہ موت کو اپنے سامنے دیکھ کر بھی نہ گھبرایا"۔ میں کہتا ہوں کہ ثمامہ کی جرأت کی داد نہیں بلکہ اس کی جرأت کی داد دینا چاہئے جو اختیار اور قدرت کے باوجود ایسی باتیں اور تلخ جواب سُن کر خاموشی سے چلا جایا کرتا تھا۔

اسلام کے اس بانی کی تاریخ ایسے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ایسے واقعات ہزاروں کی تعداد میں مل سکتے ہیں۔

لیکن اس منظوم حکایت میں جس طرح آپ کی شفقت کا اظہار کیا گیا ہے یا جس طرح کا انداز اختیار کیا ہے وہ قطعاً صحیح نہیں ہے۔ اس میں کئی ایک چیزیں خلاف شریعت آ گئی ہیں۔

حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تمام رات نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور امت کی سفارش میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اتفاق سے ایک رات آپ کو نیند آگئی تو آپ سو گئے۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ آپ کو سونا نہیں چاہیئے تھا۔ اب اس جرم کی سزا آپ کو یہ دی جائے گی کہ آپ کی تمام امت کو خواہ کوئی چھوٹا ہو یا بڑا دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ یہ پیغام سن کر آپ باہر تشریف لے گئے۔ تین دن رات گذر گئے تو آپ کے صحابہ کو تشویش ہوئی۔ جا کر حضرت عائشہ سے سوال کیا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف لے گئے ہیں؟ آپ نے وحی آنے کا واقعہ بیان کیا اور کہا اس کے بعد آپ گھر تشریف نہیں لائے۔ صحابہ کرام تلاش کے لیے مدینہ منورہ سے باہر نکل گئے ایک چرواہا ملا اس سے دریافت کیا کہ کہیں ہمارے پیغمبر کو دیکھا ہو تو بتا دو۔ اس نے کہا میں تو آپ کے پیغمبر کا نام بھی نہیں جانتا۔ البتہ آج تین دن گذر رہے ہیں کہ میری بکریاں گھاس نہیں چرتیں۔ اور اس پہاڑ کی طرف منہ کیے کھڑی رہتی ہیں اور اس پہاڑ سے نہایت دردناک آواز سے رونے کی صدا آتی رہتی ہے۔

یہ سنتے ہی صحابہ کرام دوڑ کر اس پہاڑ کے پاس پہنچے۔ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ آنسوؤں کی وجہ سے زمین کیچڑ بن چکی تھی۔ آپ کا چہرۂ اقدس کیچڑ میں لت پت تھا اور آپ رو رو کر امت کی بخشش کے لیے دعائیں کر رہے تھے۔ چاروں خلفاء نے علی الترتیب عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ سجدہ سے سر اٹھائیے ہم نے اپنی تمام زندگی کے نیک اعمال آپ کی امت کی رہائی کے لیے بخش دیئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ میں نے جو قرآن جمع کیا ہے اس کا ثواب بھی آپ کی امت کو بخشتا ہوں۔ لیکن آپ نے چاروں خلفاء کو ایک ہی جواب دیا کہ امت کی بخشش کا معاملہ اور ہے اور تمہارے اعمال کی بخشش اور چیز ہے۔ اس سے میرا کام نہیں چل سکتا۔ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم آچکا ہے کہ میں تیری امت کے تمام افراد کو دوزخ میں ڈال دوں گا تو پھر میں تمہاری باتوں پر کیسے اعتبار کر سکتا ہوں۔ جب صحابہ آپ سے مایوس ہو گئے تو ایک آدمی کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں روانہ کیا۔ جب ان کو اطلاع ہوئی تو وہ دوڑتی ہوئی آئیں

انہوں نے عرض کیا اے میرے گرامی قدر باپ! آپ گھر تشریف لے چلیں میں اپنی زندگی کے تمام اعمال آپ کی امت پر نثار کرتی ہوں"۔ آپ نے حضرت فاطمہ کو بھی وہی جواب دیا۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ سے مایوس ہو گئیں تو انہوں نے اپنا سر برہنہ کر لیا اور خدا تعالے کے حضور سجدہ میں گر گئیں اور رو رو کر خدا تعالے سے دعائیں کرنے لگیں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لے آئے اور خدا تعالی کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی بخشش کی خوشخبری سنائی اور کہا کہ خدا تعالی نے حضرت فاطمہؓ کے آنسوؤں کی لاج رکھ لی اور آپ کی تمام امت کو بخش دیا گیا۔ حضرت فاطمہ نے صرف آپ کی امت کے لیے سفارش کی تھی۔ خداوند تعالی فرماتے ہیں اگر بالفرض حضرت فاطمہؓ تمام دنیا کی سفارش بھی کرتیں تو میں تمام دنیا کو بخش دیتا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ او صحابہ سمیت خوش خوش گھر تشریف لے آئے۔

اس حکایت میں خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں۔ آپ نے کبھی بھی تمام رات جاگ کر نہیں گذاری بلکہ قریباً آدھی رات آپ سویا کرتے تھے اور آدھی رات قیام فرمایا کرتے تھے اللہ تعالی قرآن مجید میں فرماتے ہیں یَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ (اے چادر اوڑھنے والے! رات کو قیام کیا کرو اور کچھ حصہ رات کا آرام بھی کیا کرو۔ آپ آدھی رات قیام کیا کریں یا اس سے کچھ کم یا اس سے کچھ زیادہ اور قرآن کو خوش آواز سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں) آپ غور فرمائیں کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم خداوندی کی دیدہ دانستہ خلاف ورزی کر سکتے تھے؟

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک عورت نے اپنے خاوند کے متعلق شکایت کی کہ میرا خاوند تمام رات نماز میں گذار دیتا ہے اور مجھے اس سے کئی باتیں کرنا ہوتی ہیں کئی ایک مشورے ہوتے ہیں۔ دن تو وہ محنت مزدوری میں باہر گذار دیتا ہے۔ میں اس انتظار میں رہتی ہوں کہ شام کو گھر آئے گا تو فلاں بات بھی اس سے کروں گی فلاں مشورہ کروں گی۔ لیکن وہ جب گھر آتا ہے تو مصلے پر جا کھڑا ہوتا ہے۔ میری ساری باتیں اور

تمام منصوبے دل ہی میں رہ جاتے ہیں کیا میرا اس پر کوئی حق نہیں ہے؟ کیا مجھے اس سے کچھ وقت مل سکتا ہے یا نہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خاوند کو بلا کر سمجھایا اور فرمایا اِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ وَاِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ (تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔)

ایک دفعہ تین آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے کے لیے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے۔ حضور سے ملاقات نہ ہو سکی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے دروازہ پر دستک دی اور پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کتنی دیر تک نماز پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا آدھی رات تک آپ قیام کرتے ہیں اور آدھی رات آرام فرماتے تو ان لوگوں نے اس قیام کو تھوڑا سمجھا اور آپس میں کہنے لگے کہ آپ کی کیا بات ہے آپ تو گناہوں سے پاک صاف ہیں آپ پر کوئی گرفت بھی نہیں ہے آپ اگر تھوڑی سی عبادت بھی کریں تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم لوگ گنہگار ہیں ہمیں زیادہ عبادت کرنی چاہئے۔ چنانچہ ان تینوں نے آپس میں ایک ایک عہد کیا۔

ایک آدمی نے کہا کہ میں تمام زندگی روزے رکھوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا پھر دوسرے نے عہد کیا کہ میں ہمیشہ رات کو قیام کیا کروں گا اور کبھی آرام نہیں کیا کروں گا۔ تیسرے نے عہد کیا کہ میں جنگل میں بیٹھ کر خدا تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہوں گا۔ نہ گھر بناؤں گا نہ گھر کو آباد کروں گا نہ شادی کروں گا نہ دنیا کے جنجال میں پڑوں گا۔ اتنی باتیں کرنے کے بعد وہ تینوں مسجد سے باہر چلے گئے۔

ان کے جاتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے تمام واقعہ بیان کیا اور کہا کہ ابھی ابھی مسجد سے نکل کر گئے ہیں آپ نے ان کے پیچھے آدمی دوڑایا جب وہ واپس آئے تو آپ نے ان سے فرمایا۔ "خدائے پاک کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں"۔ پھر آپ نے اس آدمی سے فرمایا جس نے کہا تھا کہ میں ہمیشہ روزے رکھا کروں گا اَنَا اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ

(میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں) اور جس آدمی نے کہا تھا کہ میں ہمیشہ رات کو نماز پڑھوں گا اس سے فرمایا اَنَا اَنَامُ وَاُصَلِّیْ (میں رات کو سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں) اور جس نے کہا تھا کہ میں نکاح نہ کروں گا اس سے فرمایا اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ (نکاح میری سنت ہے اور جس آدمی نے میری سنت کو حقیر سمجھا تو وہ شخص میری امت میں سے نہیں ہے)

تمام رات جاگنا اور قیام کرنا یقیناً عبادت نہیں ہے اور تعجب نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی میں آدمی ماخوذ ہو جائے اور خداوندی گرفت سے نہ بچ سکے اس کے بعد یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ آرام تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمائیں اور ان کے اس جرم کی سزا میں تمام امت کو جہنم میں پھینک دیا جائے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اپنا قانون بیان فرمایا ہے کہ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) کسی آدمی کو کسی دوسرے کے جرم کی سزا نہیں دی جا سکتی خواہ وہ باپ بیٹا ہی کیوں نہ ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اپنے جمع قرآن کے عمل کو پیش کرنا بھی قابلِ غور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن جمع ہی کب کیا تھا کہ اس عمل کو پیش کرتے؟ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس حیثیت سے جامع القرآن ہیں بھی نہیں کہ آپ نے متفرق آیات کو جمع کیا ہو کیونکہ حدیث کی کتابوں میں یہ تصریح ملتی ہے کہ کَانَ الْقُرْاٰنُ بَیْنَ الدَّفَّتَیْنِ فِیْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں قرآن مجید دو گتوں کے درمیان آچکا تھا) مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید پوری طرح اکٹھا ہو چکا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف قرأتوں کو یکجا کیا۔ اور قرآن مجید کے نسخے تحریر کرا کے مختلف بلاد و امصار میں روانہ کر دیئے اور اختلاف قراءت کو ختم کر دیا۔ اور یہ تمام کام انہوں نے اپنی خلافت کے زمانہ میں سرانجام دیئے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اپنے سر کو ننگا کر لینا اور سجدہ میں گر جانا کہاں جائز ہے؟ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک کسی عورت کا سر ننگا رہتا ہے تب

فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں"۔ کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایسا کام کر سکتی تھیں جس پر خدا تعالےٰ کے فرشتے لعنت کریں؟ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "اللہ تعالےٰ کسی بالغ عورت کی نماز دوپٹے کے بغیر قبول نہیں فرماتے"۔ کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سجدہ برہنہ سر ہی قبول کر لیا گیا؟

اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور خوشخبری سنائی کہ "خدا نے فاطمہ کے آنسوؤں کی لاج رکھ لی۔ آپ کی تمام امت بخش دی گئی ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے صرف آپ کی امت کی سفارش کی ہے اگر بالفرض وہ تمام دنیا کی سفارش کر دیتیں تو تمام دنیا کو بخش دیا جاتا"۔

سبحان اللہ! کیا مقام ہے حضرت فاطمہ کا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو تین روز سے رو رہے تھے۔ آپ کے آنسوؤں کی تو خدا تعالیٰ نے لاج نہ رکھی لیکن حضرت فاطمہ کے آنسوؤں کی لاج رکھ لی گئی اور وہ بھی اس حیثیت سے کہ حضرت فاطمہ سے بھول ہو گئی جو صرف امتِ مسلمہ کی سفارش کی اگر وہ پوری دنیا کی سفارش کر دیتیں تو خدا تعالےٰ کو بخش دینے کے سوا آخر کیا چارہ کار تھا۔ فوراً تمام دنیا کے کافر اور مشرک بھی بخش دیئے جاتے اللہ جل جلالہٗ۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام زندگی اپنے مشرک باپ کی سفارش کرتے رہے اور وہ ایک مشرک نہ بخشا گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے کافر بیٹے کے حق میں سفارش کی تو ان کو ڈانٹ پلا دی گئی کہ خبردار آئندہ ایسی بات نہ کہنا ورنہ جاہلوں سے ہو جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی منافق کا جنازہ پڑھا۔ اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ اپنی قمیص میں اس کو کفن دیا پھر اس کی بخشش نہ ہو سکی۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی بخشش مانگیں گے تو اللہ تعالےٰ ان کو کبھی نہ بخشیں گے)

ابتداءِ حکایت میں بیان کیا گیا ہے کہ اس حدیث کو تمام محدثین نے قبول کیا ہے۔ حالانکہ حدیث کی کسی بھی معتبر کتاب میں اس روایت کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ تاریخی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح ایک دن بھی غائب ہونا مدینہ منورہ جانے کے

بعد ثابت نہیں ہے۔ صرف ایک دن صبح کی نماز کے وقت حضور تشریف نہ لائے تو آخری وقت میں صحابہ کرام نے نماز شروع کی۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ دوسری رکعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ عبدالرحمن پیچھے ہٹنے لگے تو آپ نے اشارہ فرمایا کہ پڑھاتے جاؤ۔ آپ نے ایک رکعت نماز عبدالرحمن بن عوف کے پیچھے ادا کی۔ حضرت عبدالرحمن کی یہ فضیلت آج تک دنیا کو معلوم ہے مندرجہ بالا تصریحات کی روشنی میں یہ سارا واقعہ بناوٹی معلوم ہوتا ہے جیسے کسی رافضی نے حضرت فاطمہ کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے بنایا ہے فافہم وتدبر۔

اس کتاب کے صفحہ ۳۳۳ پر مصنف کتاب نے مقام فنا و وحدت و یک رنگی کا تذکرہ فرمایا ہے اور کہا ہے کہ "اس مقام پر سالک کو فنائے تام حاصل ہوتی ہے۔ یہاں اسے ہر چیز خدا تعالے کی طرف ہی سے معلوم ہوتی ہے۔ اس مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون میں پوری طرح صلح ہوتی ہے کوئی لڑائی جھگڑا باقی نہیں رہتا"۔

مخلوقات کی بعض حیثیتیں ضرور ایسی ہیں کہ جن میں تمام مخلوقات برابر ہے۔ مثلاً تمام چیزوں اور تمام انسانوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور تمام مخلوقات اسی کی مخلوق ہے۔ موسیٰ علیہ السلام بھی اسی کی مخلوق ہیں اور فرعون بھی اسی کی مخلوق ہے۔ بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی کی مخلوق ہیں اور ابلیس لعین بھی اسی کی مخلوق ہے۔ یعنی خالق سب کا اللہ تعالےٰ ہے۔

اس حیثیت سے بھی تمام مخلوق برابر ہے کہ ہر ایک چیز اللہ تعالےٰ کی مشیت کے مطابق اپنا کام کر رہی ہے۔ خداوند تعالےٰ نے چاہتے ہیں کہ دنیا میں اسلام پھیلے لیکن یہ بھی چاہتے ہیں کہ کفر کی کشمکش اور آویزش بھی برقرار رہے۔ ایک طرف انبیاء علیہم السلام بھی اپنا کام کریں تو دوسری طرف شیطان بھی آزاد رہے۔ دنیا میں روشنی ہو تو اندھیرا بھی رہے۔ تریاق ہو تو زہر بھی ہو۔ میٹھا ہو تو کڑوا بھی ہو۔ اس حیثیت سے ہر چیز جو اپنا فریضہ ادا کر رہی ہے درست ہے لیکن یہ سب برابر نہیں ہیں شَتَّانَ مَا بَيْنَهُمَا۔

ضمنی طور پر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر سب کچھ خدا کی مشیت سے ہو رہا ہے تو پھر

غلط کیا ہے؟ اور صحیح کیا ہے؟ اور بعض لوگوں پر خداوند تعالیٰ خوش کیوں ہیں اور بعض پر ناراضگی کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مشیئت اور چیز ہے اور رضا اور چیز ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا یہ ہے کہ سب آدمی نیک ہوں۔ سب لوگ جنت میں جائیں اور جہنم سے بچیں اور مشیت یہ ہے کہ جو کافر رہنا چاہے وہ کافر رہے اور جو مؤمن بننا چاہے وہ مؤمن بن جائے۔ جو جہنم میں جانا چاہے خوشی سے جائے اور جو جنت کی طرف آنا چاہے وہ اس طرف آ جائے۔ مشیت اور رضا کے فرق کو ایک مثال سے سمجھایا جا سکتا ہے۔

ایک ماسٹر اپنے تمام شاگردوں کو امتحان کے کمرہ میں لاکر بٹھا دیتا ہے اس کی دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اس کے تمام شاگرد کامیاب ہو جائیں ایک بھی ناکام نہ ہو یہ رضا ہے اور کمرۂ امتحان میں ان کو اس لیے لایا ہے کہ جو نالائق ہیں وہ فیل ہو جائیں اور جو لائق ہیں وہ ترقی کر جائیں یہ مشیئت ہے۔

خداوند تعالیٰ چاہتے ہیں کہ کفر و اسلام اور نور و ظلمت، نیکی و بدی، بھلائی اور برائی کی آپس میں کشمکش برابر جاری رہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ کشمکش نہ ہوتی تو کسی چیز کی بھی قدر نہ ہوتی کفر نہ ہوتا تو ایمان کی کوئی قدر نہ ہوتی۔ اندھیرا نہ ہوتا تو روشنی کی کیا قیمت ہوتی؟ اگر دنیا میں برائی نہ ہوتی تو بھلائی کو کون جانتا؟ اگر رذالت نہ ہوتی تو شرافت کی کیا قدر رہ جاتی؟ وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْأَشْيَاءُ۔

اس حد تک تو صحیح ہے کہ اس کارخانۂ خداوندی میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ اس کی مشیئت سے ہو رہا ہے۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے کہ سب کچھ اس کی نگاہ میں برابر ہے۔ کوئی ایسا مقام نہیں ہے جہاں کفر و اسلام میں صلح ہو جائے۔ جہاں موسیٰ اور فرعون ایک مقام پر نظر آئیں۔ جہاں حضرت محمد رسول اللہ اور ابوجہل آپس میں صلح کر لیں۔ اگر کوئی ایسا مقام واقعی ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو کفر کی آویزش کو برداشت کر جاتے اور کبھی تو صحابہ کفر سے صلح کر کے خاموش ہو جاتے۔ آپ کو اور صحابہ کرام کو یہ مقام کیوں نہ مل سکا؟

پھر اس کے بعد کتاب ہذا کے صفحہ ۳۳۸ پر حضرت یونس علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور اس ضمن میں بتایا گیا ہے کہ اہل نینوی نے حضرت یونس علیہ السلام

کی دعوت کو قبول نہ کیا اور آپ کو تکلیفیں بھی پہنچائیں تو حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بد دعا کی اور ان پہ عذاب بھیجنے کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان کو اطلاع دے دو کہ ان پہ تین چار روز تک عذاب آجائے گا۔ چنانچہ آپ نے ان کو اطلاع دے دی اور خود وہاں سے نکل گئے اور ایک پہاڑ کی غار میں جا کر چھپ گئے۔

حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کو خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پہ ذکر کیا ہے کہیں اختصار سے اور کہیں تفصیل سے قرآن مجید کی تصریحات کو سامنے رکھ کر اگر سارے واقعہ پہ غور کیا جائے تو مندرجہ بالا اقتباس کے خط کشیدہ الفاظ غلط معلوم ہوتے ہیں فافہم وتدبر۔

قرآن مجید کی تصریحات سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ جب تک کسی نبی کو اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع نہیں فرمائی کہ اب تمہاری قوم میں سے کوئی آدمی ایمان لانے والا نہیں ہے تب تک کسی نبی نے از خود اپنی قوم کی ہلاکت کے لیے بد دعا نہیں کی۔ واقعہ یہ ہوا کہ اہل نینوی نے حضرت یونس علیہ السلام کی دعوت کو قبول نہ کیا تو انہوں نے خداوند تعالیٰ کے قانون اور حکم کے مطابق ان کو کہا کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم پہ خداوند تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا۔ اس پہ قوم نے سوال کیا کہ عذاب کب آئے گا؟ جیسا کہ تمام انبیاء سے ان کی قوموں نے یہی سوال کیا۔ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟) یعنی عذاب کب آئے گا؟ تو ہر ایک نبی نے اس سوال کا یہی جواب دیا کہ اس بات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

لیکن حضرت یونس علیہ السلام نے از خود ایک مدت مقرر کر دی اور مقرر اس امید پہ کی کہ میرا خدا میری لاج رکھے گا۔ مجھ پہ گرفت نہ فرمائے گا۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں بیان فرماتے ہیں فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (یونس علیہ السلام نے خیال کیا کہ ہم اس پہ گرفت نہیں کریں گے) لیکن چونکہ وہ وعدہ خدا تعالیٰ کی اطلاع کے بغیر کیا گیا تھا اس لیے یہ بھی خیال دل میں گذرتا تھا کہ شاید عذاب نہ آئے۔ جب اس میعاد مقررہ کے ختم ہونے کا وقت قریب آیا تو آپ بہت گھبرائے کہ اگر عذاب نہ آیا تو قوم مجھ کو جھوٹا سمجھے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ

مجھ کو قتل کر ڈالیں۔ ایک لغزش تو آپ سے پہلے سرزد ہوئی کہ بغیر اطلاع خداوندی کے وقت مقرر کر دیا۔ اور دوسری لغزش آپ سے یہ سرزد ہوئی کہ پھر دوسری مرتبہ بھی خدا تعالیٰ کے حکم کا انتظار نہ کیا اور قوم سے ڈر کر وہاں سے نکل گئے۔ اگر خداوند تعالیٰ کے حکم کے مطابق آپ نے قوم کو اطلاع دی ہوتی تو وہاں سے بھاگ جانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔ خداوند تعالیٰ کو یونس علیہ السلام کی یہ جلد بازی پسند نہ آئی۔ لیکن چونکہ حضرت یونس علیہ السلام خدا تعالیٰ کے سچے نبی تھے اگر وہ اپنی قوم کے اندر موجود رہتے تو اللہ تعالیٰ ان کی بات کی ضرور لاج رکھ لیتے جیسا کہ ان کے چلے جانے کے بعد قوم پر عذاب کی شکل نمودار ہو گئی اور قوم کو یقین ہو گیا کہ حضرت یونس علیہ السلام خدا تعالیٰ کے سچے نبی تھے اور پھر انہوں نے توبہ و استغفار کی تو چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ابھی ان پر پوری طرح حجت قائم نہیں ہوئی تھی ان پر عذاب ابھی نہیں آنا چاہئے تھا اس لیے ان کی توبہ و استغفار پر عذاب کو اٹھا لیا گیا۔

پھر یونس علیہ السلام نے دوسری دفعہ جلد بازی یہ کی کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آئے بغیر ہی اس قوم سے نکل گئے۔ گو یونس علیہ السلام سے یہ دونوں لغزشیں اس حسن ظن پر سرزد ہوئیں کہ میں جو کچھ بھی کروں گا خدا تعالیٰ میری عزت و آبرو رکھ لیں گے۔ یہ توکل پر حسن ظن اگر ایک عام مؤمن میں ہوتا تو یہ کتنا بڑا مقام و مرتبہ تھا لیکن اللہ کے ایک نبی کے لیے دوسرا پہلو اس سے زیادہ اہم تھا کہ خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کیا جائے۔ بہرحال اس دوسری لغزش کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف سے گرفت شروع ہو گئی۔

یونس علیہ السلام کسی پہاڑ کی غار میں جا کر نہیں چھپے تھے۔ قرآن مجید میں ہے اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ (صٰفٰت) (وہ وقت یاد کرو جب یونس بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگے پھر قرعہ ڈلوایا تو وہی خطاوار ثابت ہوئے پھر ان کو مچھلی نے نگل گیا اور وہ الزام کھائے ہوئے تھے۔ اگر وہ تسبیحات نہ پڑھتے رہتے تو قیامت کے

دن تک اس کے پیٹ میں رہتے پھر ہم نے ان کو ایک چٹیل میدان میں ڈال دیا وہ بہت کمزور ہو چکے تھے اور ہم نے ان کے جسم پر سایہ کرنے کے لیے ایک بیل دار درخت اگا دیا۔ ہم نے ان کو ایک لاکھ یا زیادہ کی جمعیت کی طرف بھیجا تھا۔ پھر وہ لوگ ایمان لائے تو ہم نے ان کو ایک مدت تک مہلت دیدی۔)

یونس علیہ السلام پر تو یہ کیفیت گذری اور ان کے چلے جانے کے بعد قوم پر عذاب کی شکل نمودار ہوئی۔ ان لوگوں نے توبہ کی اور ایمان لائے تو اللہ تعالے نے ان سے عذاب اٹھالیا۔ یونس علیہ السلام کے جسم میں جب کچھ توانائی آگئی تو پھر عرض کیا اے میرے خداوند! اب میرے لیے کیا حکم ہے؟ اللہ تعالے نے فرمایا اب پھر اسی قوم کے پاس جاؤ۔ اس حکم خداوندی کی تعمیل میں آپ اس طرف چل دیئے۔ لیکن دل میں رہ رہ کر خیال آرہا تھا کہ اس قوم پر عذاب نہ آیا میں تو ان کی نگاہ میں جھوٹا بن گیا۔ اس شرمندگی سے خیال کیا کہ رات کو پوشیدہ طور پر شہر میں جاؤں گا۔ کسی کے گھر بیٹھ کر دعوت دینا شروع کردوں گا۔ آہستہ آہستہ لوگوں کو علم ہو جائے گا۔ اس طریقہ سے لوگوں کی باتیں اور طعنے ذرا کم سنوں گا

لیکن خداوند تعالے کو یہ منظور نہ تھا۔ اس نے اپنے نبی پر گرفت تو فرمائی لیکن یہ برداشت نہیں کرسکتا تھا کہ اس کا سچا نبی لوگوں کے لیے مذاق اور ٹھٹھے کا سامان بن جائے۔ خدا تعالے نے چاہا کہ یونسؑ کا شاہانہ استقبال ہو، بڑی عزت وآبرو سے شہر میں ان کا داخلہ ہو۔ چنانچہ اس کے لیے اللہ تعالی نے یہ سامان مہیا کیا کہ آپ دوپہر کے وقت شہر کے قریب پہنچ گئے اور باہر جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ رہے، وہ بھوک اور پیاس سے نڈھال تھے۔ کسی کھانے پینے کی چیز کی تلاش میں نکلے۔ دیکھا کہ ایک چرواہا بکریاں چرا رہا ہے اس کے پاس جاکر سوال کیا کہ مجھے کچھ دودھ پلادو۔

یہ سن کر چرواہے کی چیخیں نکل گئیں اور کہنے لگا دودھ کہاں؟ دودھ اور تمام خیر وبرکت تو یونس علیہ السلام اپنے ہمراہ لے گئے۔

ادھر یہ کیفیت ہوئی کہ بادشاہ کے حکم کے مطابق توبہ اور استغفار اور ایمان لانے کے بعد یونس علیہ السلام کی تلاش شروع ہوئی اور ان کے تلاش کرنے والے کے لیے انعام مقرر ہوا۔

چنانچہ یہ سب لوگ یونس علیہ السلام کو تلاش کر رہے تھے۔

جب یونس علیہ السلام نے چرواہے سے یہ جواب سُنا کہ دودھ اور تمام خیر و برکت تو یونس علیہ السلام اپنے ہمراہ لے گئے تو ان کی ڈھارس بندھی کہ خداوند تعالیٰ نے اس قوم میں میری آبرو محفوظ رکھی ہے۔ فرمایا اگر تم اجازت دو تو میں کسی بکری کا دودھ دوہ کر پی لوں۔ اس نے کہا دیکھ لو۔ لیکن آپ کو دودھ نہیں ملے گا۔ یونس علیہ السلام نے ایک بکری کو پکڑ کر دودھ دوہنا شروع کیا تو دودھ اتر آیا۔ چرواہے نے جب دودھ دیکھا تو بے اختیار اس کی زبان سے نکل گیا وَاللّٰہِ اِنَّكَ لَاَنْتَ یُوْنُسُ (خدا کی قسم آپ یونس ہیں)

پھر وہ چرواہا بادشاہ کے پاس دوڑا ہوا گیا۔ اس کو جا کر اطلاع دی کہ میں نے یونس علیہ السلام کو فلاں مقام پر دیکھا ہے۔ چنانچہ بادشاہ اور تمام قوم ان کے استقبال کے لیے آئی۔ شاہانہ اعزاز سے یونس علیہ السلام کو اپنے ہمراہ لے گئے اور اس کے بعد یونس علیہ السلام اس قوم کی تربیت میں مشغول ہو گئے۔

پھر اس کے بعد اس کتاب کے صفحہ ۱۵۔۱۶۰ پر عشق مجازی اور عشق حقیقی کی بحث شروع کی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ "عارف کی نگاہ میں عشق مجازی اور عشق حقیقی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ عارف آدمی جو بھی دیکھتا ہے اس میں اسی کو دیکھتا ہے اس کے افعال اگرچہ بظاہر شریعت کے خلاف نظر آئیں لیکن ان کی حقیقت وہ نہیں ہوتی جو بادی النظر میں معلوم ہوتی ہے"۔

آہ یہ عشق مجازی اور حقیقی کی تقسیم۔ اوّلاً تو "عشق" کا لفظ ہی کچھ ایسا نامبارک ہے کہ قرآن مجید اور کسی صحیح حدیث میں اس کا نام و نشان تک نہیں ملتا اور جن احادیث میں عشق کا لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ سب کی سب مجروح ہیں۔ اطباء نے عشق کو دیوانگی اور جنون کی اقسام میں شمار کیا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ۔

وہ عشق جس کو حقیقی کہا جاتا ہے اس کو قرآن مجید اور حدیث شریف میں "محبت" کے پاک لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آپ فرمائیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت رکھیں گے)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (اور ایماندار لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت میں بڑے سخت ہیں)
عشق حقیقی جس کو "محبت الٰہی" سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ مطلوب تو ہے لیکن یہ لفظ عشق کوئی اچھا لفظ نہیں ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے اور اس کی بجائے "محبت الٰہی" کہنا چاہئے اور "عشق مجازی" جو زناکاری اور بد معاشی کا ذریعہ ہے معلوم نہیں صوفیاء میں کہاں سے داخل ہوگیا۔ اگر اس سے مراد و مطلوب صنعتِ خداوندی کا ملاحظہ ہے تو یہ مطلوب خدا تعالےٰ کی ہر مخلوق سے حاصل ہو سکتا ہے اس کے لیے عورت یا نوخیز لڑکے ضروری نہیں ہے اور اگر شہوت نفس مطلوب ہے تو وہ سراسر حرام ہے۔ اس کے متعلق پہلے آپ کو یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ زنا حرام ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا (زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یہ بہت بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے)

اس آیت پر اچھی طرح غور فرمائیں اللہ تعالیٰ نے صرف یہی نہیں فرمایا کہ زنا نہ کرو بلکہ اس طرح فرمایا ہے کہ "زنا کے قریب بھی نہ جاؤ"۔ شریعتِ مطہرہ کا یہ اصول ہے کہ جس چیز کو حرام کیا جاتا ہے اس کے "مبادیات" کو بھی حرام کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کے ارتکاب کا امکان ہی باقی نہ رہے۔ اسی زنا کے معاملہ کو سامنے رکھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کوئی غیر محرم مرد اور عورت خلوت میں نہ جائیں" پھر فرمایا جب کوئی غیر محرم مرد اور عورت علیحدگی میں چلے جائیں تو تیسرا شیطان ان کے ساتھ ہو جاتا ہے"۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (آپ ایمانداروں سے فرمائیں اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں) اور یہی ہدایت مومن عورتوں کو بھی دی گئی۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ (آپ ایماندار عورتوں سے فرمائیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو عورت زیب و زینت اور خوشبو لگا کر بازار میں نکلے میں نہیں کہتا کہ وہ عورت پاک دامن ہے"۔ پھر آپ نے یہاں تک عورت پر پابندی لگائی کہ اگر نماز میں امام بھول جائے تو عورت "سبحان اللہ" کہہ کر امام کو متوجہ نہ کرے۔

بلکہ تالی بجا کر اسے متنبہ کرے۔ یہ ہدایت اس لیے دی گئی کہ عورت کی آواز کوئی غیر مرد نہ سن لے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں ہدایت فرمائی کہ جب عورت باہر نکلے تو اپنے اوپر چادر لپیٹ کر نکلے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں وَیُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ (عورتیں اپنے اوپر چادریں لپیٹ کر رکھیں)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو راستوں پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اگر مجبوراً وہاں بیٹھنا پڑے تو پھر؟ آپ نے فرمایا پھر اس کے حقوق ادا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا راستہ کے حقوق کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا سلام کا جواب دینا بھولے بھٹکے کو راستہ بتلانا اور نگاہ نیچی رکھنا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عہد نبوی میں جو عورتیں مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آیا کرتی تھیں وہ چادریں لپیٹ کر آیا کرتی تھیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتیں شیطان کا پھندا ہیں (یعنی غیر محرم مرد کو غیر محرم عورت سے بچ کر رہنا چاہئے ورنہ شیطان کی گرفت میں آجائے گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر روز کنگھی نہ کیا کرو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ کوئی عورت آنکھوں میں سرمہ اور ہاتھوں کو مہندی لگا کر باہر نہ نکلے۔

بتائیے شریعت کی ان قیود اور پابندیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے عشق مجازی کے لیے کتنی گنجائش ہے؟ اور پھر اس پہ ستم یہ کہ ایک بڑا "مقدس" مقولہ ایجاد کیا گیا ہے کہ اَلْمَجَازُ قَنْطَرَةُ الْحَقِیْقَةِ (مجاز حقیقت کا پل ہے) یعنی جب تک مجاز سے نہ گذرا جائے حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا اور پھر اس پہ مزید ستم یہ کہ "عارف جو کچھ بھی کہے اس کی حقیقت وہ نہیں ہوتی جو بظاہر نظر آتی ہے"۔

سبحان اللہ! بدکاری کے لیے کیسا لطیف حیلہ ایجاد کیا گیا ہے۔ مناسب ہوگا کہ ایک واقعہ "بزرگان مجاز پسند" کا بیان کر دوں کہ "مجاز" سے کس طرح "حقیقت" نکلتی ہے اور کس طرح سب کچھ حلال اور طیب بن جاتا ہے۔

تذکرہ غوثیہ میں ایک حکایت بیان فرمائی گئی ہے جسے حضرت کیلیانوالہ کے پیر سید

نور حسن شاہ صاحب نے بھی اپنی کتاب "الانسان فی القرآن" کے صفحہ ۲۵۳ پر نقل فرمایا ہے اس حکایت کو پڑھیئے اور سر دُھنیئے۔

"حضرت غوث علی شاہ صاحب پانی پتی نے فرمایا کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت میر اعظم علی شاہ فرماتے ہیں کہ ہم قصبہ ماہم سے دہلی واپس آرہے تھے کہ اثنائے راہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ دوپہر کے وقت ایک درخت کے سایہ میں گاڑی ٹھہرا دی تاکہ ذرا آرام لے کر اور نماز پڑھ کر بعد فرو ہونے تمازت آفتاب کے آگے کو چلیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک فقیر صاحب وارد ہوئے ہم نے روٹی پانی کی تواضع کی۔ کھا پی کر وہ بھی سو گئے اور ہم بھی۔ جب آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہماری گاڑی ایک سرائے میں کھڑی ہے۔ بیل گھاس کھا رہے ہیں۔ بھٹیاری کھانا پکا رہی ہے اور فقیر صاحب پڑے سوتے ہیں۔ ہماری حالت سکتہ کی سی ہو گئی کہ الٰہی یہ کیسی سرائے اور کونسا شہر ہے اور ہم یہاں کیونکر پہنچے۔ بھٹیاری سے دریافت کیا کہ اس شہر کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا "حیرت افزا"۔ پوچھا ارے نیک بخت! یہ سرائے کس کی ہے؟ کہا انہی فقیر صاحب کی ہے اور جتنے روز تم یہاں ٹھہرو گے سب خرچ بھی ان کے ذمہ ہے۔ آٹھ روز تک ہم اس شہر میں رہے نہ اس کی ابتدا معلوم ہو سکی نہ کوئی انتہا۔

حقیقتاً وہ شہر "حیرت افزا" ہی تھا۔ آدمی وہاں کے پاکیزہ سیرت، نیک صورت، مرفہ الحال مکانات خوش قطع، مصفا، رنگا رنگ اشیاء موجود۔ بازار نہایت مکلف اور پُر بہار، جدھر جاتے صورت تصویر بن جاتے۔ جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی۔ اسلام کا زور شور پایا۔ ہر شخص کو یادِ خدا میں مشغول دیکھا۔ قَالَ اللّٰہُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ کے سوا کوئی ذکر نہ تھا۔ غرض آٹھویں رات کو جب ہم سو کر اٹھے تو دیکھا گاڑی اسی درخت کے نیچے کھڑی ہے اور وہی وقت ہے۔ فقیر صاحب بھی سوتے ہیں۔ ہم نماز پڑھ کر روانہ ہوئے۔ فقیر صاحب بھی ہمارے ساتھ ہو لیے راستہ میں جس شخص سے پوچھا وہی تاریخ وہی دن۔ وہی مہینہ بتلایا۔ ہم کو حیرت ہوئی کہ یہ آٹھ دن کہاں گئے۔ آخر بہادر گڑھ پہنچے تو وہاں ایک مکان میں ٹھہرے۔ فقیر صاحب نے فرمایا کہ بعد نماز عشا ہماری روٹی اس مسجد میں لے آنا۔ جب ہم روٹی لے کر مسجد میں پہنچے تو دیکھا کہ میاں صاحب

ایک گدھی سے مصروف کار ہیں (سبحان اللہ! کتنی بڑی کرامت ہے۔ اور وہ بھی مسجد میں۔ ذرا دیکھتے جائیے کہ مجاز کس طرح حقیقت میں منتقل ہوتا ہے۔ اور دم نہ ماریئے کہ عارف لوگ جو کچھ کہتے ہیں ان کا ظاہر کچھ اور ہوتا ہے اور حقیقت کچھ اور ہوتی ہے) میں نے منہ پھیر لیا اور پھر جو دیکھا کہ نماز پڑھتے ہیں۔ (اسی جنابت کی حالت میں) بعد فراغت کھانا کھایا (دونوں نیک کام کرنے کے بعد) باتیں کرنے لگے۔ جب آدھی رات گئی تو فرمایا شہر کے دھوبی کپڑے دھو رہے ہیں جاؤ ہمارا لنگوٹ دھلوا لاؤ (غالباً نطفہ سے گندا ہو گیا ہوگا) میں نے کہا آدھی رات ادھر آدھی رات اُدھر بھلا اس وقت کون کپڑے دھوتا ہوگا۔ فرمایا ذرا تم لے تو جاؤ۔ میں چلا اور شہر کے دروازے سے باہر نکلا تو دیکھتا کیا ہوں کہ دو گھڑی دن چڑھا ہے اور دھوبی کپڑے دھو رہے ہیں جب دروازے کے اندر آتا ہوں تو نصف شب معلوم ہوتی ہے اور جب باہر جاتا ہوں تو وہی دو گھڑی دن چڑھا ہوا نظر آتا ہے۔ غرض دھوبیوں کے پاس پہنچے ایک دھوبی نے کہا لاؤ میاں صاحب کا لنگوٹ میں دھو دوں (ٹھیک ہے ولی را ولی مے شناسد غالباً ثواب کی نیت سے دھویا ہوگا)

اس نے دھویا صاف کیا۔ دھوپ میں سکھا کر حوالے کیا۔ میاں صاحب کی خدمت میں لے آیا۔ مجھ کو ان باتوں کا نہایت تعجب تھا (تعجب کی کیا بات تھی۔ تیر جستہ باز گرداند زراہ۔ اولیاء کو طاقت ہے کہ چھوڑا ہوا تیر واپس لے آئیں) فرمایا کہ تعجب نہ کر یہ بھان متی کا سوانگ ہے اور ایسے شعبدے ہم بہت دکھا سکتے ہیں لیکن فقیری کچھ اور ہی چیز ہے ان باتوں کا خیال مت کر۔ صبح کے وقت ہم دہلی کو روانہ ہوئے اور فقیر صاحب غائب ہو گئے جب ہم دہلی میں پہنچے تو مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا آپ نے فرمایا وہ شخص خضر وقت یا ابو الوقت ہے۔

اس حکایت کو بغور پڑھیے اور داد دیجئے اور دیکھتے جائیے کہ مجاز سے حقیقت کی طرف کس طرح مضمون منتقل ہوتے ہیں۔ ایسی بیسیوں حکایتیں اور مل سکتی ہیں لیکن شرم و حیا ایسی حکایتوں کو تحریر کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اگر مزید خواہش ہو تو احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ملفوظات دیکھئے۔

کتاب ہذا کے صفحہ ۲۶۴ پر نماز استخارہ کا بیان کیا گیا ہے۔ اس میں جس طرح دعا سکھلائی گئی ہے وہ اس دعا سے مختلف ہے جو حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے مناسب یہ ہے کہ دعا اس طرح پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ۔

ترجمہ:۔ اے میرے خداوند! میں تیرے علم کے ساتھ بھلائی چاہتا ہوں اور تیری قدرت کے ساتھ طاقت حاصل کرنا چاہتا ہوں اور میں تیرے بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ تو قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا تو غیبوں کا جاننے والا ہے اے میرے خداوند! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے بہتر ہے (یہاں اپنے کام کا نام لے) میرے دین میں اور میری دنیا میں اور میرے انجام کار میں یا اس طرح فرمایا (یہ راوی کو شک ہے) میری جلدی میں یا میری دیر میں تو اس کام کو میری قسمت میں کر اور اس کو میرے لیے آسان کر پھر مجھے اس میں برکت عطا فرما۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے، میرے دین میں میری دنیا میں اور میرے انجام کار میں بُرا ہے تو اس کو مجھ سے دور کر دے اور مجھ کو اس سے دور کر دے اور میرے مقدر میں بھلائی کر جہاں بھی وہ ہو اور پھر مجھ کو اس پر رضامند بھی کر دے۔

کتاب کے مخدوش مقامات کی نشاندہی کے بعد اصولی طور پر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ شریعت اسلامی ایک معتدل شریعت ہے جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ اس میں نہ تو یہود کی سی سختی ہے نہ عیسائیت کی سی نرمی۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ہم نے یہود پر قصاص

لینا فرض کر دیا تھا چنانچہ اللہ تعالے قرآن مجید میں فرماتے ہیں وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ط (ہم نے اس (تورات) میں ان کے لیے یہ حکم لکھا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور ان کے علاوہ دوسرے زخموں کا بدلہ ہے۔

بنی اسرائیل مصر میں صدیوں کی غلامی اور فرعون کی سخت گیری سے ایسے ڈرپوک اور بزدل ہو چکے تھے کہ ان میں غیرت و حمیت کا نام و نشان تک نہ رہا تھا۔ بالکل بے غیرت، دیّوث اور ڈرپوک قوم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بیماری کا علاج یہ کیا کہ ان پر قصاص فرض کر دیا تاکہ ان میں جذبۂ غیرت بیدار ہو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت یہی قوم اتنی خونخوار اور سفاک و ظالم بن چکی تھی کہ ان میں رحم و شفقت نام کو بھی نہ رہے تھے۔ اس وقت انجیل میں ان کو یہ حکم دیا گیا کہ "اگر تیرے دائیں گال پر کوئی طمانچہ مارے تو بایاں گال بھی اس کے آگے کر دے اگر کوئی تیری قمیص اتار لے تو اپنا تہ بند بھی اس کو اتار کر دے دے اور اگر کوئی ایک کوس تجھ کو بیگار میں پکڑ کر لے جائے تو دوسرا کوس تو خود اس کے ساتھ چلا جا۔"

ظاہر ہے کہ ان دونوں صورتوں میں افراط و تفریط ہے۔ ہمیشہ ان پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام نے دونوں چیزوں کی تعلیم دی ہے۔ عفو و درگذر کی بھی اور انتقام و قصاص کی بھی۔ موقع و محل دیکھ کر ان پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی آدمی بدمزاج اور متکبر ہو اور اپنے ظلم اور زیادتیوں سے باز نہ آئے تو اس سے انتقام لینا یقیناً بہت بڑی نیکی ہے اور اگر کوئی آدمی طبعاً شریف ہو اور اس سے نادانستہ یا اتفاقاً کبھی غلطی ہو جائے اور اس پر اسے ندامت و افسوس بھی ہو تو ایسے آدمی کو معاف کر دینا نیکی ہے۔ اسے ضرور معاف کر دینا چاہئے۔

اسی طرح دوسری تمام صفات کو بھی قیاس کر لینا چاہئے۔ مثلاً یاوہ گوئی، گالی گلوچ اور بکواس سے اپنی زبان کو بند کرنا نیکی ہے۔ لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے موقع پر خاموش رہنا نیکی نہیں بلکہ گناہ ہے۔ اسی طرح ذکر الٰہی اور مراقبہ میں بیٹھنا اور نفل نماز ادا کرنا بڑی اچھی

خصلت ہے لیکن ان میں مشغولیت کی وجہ سے اگر فرائض و واجبات میں کوتاہی ہونے لگے تو یہ نیکی نہیں رہے گی بلکہ گناہ ہو جائے گا۔ آدمی کو چاہئے کہ اَلْاَھَمُّ فَالْاَھَمُّ پر نگاہ رکھے کسی فقیر یا مسکین پر صدقہ کرنا بہت اچھا کام ہے لیکن فَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ (ان سے شروع کر جن کا خرچ اللہ تعالیٰ نے تیرے ذمہ فرض کیا ہے) یہ ضرور نظر رہنی چاہئے۔

چنانچہ ایک حدیث میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہے اور میں اس کو صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اس کو اپنی جان پر صدقہ کر اس نے کہا میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو اپنی بیوی پر خرچ کر۔ اس نے کہا میرے پاس ایک اور بھی ہے آپ نے فرمایا اس کو اپنے بچے پر خرچ کر اس نے کہا میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو اپنے نوکر پر خرچ کر۔ اس نے کہا میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ آپ نے فرمایا اب جسے تو چاہے دیدے

آدمی کو بڑی اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ عبادت صرف نفل نوافل اور تسبیحات پڑھنے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ہر وہ کام عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ادا کیا جائے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے حلال ذریعہ سے محنت مزدوری کرنا بھی عبادت ہے اپنی رہائش کے لیے مکان بنانا بھی عبادت ہے۔ خود کھانا اور کسی وقت آرام کرنا بھی عبادت ہے۔ جائز طریق سے اپنی شہوت کو پورا کرنا تاکہ حرام سے بچے یہ بھی عبادت ہے۔ کسی سے خوش اخلاقی سے پیش آنا اور معاملات کو درست رکھنا بھی عبادت ہے۔ معاشرے کو سدھارنا، فضول رسوم و رواج کو چھوڑ دینا بھی عبادت ہے

مطلب یہ ہے کہ آدمی کو ہر طرف خیال رکھنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ مراقبہ میں بیٹھے بیٹھے نماز کا وقت نکل جائے۔ خود ذکر اذکار میں مشغول ہو اور بیوی بچے بھوکے بیٹھے ہوں۔ آدمی نفل پڑھ رہا ہو اور بستر پر مریض دوائی کا انتظار کر رہا ہو۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

درشتی و نرمی بہم در بہ است   کہ جراح رگ زن و مرہم نہ است

(سختی اور نرمی مناسب ہی ہو تو اچھی ہے۔ دیکھو جراح اگر کسی وقت نشتر لگاتا ہے تو کسی وقت مرہم بھی زخم پر لگاتا ہے۔)

آدمی کو چاہئے کہ ہمیشہ اعتدال کو ملحوظ رکھے اور چوکنا رہے شیطان مختلف طریقوں سے
آدمی کو گمراہ کرتا ہے۔ وہ انسان کے دل کو اچھی طرح ٹٹولتا ہے۔ اگر اس میں کمزوری دیکھتا ہے
تو اس کو سستی کی طرف مائل کرتا ہے اور اگر اس کو شجاع اور دلیر محسوس کرتا ہے تو اس کو سکھاتا ہے
کہ تھوڑی عبادت سے کیا بنے گا؟ بہت زیادہ عبادت کرنی چاہئے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا
ہے کہ اس کو تھکا کر عبادت سے متنفر کر دے۔

ہماری بعض مطبوعات

کتاب	مصنف / مترجم	پیسے	روپے
ترجمان القرآن پارہ الم	مترجم مولانا عبدالحق عباس مرحوم	۲۵	۱
” ” سیقول	” ” ” ” ”	۵۰	۱
” ” تلک الرسل	” ” ” ” ”	۵۰	۱
” ” لن تنالوا	” ” ” ” ”	۵۰	۱
” ” والمحصنت	” ” ” ” ”	۲۵	۱
” ” لا یحب اللہ	” ” ” ” ”	۲۵	۱
” ” و اذا سمعوا	” عبدالحق	۵۰	۱
” ” تبارک الذی	” عبدالحق عباس مرحوم	۵۰	۱
” ” عم	”	۵۰	۱
قرآن اور اس کی تعلیمات	مولانا عبدالقیوم ندوی	۰۰	۵
شرف النساء حصہ اول	محترم عنایت عارف	۷۵	۳
” حصہ دوم	”	۰۰	۳
زہریلے پھول (ناول)	”	۵۰	۵
نئی منزل کی طرف (ناول)	محترم نظر زیدی	۰۰	۳
غزالی کا تصور اخلاق	پروفیسر نور الحسن خان	۰۰	۱۰
اردو ترجمہ کتاب الزکاۃ من الہدایہ	پروفیسر غازی احمد	۵۰	۱
” ” النکاح	” ”	۷۵	۲
” ” الطلاق	” ”	۷۵	۳
مصلحین امت	احمد امین مصری ترجمہ شیخ نذیر حسین، ایم۔ اے	۰۰	۵
ارکان اسلام حصہ اول (عقائد)	عبدالحق	۷۵	۲
	مترجم شیخ نذیر احمد ایم۔ اے	۰۰	۶
ابن مریم اور پرویز	مولانا عبدالرحمان طاہر سورتی	۲۵	۱
توضیح عقائد نسفی (اردو)		۵۶	۰

★